

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝

تَحْلِيَاتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



مرتبہ

پروفیسر سید سلیمان حسین شاہ زاہد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب تجلیات سیرت النبی ﷺ (جلد اول)
مؤلف پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد
ناشر مقصود احمد شرقپوری
مطبع سورج پرنٹنگ پریس، لاہور
اشاعت اول مئی 2002ء
تعداد 1100
کمپوزنگ محمد سدھیر - مقصود پبلشرز اردو بازار لاہور
ہدیہ 300/- روپے

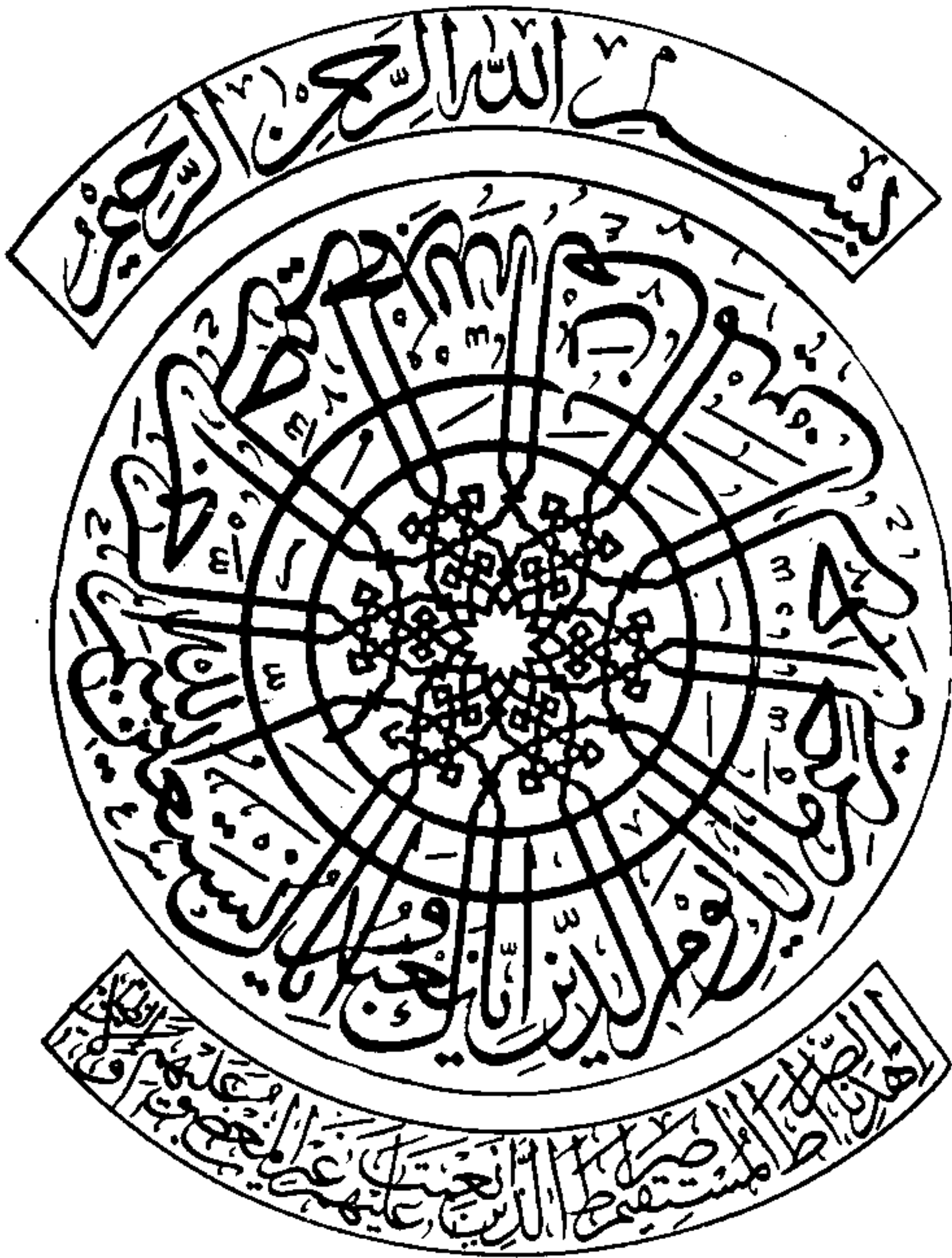
81020
ص ۸

ملنے کے پتے:

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
 شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، اردو بازار لاہور
 سلیم بک ڈپو، اردو بازار ننگانہ صاحب
 پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد گوشہ محققین ننگانہ صاحب، ضلع شیخوپورہ
 کپیٹل بکڈ پو اردو بازار راو پینڈی
 ایس اے برادرز، سرور مارکیٹ اردو بازار لاہور
 راجپوت برادرز سٹیشنز اینڈ بک سیلرز، مین بازار گوجر خان
 شہزاد بک ڈپونزد جامعہ مسجد ہارون آباد ضلع بہاولنگر
 مکتبہ رضوان گول چوک اوکاڑہ
 پنچند اکیڈمی، ضیا چیمبرز کمرہ نمبر 208 - میٹکوڈ روڈ لاہور

فہرست

5	انتساب	-1
7	عرض ناشر	-2
9	بِقلم مؤلف	-3
13	بِقلم علامہ محمد انور قمر	-4
25	اسم محمد ﷺ	-5
45	ازواج النبی ﷺ	-6
65	حُب محمدی ﷺ شرط ایمان	-7
77	حقوق النبی ﷺ علی الامہ	-8
117	مستشرقین کی آرا اور ان کی دینی حیثیت	-9
119	ایک قرآنی آیت کی تفسیر اور مستشرقین	-10
187	عقیدہ ختم نبوت ﷺ	-11
247	ختم نبوت ﷺ رحمت ہے	-12
263	حقوق انسانی سیرت طیبہ کی روشنی میں	-13
323	اسلامی فلاحی مملکت اسوہ حسنہ کی روشنی میں	-14
401	انسدادِ منشیات تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں	-15
449	عصر حاضر کے مسائل اور ان کا حل سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں	-16
509	عید میلان النبی ﷺ اور جمہور امت	-17



کتبہ کوثر مسلم لاہور

انتساب

میں اس کتاب مستطاب کو ان تمام صاحبانِ علم و قلم کے نام منسوب کرتا ہوں۔ جنہوں نے نظم و نثر اور تحقیق و علم کے میدانوں میں سیرت النبی ﷺ پر قلم اٹھایا اور حضور ﷺ کی ذاتِ پاک، آپ کی حدیث و سنت اور تعلیماتِ صادقہ کو ہر مسلمان تک پہنچایا اور آپ کے ساتھ محبت و عقیدت کے جذبات کو پروان چڑھایا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے کام کو قبول کرے اور ان کی قبروں کو منور کرے اور مجھے ان کی روایت کو نبھانے کی توفیق دے۔

آمین

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد

۱۲۔ فروری ۲۰۰۲ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَأَنْتَ رَبُّنَا فَاعْبُدُونَا

برای تمنا ایک ہی جہانت میں آواز دو کاروں پس میری ہی جہت بیکارو .

عرض ناشر

آں سرور ﷺ کی ذات مبارکہ اور شان عالی بیان کے بارے میں تقریباً تمام آسمانی کتب اور صحائف میں تذکار بے بہا موجود ہیں غیر آسمانی کتب مثلاً مہاتما بدھ کی کتب، زرتشت کی کتب اور ہندوؤں کے پرانوں میں بھی آپ ﷺ کا دل نشیں و ایماں افزیں تذکرہ اشاروں میں موجود ہے۔ جو نبی مکرم، شاہ معظم، نور مجسم حضرت محمد ﷺ کی عظمت و تقدیس کا منہ بولتا ثبوت ہے اور آپ کے ہر اُمتی اور کلمہ گو کے لئے زیادت ایمان کا ذریعہ ہے۔

میری بھی دیرپہ دلی خواہش تھی کہ آقائے ایں و آں ﷺ کے بارے میں کچھ قصیدہ نگاری و قلم کاری کی جائے شائد صاحب آخر الزماں ﷺ کے لکھنے والوں میں میرا بھی شمار ہو جائے اور میں نے کچھ مضمون نگاری اس سلسلے میں کی بھی، جو بوجہ تکمیل کے مراحل طے نہ کر سکی اور میں اپنی خواہش نا آشفته کو دل کا روگ بنا کر دعا کرتا رہا۔ ع

یارب مجھے بھی شاہ کی مدحت کا ذوق دے

محترم پروفیسر شبیر حسین شاہ زاہد صاحب سے میری ملاقات میری خوش قسمتی کا باعث بن گئی۔ آپ کے سیرت النبی ﷺ کے عنوان سے متعدد تحقیقی و علمی مقالات رسائل و جرائد کی زینت بن چکے ہیں۔ کئی مقالات پر

شاہ صاحب کو سرکاری انعامات اور غیر سرکاری پذیرائی ملی۔ گیارہویں اور بارہویں جماعتوں کے لئے اسلامیات لازمی و اختیاری اور معروضی کی کتابوں کے علاوہ آپ کی منفرد علمی، تحقیقی اور دینی کتاب ”عقیدہ ختم نبوت“ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ “ بھی شائع ہو کر اہل علم طبقہ سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ آپ مذکورہ مقالات سیرت میں سے صرف بارہ کو کتابی شکل میں لا کر انہیں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دینا چاہتے تھے۔ اور شاہ صاحب کی انتہائی مہربانی کہ آپ نے اس علمی خزانہ سے بندہ کو نوازا ”تجلیات سیرت النبی ﷺ“ کے ٹائٹل سے آپ کے مقالات وقیعہ و انیقہ کی پہلی جلد پیش خدمت ہے۔ مضامین و مقالات کی کمپوزنگ، پرنٹنگ اور بائڈنگ وغیرہ کے سلسلے میں ادارہ ہذا نے انتہائی ہمت و وسعت سے کام لے کر کتاب کو معیاری، جاذب نظر اور اعلیٰ صوری خصائص سے مزین کیا ہے۔ کتاب پر جناب حضرت مولانا محمد انور قمر نقشبندی مجددی شرقپوری صاحب کے تبصراتی مقدمہ نے کتاب کے مندرجات کے ایک سرسری جائزہ کو آسان بنا دیا ہے۔ مصنف و پبلشرز دونوں نے بڑی ہمت اور جانکاہی کے بعد اس کتاب کو منظر عام پر لانے کی جرأت کی ہے۔ اگر اس میں کوئی خوبی پائیں تو ممدوح رب العلمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا شرف اور حق ہے کہ ان کے بارے میں ہر کلام خوب بلکہ خوب تر ہو اور اگر کہیں کوئی لفظی، معنوی یا تعبیری غلطی پائیں تو مصنف کتاب بذایا پبلشر کو مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

قارئین سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

مقصود احمد شرقپوری

۱۸۔ فروری بروز پیر ۲۰۰۲ء

عرضِ احوال

۸۰-۱۹۷۹ء کی بات ہے راقم ناچیز بی اے کا امتحان دے چکا تھا کہ ننگانہ صاحب کے ایک دینی ورفاہی ادارے نے عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ایک مقابلہ مضمون نویسی کا اعلان کیا جو کہ سیرت النبی ﷺ سے متعلق لکھا جانا تھا۔ ناچیز نے ”رحمتہ للعالمین ﷺ“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا اور مقابلہ کے لیے جمع کروایا۔ جو اس وجہ سے شامل مقابلہ نہ ہو سکا کہ عنوان ”سیرت النبی ﷺ“ درکار تھا جبکہ کاوش ”رحمت للعالمین ﷺ“ کے عنوان سے کی گئی تھی۔ وہ اصل مضمون آج بھی چوہدری محمد متین خالد صاحب (اسٹیٹ بینک آف پاکستان لاہور) کے ریکارڈ میں کہیں موجود ہوگا۔ جو اس وقت مذکورہ تنظیم کے روح رواں تھے اور آج مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، ننگانہ صاحب کے روح رواں ہیں۔

۸۰-۱۹۷۹ء کے اس واقعہ کے بعد میں نے باقاعدہ مضمون نویسی کا آغاز کیا۔ ماہنامہ ”نئی معلومات“ کراچی کے تین شماروں میں میرے سوال و جواب چھپے۔ چند ایک مختصر تحریریں شائع ہوئیں۔ فیصل آباد کے ایک مقامی اخبار میں ”ایک خط“ کے عنوان سے ایک تاریخی سیاسی خط چھپا۔ آج تک درج ذیل رسائل و جرائد میں میرے مضامین و مقالہ جات شائع ہو چکے

ہیں۔ ماہنامہ ”ضیائے حرم“ لاہور۔ ماہنامہ ”منہاج القرآن“ لاہور۔ ماہنامہ ”العلماء“ لاہور۔ ماہنامہ ”السعيد“ ملتان۔ ماہنامہ ”حکمت قرآن“ لاہور۔ ماہنامہ ”میثاق“ لاہور۔ ماہنامہ ”المجاهد“ سرگودھا۔ ماہنامہ ”سوئے حجاز“ لاہور۔ ماہنامہ ”حکایت“ لاہور۔ ماہنامہ ”قومی ڈائجسٹ“ لاہور۔ ماہنامہ ”نور اسلام“ لاہور۔ ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کراچی۔ ہفت روزہ ”لولاک“ فیصل آباد۔ ماہنامہ ”صوت الاسلام“ فیصل آباد۔ ہفت روزہ ”ہلال“ راولپنڈی۔ سہ ماہی ”سیرت طیبہ“ کراچی۔ سہ ماہی ”المعارف“ لاہور وغیرہ وغیرہ۔

ہفت روزہ ”ہلال“ راولپنڈی کے سیرت نمبر..... کی ترتیب و اشاعت میں مدیر شہیر کی معاونت بھی فرمائی۔ ماہنامہ ”الرشید“ لاہور کے نعت نمبر کی جلد دوم اور ہفت روزہ ”ہلال“ راولپنڈی کے سیرت نمبروں اور نعت نمبروں میں میرے مقالات شامل اشاعت ہوئے۔ ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۲ء، اور ۱۹۹۳ء میں وزارت مذہبی امور اسلام آباد حکومت پاکستان کے سیرت النبی ﷺ کے تحقیقی مضمون نویسی کے مقابلہ جات میں حصہ لینے کے بعد میری کافی حوصلہ افزائی اور اصلاح ہوئی۔ خالصتاً تحقیقی و مطالعاتی نکتہ نظر سے بھی تحریریں لکھیں۔ کچھ طبع ہوئیں اور کچھ غیر طبع رہیں۔ وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد کے ”مقالات سیرت“ میں بھی میری تحریریں شامل اشاعت ہوئیں۔ الحمد للہ ثم الحمد لله^(۱)

”تجلیات سیرت النبی ﷺ“ جلد اول میں انہی متفرق مضامین میں سے بارہ عدد مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ جن میں شانِ مصطفیٰ ﷺ پر روشنی ڈالی گئی ہے جن میں احکامات قرآنی و احادیث محمدی ﷺ کو نمایاں کیا گیا ہے۔ جن میں علم، دین اور تحقیق کا مزاج قائم رکھا گیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کچھ مستقل نوعیت کا کام کر سکا ہوں۔ من آنم کہ من دانم بلکہ یہ ہوا ہے کہ

۱- یہ محض تعارف و معلومات کے طور پر لکھا ہے اسے خود نمائی و خود ستائی نہ سمجھا جائے۔

سیرتِ محمدی ﷺ پر قلم اٹھانے کی سعادت نے میرے قلم کی حرمت میں برکت ڈالی ہے۔ اب میں یہ کہہ سکتا ہوں:

مَا اِنْ حَمَدْتُ مُحَمَّدًا بِقَلَمِي

وَلَكِنْ رَفَعْتُ قَلَمِي بِيَانِ مُحَمَّدٍ

یہ بات شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت انصاری کے الفاظ میں

یوں ہے۔

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِي

وَلَكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدٍ

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے اپنی اس شہرہ آفاق رباعی میں

درج بالا نکتہ نظر پر مہر تائید و تصدیق ثبت کر دی ہے۔

يا صاحب الجمال وياسيد البشر من وجهك المنير لقد نور القمر

لا يمكن الثناء كما كان حقه بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ان مضامین و نوادرات کے مقصد تحریر کی خاطر مجھ ناچیز کو کتنا

مطالعہ و استفادہ کرنا پڑا۔ سرکاری و غیر سرکاری ”دارالمطالعہ جات“

(لابریریاں) اور اہل علم حضرات کے کتب خانے گھنٹا گالے۔ اس فن کے

ماہرین سے پوچھا علماء کرام کے صائب نکتہ ہائے نظر کو پیش نظر رکھا۔

انداز ہائے بیان و ترتیب تحریر کے مزاج سمجھنے کی کوشش کی۔ ان شاء اللہ

”تجلیات سیرت النبوی“ کے مطالعہ کے بعد قاری محترم بہتر طور پر اس کاوش و کاہش

کو جان لے گا۔

اپنی نا تمام کوشش کو میں نے من و عن اپنے قاری کے سامنے پیش

کر دیا ہے۔ اگر میری تحریروں میں کوئی خوبی پائیں تو یقیناً یہ صاحب

لولاک ﷺ کی نظر کرم و رحمت بے پایاں کا نتیجہ ہے جن کا تذکرہ باعث خیر

و برکت ہے اور اگر کوئی سقم محسوس کریں تو یہ یقیناً میری کمزوری و ناتوانی

ہے گزارش یہی ہے کہ تسامحات کی نشاندہی فرمائیں اور فکری، تحقیقی، عقلی اور زبان و بیان کی خامیوں پر مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح مفید کی جاسکے۔

حضرت علامہ مولانا محمد انور قمر نقشبندی مجددی شریقی کے علمی، تبصراتی اور نظری مقدمہ اور تحسین مختصر نے اس کتاب کے مندرجات کو قیام بنا دیا ہے۔ اللہ ان بزرگ علم و فن اور صاحب خوش گماں کو اس علم پروری پر جزائے خیر دے۔ میں مقصود احمد شریقی کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں نے کتاب ہذا میں ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے اسے سامان آخرت سمجھ کر خوبصورت انداز میں چھاپنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔
(آمین)

وما توفیقی الا باللہ . علیہ توکلت و الیہ انیب

نیاز مند

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد
گوشہ محققین - نکانہ صاحب



نشواہدُ القلم

قلم قواعد زبان میں اسم آلہ ہے۔ اس سے لکھنے کا کام لیا جاتا ہے۔ مگر قلم لکھتا وہی کچھ ہے جو لکھنے والا چاہتا ہے۔ کسی کے ہاتھ کا قلم گانے لکھ رہا ہے۔ تو کوئی غزل لکھنے کی فکر میں ہے۔ کوئی ناول لکھ رہا ہے تو کوئی افسانے تراش رہا ہے۔ مگر بعض ایسے نیک ہاتھوں نے بھی قلم سنبھال رکھا ہے۔ جو تفسیر قرآن میں مشغول ہیں، جو توصیف رسولؐ میں متحرک ہیں۔ جن کا قلم نعت رسولؐ لکھتا ہے، یا سیرت رسولؐ تحریر کرتا ہے۔

یہ اعجاز جناب پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد صاحب کے ہاتھوں کو بخشا گیا ہے کہ وہ جب بھی قلم کو سنبھال کر بیٹھتے ہیں تو مدحت رسول کے نغمے لکھتے ہیں یا جناب نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرتے اور شان محمدیؐ میں بقدر ہمت رنگ آمیزی کرتے ہیں۔

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد بنیادی طور پر ایک استاد اور عالم دین ہیں۔ دینی حمیت کے خوگر ہیں۔ ملت اسلامیہ میں بھی دین کا رنگ غالب دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا قلم ہمیشہ سے ایسے گونوں کی نقاب کشائی کر رہا ہے جن میں سیرت مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کے پہلو زیادہ اجاگر نظر آتے ہیں۔

سید صاحب نے مختلف اوقات میں سیرت کے موضوع پر کچھ ایسے مقالات لکھے جو ملکی سطح پر منعقدہ انعامی مقابلوں میں شامل کئے گئے اور اس قدر پسند کئے گئے کہ انہیں علاقائی و قومی سطح پر اول انعام کا مستحق قرار دیا گیا اور بعد ازاں ان کی اہمیت اس قدر زیادہ سمجھی گئی کہ ایک ایک مقالہ مختلف علمی، دینی اور تحقیقی موقر رسائل و جرائد میں شائع ہوا۔

پہلی صورت میں یہ مقالے مقابلہ کرانے والوں کے ریکارڈ میں محفوظ ہو گئے اور دوسری صورت میں رسائل کے صفحوں کی زینت بنے۔ مگر جس اہمیت کے وہ حامل تھے کہ ہر کہ و مہ تک پہنچتے انہیں وہ مقام نہ مل سکا۔ چنانچہ ضرورت محسوس کی گئی کہ ان مقالات کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ کتاب ”تجلیات سیر النبیؐ“ اسی جذبے کی مرہون منت ہے۔ کتاب کا نام ”تجلیات سیر النبیؐ“ اس لحاظ سے نہایت موزوں ہے کہ اس میں شامل ہر مقالہ حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کی پاکیزہ معلومات کا آئینہ دار ہے۔ یہ مقالات بارہ مختلف موضوعات کے حامل ہیں اور ہر موضوع سے متعلق مصنف نے سیر حال گفتگو کی ہے۔ علمی، ادبی اور تاریخی اعتبار سے معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ مصنف موصوف نے قرآن و حدیث کی ہدایات پیش کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔

ہر موضوع نہایت اچھوتا ہے اور پھر شاہ صاحب کے منفرد انداز تحریر نے اسے اور بھی لازوال بنا دیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک ایک مقالہ بیسیوں کتابوں کا نچوڑ ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اور پھر خوبی ان کی یہ ہے کہ اختصار میں بھی تفصیل بھری ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اور تفصیل، تطویل لطف مزید کی خواہش کرتی نظر آتی ہے۔ اسی بنا پر وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کی موجودگی قاری کو بہت سی دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دے گی۔ اور جس طرح اس کتاب میں شامل ہر مقالہ انعام کا مستحق قرار دیا گیا ہے اسی طرح

سلسلے میں معترضین کے ایک ایک اعتراض کا جواب قرآنی اور اخلاقی لحاظ سے دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ پھر ازواجِ مطہرات کا امہات، المؤمنین کہلانا کن نصوص سے ہے؟ ”چونکہ ازواجِ النبی امت کی مائیں ہیں ان کے تقدس اور احترام پر قرآن نے مہر ثبت کر دی۔ لہذا اب مسلمانوں کے لیے ماؤں کے بارے میں ماں کے تقدس کے علاوہ کچھ سوچنا گناہ کے زمرہ میں داخل کیا گیا ہے۔“ اس مقالہ میں ازواجِ مطہرات کے فضائل، ان کی تعداد ان کی عمریں اور ازواجی حیثیت (کنواری یا بیوہ یا مطلقہ) پر بھرپور گفتگو کی گئی ہے۔ اور ان نیک خواتین کے فضائل اور متعلقہ مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

-3

تیسرا مقالہ ”حب محمدی شرط ایمان“ کے عنوان سے ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے ایمان کی پہلی شرط ”حب محمدی ﷺ“ ہے۔ جس ذات والا صفات سے انسان محبت کرے گا اس کی بات بھی وہ پورے خلوص کے ساتھ مانے گا اور اطاعت کرے گا۔ اگر اس محبت میں خامی اور کمی ہے تو اس انسان کی پوری حیات و کردار نامکمل ہے۔

ارشاد رسالت ﷺ ہے۔ من احب شیئاً اکثر ذکرہ

(ترجمہ: جس کو کوئی چیز پیاری ہو وہ اکثر اس کا ذکر کرتا ہے)

لہذا ذکر حبیب کے لیے پہلی شرط محبت رسول کی ہوگی۔ اور اس حدیث سے بھی محبت رسول کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ ”کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب کہ میں اسے اس کے اہل و عیال اور مال و دولت سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

آپ کا یہ مقالہ بڑا جاندار ہے اور محبت اور عشق رسول میں ڈوب کر

لکھا گیا ہے۔

4- چوتھا مقالہ ”حقوق النبی ﷺ علی الامہ“ کے عنوان سے ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں، امتیوں اور دور و نزدیک کے انسانوں پر نبی ﷺ کا احترام کیوں کر فرض ہے۔ جن کو اس احترام کی سعادت حاصل ہے ان کی فلاح اور جو اس سے سرتابی کرتے ہیں ان کی بدبختی کا ذکر کیا گیا ہے۔

جب انسان نبی محترم ﷺ کا احترام اپنے اوپر لازم کر لے گا تو اس کا دل خود بخود چاہے گا کہ وہ اسوہ رسول ﷺ کو اپنائے اور مشعل راہ بنائے اس احترام کی بدولت ایک انسان قرآنی احکام پر بھی باسانی عمل کر سکے گا اور احادیث کی روشنی میں اپنی زندگی امن و سکون کے ساتھ بسر کر سکے گا۔ یہ مقالہ نہایت طویل اور پر مغز ہے۔

6,5- قرآن مجید میں سورہ الضحیٰ کی ایک آیت کریمہ یوں ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (سورۃ الضحیٰ۔ ۷)

اس میں ”ضالاً“ کی تشریح میں بعض مستشرقین اور ان کے حواریوں نے اپنے انداز فکر میں بات کر کے مسلمانان عالم کی دل آزاری کی ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس آیت کو موضوع سخن بنا کر ایسے لوگوں کی خوب خبر لی ہے اور ان کے خیالات باطلہ کا دلائل قاہرہ کے ساتھ رد فرمایا ہے۔

پانچویں اور چھٹے مقالہ کی بحث و گفتگو میں جہاں اس آیت کریمہ کا اصل مطلب و مفہوم واضح ہوتا ہے وہیں آپ کی علمی بصیرت اور مطالعہ کی گہرائی و گیرائی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے۔ جس کی مدد سے الجھے ہوئے اور غبار آلود ذہنوں کو صیقل کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

اس مقالہ کے بارے میں خاص گزارش یہ ہے کہ قارئین آنکھیں کھول کر اسے بار بار پڑھیں اس سے جہاں آپ مستشرقین اور لادین عناصر کی نیتوں سے جہاں آگاہ ہو سکیں گے وہاں آیت مقدسہ کے صحیح ترجمہ و ترجمانی سے بھی آشنا ہو سکیں گے۔

-7
مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا معاملہ جس عقیدہ پر مبنی ہو سکتا ہے وہ عقیدہ ”ختم نبوت ﷺ“ ہے۔ فرمان قرآن ”و خاتم النبیین“ (سورۃ احزاب آیت - ۴۰) اس پر نص شاہد ہے: فرمان رسول ﷺ ”انا خاتم النبیین لانی بعدی“ اس پر تائید مزید ہے۔ جناب شاہ صاحب نے اپنے پانچویں مقالہ میں اسی عقیدہ کو موضوع سخن بنایا ہے اور ایک طویل گفتگو میں اس عقیدہ کی جزئیات اور اس کی اہمیت پر نہ صرف قرآن و حدیث کی روشنی میں گفتگو کی ہے بلکہ بعض عقلی دلائل دے کر بھی اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کر کے عقیدہ ختم نبوت پر مہر ثبت کر دی ہے ”جو آپ نے حضور ﷺ کے وصال کے موقعہ پر جسد اطہر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ”اے اللہ کے پیغمبر آپ کی وفات نے وہ چیز ختم کر دی جو پہلے کسی کی وفات سے ختم نہ ہوئی تھی اور وہ چیز ہے نبوت۔ وحی الہی اور دوسری پیغمبرانہ اطلاعات“..... منکرین کے دلائل اور اعتراضات کا محاکمہ بھی خوب ہے۔

-8
آٹھویں مقالہ میں پروفیسر صاحب نے عقیدہ ختم نبوت ﷺ اور اس کی جزئیات پر بحث کی ہے۔ مگر اس دسویں مقالہ میں آپ نے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ ”ختم نبوت“ رحمت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ختم نبوت کے عقیدے کو اپنی دینی زندگی کا اٹل جزو بنانا اتحاد و اتفاق کی علامت ہے۔ اس سے گریز انتشار و بے مقصدیت

یعنی رحمت سے دوری ہے۔

اگر نبی آخر الزمان ﷺ کی صفت ”خاتم النبیین“ پر یقین نہ رکھا جائے گا تو بعد کے ادوار میں ایک نبی کی امت دوسرے نبی کی امت میں جدال و قتال کرے گی۔ بلکہ ایک ہی امت کے مختلف گروہ آپس میں فساد و قتل کریں گے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ:

”اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے پکڑو اور الگ الگ نہ ہو جاؤ۔“

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا اللہ کی کتاب قرآن مجید پر عمل کرنا بھی ہے اور عقیدہ ختم نبوت میں پختگی بھی۔

-9

انسان شہ کار فطرت ہے۔ اس کی ضرورتیں اور حاجتوں کا خیال اس کی تخلیق سے پہلے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس کے لیے پانی، ہوا، روشنی اور رزق کا انتظام فرمایا۔ انسان کے یہ حقوق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیے۔ مگر جب انسان اس دنیا میں آ گیا تو اس کے بعض حقوق ایسے بھی تھے جو دوسرے انسانوں کی وساطت سے پورے ہو سکتے تھے۔ اس کا علاج معالجہ، اس کی تعلیم، اس کے جان و مال کا تحفظ اس کی عزت نفس کی حفاظت، اس کے معاشرتی امن و سکون میں سہولت وغیرہ۔ اگرچہ ان حقوق کا تعلق دوسرے انسانوں کے ساتھ تھا۔ مگر اللہ کا منشا یہی تھا کہ انسان ان حقوق سے بھی محروم نہ رہے۔ لہذا ان حقوق کی حفاظت کے لیے ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اب ان حقوق کا تحفظ ریاست کن خطوط پر کرے؟ وہ خطوط نبیوں اور رسولوں کی قوی و عملی تعلیمات مدد سے متعین کیے گئے ہیں۔

ہمارے رسول اکرم ﷺ نے جو نمونہ حیات عوام اور اقتدار والوں کو دکھایا وہ بہترین طریقہ حیات ہے اور انہیں حقوق کی بنا پر ہر راعی اپنی رعایا کے لیے اللہ کو جواب دہ ہے۔ اس بات کو زیادہ وضاحت سے

سمجھانے کے لیے فاضل مصنف نے اپنے نوں مقالہ میں نہایت اچھوتے انداز سے گفتگو کی ہے۔ اس مقالے کا عنوان ہے۔

”انسانی حقوق سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں۔“

اس مقالہ میں بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ جب مبعوث ہوئے تو انسانی حقوق کی دھجیاں بکھری ہوئی تھیں۔ باہمی حقوق مفقود تھے۔ ازدواجی زندگی میں احساس ذمہ داری معدوم تھا اور معاشرتی حقوق کی پروانہ تھی اور جب حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو یہی معاشرہ ایک بہترین معاشرہ بن چکا تھا۔

ہر انسان اس تبدیلی کی روح کو سمجھنا چاہتا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس مقالہ کی مدد سے یہی بات سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس کی مثالیں سیرت طیبہ سے پیش کی گئی ہیں۔ اور یہ مثالیں ایسی ہیں کہ ہر طبقہ کا انسان ہر زمانے میں ان سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

10- اسوہ نبوی کا ایک بہت بڑا تقاضا یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی ریاست ایک فلاحی مملکت بنے۔ اس مقصد کے لیے قرآن مجید اور احادیث میں بڑی واضح ہدایات موجود ہیں فاضل مصنف نے انہیں ہدایات کی روشنی میں ”اسلامی فلاحی مملکت اور اس کے قیام کے لیے عملی تجاویز“ کے عنوان سے اپنا آٹھواں مقالہ ترتیب دیا ہے۔ اس کے تحت اسلام کا نظریہ حکمرانی واضح کرنے میں تعلیمات قرآنی کو پیش نظر رکھا ہے۔ احادیث نبوی سے مدد لی ہے۔ اسوہ حسنہ کو سامنے رکھا ہے اور خلفائے راشدین کے طرز حکومت سے استفادہ کیا ہے علاوہ ازیں مثالی مسلمان حکمرانوں کے سنہری و مثالی ادوار حکومت سے بھی خوشہ چینی کی گئی ہے۔

فاضل مصنف نے اس طرز استدلال میں عوام کے حقوق اور حکومت

کے فرائض کے احترام پر زیادہ توجہ اور زور دیا ہے۔ کیونکہ جس حکومت میں عوام کے حقوق کی پامالی کے باعث بے چینی ہوگی اس حکومت کو امن و استحکام نہیں مل سکتا۔

یہ بات بھی باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر قسم کی ملکیت کا حق اور ملکیت کی حفاظت حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ اس ضمن میں عوامی اصراف پر بھی حکومت کی نظر ہونی چاہیے۔ اصراف سے جہاں معیشت کمزور ہوتی ہے وہاں دوسرے لوگوں میں احساس کمتری بھی پیدا ہوتا ہے اور ناجائز دولت کمانے کی خواہش بھی جنم لیتی ہے۔ فاضل مصنف نے اس مقالہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس بات پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اصلاحی اقدامات بھی تجویز کئے ہیں جو لائق مطالعہ ہیں۔

11- آج کے دور میں منشیات نے انسان کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ جن نوجوانوں نے ستاروں پہ کمندیں ڈالنی تھیں۔ وہ اپنے جسم کا بوجھ اٹھانے سے بھی عاجز ہو گئے ہیں۔ انسان ان نشہ آور چیزوں سے کس طرح چھٹکارا پاسکتا ہے۔ جناب پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد صاحب نے تعلیمات نبوی ﷺ اور اسوہ حسنہ سے وہ حقائق ڈھونڈ کر بیجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو منشیات کی اس لعنت سے انسان اور انسانی معاشرہ کو بچانے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ مقالے کا عنوان ہے۔

”انسداد منشیات، تقاضے اور تجاوزات تعلیمات نبوی کی روشنی میں“

یہ ایک طویل مقالہ ہے جس کی ایک ایک سطر آب زر سے لکھنے اور حرز جان بنائے جانے کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ قارئین کو ذوق مطالعہ اور توفیق ہدایت عطا فرمادے۔

12- اس کتاب کے بارہویں مقالہ میں آپ نے ”عصر حاضر کے مسائل

سیر حاصل علمی، فکری، دینی اور تاریخی بحث سے مملو ہے۔ عید میلاد النبی ﷺ کا جواز، یوم ولادت پر اظہار مسرت، تاریخی اعتبار سے تحقیق (طبقات الارض میں مسلمانوں کے اس جشن مسرت کو منانے کے حوالے) کتابوں کے اقتباسات اور اس دن کی وساطت سے حصول برکات کا ذکر نہایت بلیغ اور حوالہ جاتی انداز میں کیا گیا ہے۔

ہماری ان باتوں کی تصدیق قارئین کرام کے مطالعہ کا محبت بھرا ذوق خود کرے گا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان منفرد، پر مغز، پر معنی اور مفید مقالوں کو اگر کتابی صورت میں پیش نہ کیا جاتا تو نہ جانے کتنے لوگ ان معلومات علمی، نکات دینی فکاہت ادبی، دانش فکری اور جلالت بیان سے محروم رہ جاتے۔ جو ان مقالوں میں پیش کی گئی ہیں اور لوگ انہیں ہر دور میں جاننے کے آرزو مند رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قبلہ شاہ صاحب کی عمر، کام، نیت اور اجر میں برکت عطا فرمائے۔ اور خریطہ ہذا کو دربار رسالت ﷺ میں قبولیت سے نوازے۔ آمین
ثم آمین بجاہ سید المرسلین وحبیب رب العالمین۔

ناچیز

محمد انور قمر شرقپوری نقشبندی، مجددی
شرق پور شریف (ضلع شیخوپورہ)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ مُلْكٌ مُبْتَلِكٌ

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ مُلْكٌ مُبْتَلِكٌ

كَلِمَاتُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

☆ اسم محمد ﷺ

MUHAMMAD (Peace Be Upon Him)

محمد ﷺ وہ اسم گرامی ہے۔ جسے ادا کر کے زبان الفاظ کی مٹھاس، سن کر سماعت آواز کی مٹھاس، لکھا دیکھ کر آنکھ بصارت کی مٹھاس، سمجھ کر دماغ و قلب ایمان کی مٹھاس سے آشنا ہوتے ہیں۔ تصور اس ہستی کی طرف راجع ہوتا ہے۔ جو لولاک لما خلقت الافلاک⁽¹⁾ کی مظہر و مخاطب ہے۔

آں حضرت ﷺ کے صرف دو اسمائے ذاتی ہیں۔ محمد اور احمد ﷺ۔ دونوں کا مادہ ”حمد“ ہے۔ جو خدائے پاک کی تعریف اور ثناء کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ محمد اور احمد کی مختصر معنوی و لغوی فضیلت درج ذیل ہے۔

الف۔ محمد، حمد سے (مضاعف) مبالغہ کا صیغہ بروزن مفعول ہے۔ بمعنی ستودہ خصال یعنی سب سے زیادہ تعریف کیا گیا۔ اس لیے کہ اس نام کے حامل نبی اکرم ﷺ اللہ کے ہاں بھی محمود ہیں۔ زمرہ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں۔ اہل زمین (و آسمان) کے نزدیک بھی آپ محمود ہیں۔ جو لوگ آپ کا کلمہ نہیں پڑھتے محمد کے لفظ کی ادائیگی سے وہ لوگ

☆ یہ مقالہ ملک عزیز کے معروف جریدہ ”ماہنامہ منہاج القرآن“ لاہور میں شائع ہو چکا

ہے۔ یہ مجلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے ادارہ منہاج القرآن کا ترجمان ہے۔

1- ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

بھی لفظاً و معناً آپ ﷺ کی ان تمام محمود خصوصیات کا اعتراف کرتے ہیں جو آپ کے اسم گرامی محمد ﷺ میں پائی جاتی ہیں۔ حضور ﷺ ہی مقام محمود پر فائز ہیں۔ لواء الحمد بھی حضور ﷺ کے جھنڈے کا نام ہے۔ آپ کی امت کو انہی مناسبات (اللہ کا ذکر کرنا) کی وجہ سے ”حمادون“ کہا جاتا ہے۔

ب۔ احمد، حمد سے فعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ معنی ہے وہ کہ جس نے رب السموات والارض کی حمد و ثناء جملہ اہل السموات والارض سے بڑھ کر کی ہو۔ حضرت ہاجرہ اور حضرت مریم صدیقہ کی طرح حضرت آمنہؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے شرف القاد الہام سے نواز تھا۔ انہی الہامی اشاروں پر حضرت آمنہؓ نے اپنے نومولود کا نام احمد رکھا۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ محمد ﷺ نام بھی آپ ہی کا رکھا ہوا ہے۔ لیکن مسلم یہ ہے کہ آپ کا اسم گرامی ”محمد ﷺ“ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے رکھا تھا۔ جب آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا۔ عقیقہ کی دعوت میں بہت سے اہل قریش مدعو تھے۔ کھانے کے بعد انہوں نے دادا سے پوتے کا نام پوچھا۔ سردار قریش نے بتایا کہ میں نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے کہنے لگے کہ یہ نام تو آپ کے خاندان میں بالکل نیا اور مختلف ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا کہ ”ہاں! میں چاہتا ہوں کہ آسمان پر اللہ اور زمین پر خلق اللہ اسکی تعریف کرے۔“

قاضی عیاضؒ نے کتاب الشفاء میں چھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں پندرہ ایسے لوگوں کے نام دیئے ہیں۔ جن کا نام آپ کی ولادت کے وقت ”محمد“ تھا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ نے عرب والوں کو یہ بتایا ہوا تھا کہ اب آخری نبی کے ظہور کا

وقت ہے۔ جس کا نام ”محمد ﷺ“ ہوگا اور (شاید) (1) وہ بنی اسماعیل میں پیدا ہوگا۔ اس لیے (بنی اسماعیل کے) لوگ یہ مبارک نام رکھتے تھے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ نبی بننے کی سعادت ان کے حصے میں آجائے۔ اور تو اور مشہور شاعر فرزدق کے دادا کا نام (محمد بن سفیان بن مجاشع) اور آں حضرت ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے سوتیلے بھائی کا نام (محمد بن احمہ بن جلاح) بھی آپ کے نام پر تھا۔ ان پندرہ میں سے کچھ نے اسلام کا عہد پایا اور حضور اکرم ﷺ پر ایمان بھی لائے۔

لفظ محمد ﷺ قرآن میں چار جگہوں پر آیا ہے۔ جن کی تفصیل درج

ذیل ہے۔

اول: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران 144)

(اور محمد ﷺ ایک رسول ہی تو ہیں بے شک ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں)

دوم: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب- 40)

(محمد ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول اور نبیوں کے (سلسلہ کو) ختم کرنے والے ہیں)

سوم: وَأَمْنُوا بِمَا نَزَّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ (محمد- 2)

(اور ایمان لاؤ اس پر جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اور وہ ان کے رب

1- بنی اسرائیل کو حضور کے بنی اسماعیلی ہونے میں شک تھا۔ ان کا خیال تھا کہ آپ ﷺ بنی

اسرائیل میں سے ہوں یہی وجہ ہے کہ وہ (یہود و نصاریٰ) بھی آپ ﷺ کی آمد بلکہ جلد

آمد کی دعائیں کیا کرتے تھے مگر جب حضور ﷺ ان کی طرف (مدینہ) تشریف لائے اور

بنی اسرائیل کے انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا تو سب سے پہلے انہی بنی اسرائیل نے

آپ کا انکار کر دیا وجہ انکار یہ تھی کہ آپ ﷺ اسرائیلی نہیں بلکہ اسماعیلی ہیں۔

چہارم: مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ (الفتح- ۲۹)

(محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ (وہ صحابہ ہیں) جو
کافروں پر سخت اور آپس میں نرم ہیں)
دوسری طرف اسم مبارک ”احمد“ قرآن مجید میں ایک ہی دفعہ
آیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ
إِلَيْكُمْ مَّصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ
يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (سورة الصف- ۶)

(اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں
تمہاری طرف اللہ کا رسول (ہو کر آیا ہوں) تصدیق کرنے والا
ہوں اس کی جو تمہارے ہاتھوں میں ہے (یعنی تورات) اور بشارت
دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام
ہوگا ”احمد“)

انا جیل مبارکہ میں آپ کے ذکر مبارک (تراجم میں) یونانی زبان کا
لفظ پیرا کلیٹوس (اصل عبرانی لفظ ”فار کلیٹ“ استعمال ہوا ہے۔ جو کہ معنی و
مفہوم کے لحاظ سے محمد ﷺ کا مترادف ہے مگر متعصب عیسائیوں اور یہودیوں
نے عناد محمدی ﷺ کی وجہ سے اس لفظ پیرا کلیٹوس (PERKLYTOS
معنی ہے تعریف کیا گیا۔ محمد ﷺ) کو ”پیرا کلیٹ“ (PARACLETUS)
معنی ہے تسلی دینے والا) سے بدل دیا۔^(۱) جس سے اس کا مطلب بدل گیا

1- اس تحقیق پر تفصیلی گفتگو سر سید احمد خان نے مقالات سر سید (مقالات احمدیہ) جلد ۲۵،

ص ۶۹۲ تا ص ۷۰۶ پر کی ہے۔

ہے۔ جو کہ لفظ محمد ﷺ کے معنی و مفہوم سے میل نہیں کھاتا۔ البتہ برناباس کی انجیل میں یہ لفظ پیرا کلیٹوس (PERKLYTOS) آج بھی اپنی صحیح شکل میں موجود ہے۔ حضرت زرتشت نے اور حضرت سدھارتھ (مہاتما بدھ) نے میتیا (METTEYYA) (1) آپ کی آمد کی بشارات کے لیے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جن کا مفہوم و مطلب ”محمد“ کا ہم معنی ہے (تفصیلات کا یہاں موقع نہیں) (2)

سریانی زبان میں منحنما کا ترجمہ ہے محمد (ﷺ) اور یونانی زبان میں برقلیطس (فارقلیط) انگریزی تلفظ پیرا کلیٹوس (PERKLYTOS) کا ترجمہ بھی محمد (ﷺ) ہے۔ چونکہ انجیل اصلاً سریانی زبان میں نازل ہوئی لہذا اصل کلام الہی منحنما ہے۔ اور یونانی زبان میں ترجمہ ہوئی لہذا ترجمہ میں مترادف لفظ فارقلیط یا برقلیطس ملتا ہے۔ اس طرح اصل اور ترجمہ میں یہ دونوں لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ (حوالہ کے دیکھئے سیرت ابن ہشام فارسی ترجمہ مطبوعہ تہران جلد اول، ص ۲۰۳-۲۰۴)

تبع کلکیرب جس کا نام قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ یمن کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اس نے یثرب پہنچ کر اوس و خزرج اور یہود سے جنگ کی۔ فتح میں ناکام رہا۔ ایک یہودی بنیامین قرظی نے اس پر یہ عقدہ کھولا کہ ”آپ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ یہ شہر ایک نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش میں سے ہوگا۔ (اس کا نام ”محمد“ ہوگا) اس پر تبع حمیری نے یہ

1- معنی ہے کامل معرفت والا، حکمت، نیکی اور سرور مطلق، تمام عالمین کا عالم بے نظیر، ہدایت کے متمنی لوگوں کا ہادی، ملائکہ اور انس کا معلم اور ایک بدھ اعظم بحوالہ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ از پروفیسر غلام رسول، ص ۸۰

2- تفصیل کے لئے دیکھئے مطالعہ تقابل ادیان از پروفیسر غلام رسول، ص ۸۰، ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ جلد اول، جان جاناں از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد باب دوم

شعر پڑھا۔

القى الى نصيحة كمر از دجر عن قرية محجورة بمحمد
ترجمہ: مجھ کو بھلائی ملی تاکہ میں ڈروں (رکوں) اس شہر سے (حملہ کرنے
سے) جو کہ محمد ﷺ کی رہائش گاہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے ایک جد امجد اور قریش مکہ کے مورث اعلیٰ کعب
بن لوی بن مالک کا یہ شعر بھی اپنے اندر لفظ ”محمد“ لیے ہوئے ہے۔

على غفلة يأتى نبى محمد فيخبر اخبارا صدوقا خبيرها
ترجمہ: (میری) بے خبری میں محمد ﷺ آئے ہیں پس وہ سچی اور حقیقی خبریں
دیتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی متعدد ایسے نعتیہ اشعار کہے جن میں لفظ
”محمد“ استعمال کیا گیا۔ بطور نمونہ چند ایک اشعار درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت حسان بن ثابتؓ (ارمغان نعت ص ۴۹)

وشق له من اسمه ليجله فذوا العرش محمود وهذا محمد
ترجمہ: اللہ نے ان کا نام ان کے اعزاز کے لیے اپنے نام سے مشتق کیا
ہے پس وہ (اللہ تعالیٰ) صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمد ﷺ ہیں۔

۲۔ حضرت عباس ابن مرداسؓ (نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۲۴۳،
عربی میں نعتیہ کلام ص ۱۰۵)

فمن مبلغ عن النبي محمداً و كل امرئ يجزى بما قد تكلم
ترجمہ: اللہ کے رسول محمد ﷺ تک کوئی میرا پیغام پہنچا دے اور ہر شخص اپنے
قول کی جزا پاتا ہے)

۳۔ حضرت اسید بن ایاس الکنانی

فما حملت من ناقة فوق رحلها ابرواونى ذمة من محمد
ترجمہ: پس کسی اونٹنی نے اپنی پشت پر اتنے نیک اور باؤنا کو نہیں اٹھایا جو محمد سے بڑھ کر ہو۔

۴۔ حضرت ابو عزة الحمصي (ارمغان نعت ص ۱۹)

من مبلغ عنى الرسول محمدا بانك حق والمليك حميد
ترجمہ: کوئی محمد رسول اللہ ﷺ تک میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ بے شک
آپ حق ہیں اور آپ کا مالک صاحب حمد ہے۔

۵۔ حضرت مالک بن عوف النصری

ما ان رايت ولا سمعت بمثله فى الناس كلهم بمثل محمد
ترجمہ: میں نے آپ کی مثل نہ دیکھا نہ سنا تمام انسانوں میں محمد ﷺ کی مثال نہیں ہے۔

۶۔ حضرت اصيد بن سلمه السلمی

بعث الذى مامثله فى ماضى يدعولرحمته النبی محمد
ترجمہ: وہ شخص مبعوث ہوا جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ہے وہ دعوت دیتا
ہے نبی محمد ﷺ، رحمت کی طرف)

۷۔ حضرت فضالة اللیثی

لو ما رأيت محمدا و جنوده بالفتح يوم تكسر الاصنام
ترجمہ: اگر تو محمد ﷺ اور آپ کے لشکروں کو دیکھتا یوم فتح کے روز جو کہ
بتوں کو توڑنے کا دن تھا۔

۸۔ حضرت عمرو بن مالک الخزاعی (ضیاء النبی ﷺ جلد چہارم، ص ۴۰۸)

يارب انى ناشد محمدا حلف ابينا وابيه الاتلدا
ترجمہ: اے میرے پروردگار! محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوستی کو وہ معاہدہ یاد
دلانے والا ہوں جو ہمارے باپوں اور ان (محمد ﷺ) کے باپ کے
درمیان قدیم زمانے میں طے پایا تھا۔^(۱)

1۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بنو بکر نے قریش کے ساتھ اور بنو خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ
معاہدہ خلافت کر لیا تھا۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا تو بنو خزاعہ کا سردار عمرو بن
مالک مدینہ آیا اور حضور ﷺ کو حلیف ہونے کا معاہدہ یاد دلایا۔

۹۔ حضرت عمرؓ (جن) (ارمغان نعت ص ۵۲)

بمحمدن المبعوث وذی الخیرات منازله الرحب
ترجمہ: وہ محمدؐ جو خدا کی طرف سے مبعوث ہے تمام خوبیوں کا مالک ہے جس
کے مراتب و مدارج نہایت ہی بلند اور وسیع ہیں۔

۱۰۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کسی سے سنا۔ (عربی میں نعتیہ کلام ص ۱۱۹)

علی محمد صلوة الابرار صلی علیہ طیبون الاخیار
ترجمہ: محمد ﷺ پر نیکو کاروں کا سلام و رحمت ہو ان پر پاکیزہ نیکو کاروں کا
سلام و رحمت ہو۔

ایک شعر قصیدہ بردہ از امام بوسیریؒ اور ایک شعر شیخ محی الدین اکبر
ابن العربی سے پیش خدمت ہے۔ جس میں انہوں نے اسم پاک محمد ﷺ شامل
کر کے اپنے اپنے شعر کی توقیر میں اضافہ کیا گیا ہے۔

امام بوسیریؒ (قصیدہ بردہ ارمغان نعت ص ۷۰)

محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم
ترجمہ: محمد ﷺ دونوں جہانوں کے سردار اور عرب و عجم کے دونوں گروہوں
کے سردار ہیں۔

امام ابن العربیؒ (ارمغان نعت ص ۶۶)

فذاک رسول الابطحی محمد له فی العلامجد تلید و طارف
ترجمہ: وہی بطحہ والے رسول محمد ﷺ جن کو رفعت میں ہر شرف حاصل ہے
قدیم بھی ہے، جدید بھی۔

اردو ذخیرہ نعت کے علاوہ پنجابی، پشتو، سندھی، بلوچی، سرائیکی،
فارسی نعتوں میں ایسی متعدد نعتیں ملتی ہیں۔ جن میں فی شعر ایک دفعہ بلکہ بعض
جگہ دو دفعہ لفظ ”محمد“ استعمال کر کے نعتوں کے اثر اور اشعار کے حسن میں

اضافہ کیا گیا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے ارمغانِ نعت از شفیق بریلوی و نقوش
رسول ﷺ نمبر جلد دہم) چند اشعار بطور تبرک درج ذیل ہیں:

فارسی کلام:

فخر الدین گورگانی:

چراغِ دین ابوالقاسم محمدؐ رسولِ خاتمِ ویا سین و احمد

سنائی غزنوی:

سرورِ ہر دو جہان و کار سازِ حشر و نشر

آفتابِ دین محمدؐ سیدِ عالی ہم

جمال الدین اصفہانی:

از نامِ محمدیت میے حلقہ شدہ اس بلند طارم

حکیم خاقانی:

زریں صدنی جواہر افزای در بحر کیفِ محمدت جامی

نظامی گنجوی:

تختہ اول کہ قلم نقش بست بر در محبوبہ احمد نشست

قطب الدین بختیار کاکمی:

خورشید ذرہ زضیائے محمدؐ است (1)

آنجا کہ آفتاب لقائے محمدؐ است

شیخ سعدی شیرازی:

عشق محمدؐ بس است و آل محمدؐ (2)

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی

1- پوری نظم کا قافیہ محمدؐ است ہے۔

2- پوری نظم کا قافیہ محمدؐ ہے۔

علی احمد صابر کلیری:

ما عاشق ظہور جمال محمدیم
سر مست از شراب وصال محمدیم (۱)

امیر خسرو دہلوی:

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم
ضیائے بخشی بدایونی:

بمدح محمدت محمود عالم
محمد آں کہ شد مقصود عالم
عما و فقیہہ کرمانی:

مقصود آب و گل چو وجود محمد است
از طینتیش مہانی ہستی مشید است
عبدالرحمن جامی:

ماہ معین چست خاک پائے محمد
جہل متین ربقہ والای محمد (۲)

اردو کلام

بیدم وارثی:

آئی نسیم کوئے محمد ﷺ کھنچنے لگا دل سوئے محمد (۱)

حسرت موہانی:

مظہر شان کبریا صل علی محمد آئینہ خدا نما صل علی محمد (۲)

بہزاد لکھنوی:

آنکھ فدائے روئے محمد قلب نثار کوئے محمد (۳)

کرامت علی شہیدی:

خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے

زبان پر میری جس دم نام آتا ہے محمد کا

1- اس نعت کا قافیہ محمد ہے۔

1- پوری نظم کا قافیہ محمدیم ہے۔

2- ایضاً 3- ایضاً

2- پوری نظم کا قافیہ محمد ہے۔

امیر مینائی:

بلاؤں سے بچے جو نام لے دل سے محمدؐ کا
اثر میم مشدد میں ہے ذوالقرنین کی سد کا

مولانا قاسم نانوتوی:

فلک پہ عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سہی زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار
اقبال سہیل:

محمدؐ وہ کتاب کون کا طغرائے پیشانی محمدؐ وہ حریم قدس کا شمع شبستانی
ملا وجہی:

محمدؐ نبی نانوں تیرا ہے عرش کے اوپر چھانوں تیرا ہے
شاہ اسمعیل شہید:

محمدؐ ہے نام ان کا احمد لقب بیاں ہو سکے منقبت ان کی کب
نظیر اکبر آبادی:

تم شہ دنیا و دیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ سرگروہ مسلمیں ہو یا محمدؐ مصطفیٰ
اکبر الہ آبادی:

محمدؐ پیشوا اور رہنمائے خلق و عالم ہیں معزز ہیں مقدس ہیں معظم ہیں مکرم ہیں
میر انیس:

فخر ملک و اشرف آدم ہے محمدؐ اکلیل سر عرش معظم ہے محمدؐ

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث بیان کی ہے کہ
”میرے نام (محمد) پر نام رکھو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔“ دوسری جگہ فرمایا۔
کہ ”میرے نام (محمد) اور کنیت (ابوالقاسم) دونوں کو جمع نہ کرو۔“ یہ بھی فرمایا
گیا ہے کہ ”میرے نام ”محمد“ کو اپنے نام کا جزو بنانا باعث خیر و برکت ہے۔“
حدیث شریف میں وارد ہے کہ ”جس کا نام محمدؐ ہوگا وہ دوزخ میں

نہیں جائے گا۔ قاضی عیاض اپنی مشہور عالم کتاب الشفاء بتعريف حقوق المصطفى جلد اول میں لکھتے ہیں کہ ”قیامت کے دن ایک اعلان ہوگا کہ جس کے نام میں محمد کا کلمہ موجود ہے وہ جنت میں چلا جائے۔“

دشمنان محمد ﷺ کو قرآن مجید نے نوبرائیوں سے یاد کیا ہے۔

(۱) مکذب (جھوٹا)، (۲) حلاف مہین (بیحد قسمیں کھانے والا۔ بے قدر) (۳) طعنہ باز، (۴) چغلی خور، (۵) بھلائی سے روکنے والا، (۶) معتد (حد سے بڑھنے والا)، (۷) گنہ گار، (۸) اجڈ، (۹) بدنام۔ بعض علمائے تفسیر نے اس خصوصیت کو ”ولد الزنا“ بھی شمار کیا ہے۔ (دیکھئے تفسیر سورة القلم آیات ۸ تا ۱۳)

بالکل اسی طرح رفقاء محمد ﷺ رب کریم کی طرف سے نوالقاب وخصائص

سے یاد فرمائے گئے ہیں۔ لا سورة الفتح آیت ۲۹

- 1- أَشِدُّ أَعْلَى الْكُفَّارِ کفار کے لیے سخت
- 2- رَحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ آپس میں نرم دل
- 3- تَرَاهُمْ رُكَّعًا تو ان کو دیکھے رکوع کرتے ہوئے
- 4- سَاجِدًا سجدے میں پڑے ہوئے
- 5- يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وہ اللہ کا فضل ڈھونڈتے ہیں
- 6- وَرَضَوَانَا اور اس کی رضا مندی کے بھی طالب رہتے ہیں
- 7- سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ان کے چہروں پر سجدہ کی نشانیاں ہیں
- 8- ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ان کی یہی شان تورات میں بیان کی گئی ہے
- 9- وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ اور انکی یہی شان انجیل میں بیان ہوئی ہے۔

لفظ ”محمد“ میں وہ کشش اور برکت ہے جو کسی دوسرے لفظ میں نہیں جسے نام کا جزو بنایا جائے۔ حضرت امام مالک سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

”اہل مکہ کے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ جس گھر میں محمد

نام والا ہوتا ہے۔ وہ گھر انہ پھلتا پھولتا ہے اور ان کو اور

ان کے پڑوسیوں کو زیادہ رزق دیا جاتا ہے۔“

چنانچہ بعض خاندانوں میں مسلسل نام محمد رکھا گیا۔ جیسا کہ تیونس کے

ایک عالم باعمل کا نام ایمن ابوالبرکات محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد

بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد (چودہ پشت تک محمد ہی

تھا) نے مدینہ منورہ میں کافی زمانہ گزارا۔ جب وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو

سید دو عالم ﷺ نے خواب میں فرمایا۔ کہ ”تو نے کس طرح ہماری جدائی گوارا

کر لی۔“ چنانچہ واپس مدینہ لوٹے اور وہیں انتقال فرمایا۔

بعض عشاق نے قبرستان میں بھی محمد کی شان کو بلند رکھا ہے اور

محمدیوں کے لیے علیحدہ قبرستان بنائے ہیں جیسا کہ ”سمرقند کے شہر ماگردین

میں ایک قبرستان ہے جس کا نام ”ترتہ احمدین“ ہے اس قبرستان میں صرف

وہی مردے دفن ہو سکتے ہیں جن کا نام (یا نام کا جزو) محمد ہو غیر محمد کو یہاں

دفن کیے جانے کی اجازت نہیں ہے“

چنانچہ چھٹی صدی ہجری تک اس قبرستان میں چار سو سے زیادہ

صاحب تصنیف و افتاء اہل علم مسمیان ”محمد“ مدفون تھے۔ جب ۵۹۳ھ میں

شیخ الاسلام برہان الدین مرغنیانی صاحب ہدایہ کا انتقال ہوا تو ان کو بھی اسی

قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ کہ ان کے نام میں ”محمد“ کا

مبارک کلمہ نہیں۔ چنانچہ ان کو اس قبرستان کی حدود کے باہر مگر قریب ہی دفن

کیا گیا۔

قبر میں جب مردہ سے حضور اکرم ﷺ کے متعلق پوچھا جائے گا کہ من نسیک⁽¹⁾ (تیرا نبی کون ہے) تو مسلمان تین بار کہے گا۔ محمد محمد ﷺ۔ حالانکہ ایک بار کہنا بھی کافی ہو سکتا ہے۔ لیکن تین بار نام نامی کو زبان سے ادا کرنے میں جو مصلحت ہے۔ وہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فرزند ارجمند شاہ نور الحق سے سنیے آپ فرماتے ہیں کہ:

”مسلمان اس مبارک نام (محمد) کو تین بار کہے گا تو تاکید کے لیے اور یا اس لیے کہ اسے اپنے محبوب کا نام لینے میں ایمانی لذت حاصل ہوگی“

جب قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کی شان رفیع میں دریدہ دہنی کا ارتکاب کیا تو آپ ﷺ نے دفاع کرتے ہوئے فرمایا۔

1- یہ الفاظ روانی کے مقصد کے تحت لکھے گئے ہیں۔ جیسا کہ مشہور عام ہے ورنہ حدیث شریف میں اس سلسلے میں مختلف الفاظ آئے ہیں۔ سنن ابوداؤد اور مسند احمد کی روایت کے مطابق فرشتوں کے سوالات اس طرح ہوں گے۔

یاتیہ ملکان فی جلسانہ فیقولان لہ من ربک؟ فیقول ربی اللہ

(اس کے پاس اللہ کے دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ پس وہ (مرحوم) کہتا ہے میرا رب اللہ ہے)

فیقولان لہ مادینک؟ فیقول دینی الاسلام

(پھر وہ دونوں پوچھتے ہیں ”تیرا دین کیا ہے؟“ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔)

فیقولان لہ تقول فی ماہذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول ہو رسول اللہ

(پھر وہ دونوں اس (مرحوم) سے کہتے ہیں کہ یہ آدمی جو تمہارے اندر کھڑا کیا گیا ہے۔)

(حضور ﷺ قبر میں موجود ہوں گے۔ ان کی طرف اشارہ کر کے) ان کے بارے میں

تم کیا کہتے ہو؟ وہ کہے گا ”وہ اللہ کے سچے رسول ہیں“

”من نسیک“ مفہوما تو ٹھیک ہے مگر الفاظ وہی معتبر ہوں گے جو حدیث کی مندرجہ بالا

گفتگو میں درج ہوئے ہیں۔ (معارف الحدیث جلد ۱، ص ۱۹۱، ۱۹۰)

الاترون كيف يصرف الله عنى شتم قریش

ولعنهم يشتمون مذمما وانا محمد

(ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ نے مجھے قریش کی مذمت بازی سے کیسے بچالیا ہے۔ اور وہ لعنتی برے کی مذمت کرتے ہیں جبکہ میں سب سے زیادہ تعریف کیا گیا ہوں۔)

حافظ ابن حجر عسقلانی اسی مفہوم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قریش مکہ میں سے کافر لوگ سید دو عالم ﷺ کے اسم گرامی ”محمد“ کو اپنی زبان سے ادا کرنا اچھا نہ سمجھتے تھے کہ اسمیں تعریف اور مدح کا پہلو پایا جاتا ہے۔ بلکہ جب وہ کوئی بات آپ کے متعلق کہنا چاہتے۔ تو یوں کہتے فعل الله بمذمم کذا تو سید دو عالم ﷺ نے اس اسم مبارک کے تحفظ کی ایک صورت یہ بیان فرمادی۔ کہ میں تو محمد ﷺ ہوں اور وہ مذمم کی بات کر رہے ہیں۔“

آں حضرت ﷺ کا اسم مبارک ”محمد ﷺ“ سن کر درود پڑھنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ قرآن نے تو عام حالت میں بھی آپ پر درود پڑھنا لازمی قرار دیا ہے: سورة احزاب میں حکم الہی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (آیت - ۵۶)

اس حکم کے ذریعے روایات میں درود پڑھنے کی فضیلت بالخصوص حضور اکرم ﷺ کا اسم ذاتی محمد ﷺ سن کر درود پڑھنے کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ آپ پر ایک دفعہ درود پڑھنے پر (پڑھنے والے پر) اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں ہوتی ہیں، دس گناہوں کی معافی ہوتی ہے اور دس درجات کی بلندی کی نوید سنائی گئی ہے۔ درود نہ پڑھنے والے کو منافق کہا گیا ہے۔ بلکہ من لم یصلی

علی فقد جفانی (1) کی مشہور (حدیث) عوام روایت کے ذریعے درود نہ پڑھنا
 آں حضرت ﷺ کو ایذا پہنچانے کے برابر ہے۔ دوسری طرف آپ پر درود شریف
 پڑھنا روزِ حشر آپ کی شفاعت کا باعث ہوگا۔ علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا اسم
 گرامی ”محمد ﷺ“ سن کر کم از کم ”صلی اللہ علیہ وسلم“ ضرور کہنا چاہئے۔

آں حضرت ﷺ کا جس مجلس میں اسم گرامی محمد ﷺ آئے یا آپ کا
 تذکرہ ہو اور آپ پر درود پڑھا جائے تو وہ مجلس بابرکت ہوتی ہے۔ مسلمانوں
 کے ایک گروہ (اہل سنت بریلوی مسلک) کے علماء کے نزدیک تو آپ کا اسم
 مبارک ”محمد ﷺ“ سن کر انگلیوں اور انگوٹھے کو ملا کر چومنا (تقبیل ابہامین)
 (صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کے علاوہ) بھی آپ کا غایت احترام اور تقدس ہے۔
 اکثر علماء کے نزدیک آپ کا اسم گرامی محمد ﷺ زبان پر لانا بھی احترام نبوت پر
 شک ہے۔ ان کے نزدیک محمد ﷺ کی بجائے رسول اللہ ﷺ کہنا ادب و احترام
 کے زیادہ قریب ہے۔

کبیر داس بنارسی (2) ایک ہندو جوگی تھا۔ جس نے ایک سادھو
 (درویش) کی سی زندگی گزاری۔ یہ شخص مذہباً ہندو تھا۔ مگر آں حضرت ﷺ
 کے نام نامی اسم گرامی ”محمد ﷺ“ سے محبت و عقیدت کا یہ عالم کہ اس نے
 ایک حسابی کلیہ تخلیق کر کے اس تاثر کو ثابت اور ”لولاک لما خلقت
 الافلاک“ کے دعویٰ (یہ محض دعویٰ نہیں حدیث ہے) کو تقویت دی
 ہے۔ کہ دنیا جہان کی کوئی چیز نام محمد ﷺ سے خالی نہیں فرماتے ہیں کہ
 عدد نکالو ہر چیز کے چوگن کر لو وائے دو ملا کے چکن کر لو بیس کا بھاگ لگائے
 باقی بچے کے نوگن کر لو دو اسمیں دو اور ملائے کہت کبیر سنو بھئی سادھو نام محمد آئے
 (تشریح) جو لفظ بھی آپ فرض کریں۔ اس کے عدد بحساب ابجد

1- ترجمہ: جس نے مجھ پر درود نہ بھیجا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

2- بعض کتابوں میں یہ کلیہ گورونانک سے منسوب کیا جاتا ہے۔

نکال لیجئے۔ پھر اس عدد کو چار سے ضرب دے کر اس میں دو جمع کر دیجئے۔ مجموعہ کو پانچ سے ضرب دے کر بیس پر تقسیم کر دیجئے۔ جو باقی بچے اس کو نو سے ضرب دے کر حاصل ضرب میں دو جمع کر دیں ۹۲ کا عدد حاصل ہوگا۔ جو کہ محمد ﷺ کا عدد ہے۔ اردو کے حروف تہجی کے عدد ابجدی یہ ہیں۔

ز	و	ہ	د	ج	ب	ا
۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
ن	م	ل	ک	ی	ط	ح
۵۰	۴۰	۳۰	۲۰	۱۰	۹	۸
ش	ر	ق	ص	ف	ع	س
۳۰۰	۲۰۰	۱۰۰	۹۰	۸۰	۷۰	۶۰
غ	ظ	ض	ذ	ح	ث	ت
۱۰۰۰	۹۰۰	۸۰۰	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰	۴۰۰

درج بالا اعداد کے مطابق ”محمد ﷺ“ کے اعداد ۹۲ بنتے ہیں۔

$$(م = ۴۰ = ح + ۸ = م + ۴۰ = د + ۴۰ = کل میزان = ۹۲) \quad (1)$$

اب درج بالا کلیہ کے مطابق ”اللہ“ کے اعداد کو ”محمد ﷺ“ کے اعداد بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

$$اللہ = ۶۶ = (۱ = ا + ۱ = ل + ۳ = ل + ۳۰ = ہ + ۳۰ = کل میزان = ۶۶)$$

$$۱۰ = باقی بچے ۱۰ = حاصل تقسیم ۶۶ = ۲۰ \div ۱۳۳۰ = ۵ \times ۲۶۶ = ۲ + ۲۶۴ = ۲ \times ۶۶$$

$$(2) \quad محمد + ۹۲ = ۲ + ۹۰ = ۹ \times ۱۰$$

$$احمد کے اعداد = ۵۳ = (۱ = ا + ۱ = ح + ۸ = م + ۴۰ = د + ۴۰)$$

$$۱۰ = اور باقی بچے ۱۰ = حاصل تقسیم ۵۳ = ۲۰ \div ۱۰۷۰ = ۵ \times ۲۱۴ = ۲ + ۲۱۲ = ۲ \times ۵۳$$

$$(3) \quad محمد + ۹۲ = ۲ + ۹۰ = ۹ \times ۱۰$$

1,2,3- حالانکہ محمد کے حروف چار نہیں بلکہ پانچ ہیں۔ ”م + ح + م + م + د“ عربی کا قاعدہ ہے کہ جس حرف پر شد آئے وہ double دوگنا سمجھا جاتا ہے۔ اس حساب سے محمد کے اعداد جمل ۹۲ کی بجائے ۱۳۲ ہوں گے۔

$$(م = ۴۰ = ح + ۸ = م + ۴۰ = م + ۴۰ = د + ۴۰ = کل میزان = ۱۳۲)$$

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ حسابی کلیوں کے ذریعے اسلام کی فوقیت ثابت کرنے والے کئی مقامات پر غلطی کا شکار ہو گئے ہیں۔

غرضیکہ آں حضرت ﷺ کے اسم گرامی ”محمد ﷺ“ کی یہ برکتیں اور فضیلتیں ہمیشہ کے لیے اور ساری دنیاؤں کے لئے عام ہیں۔ غالب سے پوچھئے تو وہ کہتا ہے کہ۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است
اقبال سے پوچھئے تو وہ کہتا ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دھر میں اسم محمد سے اجالا کر دے
ادب اور تقدس کا خیال کیجئے تو یہ زمزمہ گو بجتا نظر آتا ہے۔
ہزار بار بشوئم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

یہ مصرعہ بھی محمد ﷺ کی جلالت و جمالت کے سامنے مؤدب کرنے کے لیے ہے۔

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار
عرفی جیسا خود پسند اور متکبر شاعر جب بھی میدان نعت میں آتا ہے
تو تعریف محمد ﷺ کرتے ہوئے کانپ اٹھتا ہے اس کے نزدیک نعت کہنا تلوار
کی دھار پر چلنے کے برابر ہے۔

عرفی مشابہاں رہ نعت است نہ صحر است
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

ایک طرف تو ادب و احترام اور رعب و ہیبت کا یہ عالم کہ نام محمد ﷺ
زبان پر لانا بھی کمال بے ادبی ہے۔ نعت لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اللہ
کے ساتھ دیوانگی چل سکتی ہے۔ مگر محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف و پیروی میں
فرزانگی کا ہونا ضروری ہے۔ یہ نہ ہو کہ ذرا سی بے توجہی ہو، بے ادبی ہو اور

عقیدت مند مسلمان اعمال ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ دوسری طرف ایسے گستاخ بھی پردہ تاریخ پر موجود ہیں۔ جنہوں نے اسم محمد ﷺ کے تقدس اور احترام سے خار کھا کر اسے چرانے کی بھی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے جائز و ناجائز ہر ذریعہ سے کام لیا ہے۔ مثلاً گزشتہ صدی میں ایک ایسا گستاخ مرزا غلام احمد قادیانی ہو گزرا ہے۔ جو نبوت و رسالت کا دعویدار تھا اور مقام محمدی ﷺ کا سارق و غاصب ان کی امت مرزائیہ کا عقیدہ ہے:-

1- ”اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں نہ نبی نہ پرانا۔ بلکہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی چادر (تقدیس) دوسرے کو پہنائی گئی ہے۔ اور وہ (ﷺ) خود ہی آئے ہیں“ (الحکم قادیان مورخہ ۳۰۔ نومبر ۱۹۰۱ء)

2- ”مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اس نبی کریم خاتم الانبیاء (ﷺ) کا نام پا کر اور اس میں ہو کر اور اس کا نظیر مظہر بن کر آیا اور آپ (مرزا قادیانی) کو چونکہ آں حضرت ﷺ کا بروزی وجود عطا کیا گیا تھا۔ اس لیے آپ عین ”محمد“ (ﷺ) تھے۔ (الفضل ۱۲۔ ستمبر ۱۹۱۵ء)

یہ اسم پاک محمد (ﷺ) کے اس تقدس، بزرگی، احترام، جلالت، سیادت اور مرتبہ قرب الہی کو چھیننے کی کوشش ہے۔ جو آپ سے متعلق ہے۔ اب آخر میں ”جرعہ خم آخر“ کے طور پر نعتیہ کلام سے چند اشعار حاضر ہیں۔ جو اسم محمد کی معنویت اور تعریف کو ظاہر کرتے ہیں۔ تاج الدین تاج عرفانی کا ایک شعر ہے:

نام نامی ہے محمد جو سراپا حمد ہے
کون بد باطن نکالے اس میں پھر پہلوئے ذم

واجد علی شاہ اختر کے چند نعتیہ اشعار جو رموز محمد (ﷺ) کو یوں نمایاں کرتے ہیں۔

ہیں میم محمد سے بہت رمز نمایاں معبود کی مرسل صفت منبع احساں
موجود ملک معرفت مہر کے خواہاں مشغول محبت مثل مردک جاں
محمود کے ممتاز مصابیح و مصاحب

مقرون و مقرب مہ مابعد کے صاحب
منبر کے حشم مخزن اسرار مودت محسود و ممالک تو معظم بہ اطاعت
مجبور مکرم ملل نیک کی صورت مفقود و مسلم شہ دیں مہر شرافت
مجموعہ نیکی سر محراب زمانہ
معمورہ ہستی میں رخ دریگانہ

یہ ہے اسم محمد ﷺ جس کی گزشتہ چودہ صدیوں سے زمانہ تعریفیں کر رہا ہے۔ بلکہ یہ لفظ زمانہ ما قبل اسلام بھی باعث تسکین و امان رہا ہے۔ اور آج بھی وجہ حفاظت و سکون ہے اور اس کا حامل وہ قدسی صفات پیغمبر ہے۔ جس کے بارے میں خالق کردگار نے بھی فرما دیا ہے۔ **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** (انشراح-۴) ترجمہ: اور ہم نے تمہارا ذکر (خیر) بلند کر دیا ہے۔

وما علینا الا البلاغ



☆ ازواج النبی رضی اللہ عنہم

اسلام کو دوسرے مذاہب پر یہ فوقیت بھی حاصل ہے کہ اللہ کی وحدانیت و معبودیت، حضور سرور کائنات رحمۃ للعالمین ﷺ کی نبوت و رسالت اور صحیفہ الہی قرآن مجید و فرقان حمید کی حقانیت پر ایمان کے علاوہ اسلام میں آں حضرت ﷺ کے رفقاء (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) آپ ﷺ کے اعز (رشتہ دار) اولاد و اہل خانہ (بنون و بنات اور ازواج) کا ادب و احترام کرنے کی تاکید ہے۔ اسلام نہ صرف ان بزرگ ہستیوں کا ادب و احترام سکھاتا ہے۔ بلکہ ان سے اخذ ہدایت اور پھر ان کے راستہ کو احادیث پاک میں سیدھا راستہ کہا گیا ہے۔ قرآن نے ”رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ“ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس (اللہ) سے راضی ہو گئے) کہہ کر صحابہ کی بزرگی اور شان پر اور ”وازوجہ امہاتہم“ (اور ان (رسول اللہ) کی بیویاں ان (مسلمانوں) کی مائیں ہیں) کہہ کر ازواج مطہرات^(۱) کے تقویٰ، پاکیزگی

☆ غیر مطبوعہ - ۱ - مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے سیرت المصطفیٰ جلد سوم میں لکھا ہے کہ ”امہات المؤمنین (ازواج مطہرات کا دوسرا لقب ہے) کا عظیم الشان لقب (حضور ﷺ کی) انہی ازواج کے ساتھ مخصوص ہے جو آپ کی زوجیت میں رہیں باقی جن عورتوں سے آپ نے نکاح تو فرمایا لیکن عروسی اور مقاربت سے پیشتر ہی ان کو طلاق دے دی ان کے لیے یہ لقب استعمال نہیں کیا جاسکتا۔“ (ص ۲۷۸)

اور تقدس پر مہر لگا دی ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے۔
 النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (سورة احزاب۔ ۶)
 ترجمہ: اور نبی (کریم رؤف الرحیم) ان (مومنین) کے لیے ان کی اپنی
 جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں اور اس (حضور سرور کائنات ﷺ) کی بیویاں
 ان (مسلمانوں) کی مائیں ہیں)

جس طرح حضور اکرم ﷺ اپنی تمام امت کے روحانی باپ ہیں۔ بلکہ
 اپنی پیغمبرانہ شفقت، رحم اور نرم دلی کی وجہ سے آپ ﷺ کا درجہ نسبی باپوں سے
 بھی زیادہ ہے۔ اسی ناتے سے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی پوری امت
 کی مائیں ہیں۔ بلکہ روحانی تعلق اور پیغمبر ﷺ کی نسبت سے ان کا درجہ نسبی
 ماؤں سے کہیں بلند اور اقرب ہے۔ آں حضرت کا ارشاد ہے کہ

”خدا کی قسم! تم ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے۔ جب تک میں
 تمہیں تمہارے (نسبی) ماں، باپ، اولاد اور باقی تمام
 اشخاص سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں“

ازواج مطہرات کی عظمت و پاکیزگی اور تقدس کا اندازہ اس سے
 بخوبی ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے سورة الاحزاب آیہ ۳۲ تا ۳۴ میں ان
 سے خطاب فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوا:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ
 اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ
 مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَقُرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا
 تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ
 وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۗ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ
 لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
 تَطْهِيرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ

اللَّهُ وَالْحِكْمَةُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝

ترجمہ: ”اے نبی ﷺ کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح (ہرگز) نہیں ہو اگر تم تقویٰ پر قائم رہو۔ (۱) تقویٰ کا تقاضا ہے کہ تم بات کرتے وقت نرمی سے کام نہ لو ایسا نہ ہو کہ کوئی دل کا روگی تمہاری نرمی سے طمع اور لالچ میں پڑ جائے اور بات سیدھے سیدھے طریقے سے کرو جس میں نہ نرمی ہو نہ سختی ہو اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور جاہلیت سابقہ کی طرح اپنی زیب و زینت کا اظہار نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں لگی رہو اے پیغمبر ﷺ کے گھر والو! اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کر دے اور تم کو خوب اچھی طرح سے پاک و صاف کر دے اور جو آیات الہی اور حکمت کی باتیں تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں ان کو خوب یاد رکھو بے شک اللہ تعالیٰ بھیدوں کا جاننے والا اور خبردار ہے۔“

اسی حیثیت سے ہم ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اگر ازواج مطہرات کو تقدس، ادب و احترام اور مرتبت کے لحاظ سے اپنی نسبی ماؤں سے زیادہ

☆-۱ سورۃ احزاب ہی میں ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ ”اے نبی کی بیویو! اگر کوئی تم میں سے کھلی ہوئی بے ہودگی کرے گی اس کے لیے (عام عورتوں سے) دوگنی سزا ہے۔ اور یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے۔“ (آیت-۳۰)

نہ صرف یہ کہ سزا عام عورتوں سے دگنی ہے بلکہ اجر بھی عام مسلمان عورتوں سے دوگنا ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ ”(اے نبی کی بیویو!) جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اس کا دوہرا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔“ (ایضاً آیت ۳۱)

محبوب نہ رکھیں۔ اس لیے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ کو اقرب رکھنا فرض ہے۔ وہاں ازواج رسول اللہ ﷺ کو اقرب رکھنا زیادہ فرض ہے۔

فضائل ازواج النبی ﷺ

1- ازواج النبی ﷺ کی فضیلت خود نبی مکرم ﷺ کی شرف و فضیلت کا ایک شعبہ ہے۔

2- اللہ نے حضور ﷺ کی بیویوں کو ازواج النبی ﷺ کے خطاب عالی سے قرآن میں یاد فرمایا ہے۔

3- اللہ نے قرآن میں فرمایا: لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ (احزاب - ۳۲)
(تم دوسری عورتوں جیسی نہیں ہو)

4- اللہ نے بعد از تحدید چار ازواج (سورۃ النساء آیت - ۲) کے بھی ازواج مطہرات کو آں حضور ﷺ کے لئے حلال رکھا۔ چنانچہ فرمایا
إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ (احزاب - ۵)

(بے شک ہم نے تیری بیویوں کو تیرے لئے حلال رکھا ہے)

5- حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات کی خوشنودی کا خیال کرتے ہیں۔^(۱)
چنانچہ کتاب الہی میں فرمایا:

تَبْتَغِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ (تحریم - ۱)

(نبی (علیہ السلام) اپنی بیویوں کی خوشنودی کا اہتمام کرتے ہیں)

6- آں حضرت ﷺ کی ازواج مطہرات آپ ﷺ کے لئے مودت و محبت

1- مثلاً گھر کے اندر نہایت حسن اخلاق کا مظاہرہ خیر کم خیر کم لاہلہ وانا خیر کم لاہلی کے مطابق افضل واکمل درجے کا تھا اور گھر کے باہر ازواج مطہرات کو اسفار میں ساتھ لے جانا، ان سے خوش طبعی کرنا اور ان کی نسوانی فرمائشوں کو پورا کرنا اور ان سے محبت کرنا اور ہر ایک کے ساتھ عدل کرنا آپ ﷺ کا تبغی مرضات ازواجک ہی تو تھا۔

اور رافت و رحمت مہیا کرتی تھیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ازواج کے لئے عموم اور ازواج مطہرات کے لئے خصوص سے یہ بیان ہوا ہے۔

(ترجمہ): یہ بھی خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارا جوڑا بنایا تاکہ تم اس سے تسکین پاؤ اور تم دونوں (میاں بیوی) درمیان محبت اور پیار پیدا کر دیا بے شک اس (مثال) میں اہل فکر کے لئے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ (سورۃ الروم - ۲۱)

7- سورۃ احزاب میں رسول خدا ﷺ نے حکم الہی بموجب ازواج مطہرات کو زینت دنیا اور دار آخرت میں سے ایک کو اختیار کرنے کا اعلان کیا (آیات ۲۸-۲۹) تو ازواج مطہرات نے دار آخرت کو پسند کیا کیونکہ زینت دنیا طلب کرنے کا انجام رسول اللہ کی زوجیت سے مفارقت تھی جو رسول اللہ ﷺ کے دم آخریں تک بھی نہ ہوئی اور دار آخرت کا بدلہ ہمیشہ کے لئے رسول اللہ کا ساتھ تھا جو تمام ازواج مطہرات کو بعد از وصال رسول اللہ بھی حاصل رہا۔

8- سورۃ احزاب، آیت - ۵۳ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو پابند کر دیا کہ آپ کے عقد میں موجود ازواج مطہرات کے علاوہ آپ ﷺ کے لئے دوسری عورتیں اب حلال نہیں ہیں۔ اگر ان کا حسن آپ کو پسند ہی کیوں نہ ہو۔ نہ ہی آپ ﷺ کے نکاح میں موجود ازواج کو بدلنے کی اجازت ہے۔ بالفاظ دیگر ازواج مطہرات آں حضرت کی ملکیت اور آں حضرت ان کی ملکیت قرار پائے۔ جس کا اللہ نے حکم دے دیا۔

9- ازواج مطہرات دار رسول اللہ کے اندر آیات اللہ کی تلاوت کا ذکر کرتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

وَإِذْ كُرُنَ مَا يَتْلُو فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ (احزاب - ۳۴)

(اے ازواج مطہرات! تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور

حکمت الہیہ کی جو تلاوت کی جاتی ہے تم اس کا ذکر کرتی ہو)

10- اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کی شانِ مقدس کو بزبانِ مقدس آیتِ تطہیر میں رجب و گندگی سے پاک ہونے کا اعلان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (احزاب-۳۳)

اے (نبی کے گھر والو!) خدا یہ چاہتا ہے کہ ”رجس“ کو تم سے دور کر دے اور تم کو بالکل پاک و صاف بنا دے)

11- ازواجِ مطہرات کو امہات المؤمنین یعنی مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ احزاب کی آیت ۶ میں فرمایا:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ

(نبی ﷺ مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بڑھ کر ہیں اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں)

یہ گیارہ خوبیاں اس بات کو ثابت کرنے کو کافی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰت والسلام کی رفیقِ زندگی اور آپ کی اولادِ اطہار کی مائیں گونا گوں خصوصیاتِ عظیمہ کی حامل ہیں۔ واللہ اعلم

حضور نبی اکرم ﷺ نے پندرہ عورتوں سے شادی کی۔ جن میں سے تیرہ خواتین نے آپ کی ازواج کی حیثیت سے اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ آپ ﷺ کے اعلیٰ علیین کی طرف سفر کے وقت نو ازواجِ مطہرات زندہ تھیں۔ ازواجِ النبی ﷺ کے بارے میں مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

1- رسالتِ مآب، فخرِ موجوداتِ ﷺ نے سب سے پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ایک چالیس سالہ خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلد سے کیا اور پچاس سال کی عمر تک آپ ﷺ نے اور کوئی نکاح نہ کیا۔ آپ ﷺ کی تمام اولاد سوائے ایک بیٹے کے انہی سے ہوئی۔ ۱۰ نبوی یا

۵۰ ولادت رسول ﷺ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔^(۱) اور مکہ کے قبرستان کوہ حجون میں دفن کی گئیں۔ آپ کا اسلام قبول کرنے والوں میں شمار ”السابقون الاولون“ میں ہوتا ہے۔ آں حضرت ﷺ آپ کی اعلیٰ رفاقت کو یاد کیا کرتے تھے۔ یاد رہے کہ آپ سے نکاح کرنے سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایک بیوہ خاتون تھیں۔^(۲)

2- آں حضرت ﷺ نے دوسرا نکاح حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضرت سودہ بنت زمعہ سے فرمایا۔ یہ بھی ایک بیوہ^(۳) اور عمر رسیدہ خاتون تھیں۔ انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے دور ذوالحجہ ۲۳ ہجری مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ ”السابقون الاولون“ میں سے تھیں۔ انہوں نے آں حضرت ﷺ کی حیات ارضی کے آخری ایام میں اپنی باری کے ایام حضرت عائشہ صدیقہ کے لئے وقف کر دیئے تھے (تفصیل فضائل عائشہ میں ہے)

3- حضور اکرم ﷺ کا تیسرا نکاح حضرت عائشہ بنت ابابکر صدیقؓ سے شوال ۱۰ نبوی بمقام مکہ ہوا۔ اور بعد از ہجرت مدینہ میں رخصتی ہوئی۔ آپ واحد کنواری خاتون تھیں جو آپؐ کی زوجیت میں تھیں۔ روایات میں آیا ہے کہ آپ کا نکاح ساڑھے چھ سال کی عمر میں اور

1- جس سال (۱۰ نبوی) میں آپ کا انتقال ہوا۔ آں حضرت ﷺ نے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) قرار دیا۔

2- آپ کا پہلا نکاح ابوہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا تھا جن سے ہند اور ہالہ دو بیٹے پیدا ہوئے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد آپ کا دوسرا نکاح عتیق بن عائد مخزومی سے ہوا جن سے ایک بیٹی ہند پیدا ہوئی تھیں۔ تیسرا نکاح آں سرور رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

3- ان کا پہلا نکاح ان کے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا جن سے ایک بیٹا عبدالرحمن پیدا ہوا تھا۔

رخصتی ساڑھے نو سال کی عمر میں ہوئی۔ مگر محققین اسے تسلیم نہیں کرتے۔^(۱) آپ کی کنیت حضرت عبداللہ بن زبیر کی نسبت سے ام عبداللہ تھی۔ ۷ رمضان المبارک ۵۸ھ کو تقریباً چھیا سٹھ (66) سال کی عمر میں بعہد حضرت امیر معاویہ^(۲) انتقال فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

آپ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ”احکام شرعیہ کا چوتھائی حصہ حضرت عائشہ سے منقول ہے۔“ (بحوالہ سیرت المصطفیٰ، جلد سوم ص ۲۹۷) آپ کے دس خصائص ایسے تھے جو کسی دوسری زوجہ مطہرہ کو حاصل نہ تھے۔ یہ خصائص درج ذیل ہیں:

فضائل و مناقب

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ اے عائشہ یہ جبریل ہیں تم کو سلام کہتے ہیں“ میں نے کہا ”وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”مردوں میں سے بہت لوگ کمال کو پہنچے مگر عورتوں میں سے سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے کوئی عورت کمال کو نہیں پہنچی“ اور ”عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے۔ جیسا کہ تریڈ کی فضیلت تمام کھانوں پر“

۳۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ”چند خصلتیں مجھ کو من جانب اللہ عطا کی گئیں۔ سوائے حضرت مریم کے اور کسی عورت کو نہیں عطا کی گئیں اور خدا کی قسم میں بطور فخر نہیں کہتی“ وہ خصلتیں یہ ہیں۔

۱۔ اس سلسلے میں سید سلیمان ندوی کی ”سیرت عائشہ“ اور مولانا محمد عمر عثمانی کی ”فقہ القرآن“ ملاحظہ کریں۔

(سیرت المصطفیٰ ﷺ جلد سوم ص ۳۰۰-۳۰۱ مولفہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

- (۱) میرے سوا کسی باکرہ سے نکاح نہیں فرمایا۔
 (۲) نکاح سے پیشتر فرشتہ میری تصویر لیکر نازل ہوا اور آپ کو دکھا کر کہا کہ ”یہ آپ کی بیوی ہیں اللہ کا حکم ہے کہ آپ ان سے نکاح کریں۔“
 (۳) رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ مجھ سے محبت فرماتے تھے۔
 (۴) اور جو شخص آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا میں اس کی بیٹی ہوں۔

- (۵) آسمان سے میری برأت میں متعدد آیتیں نازل ہوئیں اور میں طیبہ اور پاکیزہ پیدا کی گئی اور طیب اور پاکیزہ کے پاس ہوں اور اللہ نے مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔
 (۶) میں نے جبریل کو دیکھا میرے سوا آپ کی ازواج میں سے کسی نے جبریل کو نہیں دیکھا۔

- (۷) جبریل آپ پر وحی لے کر آتے تھے اور میں آپ کے پاس ایک لحاف میں ہوتی تھی۔ میرے سوا اور کہیں اس طرح وحی نازل نہیں ہوئی۔
 (۸) میری باری کے دو دن اور دو رات تھے اور باقی ازواج کی باری ایک دن اور ایک رات تھی۔ ایک دن اور ایک رات تو خود حضرت عائشہ کی باری کا تھا ہی اور دوسرا دن حضرت سودہ کی باری کا تھا جو انہوں نے سن رسیدہ ہو جانے کی وجہ سے حضرت عائشہ کو ہبہ کر دیا تھا۔
 (۹) انتقال کے وقت آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔
 (۱۰) وفات کے بعد آل حضرت میرے حجرے میں مدفون ہوئے۔

(رواہ ابو یعلیٰ والبرز باختصار وفیہ مجالد و ہو حسن الحدیث و بقیۃ رجال الصحیح - م^(۱))

4- رسول اللہ ﷺ نے چوتھا عقد حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ سے ۳ھ

1- مجمع الزوائد۔ ج: ۹، ص: ۲۴۱

میں بمقام مدینہ منورہ فرمایا۔ آپؐ بیوہ تھیں^(۱) اور حافظہ قرآن بھی تھیں۔ ساٹھ احادیث آپ سے مروی ہیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں شعبان ۴۵ ہجری عہد حضرت امیر معاویہ میں وفات پائی۔ عامل مدینہ مروان بن حکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مصحف صدیقیؒ (مصحف یا مصحف ام) آپ ہی کے پاس بطور امانت رکھا گیا تھا۔ اسکی نقلیں (المصحف الامام) عہد عثمانی میں کروا کے اسے سلطنت اسلامیہ میں رائج کیا گیا۔

5- حضور رسالت مآب ﷺ کی پانچویں شادی (ام المساکین) حضرت زینب بنت خزیمہ سے ہوئی۔ آپ بھی بیوہ تھیں۔^(۲) بہت زیادہ خیرات کیا کرتی تھیں اسی وجہ سے لقب ام المساکین (مساکین کی ماں) رکھا گیا۔ نکاح کے بعد دو یا تین مہینے زندہ رہیں۔ بعد از وفات آن حضرت نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ انتقال کے وقت عمر مبارک ۳۰ سال تھی۔

6- حضرت زینب بنت جحش کا پہلا نکاح حضور نے خود اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارث سے کیا۔ نباہ نہ ہو سکنے کی وجہ سے طلاق ہو گئی۔ حضور ﷺ کا ان سے نکاح ”آیہ ختم نبوت ﷺ“ کے نزول کا باعث ہوا۔^(۳) دور فاروقیؒ میں ۲۰ ہجری میں مدینہ منورہ میں بعمر ۵۳ سال وفات پائی۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

7- رسول خدا ﷺ کا ساتواں نکاح حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان سے ہوا۔ آپ بھی بیوہ تھیں۔^(۴) صحیح نام ”رملہ“ تھا۔ ”السابقون الاولون“ میں

1- پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سہمی کے ساتھ ہوا تھا۔

2- پہلا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔

3- سورۃ الاحزاب کی آیہ۔ ۴۰ کو آیہ ختم نبوت کہتے ہیں۔

4- پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ جن سے ایک بیٹی ”حبیبہ“ نامی پیدا ہوئی تھی۔

آپ کا شمار ہوتا ہے۔ بیٹی حبیبہ کے نام پر کنیت ”ام حبیبہ“ مشہور ہوئی۔ عہد امیر معاویہؓ میں بعمر ۷۳ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ مدینہ ہی میں دفن ہیں۔

8- آں حضرت ﷺ کی آٹھویں شادی حضرت ام سلمہؓ بنت ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی سے ہوئی۔ قدیم الاسلام مسلمانوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ بھی بیوہ تھیں۔^(۱) حضور ﷺ سے شادی کے وقت عمر میں سال اور وفات کے وقت چوراسی سال تھی۔ ۵۹ھ یا ۶۱ھ یا ۶۲ھ (سیرت نگاروں میں اختلاف ہے) ہجری میں تمام ازواج مطہرات سے آخر میں انتقال فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں۔

9- حضور ﷺ کا نواں عقد حضرت میمونہؓ بنت الحارث سے ہوا۔ ماں کا نام ہند تھا۔ ”السابقون الاولون“ میں سے تھیں ان کے بعد حضور ﷺ نے کسی اور خاتون سے نکاح نہ کیا آپ بھی بیوہ تھیں۔^(۲) ۴۶ یا ۷۶ احادیث کی روایت کی۔ ۱۵ھ میں بمقام سرف وفات ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سرف ہی میں دفن کی گئیں۔

10- آپ ﷺ کا دسواں نکاح حضرت صفیہؓ بنت حی بن اخطب سے ہوا۔ یہ بھی بیوہ و مطلقہ تھیں۔^(۳) خیبر کی مہم میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اسلام قبول کر لیا اور حضور ﷺ نے آزاد کر کے تالیف قلب کے مقصد کو مد نظر رکھ کر ۶ھ میں ان سے نکاح فرمایا۔ ۱۵ھ میں بعمر ساٹھ سال

1- ان کا پہلا نکاح ان کے چچا زاد بھائی ابو سلمیٰ بن عبدالاسد مخزومی سے ہوا تھا۔

2- آپ ﷺ سے پہلے ابو رہم بن عبدالغزی کے نکاح میں تھیں۔

3- ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم قرظی یہودی سے ہوا تھا۔ انہوں نے طلاق دے دی تو دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا جو غزوہ خیبر میں مارا گیا تھا۔

وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

11- رسول کریم ﷺ کی گیارہویں شادی حضرت جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار سے ہوئی۔ آپ بھی بیوہ تھیں۔⁽¹⁾ خاندان بنی خزاعہ کی شاخ بنو مصطلق سے تھیں غزوہ مریسج میں مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ بنو مصطلق کے قیدیوں کی رہائی کے مہر کے عوض آپ نے حضور اکرم ﷺ سے عقد فرمایا۔ ربیع الاول ۵۰ھ میں بعمر ۶۵ سال بعہد امیر معاویہ انتقال فرمایا۔ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

12- نبی اکرم ﷺ نے بارہواں نکاح حضرت خولہ بنت حکیم سے کیا۔ یہ بھی عمر رسیدہ مسلمان خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو حضور کے عقد میں بغیر کسی شرط کے دیا۔ بعد از وصال نبوی ﷺ ان کی وفات ہوئی۔

13- حضرت ریحانہ بنت شمعون بنی قریظہ پر مسلمانوں کے حملے میں قید ہوئیں۔ آں حضرت نے ان کو آزاد کیا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور حضور ﷺ کی زوجیت میں آئیں۔ یہ بھی بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ مورخوں میں آں حضرت سے ان کے نکاح کے بارے میں اختلاف ہے۔⁽²⁾ اسی لیے بعض ان کو ام المومنین نہیں لکھتے۔

حضور اکرم ﷺ نے جب والیان سلطنت کو دعوتی خطوط ارسال کیے۔ اسی سلسلے میں ایک خط والی مصر مقوقس کو لکھا گیا۔ مقوقس نے جوابی خط

1- پہلا نکاح مساح بن صفوان مصطلقی سے ہوا تھا جو غزوہ مریسج میں مارا گیا تھا۔

2- بعض سیرت نگار ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ، حضرت ریحانہ بنت شمعون اور حضرت

نفیسہ جاریہ حضرت زینب بنت جحش کو آں حضرت ﷺ کی کنیزیں قرار دیتے ہیں۔ مگر

حضرت نفیسہ کے علاوہ باقی دو خواتین کے کنیزیں ہونے یا ازدواج مطہرات ہونے میں

علماء میں اختلاف ہے۔ واللہ اعلم

میں آپ سے عقیدت کا اظہار کیا اور دو عورتیں (ماریہ قبطیہ اور سیرین) اور ایک نجر (نام دُلْدُل) تحفہ کے طور پر آپ ﷺ کو بھیجیں۔ آپ نے ماریہ قبطیہ سے خود عقد فرمایا اور دوسری عورت اپنے شاعر خاص حضرت حسان بن ثابت کو عطا کر دی۔ حضرت ماریہ سے آپ کے ایک صاحبزادے (حضرت) ابراہیم نامی تولد ہوئے۔ جو شیر خواری کے زمانے میں ہی فوت ہو گئے۔ بعض کے نزدیک صغریٰ (سولہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر) ⁽¹⁾ میں فوت ہوئے۔ مورخین کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ماریہ مقوقس کی لونڈی تھیں یا اس کی عزیزہ۔ اشراف سے تعلق رکھتی تھیں یا نہیں۔ ⁽²⁾ محققین نے اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ مقوقس کی اگر رشتہ دار بھی نہیں تھیں تو بھی اشراف سے تعلق رکھتی تھیں۔ جن سے حضور اکرم ﷺ نے عقد فرمایا۔ آپ کی وفات آں حضرت کے وصال کے بعد ہوئی۔

درج بالا ازواج مطہرات کے علاوہ ایسی کئی عورتوں کا ذکر کتب سیرت میں آتا ہے۔ جن سے نبی اکرم ﷺ کے نکاح کی بات چھڑی۔ مگر رسم نکاح کی ادائیگی سے پہلے کوئی ایسی بات ہوئی جس پر آپ نے بات ختم کر دی۔ چند ایک عورتوں کو آپ نے نکاح کے بعد اور مقاربت سے پہلے بھی طلاق دی۔ ⁽³⁾ اس لیے کہ ان کے منہ سے ایسے کلمات کفر نکلے یا ناپسندیدہ

1- تاریخ محمد، مصنفہ ایم ڈی فاروق، ص ۵۰۵

2- علامہ شبلی نعمانی نے اپنی تحقیقی کتاب سیرت النبی جلد اول میں لکھا ہے کہ ”یہ دونوں خواتین (ماریہ قبطیہ اور سیرین قبطیہ) لونڈیاں نہ تھیں بلکہ اسلام قبول کر چکی تھی اس لیے آں حضرت ﷺ نے ماریہ سے نکاح کیا ہوگا نہ کہ لونڈی کی حیثیت سے وہ آپ کے حرم میں آئیں“ (ص ۲۶۸)

3- مثلاً اسماء بنت نعمان، خونبہ اور عمرہ بنت یزید کلابیہ وغیرہ (دیکھیے فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۹، ص ۳۱۰ تا ۳۱۵ مولفہ امام ابن حجر عسقلانی)

حرکات ہوئیں کہ آپ نے انہیں اپنی زوجیت میں رکھنا پسند نہ فرمایا۔ ایسی عورتوں کا مختصر سا تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی ”مختصر سیرۃ الرسول“ میں کیا ہے۔

ازواج مطہرات کے حوالے سے مستشرقین و معاندین نے شکوک و شبہات پھیلانے کی خاطر آں حضرت ﷺ کی ذات پاک پر انگشت نمائی کی کوشش کی ہے۔ اور درج ذیل اعتراضات کئے۔

الف۔ آں حضرت ﷺ نے زیادہ شادیاں اس وجہ سے کیں کہ آپ (نعوذ باللہ) عیش پرست تھے۔

ب۔ دوسرے مسلمانوں کے لیے بیویوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد چار مقرر ہوئی ہے۔ مگر پیغمبر اسلام ﷺ نے نو بیویاں بیک وقت نکاح میں رکھیں۔ یہ تقاضائے انصاف کے خلاف ہے۔

سیرت نگاروں نے درج بالا دونوں اعتراضات کے مسکت جواب دیئے ہیں۔ پہلے اعتراض کے جواب میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ آں حضرت ﷺ پر عیش پرستی کا الزام اس وجہ سے لغو ہے۔ کہ

اول: آپ ﷺ کی ایک (حضرت عائشہ صدیقہ) کے علاوہ باقی تمام ازواج یا تو مطلقہ تھیں یا بیوہ۔

دوم: متعدد عورتوں سے عقد آپ نے تالیف قلب کے مقصد کے پیش نظر فرمایا۔ مثلاً حضرت صفیہ بنت حمی بن اخطب یا حضرت ریحانہ بنت شمعون یا حضرت جویریہ بنت حارث۔ حضرت زینب بنت جحش کو ایک تو جاہلی رسم کے ختم کرنے کے لیے آپ ﷺ نے زوجیت میں لیا۔ دوسرا ان کی بھی تالیف قلب مقصود تھی۔

سوم: آں حضرت صلعم نے اپنے دور جوانی (۲۵ تا ۵۰ سال) صرف ایک بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد پر اکتفا کیا۔ اور وہ بھی بیوہ تھیں۔

دوسری تمام ازواج مطہرات پچاس سال کے بعد آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ اب سوال یہ ہے کہ پچاس سال اور اس سے آگے کی عمر میں طاقت گھٹتی ہے یا بڑھتی ہے؟ لہذا مخالفین کا آپ ﷺ پر عیاشی کا الزام لگانا بیوقوفی ہے۔

چہارم: تورات کے مطالعہ سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ زیادہ بیویاں رکھنا انبیاء کی سنت رہی ہے۔ حضور ﷺ نے بھی اسی سنت کو پورا کیا ہے۔ آں حضرت ﷺ نے درج ذیل مقاصد کو مد نظر رکھ کر زیادہ عورتوں سے شادیاں کیں یا زیادہ بیویوں نے درج ذیل مقاصد کو پورا کیا۔ جو اللہ کے دین کی نصرت و اشاعت کے لیے ضروری تھے۔

1- تاکہ لوگوں کے ساتھ رشتہ داریاں کر کے اسلام کی دفاعی حیثیت اور عددی برتری کو مضبوط کیا جائے۔ شادیاں کر کے اثرات زیادہ سرعت کے ساتھ پھیلتے تھے۔ آپ ﷺ کا تقویٰ آپ ﷺ کے سرال والوں پر اثر چھوڑتا، وہ آپ کی دعوت کو قبول کرتے، وہ مسلمان ہوتے اور پھر وہ اسلامی اثرات کو آگے منتقل کرتے تھے۔

2- مردوں میں اسلام کے احکام و مسائل کی تبلیغ تو آپ ﷺ خود فرمایا کرتے تھے۔ مگر عورتوں کے معاملے میں کچھ شرم و حجاب مانع تھا اور کچھ آپ ﷺ کی عورتوں سے میل جول میں کمی کی عادت۔ ازواج مطہرات مسلمان عورتوں میں اسلام کی تبلیغ اور دینی مسائل کی تشہیر میں آپ ﷺ کی مدد کرتیں۔ اس طرح اسلام کے اثرات مسلمانوں کے گھروں تک ازواج مطہرات کی وساطت سے پہنچے۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا نسوانی مسئلہ ہوتا جس کا علم ازواج مطہرات کو بھی نہ ہوتا تو وہ آں حضرت ﷺ سے پوچھنے میں کسی قسم کی جھجک نہ سمجھتیں۔ اس طرح مسلمان عورتوں کو آگے اس طرح کے مسائل بتاتے وقت بھی کسی طرح ہچکچاہٹ محسوس نہ

کی جاتی۔ کہ عورت، عورت سے کھل کر بات کر سکتی ہے۔

3- آں حضرت ﷺ کے مجلسی عمل کو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مشعل راہ بناتے۔ سفر و حضر، میدان جنگ ہو یا میدان مشورت، معاہدے لکھے جا رہے ہوں یا ان پر عملدرآمد کے لیے کارروائی کی جا رہی ہو۔ تبلیغی مشن میں مصروف ہوں یا دفاعی حربے استعمال کیے جا رہے ہوں۔ دینی احکام کا نفاذ کیا جا رہا ہو یا اجتماعی عبادت میں مصروفیت ہو۔ صحابہ کرام ہر وقت رسالت مآب ﷺ کے ہمراہ رہتے اور ہدایت کے حصول میں حریص رہتے۔ لیکن گھر کے اندر آں حضرت ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا کیسا تھا۔ بیویوں سے طرزتخاطب، گھریلو نوکروں اور غلاموں سے سلوک، کھانے پینے کا طریق کار، معمولات شب، وضو و غسل، ناراضگی کی حالت میں آپ ﷺ کا عمل، شکر رنجی کے موقعہ پر آپ ﷺ کا طریقہ کار اور دوسرے گھریلو معاملات میں آپ ﷺ کا معمول اور اہل خانہ سے حسن سلوک یا ناراضگی کا رویہ۔ اس سے کوئی بھی واقف نہ ہو سکتا تھا۔ اگر ازواج مطہراتؓ اسے امت میں برائے رہنمائی مشتہر نہ کرتیں۔ امت کی ماؤں نے امت پر سنت رسول ﷺ اندرون خانہ کی تشہیر میں جو احسان کیا ہے۔ کیا وہ ایک یا دو بیویوں کے توسط سے انجام پاسکتا تھا؟

4- امہات المؤمنینؓ خود متقی، پرہیزگار اور زاہد مرتاض تھیں۔ انہوں نے خواتین کے لیے نہ صرف اپنی سیرت چھوڑی ہے۔ کہ کس طرح مال و دولت، عقیدت و تقدس اور جاہ و حشم کی موجودگی میں فقر اختیار کیا جاسکتا ہے۔ کس طرح خاوند کی رضا کی خاطر دنیا کی آسائشوں کو تیاگا جاسکتا ہے۔ کس طرح صوم النہار و قائم اللیل کا نمونہ بنا جاسکتا ہے۔ کیسے علم کی ترویج اور دین کی اشاعت کی جاسکتی ہے اور اسلام کو اپنے آپ پر اور گھر

میں کس طرح نافذ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ آپؐ کی ازواج مطہرات نے امت کے لیے روایات کی شکل میں ایک معتد بہ علمی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جس کے احسان سے امت مسلمہ کبھی بھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ ازواج مطہرات کی روایات کی مختصر تشریح ذیل میں دی جا رہی ہے۔ (پچھے حالات میں بھی کچھ ذکر ہو چکا ہے)

i- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ۲۲۱۰- روایات

(عورتوں میں سب سے زیادہ)

ii- ام المومنین حضرت ام سلمہؓ ۳۷۸- روایات

iii- ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ ۶۵- روایات

iv- ام المومنین حضرت حفصہؓ ۶۰- روایات

v- ام المومنین حضرت میمونہؓ ۴۶- روایات^(۱)

اگر امہات المومنینؓ کی تعداد زیادہ نہ ہوتی تو کیا امت ۲۷۵۹- روایات سے محروم نہ رہ جاتی؟

5- جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام ازواج مطہراتؓ یا تو بیوہ تھیں۔ یا مطلقہ تھیں۔ یا عمر رسیدہ تھیں۔ صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ کنواری تھیں۔ لیکن جب آپؐ جوانی کی عمر کو پہنچیں تو رسالت مآب ﷺ وصال فرما گئے۔ حضرت ماریہ قبطیہ بھی (شائد) کنواری تھیں۔ مگر آں حضرت کی عمر پچپن سے تجاوز کر چکی تھیں۔ جب ان سے نکاح کیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو حالت ازواج مطہرات کی تھی اور خود حضور اکرم ﷺ کی تھی۔ کیا اسے ہی عیاشی کہتے ہیں؟

چونکہ قرآن مجید نے ازواج النبی کو امت کی مائیں کہہ کر ان کے

1- بحوالہ تاریخ الحدیث از پروفیسر عبدالصمد صارم اللازمہری

تقدس اور احترام پر مہر ثبت کر دی ہے۔ لہذا اب مسلمانوں کے لیے ماؤں کے بارے میں ”ماں کے تقدس“ کے علاوہ کچھ اور سوچنا گناہ کے زمرہ میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چار بیویوں کی اجازت کے بعد بھی حضور علیہ السلام نے اپنی تمام ازواج کو اپنی زوجیت میں رکھا۔ جبکہ دوسرے تمام مسلمان چار سے زیادہ بیویوں کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور انہوں نے حکم الہی سے کی تعمیل میں فوری طور پر چار سے زیادہ بیویوں کو طلاق دی۔ اب اگر رسالت مآب ﷺ بھی ازواج مطہرات میں سے چار سے زیادہ کو طلاق دیتے تو صورت حال یوں بنتی۔

(الف) لازماً مطلقہ عورتوں کو کہیں نہ کہیں نکاح کرنا پڑتا۔ اکیلی تو یہ رہ نہ سکتی تھیں۔

(ب) اگر وہ مسلمانوں سے کسی کے ساتھ عقد کرتیں تو یہ ماں کے احترام اور تقدس کے خلاف ہوتا اور اگر کسی غیر مسلم سے کرتیں تو یہ اسلام کی شان کے خلاف ہوتا۔ دونوں صورتوں میں اللہ کے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی ہوتی۔ جو اسلام کو کسی صورت میں بھی گوارا نہ تھی۔

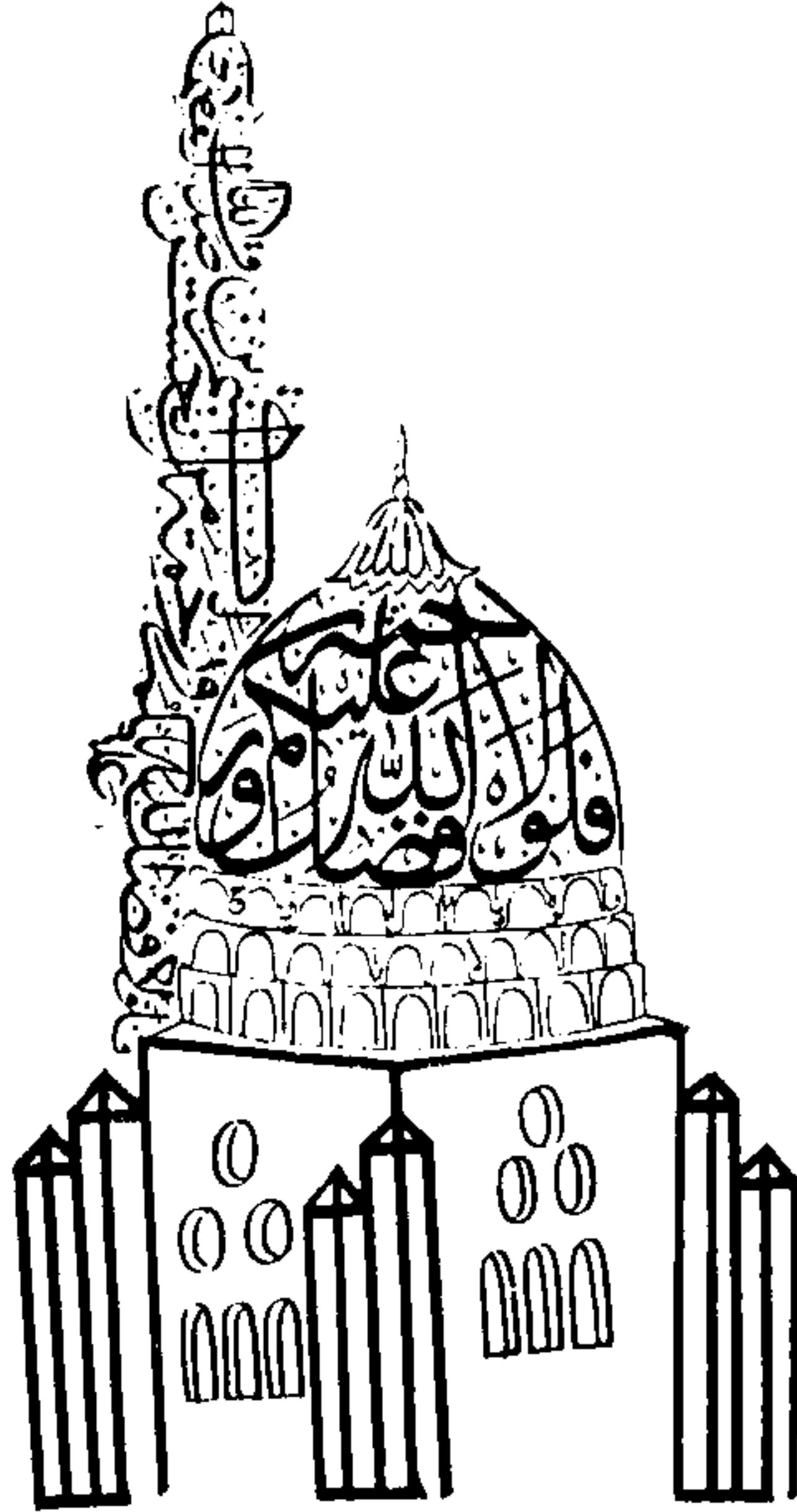
(ج) اگر یہ مطلقہ خواتین شادی نہ کرتیں اور تمام عمر مجرد رہنے کا عہد کر لیتیں تو بھی فساد و شر کا اندیشہ تھا جسکی دو صورتیں تھیں ایک یہ کہ آپؐ روزی کے حصول کے لیے خود محنت کرتیں۔ اس سلسلے میں آپؐ کو لازماً کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرنا پڑتا۔ یہ نسوانیت کی تذلیل تھی دوسرا یہ کہ لوگ ان کے گزارے کا اہتمام کرتے یا آنحضرت ﷺ ان کے نان و نفقہ کا اہتمام کرتے۔ یہ ان محترم خواتین کی عزت نفس اور خودداری کو مارنے والی بات تھی۔

(د) حضرت عائشہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے یار غار تھے۔ حضرت حفصہؓ حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی

تھیں جو ”آرزوئے نبی ﷺ“ تھے۔ حضرت زینب بنت جحش آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ حضرت ام سلمیٰؓ ایک شہید کی بیوہ تھیں۔ حضرت ام حبیبہؓ حضرت ابوسفیانؓ سردار مکہ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت جویریہؓ سردار بنو مصطلق کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہؓ اور حضرت ریحانہؓ یہودی اکابر کی بیٹیاں اور بیوائیں تھیں۔ حضرت ماریہؓ قبٹیہ مقوقس (شاہ مصر) کی طرف سے ہدیہ کے طور پر آئی تھیں اور بے وطن ہونے کے سبب مجبور تھیں کہ ان کو سہارا دیا جاتا۔ اب اگر آنحضرت ﷺ ان میں سے کسی ایک کو بھی طلاق دیتے تو ان کے وارثوں، قبیلوں اور عزیزوں سے تعلقات بگڑتے یا مستحکم ہوتے؟ اس سے اسلام کی نشرواشاعت میں لازماً منفی اثرات مرتب ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ سرکار رسالت مآب ﷺ نے اپنی ازواج کے تقدس اور مندرجہ بالا وجوہات و مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے ان محترم خواتین کو چار کی اجازت کے بعد بھی اپنے سے علیحدہ نہ کیا۔ یہاں ایک اور بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ازواج کی تعداد کا حکم امت سے خاص ہے۔ نبی ﷺ اپنی نبوی حیثیت میں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ ﷺ کے لیے رات کو کھڑے ہونے کا حکم خاص تھا۔ امت اس سے اس طرح مستثنیٰ ہے۔ کہ کر سکتے تو کرے اور اگر تکلیف میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔ تو نہ کرے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ان محترم خواتین کو اپنے سے علیحدہ نہ کیا اور آپ کے وصال کے بعد ان عظیم خواتین نے نبی ﷺ سے اپنے رشتہ کو قائم رکھا اور اسی حیثیت سے اس دنیا سے تشریف لے گئیں۔ رضی اللہ عنہن ورضن عنہ۔ (اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہوں۔)





خط تہجید
بصورت روحیہ مبارک
بجائے گوہر ہضم

روح القدس صید و حیات لکھنؤ

☆ حُبِ مُحَمَّدٍ ﷺ شَرْطُ اِيْمَانِ

ایک پر خلوص اور سچے مسلمان کے لیے اللہ کی اطاعت کے بعد اطاعت محمدی بھی ایمان کا حصہ ہے۔ اطاعت محمدی ﷺ کی اطاعت کے ذیل میں آپ سے محبت کرنا اور آپ کے احکام کو بحیثیت امر و نہی کے قلبی محبت سے تسلیم کرنا ایک مومن کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ جس سے اعراض کرنے والا ایماندار نہیں ہو سکتا اور جسکی پابندی کرنے والا اَمَّنْ يَطَّعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (1) کی ابدی خوشخبری کا مخاطب ٹھہرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے دین نے حضور ﷺ کی محبت کو ایمان کا ضروری حصہ قرار دیا ہے۔

قرآن مجید نے اطاعت رسول ﷺ کے ضمن میں حب نبوی ﷺ کا ذکر کیا ہے اور آپ ﷺ کے فیصلوں کو بدل و جان تسلیم کرنا ایک مومن کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ آپ کے فیصلوں کے بارے میں شک و شبہ سے کام لینے والے کو ایمان سے محروم اور گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کی محبت کے حصول کا طریقہ آپ ﷺ کی اطاعت (اور محبت) قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ:

☆ یہ مضمون آستانہ عالیہ شرقیہ شریف ضلع شیخوپورہ کے ترجمان ماہنامہ ”نور اسلام“ لاہور میں شائع ہو چکا ہے۔

1- ترجمہ: جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

۱۔ النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (احزاب۔ ۶)
ترجمہ: نبی ﷺ مومنین کی جانوں سے بھی زیادہ ان (مومنین) کے قریب
ہیں اور (نبی کی) بیویاں ان (مومنین) کی مائیں ہیں۔

۲۔ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ
وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ
فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (التوبة۔ ۲۴)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ اگر تم کو اپنے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں
اور برادری اور وہ مال جو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے بند
ہونے سے تم ڈرتے ہو۔ اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو۔
اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اور جہاد کے مقابلے میں زیادہ
پیارے ہیں۔ تو تم انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ
نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

۳۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا (النساء۔ ۶۵)

ترجمہ: پس آپ کے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ
کو اپنے (آپس کے) جھگڑوں میں حاکم نہ بنائیں۔ پھر وہ آپ
کے فیصلے سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی (یا ناراضگی) نہ پائیں۔ اور
آپ کی پوری پوری (بسر و چشم) تابعداری کریں۔

۴۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ
يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ

ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (الاحزاب - ۳۶)

ترجمہ: اور کسی مومن اور مومنہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو وہ اس (فیصلہ) میں کوئی چون و چرا کریں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول (کے احکام) کی نافرمانی کرتا ہے۔ تو وہ صریح گمراہی میں ہے۔

۵۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

(آل عمران - ۳۱)

ترجمہ: اے رسول اللہ ﷺ آپ ان لوگوں سے فرمادیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔ تو میری اتباع (مُحِبَّتَانَه تَابِعْدَارِي) کرو۔ اللہ تم سے محبت کریگا۔

غرضیکہ قرآن نے جگہ جگہ ”صاحب قرآن“ کی مُحِبَّتَانَه اطاعت کو لازم قرار دیا ہے۔ اور یہ آپ سے محبت کی تاکید کا تقاضا ہی ہے کہ قرآن لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (۱) کا حکم دے رہا ہے۔ یا یہ حکم بھی آپ کی مُحِبَّتَانَه اطاعت کے ضمن میں ہی ہے۔ ”کہ نبی کو حجرے کے باہر سے آواز بھی نہ دو“ (کہ یہ آداب محبت کے خلاف ہے) بلکہ آپ کے باہر آنے کا انتظار کیا کرو“ کہ یہ آداب رسالت کے عین مطابق ہے۔ کہیں آپ سے فضول سوالات کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ کہ یہ بھی آداب محبت و اطاعت کے موافق نہیں۔ یہ بھی بتا دیا گیا کہ مُحِبَّتَانَه آداب سے ذرا سا انحراف کہیں دوسروں کے لیے بھی باعث مشقت نہ بن جائے۔ یعنی تمہارے بے مقصد سوالات کے جوابات میں پیغمبر کی زبان سے نکلا ہوا جواب کہیں تمہارے لیے حکم یا فرض نہ قرار پا جائے۔

قرآن مجید کے اسی قسم کے سارے کلام کو احادیث کے ذریعے موکد

1۔ ترجمہ: نبی (ﷺ) کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔

کیا گیا ہے۔ اس بارے میں آنحضرت ﷺ کے صریح ارشادات قرآن مجید کے اشاروں کو ”حب نبی ﷺ“ پر بدلیل تائیدی ثابت کر رہے ہیں۔ چند احادیث حاضر ہیں۔

☆ لایحب احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ
والناس اجمعین (صحیحین عن انس)

ترجمہ: کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ اسے رسول اللہ کے ساتھ اپنے ماں باپ اور اولاد اور باقی تمام اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔

☆ لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من اہلہ ومالہ
(صحیح ابن خزیمہ)

ترجمہ: کوئی مومن نہیں ہو سکتا تم میں سے، جب تک کہ میں اس کے اہل و عیال اور مال و دولت سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

☆ حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے وضو کیا تو آپ کے کچھ اصحاب آپ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ تو آپ نے پوچھا ”تمہارے اس کام کا محرک کیا ہے؟“ لوگوں نے کہا ”اللہ اور (اس کے) رسول ﷺ کی محبت“ آپ نے فرمایا!

”جن لوگوں کو اس بات کی خوشی ہو۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے

محبت کرتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ

(۱) جب بات کریں تو سچ بولیں

(۲) جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس کو (بہ حفاظت)

مالک کے حوالہ کریں

(۳) پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔“

ان احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے مقابلے میں ماں، باپ، بہن، بھائی، اولاد، رشتہ دار اور دوسرے تمام لوگوں کی ”محبت“ ایک مومن کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ حضور ﷺ کے اپنے ارشاد کے مطابق ”آپ سے محبت کرنے کا مطلب معاشرتی برائیوں سے رکننا اور حقوق العباد کا پورا کرنا ہے۔“ فاتبعونی سے قرآن نے واضح اعلان کر دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا واحد ذریعہ حضور سرور کائنات ﷺ کی محبتانہ اور پر خلوص اطاعت ہے۔ مال و زر اور خلاصہ موجودات کی محبت ایک دل میں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتی۔ اس لیے فرما دیا گیا ہے کہ میری محبت کا مقصد فقر و فاقہ کے ساتھ رشتہ جوڑنا ہے۔ اس بات کو ان الفاظ کے ساتھ موکد کیا الفقر فخری⁽¹⁾ (فقر میرا فخر ہے) یہی آپ کا شعار تھا۔

ایک غزوہ (غالباً غزوہ احد) سے غازی مسلمان واپس آئے تو مدینہ سے باہر قبیلہ بنی دینار کی ایک صحابیہ مسلمانوں کی منتظر تھیں۔ مسلمان ملے تو پوچھا کہ ”حضور اکرم ﷺ کا کیا حال ہے؟“ لوگوں نے بتایا کہ حضور ﷺ تو بخیریت ہیں۔ البتہ آپ کا خاوند شہید ہو گیا ہے۔ ”دوسرا گروہ آتا نظر آیا۔ تو آگے بڑھ کر پوچھا ”میرے آقا سرور کائنات ﷺ کس حال

1- فقر سے مراد مال و دولت یا متاع دنیا سے محرومی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد دنیا و متاع دنیا کو دل سے نکالنا ہے اور ہر اچھی بری حالت میں اللہ سے رجوع رکھنا ہے چنانچہ فقر کے ف سے مراد کم کھانا (فاقہ کرنا) ق سے مراد قناعت کرنا (جو مل جائے اس پر شکر کیا جائے اور جو نہ مل سکے اس پر صبر کر کے خاموش بیٹھا جائے) اور ر سے مراد ہے اللہ کی رضا کا ہر حال میں طالب رہنا۔ یہ تینوں صفات اس فقر سے بالکل مختلف ہیں جس فقر کا تصور ہمارے ذہنوں میں موجود ہے۔ یعنی بھیک مانگنا، در یوزہ گری کرنا وغیرہ۔

میں ہیں؟“ لوگوں نے بتایا کہ ”حضور خیریت سے ہیں۔ ہاں! آپ کا بھائی شہید ہو گیا ہے۔“ ایک اور گروہ آتا نظر آیا تو بے تاب سے آگے ہو کر پوچھا ”محمد رسول اللہ ﷺ کی خیریت بتاؤ“ لوگوں نے بتایا۔ آپ بالکل خیریت سے ہیں لیکن آپ کے دونوں بیٹے شہید ہو گئے ہیں۔“ اس پر اس خاتون نے الحمد للہ کہا اور اس وقت تک مدینہ کے باہر کھڑی رہیں جب تک حضور ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اطمینان نہ کر لیا اور کہا کل مصیبة بعدک جلیل (آپ ﷺ کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے) آخر میں ان خیالات کا اظہار کرتی ہوئی مدینہ کو رخصت ہو گئیں۔ عربی اشعار کا ترجمہ:

”اپنے آقا و مولا محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں تمام رشتے ہیچ ہیں۔ میرے اور بھی عزیز رشتہ دار ہوتے تو میں انہیں بھی محمد ﷺ پر قربان کر دیتی اور آپ کی خیریت کی خبر سنتی۔ پھر بھی یہ بڑا آسان کام تھا۔“

حضور اکرم ﷺ سے محبت کا ایسا جذبہ کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔⁽¹⁾

غزوة العسرة (غزوہ تبوک) کے لیے تیاری ہو رہی ہے۔ مسلمانوں میں پیغام نبوی ﷺ پہنچا دیا گیا ہے کہ جان اور مال سے جہاد میں حصہ لینے والے حرکت میں آجائیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کو پہلے ہی یہ رشک ہے کہ ابا بکر صدیقؓ نیکی (خیرات و انفاق فی سبیل اللہ) کے معاملے میں ہمیشہ مجھ سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ آج وہ آگے نہ بڑھ سکیں گے، گھر گئے، گھر میں موجود تمام مال و اسباب آدھا آدھا کیا۔ آدھا گھر والوں کے لیے چھوڑا اور آدھا غزوہ میں مالی حصہ کے طور پر لے کر حاضر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا ”عمر! گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑ آئے ہو؟“ عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ!

1- کل مصیبة بعدک جلیل کے الفاظ سے دو مزید صحابیات کے پُر عقیدت تاثرات بھی نقل ہوئے ہیں۔ دیکھئے سیرت کی ضخیم کتاب ضیاء النبی ﷺ، جلد سوم، ص ۵۴۱-۵۴۰

آدھا مال و اسباب گھر میں چھوڑ آیا ہوں اور آدھا آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا ہے۔“ تھوڑی دیر میں صدیق اکبرؓ تشریف لے آئے۔ فخر کائنات ﷺ نے ان سے پوچھا ”ابوبکر! گھر میں کچھ چھوڑا ہے؟“ صدیق اکبر نے عرض کیا۔ سرکار! جو کچھ گھر میں موجود تھا سب کچھ لے کر حاضر ہو گیا ہوں۔ باقی گھر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت چھوڑ آیا ہوں۔“ علامہ اقبال نے صدیق اکبرؓ کے اس خیال کو یوں بیان کیا ہے۔

ع پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس

صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

حضرت اولیس قرنیؓ ”مشہور صحابی“ بعض علماء کے نزدیک تابعی ،

اپنی ضعیف والدہ کی خدمت کے پیش نظر تمام عمر دربار رسولؐ میں حاضر نہ ہو سکے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ سے محبت کا یہ عالم کہ جب آپ کو خبر ہوئی کہ غزوہ احد میں سرکار دو عالم ﷺ کے دو دانت مبارک شہید ہو گئے ہیں تو آپ نے زنبور لے کر ایک ایک کر کے اپنے تمام دانت نکال دیئے کہ حضور ﷺ کے دو دانت نہیں رہے تو اولیس قرنیؓ کو کیا حق حاصل ہے کہ اس کے منہ میں پورے دانت رہیں۔ پہلے دو دانت نکالے پھر اسی شک میں دو دو کر کے باقی بھی نکال دیئے کہ شاید یہ دانت نہ ہوں دوسرے دو دانت ہوں۔ محبوب نے بھی محبت کو بھلایا نہیں اور اپنا عمامہ (جبہ کی روایت بھی ہے) اولیس قرنیؓ کو پہنچانے کی وصیت کی ساتھ ہی امت محمدیؐ کی بخشش کے لیے دعا کرنے کی بھی درخواست کی۔ عہد واہ کیا شان عاشقوں کی ہے!

حضرت خبیبؓ حضور ﷺ کے مشہور صحابی ہیں۔ اسلام کے ابتدائی

دور میں جب کفر طاقتور اور دین الہی اپنی اشاعت کی ابتدائی منزل پر تھا۔ ان کو کافر پکڑ کے لے گئے اور اتنا مارا کہ سارا جسم لہو لہان ہو گیا۔ فیصلہ کیا گیا کہ یہ اسلام کو نہیں چھوڑیں گے لہذا ان کو پھانسی دے دی جائے۔ پھانسی کے

انتظامات مکمل ہو گئے آپ کو پھندے کے سامنے کھڑا کر دیا گیا ایسے نازک وقت میں جب موت کے خوف سے انسان حوصلہ چھوڑ دیتا ہے۔ حضرت خبیبؓ سے کہا گیا ”اے خبیب! یوں موت کو سامنے دیکھ کر اب تو تم کہتے ہو گے کاش محمد ﷺ کو پھانسی لگا دیا جائے اور میری جان بچ جائے” محبت رسول ﷺ کا جواب سینے اور سر دھنیے۔ فرمایا ”بخدا مجھے تو بھی گوارا نہیں کہ میری جان بچ جائے اور حبیب خدا ﷺ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔“ یہ کہا پھندہ گلے میں ڈالا اور ہنسی خوشی اپنے آپ کو محبت نبی ﷺ پر قربان کر دیا۔ جبکہ کفار کی طرف سے آخری پیش کش یہ بھی کی گئی تھی کہ چلو تم محمد ﷺ کو گالیاں ہی دے دو تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ ”آپ نے دشمنوں کی اس پیشکش کو بھی پایہ حقارت سے ٹھکرا دیا اور جان کے بدلے میں بھی اپنے محبوب ہادی ﷺ کے خلاف زبان کو حرکت دینا گوارا نہ کیا اور

غلامی رسولؐ میں موت بھی قبول ہے

جو ہونہ حب مصطفیٰؐ تو زندگی فضول ہے

کو عملی طور پر ثابت کر کے دکھا دیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب آپ صحابہ کے روزینے مقرر کرنے لگے تو اپنے صاحبزادے (حضرت عبداللہ بن عمر) کا وظیفہ سالانہ تین ہزار درہم مقرر فرمایا اور اسامہؓ بن زید کا تین ہزار پانچ سو درہم سالانہ مقرر کیا۔ عبداللہ نے اعتراض کیا ”اسامہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے وہ تو کسی غزوہ میں بھی میری طرح حاضر نہیں رہا۔“ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو جواب دیا:

”اس کا باپ تیرے باپ سے زیادہ اور وہ خود تجھ سے زیادہ

رسول اللہ ﷺ کو پیارے تھے۔ اسی لیے میں نے اپنے

پیارے بیٹے پر نبی ﷺ کے پیارے کو ترجیح دی ہے۔“

حب نبیؐ کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اما میں شہیدین حسنین علیہما السلام اور ان کے ابویں طیبین (حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ) کی محبت عین محبت النبیؐ ہے اہل بیت اطہار کے علاوہ ازواج النبیؐ، آپ ﷺ کے دوسرے بزرگ اور پیارے عزیزوں سے محبت بھی ”حب النبیؐ“ کا تقاضا ہے۔ ان کے فضائل یاد رکھنا بیان کرنا اور ان کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا عین محبت نبویؐ ہے۔ مزید برآں! مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے، جن کے اوصاف قرآن مجید و احادیث مبارکہ میں بہ کثرت موجود ہیں محبت رکھنا ان کی اتباع کرنا اور متابعت سنت خلفاء کا اہتمام کرنا بھی عین محبت النبیؐ ہے۔ آں حضرت ﷺ کی سنت پر عمل کرنا، نمازوں کی سنتوں کا اہتمام کرنا، آپ پر درود شریف پڑھنا بھی نبی علیہ السلام سے محبت کا تقاضا ہے۔ زبان کو فواحش اور برائیوں سے پاک رکھنا، اعمال کو شک اور تساہل سے بچانا، عقائد کو شیطانی آلائشوں سے محفوظ رکھنا، حلال رزق کو مشکوک سے بچانا، آپ ﷺ کے ارشادات کو بلغوا عنی ولوایة⁽¹⁾ کے تحت آگے پہنچانا بھی محبت رسول ﷺ کا تقاضا ہے۔ یہ وہ تقاضے ہیں جن سے انحراف کرنے والا محبت النبیؐ کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

جب تک تیرے حبیب سے وابستگی نہیں ہے نام زندگی کا مگر زندگی نہیں یہاں ایک اور لطیف سا علمی نکتہ بیان کرنا فائدہ مند ہوگا کہ ہم محبت کی بجائے لفظ ”عشق“ سے زیادہ مانوس ہیں۔ اقبالؒ بھی حب النبیؐ کی بجائے قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دھر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے کا دعویٰ ہے۔ لیکن قرآن و حدیث کے غواص یہ بات بخوبی جانتے ہیں۔

1- ترجمہ: مجھ سے (لے کر) آگے تبلیغ کرو خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

کہ ہر دو کلام پاک (قرآن و حدیث) میں عشق کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے۔ بلکہ صاحب قاموس کے نزدیک تو ”جنون“ کی بہت سی اقسام میں سے عشق بھی ایک قسم ہے۔ پس جب عشق کے معنی ”قسمے از جنون“ ہوئے تو ضروری تھا کہ خدا اور اسکے رسول کے کلام میں یہ لفظ استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا۔ بیشک قرآن کریم اور حدیث شریف میں لفظ محبت بکثرت استعمال ہوا ہے۔ جو اس کا ثبوت ہے کہ محبت ہی صفت کمال انسانی ہے۔

محبت اور عشق میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات علیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایان شان ہو۔ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب محبوب ہی ہے خواہ اس کا کوئی محبت نہ بھی ہو۔ مگر معشوق کے لیے عاشق کا ہونا ضروری ہے۔ مشہور مثل ”لیلیٰ راہ چشم مجنون باید دید“⁽¹⁾ میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع و دائمی ہوگا۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ⁽²⁾ میں یہی حقیقت بیان ہوئی ہے۔ محبت محبوب کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ المرء مع من احب (ہر شخص کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے) میں یہی بات کہی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے محبت صادق ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم من احب شیئاً اکثر ذکرہ (جس کو جو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اکثر اس کا ذکر کیا کرتا ہے) کے مطابق اپنے محبوب ہادی و رہبر ﷺ کا وہ ذکر کثرت سے کریں جسے قرآن نے وَرَفَعْنَا لَكَ

1- ترجمہ: لیلیٰ کو مجنوں کے دیکھنے والی آنکھ درکار ہوتی ہے۔

2- اور جو ایمان والے اللہ کی محبت میں شدید ہوتے ہیں۔

ذِکْرُک (سورۃ النّسّاح-۴) کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ غرضیکہ وفاداری بشرط استواری اور حب محبوبیت بشرط محبت بقول اقبالؒ۔

کی محمّدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہ سے محبت کا اجر و ثواب، جس کا اعلان الفاظ اقبالؒ میں اللہ رب العزت محبت حقیقی نے اپنے محبوب حقیقی محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والوں کے لیے کیا ہے۔ واللہ اعلم

مولانا ظفر علی خان حب النبی ﷺ کا بیان ان الفاظ میں کر

رہے ہیں۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی

مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی حرمت پر

خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ان سب معروضات کے بعد آئیے اب اس شاعرانہ دعوت پر کان

دھریں۔

آؤ مل کے سب بنیں شاہ مدینہ کے محبت

کہ بعد اس کے یہ موقع کبھی ملے نہ ملے

صلی اللہ تعالیٰ علی رسول خیر خلقہ محمد والہ
واصحابہ اجمعین





خط شبیه
(بصورت پھول بجگہ گوہر قلم)

وَلَيْفَ تَأْكُرُ مُؤْتَىٰ بَالَيْتٍ يُرْتَدُّ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ
تَدْعُوا وَأَنْتُمْ عَلِيمُونَ ۝ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ
فَرَقْنَا لَهُمُ الْخُوفَ رِجْسًا أَنَا

☆ حقوق النبی ﷺ علی الامہ

نبی و رسول مخلوق میں سب سے برگزیدہ ترین مخلوق اور محترم ترین ہستی ہوتی ہے۔ نبی و رسول کا احترام و اکرام عام لوگوں، امتیوں اور دور و نزدیک کے انسانوں پر فرض ہے۔ نبی و رسول کا اکرام سعادت مندی اور فوز و فلاح کی ضمانت ہے اور نبی و رسول کے حکم سے سرتابی، ان کی عزت و وقار میں کمی کے امور کا ارتکاب بدبختی اور شقاوت پہ منجھتا ہوتا ہے اجر جس کا صرف اور صرف اللہ اور اس کی رسول کی ناراضگی اور غضب و تعذیب ہے۔

بقول شیخ سعدی شیرازی

خلاف پیغمبر کے راگزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
 مپندار سعدی کہ رہ صفا تو آں رفت جز در پے مصطفیٰ
 (ترجمہ: جو شخص پیغمبر علیہ الصلوٰت والسلام کے سواراہ اختیار کرے گا وہ ہرگز منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا اور پیغمبر کے نقش قدم کے سوا صحیح راستہ تو مل ہی نہیں سکتا)

یہ مقالہ ماہنامہ ”ضیائے حرم“ لاہور میں شائع ہو چکا ہے۔ جو حضرت پیر محمد کرم شاہ
 الازہری (مرحوم) کا جاری کردہ ہے۔ اور آستانہ عالیہ (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ) بھیرہ
 شریف ضلع سرگودھا کا ترجمان ہے۔

کل انبیاء و رسل بلا امتیاز اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ ان میں نہ کوئی تنقیص ہے نہ عیب، نہ ان سے کوئی خطا ہے نہ گناہ، نہ ان میں کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا، نبی نبی ہے۔ اور بس۔ قرآن کریم میں اگر ان مقدس ہستیوں کے بارے میں کوئی ایسی گفتگو ہے تو وہ ہماری رہنمائی و عبرت کے لیے ہے۔ انبیاء کرام و رسولان عظام ہر حالت میں مرتبہ بزرگی پر فائز ہیں اور ان کا اعزاز و اکرام ہر حالت میں ہم پہ واجب و فرض ہے اور ان کے حقوق پورے کرنے لازمی و لا بد ہیں۔ جن سے اعراض نہیں کیا جاسکتا۔

موجودہ مقالہ میں بالعموم ”حقوق النبی علی الامہ“ کا تذکرہ ہے اور بالخصوص ”حقوق محمد رسول اللہ علی المسلمین والمؤمنین“ کا ذکر ہے۔ چونکہ قرآن مجید میں دوسرے انبیاء کا ذکر خیر امت محمدیہ علیہ السلام کی ہدایت، موعظت اور رہنمائی کے لیے کیا گیا ہے۔ لازم ہے کہ انبیائے ماسبق کے قرآن و حدیث میں ان کی امتوں کے حوالے سے جو حقوق ذکر کیے گئے ہیں ترجیحاً وہی حقوق حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے امت محمدیہ ﷺ پر بھی ہوں۔ ویسے بھی جہاں حضور اکرم ﷺ کو کل مرسلین ماسبق کے اوصاف و خصائص کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے۔⁽¹⁾ وہاں ان انبیاء کے انفرادی حقوق بھی آپ کے حوالے سے مجموعی طور پر مسلمانوں پر لازم ہیں۔ ان حقوق کا پورا کرنا اعتقادی اور عملی دونوں جہتوں سے بحیثیت امتی ہم پر فرض ہے جن کی یقیناً مسئولیت بھی ہوگی۔ اور عذاب و عقاب اور جزا و ثواب بھی۔ رسالت مآب ﷺ کے اپنی امت پر دو طرح کے حقوق واجب ہیں ایک تو نبی اور شارع کی حیثیت سے حقوق اور دوسرے دنیاوی زندگی میں

1- حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (سعدی شیرازی)

رہنما، ہادی، رہبر اور سید و آقا کی حیثیت سے حقوق۔

یہ دونوں قسم کے حقوق قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور ان کی با حسن ادائیگی امت پر فرض اور لازمی ہے حقوق کی دونوں قسموں میں سے کسی ایک قسم کے کسی بھی حق کی ادائیگی اور دوسرے سے چشم پوشی چھٹکارے کی علامت نہیں بلکہ یہ روگردانی ہے۔ جو خسارے کا باعث ہے۔ آئیے ذیل میں مذکور دونوں قسم کے حقوق پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ نبی و رسول کی حیثیت میں رسول آخریں ﷺ کے حقوق کا ذکر قرآن فرقان میں اسطرح کیا گیا ہے۔

• وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا
وَاتَّقُوا اللَّهَ (سورة الاحشر - ۷)

(ترجمہ: اور جو کچھ (امرو نہی) تمہیں رسول ﷺ دے پس اسے لے لو اور جس سے تم کو (رسول ﷺ) منع کریں پس اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔)

دوسری قسم کے حقوق کی ادائیگی کا حکم قرآن کریم و فرقان عظیم نے ان الفاظ میں دیا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن
كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ (سورة الاحزاب - ۲۱)

(ترجمہ: بیشک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے یہ نمونہ اس کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے۔)

یہاں متشکلین کی طرف سے ایک سوال وارد ہوتا ہے جو بظاہر بڑا اہم، بڑا ضروری اور گہرے غور و تدبر کا متقاضی ہے لیکن کلام اللہ کے مطالعہ سے ہی متشکلین کے اعتراض کا رد ہو جاتا ہے اور سوال کا سطحی اور غیر اہم ہونا

بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ حضرات پوچھتے ہیں کہ نبی و رسول اللہ کا فرستادہ ہے نبی و رسول اللہ کا خاص الخاص نمائندہ ہے نبی و رسول اللہ کا عظیم بندہ و نائب ہے۔ مگر کیا یہ ضروری ہے کہ محولہ بالا دو آیات قرآنی سے ہم صرف رسول ﷺ کی اتباع کریں جبکہ ہمیں کتاب الہی کافی ہے۔^(۱) وہ کتاب الہی جس کی پیروی کا محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی حکم دیا گیا ہے۔ تو کیوں نہ ہم اسکی پیروی کریں جسکی پیروی خود رسول خود بھی کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس اشکال کو یہ کہہ کر سہل کر دیا کہ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورة النجم - ۳-۴)
(ترجمہ: اور وہ (یعنی رسول ﷺ) اپنی مرضی سے کچھ نہیں بولتا مگر جو کچھ (بھی) کہتا ہے وحی (الہی) کے تحت کہتا ہے۔)

اس آیہ مبارکہ کے حوالہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امر و نہی ان کا ذاتی فعل نہیں بلکہ آپ کا امر بھی وحی الہی کے تابع ہے اور نہی بھی۔ لہذا آپ کی طرف سے ہر قسم کا امر و نہی دراصل احکامات الہی کی تعمیل و اشاعت ہے۔ قرآن مجید نے نبی کریم ﷺ کی اس حیثیت کی وضاحت میں یہ بھی فرما دیا ہے۔

1- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورة النساء - ۶۴)
(ترجمہ: اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر یہ کہ اللہ کی اجازت سے اسکی اطاعت کی جائے۔)

2- مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (سورة النساء - ۸۰)
(ترجمہ: جس نے حکم مانا رسول ﷺ کا (درحقیقت) اس نے حکم مانا اللہ کا۔)

پہلی آیہ مبارکہ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ پاک کی اجازت سے حضور

1- یہ سوال بالعموم اہل قرآن کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے۔

ﷺ کی اطاعت و اتباع فرض اور دوسری آیہ مبارکہ سے یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی اطاعت میں ہی اللہ کی اطاعت ہے۔ اللہ نے اپنا حکم پہلے ہی نافذ فرما دیا ہے۔ کہ ”رسول ﷺ کا دینا لے لو اور اس کا منع کرنا، منع ہو جاؤ۔“ اللہ کے حکم سے حضور کی امر و نہی کی تعمیل ہمارے لیے اللہ کی اطاعت، اطاعت و پیروی کا ثبوت ہے اور رسول کی زندگی کو نمونہ عمل بنانا بھی خدا کے حکم سے ثابت ہے۔ اس طرح معترضین کا سوال بے حیثیت ہو گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضور سرور عالم ﷺ تک جتنے بھی انبیاء و رسل مبعوث ہوئے وہ مکمل طور پر بشری حالت میں تھے اور کفار کو ان کی بشریت پر اعتراض بھی تھا۔⁽¹⁾ لہذا جب بھی اور جہاں کہیں بھی ”انسانی حقوق“ کا تذکرہ کیا جائیگا تو انبیاء کا ذکر سب سے مقدم ہوگا کہ انبیاء بیشک اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ و پسندیدہ نفوس تھے۔ اور ان کا اس دنیائے آب و گل میں آنا انسانی قالب میں تھا۔ لیکن ان مقدس ہستیوں کی بشریت اور عام لوگوں کی بشریت میں کوئی نسبت، کوئی تشابہ اور کوئی تمثیل ممکن نہیں۔ پھر بھی اصطلاحی لفظوں میں ان مکرم ہستیوں کو بشر ہی کہا جائیگا۔ ورنہ درحقیقت معاملہ تو یہ ہے کہ اللہ ہی جانے کون بشر ہے⁽²⁾

اس گفتگو کی روشنی میں اب یہ حتمی بات کہنا ممکن ہے کہ بحیثیت

- 1- سورة مومنون ۳۳-۳۳، سورة انبیاء - ۷، سورة یوسف - ۱۰۹، سورة الفرقان - ۷
 - 2- ایک گروہ مسلمین کے نزدیک حضور اکرم ﷺ ”نور“ ہیں۔ یعنی نور الہی کی جھلک ہیں۔ اللہ کے ابدی نور کا پرتو ہیں۔ اس مسلک کے پاس یہ قرآنی دلیل ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (سورة المائدہ - ۱۵) ترجمہ: بے شک تمہاری طرف آ گیا ایک نور اور واضح کتاب۔ متعدد قدیم و جدید قرآنی تفسیروں میں ”نور“ سے مراد محمد رسول اللہ ہیں۔ اور بے شمار مسلمان علماء نے بھی مفسرین کے اس معنی و مفہوم کی تائید کی ہے۔ کیونکہ مسئلہ نور و بشریہاں پر متنازعہ ہو گیا ہے۔ لہذا یہ فیصلہ دے دیا گیا ہے۔
- ”اللہ ہی جانے کون بشر ہے“

انسان انبیاء کے اپنی امتوں پر خصوصی حقوق ہیں۔ اور انبیاء کرام کے حقوق میں سے ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حقوق تمام مقدسین کے حقوق سے مقدم ہیں اسلیے کہ حفظ مراتب کے اعتبار سے انبیاء کا مقام انسانوں میں سب سے بلند اور وجہ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ گروہ انبیاء و مرسلین میں سب سے بلندتر اور ”بعد از خدا“ ہے۔ اگرچہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو دوسرے مبعوثین پر فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے۔ (حدیث آگے آرہی ہے) مگر قرآن و حدیث کے واضح دلائل سے آپ کا سید المرسلین اور امام الانبیاء ہونا ثابت ہے۔ بہر حال! آئیے دیکھیں کہ نبی کریم ﷺ کے کیا کیا حقوق مسلمانوں پر ثابت ہیں اور غور کریں کہ ہم کہاں تک ان حقوق کی ادائیگی کر کے اپنے مخلص امتی اور محبت ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کی فرمانبرداری

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران - ۳۱)

(ترجمہ: اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ (لوگو) اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخشش دے گا۔)

سرکار مدینہ ﷺ کا ارشاد ہے (بروایت حضرت انسؓ):

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں“ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

پھر فرمایا کہ:

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک خود اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کو میں محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (۱)

حضور ﷺ کا یہ حق ثابت ہوا کہ آپ کے لیے افراد امت کے دلوں میں محبت کی کمی بیشی ایمان کی کمی بیشی کو مستلزم ہے۔ لہذا ہر موقع و مقام پر آپ سے انتہائی محبت و عقیدت اور آپ کے حکم پر اپنے مفادات و خواہشات وغیرہ کی قربانی ہمارے اعتقاد و عمل کا خاصہ ہونا چاہیے۔

اطاعت و تسلیمات:

ارشاد خداوندی فی القرآن یوں ہے:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران-۳۲)

ترجمہ: (اے رسول آپ یہ) فرمادیں کہ اللہ اور (اس کے) رسول کی اطاعت کیا کرو پھر اگر وہ لوگ (تم سے) اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ ”جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے خدا کی نافرمانی کی (بخاری باب اطاعت الامیر)

حکم الہی کی اطاعت:

پروردگار عالم کا فرمان ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد-۳۳)

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور (اے مسلمانو)

1- مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ نشر الطیب فی ذکر نبی الحبيب فصل پینتیسویں ص ۲۷۸

اپنے اعمال کو (نافرمانی کر کے) باطل (یعنی ضائع) نہ کرو۔
 پروردگار عالم کا ایک اور جگہ فرمانِ ذی شان ہے:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
 وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء-۵۹)

(ترجمہ) اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور رسول ﷺ کی اور
 تم میں سے جو (تمہارا) صاحب امر (یعنی حاکم صالح) ہو۔
 رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا ”میں تم میں
 دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو گمراہ نہ
 ہو گے۔ وہ ہیں کتاب اللہ اور میری سنت“ (بخاری) بعض جگہوں پہ کتاب اللہ
 اور میری سنت کی بجائے کتاب اللہ اور میری عمرت (عترتی) کے الفاظ
 آئے ہیں۔^(۱)

بیعت:

ارشاد ربانی ہے ”بے شک وہ لوگ جو (صلح حدیبیہ کے وقت)
 آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں“ (الفتح-۱۰)
 پھر ارشاد ربانی ہے ”بے شک اللہ ان مسلمانوں سے خوش ہو گیا
 جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔“ (الفتح-۱۹)
 رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں متعدد مرتبہ بیعت لی مثلاً
 بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ، بیعت مقام حدیبیہ اور بیعت فتح مکہ وغیرہ۔

عدم مخالفت:

قرآن مجید میں ارشاد ہے ”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی
 مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں“ (المجادلہ-۵)

1- دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ صحیح مسلم و ترمذی

پھر ارشاد ہوا ” اور جو کوئی مخالفت کرے رسول ﷺ کی جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور (وہ) چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم چلائینگے اسکو اسی راہ پر جو اس نے اختیار کی (یعنی مخالفت کی راہ) اور ڈالیں گے اسکو دوزخ میں“ (النساء- ۱۱۵)

پھر فرمایا گیا ” اور جس نے اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلے سے روگردانی کی پس وہ بے راہ ہو کر کھلی گمراہی میں جاگرا۔ (الاحزاب- ۳۶)

آداب:

فرمان قرآن ہے:

1- ”اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ان کے ساتھ بہت زور سے بات کیا کرو جیسے کہ تم آپس میں کرتے ہو کہہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔“

(الحجرات- ۲)

2- ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے پیش قدمی نہ کرو (یعنی آگے نہ چلو نہ حدود احکام سے آگے نکلو) اور اللہ سے ڈرو۔“

(الحجرات- ۱)

3- ”اے نبی ﷺ جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں (اور) اگر وہ تمہارے (حجروں سے) باہر آنے تک (خاموش رہ کر) صبر کرتے تو انہی کے لیے بہتر تھا۔“ (الحجرات- ۴)

4- ”مومن تو اصل میں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دل سے مانیں اور جب کسی (اجتماعی) کام کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لیے بغیر نہ جائیں اور جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے ہیں۔“ (النور- ۶۲)

5- ”اے ایمان والو! نبی کے گھر میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو ہاں! اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ مگر جب کھانا کھا لو تو اٹھ جایا کرو باتیں کرنے میں نہ لگے رہا کرو تمہاری یہ حرکتیں نبی ﷺ کو تکلیف دیتی ہیں۔ مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے۔“ (الاحزاب-۵۳)

6- ”اے ایمان والو! اپنے درمیان تم رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھ بیٹھنا“ (النور-۶۳)

7- ”اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ ﷺ سے تخیلہ میں بات کرو تو بات کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دو۔“ (المجادلہ-۱۲)

8- ”اے اہل ایمان! نبی کو متوجہ کرنے کے لیے ”راعنا“ نہ کہا کرو بلکہ ”انظرنا“ کہا کرو اور توجہ سے بات کو سنا کرو۔ (البقرہ-۱۰۴)

9- ”اے اہل ایمان! اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد اس (کی تعمیل) سے سرتابی نہ کرو۔“ (انفال-۲۰)

اتباع سنت:

فرمان خداوندی ہے:

1- ”اے نبی ﷺ آپ لوگوں سے فرمادیں کہ تم اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری (سنت کی) پیروی کرو“ (آل عمران-۳۱)

2- پھر فرمایا ”اے مسلمانو! تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی (اعتقادی و عملی) زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔“ (الاحزاب-۲۱)

3- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری سنت پر جمے رہو اور میرے خلفاء راشدین ہدایت یافتگان کی سنت پر بھی (جمے رہو)“ (بخاری)

4- حجتہ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”میں تمہارے لیے وہ

چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جسے تم نے اگر مضبوطی سے تھامے رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (وہ چیز ہے) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کا طریقہ (کتاب اللہ وسنتہ رسول اللہ) (۱)

5- رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے ”جس نے میری سنت سے محبت کی تو بلاشبہ اس نے مجھ سے محبت کی“ (مسلم)

احترام ازواج مطہرات

پروردگار عالمین کا ارشاد بامراد ہے:

1- ”نبی ﷺ مومنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں

اور اس (نبی) کی بیویاں (ان) مومنین کی مائیں ہیں“ (الاحزاب)

2- ارشاد خداوندی ہے ”اے صاحبان ایمان! پیغمبر ﷺ کے گھر

(بلا اجازت) نہ جایا کرو مگر (ہاں) جب تمہیں کھانے کے لیے اجازت

دی جائے۔ (الاحزاب - ۵۳)

3- واقعہ ”افک“ کے ضمن میں زوجہ مطہرہ رسول اللہ ﷺ (حضرت عائشہ

صدیقہ) پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں فرمایا کہ لہ عذاب

الیم (اس کے لئے دردناک عذاب ہے)

4- نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ ”اے نبی کی بیویو! تم

عام عورتوں کی طرح نہیں ہو“ (الاحزاب - ۳۲)

اللہ پاک نے اسی بات کی وضاحت و صراحت میں فرمایا کہ ”اے

نبی کی بیویو! جو کوئی کر لائے تم میں سے کام کسی صریح بے حیائی کا تو اس کے

لیے (عام عورتوں سے) دوگنا عذاب ہے اور اللہ کے لیے (تمہیں یہ عذاب

دینا) آسان (سی) بات ہے“ (الاحزاب - ۳۰)

نبی کو ایذا دہی سے بچایا جائے:

رب کریم نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے:

- 1- وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو کسی طرح کی تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت دونوں میں خدا کی لعنت ہے“ (الاحزاب - ع ۷)
- 2- اے مسلمانو! ان لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے الزام تراشی کر کے حضرت (موسیٰ) کو ایذا دی تھی۔“ (الاحزاب ع ۹)
- 3- اور اے مسلمانو! تم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو (کسی طرح سے بھی) تکلیف دو اور نہ ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بھی نکاح کرو بیشک تمہاری یہ حرکت (اگر تم کرو گے) اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے“ (الاحزاب - ۵۳)

ممانعت استہزا:

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے!

- 1- آپ ان منافقین کو فرمادیں کہ اچھا تم استہزا کیے جاؤ“ (التوبہ - ع ۸)
- 2- سورۃ البقرہ میں منافقین کے مومنوں سے استہزا کا ذکر آیا ہے اور منافقین کے عمل استہزا کے جواب میں اللہ پاک کا دفاعی کلام آیا ہے۔ (آیات ۱۳ تا ۱۶)

حمایت و نصرت:

رسول اللہ ﷺ کی حمایت و نصرت اسلام کی حمایت و نصرت ہے اور اسلام کی حمایت و نصرت پیغام الہی کی نصرت و اعانت ہے اور اللہ کے دین کی نصرت و اعانت خدا تعالیٰ کی نصرت و حمایت ہے رسول اللہ ﷺ کی حمایت و نصرت کے باب میں قرآن کریم کا ارشاد بامراد ہے کہ:

- 1- مدینہ والوں اور اعراب (گرد و پیش کے دیہاتیوں) کو یہ زیبا نہ تھا کہ

وہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے زیادہ عزیز سمجھیں۔ (التوبہ۔ ع ۱۵)

2- (اے نبی ﷺ آپ) کہہ دیجئے کہ اے مسلمانو! اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا قبیلہ و کنبہ اور (وہ) مال جو تم نے کمائے ہیں اور (وہ) تجارت جس کا مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو اور (وہ) گھر جو تم پسند رکھتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور اس (اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ) کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (التوبہ۔ ع ۳)

دروود و سلام:

قرآن کریم میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے ”اللہ اور اس فرشتے نبی ﷺ پر درود و سلام (صلوٰۃ و سلام) بھیجتے ہیں تو اے مسلمانو! تم بھی پیغمبر ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہو۔ (الاحزاب ع ۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (بروایت حضرت انسؓ) ”جب کوئی مومن مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں فرماتا ہے۔ اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے۔“ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب بحوالہ نسائی)

ارشاد رسالت ﷺ ہے (بروایت ابن مسعودؓ) ”قیامت کے دن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ (شخص) ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو۔“ (ترمذی)

رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے (بروایت ابو ہریرہؓ) ”وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے“ (ترمذی)

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے (بروایت ابو طلحہ) ”کہ جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کہا کہ ”آپ کے رب کا ارشاد ہے کہ آپ پر جو شخص درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو شخص (آپ پر) سلام بھیجے گا (میں) اس پر دس سلام بھیجوں گا۔“ (نسائی و دارمی)

روضہ مبارک کی زیارت:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔“ (دارقطنی و بیہقی)

آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ”جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ مثل اس کے ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی“ (دارقطنی و طبرانی)

آپ ﷺ کا ہی ارشاد ہے ”جس نے مکہ میں حج کیا پھر میری مسجد میں میری زیارت کی اس کے لیے دو مقبول حج لکھے گئے (مسند الفردوس)

آپ ﷺ کی طرف سے تہدید وارد ہوئی ہے کہ ”جو خانہ کعبہ کا حج کرے اور میری قبر کی زیارت نہ کرے وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔“ (ترمذی)

افراط و تفریط کی ممانعت:

اس سلسلے میں سرکارِ مدینہ ﷺ کے چند ارشادات نورانی یہ ہیں فرمایا:

1- ”مجھے دوسرے نبیوں پر فضیلت نہ دو اگرچہ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا اور میں ہی پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں ہی لوگوں کی شفاعت کروں گا۔ اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت مقبول ہوگی۔“ (مسلم)

2- پھر فرمایا ”ایسا نہ ہو کہ میرے بعد میری قبر کو سجدہ گاہ بنا لو“ (ترمذی)

3- ”مجھ کو اتنا مت بڑھا دو جیسا کہ نصاریٰ نے (حضرت) عیسیٰ ابن مریم

(علیہ السلام) کو بڑھا دیا (کہ خواص الوہیت کو ان کے لیے ثابت کرنے لگے) میں تو اللہ کا بندہ ہوں۔ (مجھ میں الوہیت کی کوئی بات نہیں) سو تم (مجھ کو) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو“ (بخاری و مسلم بروایت حضرت عمر بن خطاب)

نسبت جھوٹ کی ممانعت:

اس سلسلے میں سرکار ختمی مرتبت ﷺ کا ایک تہدیدی ارشاد کافی و شافی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ”جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ کی تہمت لگائے تو اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں⁽¹⁾ بنا لینا چاہئے۔“ (ترمذی)

عدم تفرقہ:

• یہودی اکثر انبیا میں تفریق کیا کرتے تھے بعض کو مانتے بعض کا انکار کرتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کو ان کی حقیقی تقدیس نہ دیتے۔ قرآن پاک نے ان کی اس روش کی مذمت کی اور فرمایا:

”جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے

اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں

میں اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے

بعض کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ

ایسے لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے (ان) کافروں کے

لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (النساء۔ ۱۵۰)

عدم تفرقہ اور عدم تفاضل کی روش اختیار کرنے والوں کی قرآن مجید

میں اس طرح تحسین کی گئی ہے کہ

”اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور

1- ایک اور روایت میں دوزخ کی بجائے النار (آگ) کے الفاظ آئے ہیں۔

ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجھا تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ان کے اجر عطا فرمائے گا۔“
(سورۃ النساء - ۲۱ع)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ (اے مسلمانو!) ”تم مجھ کو موسیٰ“ پر ایسی فضیلت مت دو“ (جس میں ان کی بے ادبی کا شائبہ ہو) (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

تمام انبیاء پر یکساں ایمان:

قرآن کریم کے ارشادات کریمانہ ملاحظہ ہوں جن میں فرمایا گیا ہے۔

1- ”اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور

اس کتاب کے ساتھ جو اس نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی اور ان کتابوں کے ساتھ جو پہلے نازل ہو چکی ہیں اعتقاد رکھو اور جو شخص

اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز قیامت کا انکار کرے تو وہ شخص بہت بڑی گمراہی میں جا پڑا۔“ (النساء - ۲ع)

2- ”بے شک جو..... چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق

کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں، بعض کو نہیں..... پس یہ لوگ بچے کافر ہیں۔“ (الاحزاب - ۲ع)

3- ”ہم نے ایسے کافروں (جو بعض انبیاء پر ایمان لائیں اور بعض کا انکار

کریں) کے واسطے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (النساء - ۱۵ع)

4- ”کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس تعلیم پر جو ہماری طرف اتاری گئی

ہے اور اس پر جو ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اتاری گئی۔ اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی

طرف سے دی گئی تھی ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مطیع فرمان ہیں۔ (البقرہ ۱۳۶-۱۳۷)

اقتدا کا حق:

قرآن کریم کا ارشاد ہے: یہ حضرات انبیاء ایسے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی انہی کے طریق پر چلیے (انعام۔ ع۔ ۱۴)
پھر ارشاد ہوا:

”بیشک رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں (اے مسلمانو!) تمہارے لیے عمدہ نمونہ (برائے رہنمائی) موجود ہے“
(الاحزاب۔ ۲۱)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ ”حضور (کسانِ خُلُقُہُ الْقُرْآنِ) قرآن کریم کی عملی تصویر تھے“ لہذا ثابت ہوا کہ آپ کی پیروی قرآن کی پیروی ہے۔

متنازعہ امور میں فیصلہ کا حق:

- قرآن کریم نے اس سلسلے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ
- 1- ”پھر اگر کسی چیز میں (تم آپس میں) جھگڑ پڑو تو رجوع کرو اللہ کی طرف اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی طرف اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو۔“ (النساء۔ ۵۹)
 - 2- ”سو تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو ہی اپنے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں میں منصف مانیں اور پھر وہ آپ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور (آپ کے فیصلے کو) خوشی سے قبول کریں۔“ (النساء۔ ۶۵)
 - 3- ”اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کا یہ کام نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ان کے کسی کام میں) فیصلہ کر دے پھر وہ اس امر میں کچھ اختیار نہیں رکھتے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی سو

وہ بھٹک کر کھلی گمراہی میں جا پڑا۔“ (الاحزاب۔ ۳۶)

اللہ کے ہاں صرف رسول ﷺ کو شفیع بنانا چاہیے:

یہ ایک متنازعہ مسئلہ ہے کچھ حضرات کا خیال ہے کہ اللہ کے ہاں کوئی شفاعت نہیں ہو سکتی۔ کچھ کا خیال ہے کہ اجازت کے ساتھ ہو سکتی ہے اور کچھ کا خیال ہے کہ شفاعت کی اجازت تو ہو چکی ہے۔ لہذا قیامت کو شفاعت ہوگی اور ضرور ہوگی۔ اللہ کے نیک بندے گڑگڑا کر اور تضرع و زاری کے ساتھ اللہ کے رحم اور مغفرت کو پکاریں گے اور منصف حقیقی شفاعت کو قبول بھی فرمائیں گے آخر کار رب کریم کا جمال جلال پر اور رحمت غضب پر غالب آئیگی۔ آئیے قرآن کا فیصلہ سنیں۔

- 1- ”ایسا کون ہے جو سفارش کرے اس (اللہ) کے پاس مگر اس کی اجازت سے“ (البقرہ۔ ۲۵۵۔ آیۃ الکرسی)
- 2- ”اس روز شفاعت کا رگرنہ ہوگی الا یہ کہ کسی کو رحمان اسکی اجازت دے اور اسکی بات سننا پسند کرے۔“ (سورۃ طہ۔ ۱۰۸)
- 3- ”اور اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنا برا کیا تھا تیرے پاس آجاتے (جاؤک) پھر اللہ سے معافی کے طلبگار ہوتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کو بخشواتا (یعنی ان کے لیے معافی مانگتا) تو وہ البتہ اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔“ (النساء۔ ۶۴) (۱) (۲)
- 4- ”رسول اللہ ﷺ کی شفاعت منافقین کے باب میں مقبول نہیں۔ سورۃ توبہ۔ ۸۰ اور سورۃ منافقون۔ ۶ میں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔“

1- علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں ”کہ اب ضرور تھا کہ یہ لوگ رسول ﷺ کے ارشاد کو پہلے ہی دل و جان سے تسلیم کرتے اور اگر گناہ اور برا کرنے کے بعد بھی متنبہ ہو جاتے اور اللہ سے معافی چاہتے اور رسول ﷺ بھی ان کی معافی کی دعا کرتا تو پھر حق تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا۔“ (تفسیر عثمانی سپارہ پنجم سورۃ النساء آیہ ۶۴ ف ۴) (نمبر ۲ آگے)

5- ظالموں کے لیے نہ کسی کی شفاعت ہے اور نہ کسی کی شفاعت قابل قبول ہے قرآن کا اعلان ہے ”ظالموں کا (قیامت کے روز) نہ کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات (شفاعت) مانی جائے۔ (سورۃ المؤمن - ۱۸)

6- احادیث میں حضور نے روز قیامت کو انبیاء کے اور اپنے شفاعت کرنے کا متعدد بار ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر احسان نہ جتانا چاہیے:

خدا تعالیٰ نے اپنے آخری کلام مجید میں یہ بات صاف بالصراحت بیان کر دی ہے کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی کوشش و تبلیغ سے اسلام قبول کر لے اس کا اپنا فائدہ ہے اور جو انکار و جود پر اڑا رہے اس کا اپنا ہی نقصان ہے اسلام قبول کرنے والے کا نبی ﷺ پر نہ کوئی احسان ہے اور اسلام قبول نہ کرنے والے کے عمل سے نبی ﷺ کا کوئی نقصان بھی نہیں ہے چنانچہ

(باقی پچھلے صفحہ کا) 2- مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ اس قاعدے (کہ اللہ کی اجازت سے سفارش یا شفاعت ممکن ہے) کے تحت نبی ﷺ آخرت میں یقیناً شفاعت فرمائیں گے۔ مگر یہ شفاعت اللہ کے اذن سے ہوگی اور ان اہل ایمان کے حق میں ہوگی جو اپنی حدود تک نیک عمل کرنے کی کوشش کے باوجود کچھ گناہوں میں آلودہ ہو گئے ہوں جان بوجھ کر خیانتیں اور بدکاریاں کرنے والے اور کبھی خدا سے نہ ڈرنے والے لوگ حضور ﷺ کی شفاعت کے مستحق نہیں ہیں۔ چنانچہ حدیث میں خیانت کاروں کی شفاعت کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”قیامت کے روز یہ خائن لوگ اس حالت میں آئیں گے کہ ان کی گردن پر ان کی خیانت سے حاصل کیا ہوا مال لدا ہوگا۔ اور وہ مجھے پکاریں گے کہ یا رسول اللہ ﷺ! مگر میں جواب دوں گا۔ کہ میں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تجھ تک خدا کا پیغام پہنچا دیا تھا۔“ (مشکوٰۃ) (دیکھیے سیرت سرور عالم ص ۴۲۴ جلد اول)

اسی مضمون کو قرآن پاک میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔
 ”بعض (گنوار) تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ (ہم) مسلمان ہوئے
 تو (ان سے) کہ دے کہ مجھ پر احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا بلکہ اللہ
 (راہ ہدایت دکھانے پر) تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی راہ
 (دکھا) دی۔“ (سورۃ الحجرات - ۱۷)

رسول اللہ ﷺ سے ہر حالت میں راضی رہنا چاہیے:

- بعض کمزور ایمان اور متعدد منافق ذہن و گستاخ و ہن لوگ حضور ﷺ کے فیصلوں اور تقسیم پر راضی نہ ہوتے تھے اس سلسلے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے:
- 1- ”اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول ﷺ نے ان کو دیا اور (وہ) کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے۔ دے گا ہم کو اپنے فضل سے (اللہ) اور اس کا رسول اللہ ﷺ (اور) ہم کو تو (بس) اللہ کی ہی طرف رغبت ہے“ (سورۃ توبہ - ۵۹)
 - 2- ”قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے آگے تاکہ تم کو راضی کریں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر وہ ایمان رکھتے ہیں۔ (التوبہ - ۶۴)
 - 3- ”سو تیرے رب کی قسم وہ (لوگ) ہرگز مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ (تجھے) کو اپنے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں میں منصف مانیں اور پھر وہ اسکے فیصلے سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں (یعنی راضی ہو جائیں) (آپ کے فیصلے سے) اور آپ کو راضی کر لیں اور آپ کے فیصلے کو (خوشی سے قبول کریں۔“ (النساء - ۶۵)
 - 4- حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”جس نے (میرا فیصلہ، حکم اور تقسیم نہ مان کر) مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو

تکلیف دی قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑ لے“ (مشکوٰۃ المصابیح حصہ سوم بحوالہ ترمذی)

حضور ﷺ کے گھر والوں (اہل بیت) کو گناہوں سے پاک سمجھنا:

دور نبوت ﷺ میں منافقین، یہودی، مشرکین اور کمزور ایمان فاسقانہ پروپیگنڈہ کرتے اور حضور کی ازواج مطہرات، صاحبزادیوں، اولاد اور دوسرے عزیزوں کے سلسلے میں ہفتوات شیطانی سے آپ کا دل دکھاتے۔ قرآن کریم نے حضور ﷺ کے گھر والوں کے بارے میں یہ فیصلہ دیا۔

”بے شک اللہ چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے گندگی (گندی باتیں) دور کر دے اور تمہیں پاک و صاف کر دے“ (الاحزاب-۳۳) سورۃ نور (آیات ۱ تا ۱۶) میں ”واقعہ افک“ کے ضمن میں کفار و منافقین کی ہرزہ سرائی کا وحی الہی نے مکمل و مسکت جواب دیا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی برأت ظاہر کی اور ”قاذبین“ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جھوٹے قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے غیر ضروری سوالات نہ کرنے چاہئیں:

- یہ رسول اللہ ﷺ کی عزت و توقیر کا بھی تقاضا ہے اور سائل کے لیے مقام بچت بھی کہ وہ غیر ضروری سوالات سے پرہیز کرے۔ فرمایا گیا:
- 1- ”اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو (اگر) تم پر ظاہر کی جائیں تو تم کو بری لگیں۔ (سورۃ مائدہ-ع ۱۳)
 - 2- اے ایمان والو! جب بھی تم رسول اللہ ﷺ سے بات (سوال و جواب) کرو تو بات کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو“ (المجادلہ-۱۲)
 - 3- ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ”میرا کیا انجام ہوگا“ آپ ﷺ نے فرمایا:

نے فرمایا، ”جہنم“

4- ایک شخص نے آپ ﷺ سے استفسار کیا کہ ”میرا باپ کون ہے؟“ آپ نے جواب دیا کہ ”تو صداقہ کے نطفہ سے ہے یعنی حرامی اسلئے کہ اس کی ماں صداقہ کی بیوی نہ تھی۔ اس سوال و انکشاف پر یہ آیت اتری کہ ”اے مسلمانو! رسول اللہ ﷺ سے ایسی باتیں نہ کرو جس سے تمہارے عیب کھل جاویں (تفسیر احمدی مصنفہ ملا احمد جیون)

5- حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں پر حج فرض ہے ایک نے پوچھا ”کیا ہر سال فرض ہے“ حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس شخص کی بار بار کی تکرار پر آپ ﷺ نے فرمایا! ”اگر میں اس وقت ہاں کہ دیتا تو تم پر ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔“ (1)

6- حضور ﷺ نے کثرت سوال سے منع کرتے ہوئے فرمایا ”تم سوال نہ کیا کرو جب تک میں تمہیں از خود ارشاد نہ فرماؤں پس یہی وجہ ہے کہ تم سے پہلی امتیں کثرت سوال اور اختلاف کی وجہ سے تباہ ہوئیں سو جب تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تم اسے حتی المقدور پورا کرو اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روک دوں تو روک جاؤ۔ (صحیح مسلم جلد اول)

حضور ﷺ ختمی مرتبت، خاتم النبیین ہیں:

کیونکہ حضور ﷺ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ ہو گیا آپ پر دین الہی کی تکمیل ہو گئی آپ ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی ”وحی“ منقطع ہو گئی۔ لہذا رسالت محمدی ﷺ اور نبوت محمدی ﷺ پر مطلق ایمان کافی نہیں

1- ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا کہ ”اوروں پر ایک بار اور تجھ پر دوبار“ (مسلم) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ”اے مسلمانو! (بے کار) سوالات کر کے ایسی قیدیں مت لگواؤ جو تم کو بھاری پڑیں (بحوالہ شان حبیب الرحمن من آیات القرآن ص ۵۹)

جب تک کہ آپ ﷺ کو خاتم النبیین نہ مانا جائے۔ اور آپ کے بعد کل مدعیان نبوت و رسالت کی تکذیب و رد نہ کیا جائے۔ (2)

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ”حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ (صرف) اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور تمام انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے“ (الاحزاب۔ ۴۰) پھر فرمایا ”آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (دین و ہدایت) پوری کر دی اور میں تمہارے لیے اسلام (کے دین ہونے) پر راضی ہو گیا ہوں۔ (المائدہ۔ ۳)

رسول اللہ ﷺ نے ایک جامع و تمثیلی حدیث میں فرمایا ”میری مثال اور انبیاء ما قبل کی مثال ایک ایسے محل کی سی ہے کہ جس طرح ایک عمارت نہایت خوبصورتی سے بنائی گئی ہو مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو لوگ اس محل کے گرد گھومتے ہیں اور اسکی خوبصورتی پر تعجب کرتے ہیں۔ اور حیران ہیں کہ اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی۔ سو میں وہ اینٹ ہوں جس نے

2- خاتم النبیین ﷺ کا مطلب ہے انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والا“ اور مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم، ہادی اعظم، نبی آخر، رسول عاقب ﷺ کے بعد قیامت تک کسی بھی قسم کا کوئی (ظلی بروزی، متبعی، شبلی، عینی، مددگار) نبی نہیں آئے گا۔ جو آئینگے (صرف حضرت عیسیٰ) ان کا دعویٰ نبوت اور نبوت کی ذمہ داریاں ساقط ہو چکی ہوں گی۔ یعنی کہ وہ نہ امت بنائیں گے نہ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے نہ اسرائیلی و عیسوی دین کی تبلیغ کریں گے اور نہ ہی دین محمدی کے مقابلے میں کوئی دوسرا دین کھڑا کریں گے۔ بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ابدی دین کی اتباع و اشاعت کریں گے۔ کیونکہ قیامت تک اسی اکل دین کو باقی و نافذ رہنا مقدور ہو چکا ہے۔ کیونکہ جب دین مکمل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی بھی ہو گیا تو نئے انبیاء کے آنے کا مقصد بھی نہ رہا۔ لہذا انبیاء کی ضرورت ختم ہو گئی اور تبعیث انبیاء کا سلسلہ رک گیا۔ جب خاتم النبیین ﷺ کا اعلان ہو گیا تو ”خاتم المرسلین“ تو ترجیحا ہو چکا ہے۔

اس خالی جگہ کو پر لردیا سو پورا ہو گیا میری ذات کے ساتھ نبوت کا محل اور اسی طرح ختم ہو گیا میری ذات پر رسولوں کا سلسلہ ” ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا ” میں نبوت کے محل کی آخری اینٹ ہوں اور میں ہی نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

نبی ﷺ کی پکار پر دوڑو:

نبی ﷺ پکارے تو بیٹھے رہنا گناہ، گستاخی اور خسران کا موجب ہے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔

” اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بلائے پر (فوراً) حاضر ہو جایا کرو) خاص طور پر جب رسول ﷺ تم کو اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں حیات بخشنے والی ہو“ (انفال - ۳۷)

حضرت ابی بن کعب ”نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور ﷺ نے آواز دی جلدی نماز کو پورا فرما کر حاضر ہوئے پوچھا کہ تم کو حاضری میں دیر کیوں ہوئی ”عرض کیا“ (یا رسول اللہ ﷺ میں) نماز پڑھ رہا تھا ”فرمایا“ کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی تھی۔ اَسْتَجِیْبُو اللّٰهَ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (اللہ اور رسول ﷺ کے پکارنے پر فوراً حاضر ہوا کرو) (بحوالہ شان حبیب الرحمن من آیات القرآن مصنفہ مفتی احمد یار خاں نعیمی)

رسول کی آمد انسانیت پر احسان عظیم ہے:

کسی مصلح، فلسفی، قائد اور عوامی سربراہ کی طرح نبی لوگوں میں پروان نہیں چڑھتا۔ اور نہ ہی لوگوں کے احوال کا نمائندہ ہوتا ہے۔ بلکہ نبی اللہ کی خصوصی نعمت ہوتا ہے جو ایک دوسری نعمت (ہدایت) کے ساتھ وارد ہوتا ہے لہذا نبی کے آنے کو اللہ کا انعام سمجھو اور نبی کی ذات کو احسان۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

- 1- لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
(مومنوں پر اللہ کا فضل (احسان، انعام) ہوا ہے کہ اس نے انہی
میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔“ (آل عمران-۱۶۳)
- 2- قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (مائدہ-۱۵)
(آیاتمہاری طرف (اللہ کی طرف سے ہدایت کا) نور (یعنی نبی ﷺ)
اور واضح (تعلیمات پر مشتمل) کتاب (پس ان کی قدر کرو)۔
- رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت:

رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے دوستی رکھنے والا رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا
مستحق اور غضب الہی کا سزاوار ہے۔ قرآن کریم میں واضح اعلان ہوا کہ:

1- اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے والوں کو تم نہ پاؤ گے کہ وہ ان لوگوں
سے دوستی کریں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی
ہے اگرچہ وہ (مخالفین) ان (اہل ایمان) کے باپ یا بیٹے یا بھائی
یا کنبے والے (ہی کیوں نہ) ہوں۔ (سورۃ مجادلہ-۳۶)

2- رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے ”دنیا میں جو شخص جس کے ساتھ محبت
کرتا ہوگا قیامت کے روز اسی کے ساتھ (اس کا حشر) ہوگا۔“

ظاہر بات ہے رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کا دوست رسول اللہ ﷺ
کے دشمنوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کا دشمن
رسول ﷺ کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔^(۱)

1- عربی کہاوت ہے کہ دوست تین قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) دوست (۲) دوست کا
دوست (۳) دشمن کا دشمن۔ اسی طرح دشمن بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) دشمن
(۲) دوست کا دشمن (۳) دشمن کا دوست

نبی ﷺ کا خاندان طیب و طاہر:

رسول کریم ﷺ نے اپنے خاندان کے بزرگوں کے فضائل پر گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

1- ”میں محمد ہوں۔ عبد اللہ کا بیٹا اور عبد المطلب کا پوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو اچھے گروہ میں بنایا۔ یعنی انسان بنایا۔ پھر انسانوں میں دو گروہ پیدا کیے عرب اور عجم اور مجھ کو اچھے گروہ یعنی عرب میں بنایا۔ پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلہ میں پیدا کیا یعنی قریش میں۔ پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھے سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں۔ پس میں ذاتی (تخلیقی) اعتبار سے بھی سب سے اچھا (پاکیزہ نسل) ہوں (1) اور خاندان کے لحاظ سے بھی سب سے اچھا (نجیب الطرفین) ہوں۔“
(ترمذی بروایت حضرت عباس بن عبد المطلب)

2- ”میرے بزرگوں میں کوئی مرد و عورت بطور سفاح (یعنی بغیر نکاح) کے نہیں ملے (یعنی زانی نہ تھے) اللہ تعالیٰ مجھ کو ہمیشہ اصلا ب طیبہ سے (مصفیٰ و مہذب کر کے) ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا۔ جب کبھی دو شعبے ہوئے (جیسے عرب و عجم یا قریش و غیر قریش) تو میں بہترین شعبہ میں رہا۔ (2) اسی حوالے سے کسی شاعر نے اپنی عقیدت یوں ظاہر کی ہے۔

1- جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت کا شعر بھی ہے۔

خلقت مبرا من کل عیب

کانک قد خلقت کما تشا

2- بحوالہ ضیائے حرم عید میلاد النبیؐ نمبر۔ ۱۴۱۰، ج ۱ ص ۸۸

اکرم بہ نسبتا طابت عناصرہ اصلا و فرعاو قد سادت بہ البشرہ
(آپ کا نسب کیسا باکرامت ہے کہ اس کے تمام اجزا
پاکیزہ ہیں۔ اصل سے بھی اور فرع سے بھی اور آپ ﷺ
کے سبب جنس بشر کو شرف حاصل ہو گیا ہے)

رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کی تکریم:

1- حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ ”جو ان (حضرت علیؓ، حضرت
فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ) سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا
اور جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا“ (مشکوٰۃ جلد سوم
بحوالہ ترمذی)

2- آپؐ نے فرمایا ”اے لوگو! جس نے میرے چچا (حضرت عباسؓ بن
عبدالطلب) کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی سوائے اس کے
نہیں کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہے“

3- آپؐ نے پھر فرمایا ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ وہ اپنی
نعمتوں سے تمہاری پرورش کرتا ہے مجھ سے محبت کرو اللہ سے محبت
کرنے کی وجہ سے اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت (یعنی گھر
والوں امہات المؤمنین، اولاد امجاد، خدام، عزیز، رشتہ دار، متعلقین)
سے محبت رکھو۔“ (مشکوٰۃ المصابیح جلد سوم)

4- رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا ”اے بیٹی! میں
جس سے محبت رکھتا ہوں (کیا) تو اس سے محبت نہیں رکھتی“ اس نے کہا
” کیوں نہیں“ تو آپؐ نے فرمایا ”پھر عائشہؓ سے محبت رکھ“ (صحیح
بخاری و صحیح مسلم)

5- حضرت حسنؓ و حسینؓ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ”اے اللہ

میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور اس شخص سے (بھی) محبت فرما جو ان سے محبت کرتا ہے۔“
(ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کا اکرام:

اللہ پاک نے حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کا اکرام فرماتے ہوئے قرآن کریم میں یوں تذکرہ کیا ہے:

1- مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفتح- ۲۹)

ترجمہ: اللہ کے رسول محمد ﷺ اور ان کے ساتھی جو کفار کے حق میں شدید ہیں اور آپس میں رفیق (نرم دل) ہیں^(۱)

2- اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین پر اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی ﷺ کے مشکل کی گھڑی میں“ (التوبہ- ۱۱)

انصار: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ”انصار سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے“ (متفق علیہ)

حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ”انصار سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور انصار سے بغض نہیں رکھے گا۔ مگر منافق، جو ان انصار سے محبت رکھے گا اللہ ان سے محبت کرے گا۔ اور جو ان کو برا سمجھے گا اللہ اس کو برا سمجھے گا“ (متفق علیہ)

حضور ﷺ نے پھر فرمایا ”جو قریش کی ذلت کی خواہش کا ارادہ کرے تو اللہ

2- علامہ اقبال کا یہ شعر اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اسے ذلیل کرنے“ (ترمذی)

عرب: آپ ﷺ نے پھر فرمایا ”جو دشمن رکھے گا عرب کو (یعنی آپ ﷺ) کے ساتھیوں، عزیزوں، صحابہ کرام اور اہل بیت اور اہل عرب وغیرہ) وہ دشمن رکھے گا مجھ کو“ (ترمذی باب المناقب)

مہاجرین: قرآن کریم میں بھی مہاجرین و انصار کی فضیلت کئی جگہ آئی ہے۔ مثلاً سورۃ انفال ۷۵-۷۴، سورۃ النحل ۴۱، سورۃ الحشر ۹، سورۃ الحديد ۱۰، سورۃ التوبہ ۱۰۰

تکریم و اعزاز صحابہ رسول ﷺ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ رفقاءِ محمد ﷺ کا ذکر

- اچھے لفظوں میں کیا ہے۔ اور ان کے عقیدہ و عمل کی تحسین فرمائی ہے۔ مثلاً
- 1- ”بے شک وہ لوگ (صحابہ کرام) جو آپ ﷺ سے بیعت کر رہے ہیں۔ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) وہ خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔“ (الفتح ۱۰)
 - 2- بے شک اللہ ان مسلمانوں سے خوش ہو گیا جبکہ یہ لوگ آپ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔“ (الفتح ۱۹)
 - 3- رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”میرے صحابہ کرام“ کو گالی مت دو“ (متفق علیہ)

- 4- رسول خدا ﷺ نے فرمایا ”اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا، جو ان سے محبت کرتا ہے میری محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہے..... جو ان کو تکلیف دے اس نے مجھ کو تکلیف دی جس نے مجھ کو تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی قریب ہے کہ اللہ اسکو

آپکڑے۔“ (ترمذی)

رسول ہی ولی اور دوست ہے:

قرآن کریم فرقان عظیم میں بغیر کسی لاگ لپٹ کے صاف صاف اعلان کر دیا گیا کہ (سورۃ مائدہ۔ ع ۸)

”بے شک تمہارے دوست نہیں ہیں مگر اللہ اور اس کا رسول ﷺ اور ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں“

شاتم رسول ﷺ کو جہنم واصل کرنا مسلمانوں پر فرض ہے:

جو شخص قولاً فعلاً یا اشارۃً حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے آپ ﷺ کو سب و شتم کرے آپ ﷺ پر اتہام و بہتان لگائے۔ آپ ﷺ کا ذکر سوقیانہ و گستاخانہ انداز سے کرے آپ ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرے کسی حوالے سے بھی آپ ﷺ کی تنقیص و تحقیر کرے تو ایسے شخص کو سمجھانا، راہ راست پر لانا اور عمل توبہ پر ابھارنا فرض ہے اگر اس کے باوجود بھی وہ اپنے مذموم عمل اور عادت شنیعہ سے باز نہ آئے تو اسے تہ تیغ کرنا ضروری و لازم ہے^(۱) قرآن کریم میں اس سلسلے میں یہ ارشادات ربانی ذکر ہوئے ہیں۔

1- ”کیا ان (منافقین و گستاخان) کو خبر نہیں کہ اللہ اور (اسکے) رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ اسکے لیے بڑی رسوائی ہے“ (التوبہ ع ۸)

1- مگر یہ قتل شاتم رسول یا تو مسلمان عدالت کے حکم کے تحت کیا جائے گا اور یا پھر عدالت نہ کرے تو مسلمانوں کے ”اولی الالباب“ اس کا فیصلہ کریں گے ہر شخص اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔

2- ”جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے اور اسکی کل حدود سے بڑھ جائے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔“
(النساء-۱۴)

حضور رسالت مآب ﷺ کے دور میں ایک نابینا صحابی کی ام ولد شان رسالت ﷺ میں بے ہودہ حکایات کہا کرتی اور گستاخی کیا کرتی تھی کہ نابینا نے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ جس پر سرکار رسالت ﷺ نے فیصلہ فرمایا۔ ”سب گواہ رہو کہ اس کا خون رائیگاں ہے“ (سنن ابی داؤد کتاب الحدود)

حضور ختمی مرتبت ﷺ ہی کے عہد میں ایک شاتم رسول ﷺ یہودی لڑکی کو لوگوں نے قتل کر دیا۔ تو اس کے وارث اس کا خون بہا لینے حضور ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا۔ کہ ”سب لوگ گواہ ہو جاؤ کہ ایسی گستاخ رسول ﷺ کا خون رائیگاں ہے۔ جو حد کے طور پر واجب القتل ہے اس لیے اس پر کوئی قصاص اور دیت نہیں۔“ (سنن ابی داؤد جلد سوم ص ۳۸۲)

حضور ﷺ کا ذکر خیر بلند کرنا:

جہاں بھی خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے حضور رسالت مآب ﷺ کا ذکر بھی لازمی ہوتا ہے اس لیے کہ اللہ پاک نے اپنے نبی ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا ہوا ہے۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں دیکھئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، اللہ کا ذکر (اثبات توحید) نامکمل ہے جب تک کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر (توثیق رسالت) نہ ہو۔ صرف اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والا ”موحد“ تو کہلا سکتا ہے مسلم نہیں۔ مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کلمہ بلند کیا جائے۔ قرآن کریم میں اللہ نے خود اپنا عمل یہ بیان کیا ہے کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ^(۱) (اور ہم نے تمہارے

لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا ہے) لہذا اب یہ ضروری ہے کہ ہم بھی سنت الہی کی پیروی کرتے ہوئے ذکر رسول ﷺ کو بلند کریں۔ مثلاً حدیث و سنت کی اشاعت کر کے، نعت خوانی کر کے، محافل و مجالس میں آپ ﷺ کا ذکر خیر کر کے، زبان درازوں کی ہفتوات کا رد کر کے، آپ ﷺ کی اولاد امجاد اور حضرات صحابہ کرام کے دشمنوں کو مسکت دلائل و جوابات دے کر، قرآنی تعلیمات کو عام کر کے، مستشرقین کی ہرزہ سرائیوں کا محاکمہ کر کے وغیرہ وغیرہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف حمیدہ و خصائص جلیلہ کا ذکر اور آپ ﷺ کے دشمنوں کے (حقیقی) معائب و ہجو بیان کرنا بھی قرآن سے ثابت ہے۔ یہ بھی آپ ﷺ کے ذکر کی بلندی ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور خاتم النبیین صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”جبریلؑ میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا رب پوچھتا ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے کس طرح آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا۔“ میں نے جواب دیا ”اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے“ (حضرت جبریلؑ کا جواب کہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں آپ ﷺ کا ذکر بھی میرے ساتھ کیا جائے گا۔“ (بحوالہ تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم، ص ۶۰۰)

علامہ محمود آلوسی اپنی تفسیر ”روح المعانی“ میں ”رفعت ذکر محمدی ﷺ“ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”اور اس سے بڑھ کر رفع ذکر کیا ہو سکتا ہے کہ کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کا نام ملا دیا حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجا۔ اور مومنوں کو درود پاک پڑھنے کا حکم دیا اور جب بھی خطاب کیا معزز الفاظ سے مخاطب فرمایا جیسے یا ایہا المدثر، یا ایہا المزمّل پہلے آسمانی صحیفوں میں بھی آپ ﷺ کا ذکر خیر فرمایا۔ تمام انبیاء اور

ان کی امتوں سے وعدہ لیا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ آج دنیا کا کوئی آباد ملک ایسا نہیں جہاں روز و شب میں پانچ بار حضور ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو۔“ (1)

قرآن و سنت سے محبت رکھنا:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ:

- 1- ”تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو اس کے تابع نہ کر لے جو میں لے کر آیا ہوں (یعنی قرآن کریم)“
 - 2- ”حضور ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔“ (ترمذی - مشکوٰۃ)
 - 3- ”آپ ﷺ ہی کا فرمان ہے ”جو شخص میری سنت پر مضبوطی سے قائم ہے جب کہ میری امت میں فتنہ و فساد پھیل جائے تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر و ثواب ہے۔“ (مشکوٰۃ)
- حضرت ہبل بن عبد اللہ تستری اسی عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

”خدا سے محبت کی نشانی قرآن سے محبت رکھنا ہے اور قرآن سے محبت رکھنے کی علامت رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا ہے اور

- 1- اس وقت دنیا کے ہر خطے میں دن رات کا عمل جاری ہے اور ہر جگہ اور ہر علاقے میں اسلام کے نام لیوا موجود ہیں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ زمین کے کسی نہ کسی خطے میں اذان کا وقت ہوتا ہے۔ لہذا جہاں اذان ہوگی وہاں آں جناب کا ذکر بلند ہوگا۔

اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمد رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنے کی علامت آپ ﷺ کی سنت سے محبت رکھنا ہے آپ ﷺ کی سنت سے محبت رکھنے کی نشانی آخرت سے محبت رکھنا ہے اور آخرت سے محبت رکھنے کی نشانی دنیا سے بغض رکھنا ہے اور بغض دنیا کی علامت یہ ہے کہ بجز کفاف وقوت لایموت (جو کافی ہو طاقت کے لئے کہ موت واقع نہ ہو جائے) ذخیرہ نہ کرے“ (1)

حضور ﷺ کے دین کو کھیل نہ بنایا جائے:

حضور رسالت مآب ﷺ نے اسلام قبول کرنے والوں کے لیے نہ کوئی لالچ رکھا اور نہ ہی کسی جبر و زیادتی سے قبولیت اسلام کو رواج دیا۔ قرآن کریم میں بھی لا اکراہ فی الدین (2) (دین میں کوئی تنگی نہیں) کہہ کر قبولیت اسلام کو سہل بنا دیا کہ قبول کرنا ہے تو خوب سوچ سمجھ کر قبول کرو۔ ورنہ کوئی جبر نہیں۔ لیکن یہ بھی فرما دیا ہے کہ اگر ایک دفعہ قبول کر لیا تو پھر اسے ترک کرنا ناممکن ہے۔ اس کی تضحیک کرنا ناممکن ہے۔ اس میں عیوب و نقائص نکالنا قابل گرفت فعل ہے۔ قرآن کریم میں فرما دیا گیا ہے کہ۔

1- ”اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم

تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے ان سے کہو کیا تمہاری ہنسی (اور) دل

لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ ہی کے ساتھ تھی۔ اب

عذرات نہ تراشو تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔“ (التوبہ۔ ۶۵)

2- ”حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اس سے پھر

گئے ان کے لیے شیطان نے اس روش کو سہل بنا دیا ہے اور جھوٹی

1- سیرت رسول عربی ﷺ از علامہ نور بخش توکلی ص ۴۳

2- البقرہ۔ ۲۵۶

توقعات کا سلسلہ ان کے لیے دراز کر دیا ہے۔“ (محمد-۲۵)

3- (اور یہ خوب سمجھ لو کہ) ”تم میں سے جو کوئی اس دین (اسلام) سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا اس کے اعمال دنیا و آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے ایسے سب لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔“ (البقرہ-۲۱۷)

4- ”رہے وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ہرگز ان کو معاف نہ کریگا اور نہ کبھی ان کو راہ راست دکھائے گا۔“ (النساء-۱۳۷)

رسول اللہ ﷺ کا حتمی فیصلہ ہے من بدل دینہ فاقتلوہ^(۱) (جو اپنے دین یعنی اسلام کو (کسی دوسرے دین سے) بدل ڈالے پس اسے قتل کر دو) اس لیے کہ اسلام کو ترک کر کے وہ تضحیک اسلام کا مرتکب ہوا ہے اور دین کو کھیل و مذاق بنانا بھاری سزا (قتل) کا متقاضی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کی جائے:

قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کے فرائض گنواتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ”ہم نے تجھے احوال بتانے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“^(۲) تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ (عمومی

1- صحیح بخاری جلد اول ص ۴۲۳، اس حدیث مبارکہ کو صحیح بخاری کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

(۱) سنن ابوداؤد جلد دوم، ص ۲۴۲ (۲) جامع ترمذی، ص ۲۳۰

(۳) سنن نسائی جلد دوم، ص ۱۶۹ (۴) سنن ابن ماجہ، ص ۱۸۲

(۵) مسند احمد بن حنبل جلد اول، ص ۳۲۲-۳۲۳-۲۸۲-۲۸۳-۲-۷، جلد پنجم، ص ۲۳۱

(بحوالہ تفسیر تبیان القرآن جلد اول، ص ۸۰۶)

2- سورة الاحزاب-۴۵

فرض) اور اسکی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور خدا کو صبح و شام پاکی کے ساتھ یاد کرو۔“ (سورۃ الفتح - ع ۱۰)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ کی وہ تعظیم و توقیر کی کہ دنیا ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ صحابہ کا عمل یہ تھا کہ:

الف - در اقدس پر بیٹھے رہتے اور آپ ﷺ کے باہر آنے کا انتظار کرتے۔

ب - آپ ﷺ کے ارشادات مبارکہ نظریں جھکا کر سنتے اور ہر وقت آمنا و صدقاً کہنے کے علاوہ عمل پر تیار رہتے۔

ج - آپ ﷺ کی مجلس میں گفتگو نہ فرماتے اور اگر کبھی بامر مجبوری بولنے کی نوبت آتی تو آواز اتنی مہین رکھتے کہ سنائی نہ دیتی تھی۔

د - آپ ﷺ کے احکامات کی تعمیل کے لیے دوڑتے، قرعہ اندازی کرتے، حضور ﷺ سے خصوصی فیصلہ کرواتے اور حضور ﷺ کے فیصلے سے بشارت محسوس کرتے۔

ہ - آپ ﷺ کی موجودگی میں اور آپ کی مجلس میں اونچی آواز نہ نکالتے، جھگڑا کرنے سے گریز کرتے اور بات کو خوشدلی سے ختم کرتے تھے۔

و - حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک طعام ہوتے تو حضور ﷺ کے بعد طعام میں ہاتھ ڈالتے اور حضور ﷺ کے طعام سے ہٹتے ہی ہٹ جاتے۔

ز - سوالات و استفسارات کے سلسلے کو بوجہ احترام و وقار موخر کرتے اور کثرت سوال سے محترز رہتے۔

ح - اگر کبھی مجبوراً حضور ﷺ کے ہاں دستک دینے کی نوبت آ جاتی تو آپ ﷺ کے دروازہ کو انگلیوں سے آہستہ آہستہ کھٹکھٹاتے تھے۔

ط - حضور ﷺ کی پسند و ناپسند کا خاص خیال رکھتے۔ جو چیز حضور ﷺ کو ناپسند ہوتی اسے ہمیشہ کے لیے دھتکار دیا کرتے تھے۔

ی۔ مال و منال حضور ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے اور اگر غزوہ کا موقع ہوتا تو گھر کا سارا سامان آپ ﷺ کے سامنے حاضر کر دیا کرتے تھے۔

ک۔ حضور ﷺ کی دعاؤں کے محتاج رہتے آپ سے اللہ کے ہاں شفاعت کی درخواست کرتے اور حضور ﷺ کی بشارتوں کو اپنے حق میں نتیجہ بخشش سمجھتے تھے۔

ل۔ حضور ﷺ کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر رہتے اور خواہشمند رہتے کہ حضور ﷺ ان سے خدمت لیں۔

م۔ حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کی کبیدگی سے سخت شاق ہوتے اور اپنے آپ ﷺ کو وجہ کبیدگی قرار دے کر دوسروں سے استفسار کرتے۔

ن۔ اپنی مرضی، ارادوں اور خواہشات پر حضور ﷺ کی رضا، خواہش اور خوشی کو ترجیح دیتے اور حیل و حجت کرنے سے ہمیشہ احتراز کرتے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام آپ ﷺ کی اس طرح توقیر و اکرام کرتے کہ

1- مسجد نبوی ﷺ کے ارد گرد شور و شغب کرنے سے پرہیز کرتے تاکہ آپ ﷺ کو قبر مبارک میں بھی اذیت نہ ہو۔ (آپ ﷺ کی اذیت کو وجہ خسران خیال کرتے تھے)

2- حضرت امام مالکؒ نے بیاس ادب کبھی مدینہ شریف کی حدود میں بول برا نہ کیا اور ہمیشہ عام راستے سے ہٹ کر چلا کرتے تھے۔ تاکہ کہیں حضور ﷺ کے نقش قدم پر پاؤں رکھنے کی گستاخی نہ کر بیٹھیں۔

3- مدینہ شریف میں داخل ہوتے ہی سوار یوں سے اتر پڑتے (تاکہ تعظیم نبوی ﷺ میں خلل واقع نہ ہو)

4- رسول اللہ ﷺ کے مدفن (مدینہ شریف) کی قولی یا فعلی مذمت کرنے

- والے کو ہمیشہ قابل گرفت اور قابل سزا گردانا کرتے تھے۔
- 5- مسجد نبوی ﷺ میں بلند آوازی سے خود بھی بچتے اور دوسروں کو اس سے منع کرتے تاکہ کہیں اکرام و تعظیم نبوی ﷺ میں گستاخی کا ارتکاب نہ ہو جائے۔
- 6- بعض بزرگ مدینہ شریف میں رہائش کے دوران کبھی ٹانگیں پیار کر اور کپڑے اتار کر قیام نہ کرتے خواہ یہ عام لوگوں میں ہوتا یا خالص نجی زندگی میں۔ ہمیشہ اس عادت سے بچا کرتے تھے۔
- 7- حضرت امام مالکؒ حضور اکرم ﷺ کے بعد از وصال بھی حضور ﷺ کی اسی تعظیم و توقیر کو بجالانا لازمی سمجھتے تھے جو آپ کی حیات مبارکہ میں برقرار رکھنا ضروری تھی۔
- 8- ہمیشہ اہل مدینہ کا خصوصی احترام کرتے۔ اسلئے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمسایہ اور اہل شہر تھے۔
- 9- رسول اللہ ﷺ کے ارشادات (قول و عمل) اور معمولات کا کسی بھی طریقے سے مذاق اڑانے والوں کو قابل گردن زنی قرار دیتے۔
- 10- حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا انقطاع کرنے والوں سے مقاتلہ کرتے اور اجرائے نبوت کا رد کرتے مدعیان نبوت کی قولا و فعلاً تکذیب فرماتے قاضی عیاضؒ اپنی کتاب ”الشفاء“ میں اکرام و احترام مصطفیٰ ﷺ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
- ”وہ تمام چیزیں جن کو رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہے ان کی تعظیم و تکریم کرنا حرمین شریفین میں آپ ﷺ کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنا آپ کے منازل اور وہ چیزیں جن کو آپ ﷺ کے دست مبارک یا کسی اور عضو نے چھوا یا آپ ﷺ کے نام سے پکاری جاتی ہوں ان سب کا اکرام کرنا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی تعظیم و تکریم میں داخل ہے۔^(۱)

- ☆ آپ کی حدیث شریف کی تعظیم کرنا اور قرآن مجید کو آپ ﷺ کے ارشادات و عمل کی روشنی میں مطالعہ کرنا آپ ﷺ ہی کی توقیر و تعظیم ہے۔
- ☆ آپ کے مولد و مدفن (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ) کا ادب و احترام کرنا اور یہاں پر آپ ﷺ کے ادب کی خاطر شور شرابے سے بچنا آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم ہے۔
- ☆ آپ ﷺ کے تبرکات کی تعظیم و اکرام کرنا دراصل آپ ﷺ کا ہی تعظیم و اکرام ہے۔
- ☆ آپ ﷺ کی آل اولاد کا ادب و اکرام کرنا اور ان سے حسن سلوک حضور ﷺ کا ہی توقیر و اکرام ہے۔
- ☆ آپ ﷺ کی عادات و معمولات کو مودبانہ و محبتانہ انداز میں اپنانا درحقیقت حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی تعظیم و تکریم ہے۔
- ☆ آپ ﷺ کے قول و فعل کو اپنی ذاتی و اجتماعی زندگی میں نافذ کرنا اور ان کا احترام و اکرام کرنا آپ ﷺ ہی کا اکرام و فضیلت ہے۔
- ☆ آپ ﷺ کے نبوی مشن (Mission) یعنی تبلیغ دین اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو جاری رکھنا اور اس پر استقامت رکھنا عین آپ ﷺ کی توقیر ہے۔
- ☆ ازواج مطہرات کا ذکر خیر ادب و احترام سے کرنا اور دشمنوں کے ہزلات و ہفوات کا رد کرنا حضور نبی کریم ﷺ کا اعزاز و اکرام ہے۔
- ☆ غرضیکہ لاتعداد امور میں حضور ﷺ کی اتباع اور حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر اور حضور ﷺ کا احترام و اکرام ضروری و لازمی ہے۔ جس کی عدم موجودگی میں

۱- بحوالہ سیرت رسول عربی ﷺ ص ۷۷۳

نہ ہمارا ایمان قابل قبول ہے۔ اور نہ ہی ہمارا عمل۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ اس احتیاط سے بسر ہونا چاہیے کہ شان رسالت کہیں ہمارے کسی غیر محتاط قول یا فعل کی وجہ سے مجروح نہ ہو جائے۔ اور پھر (ہمارے) اعمال بھی برباد ہو جائیں (نہیں) اس کی خبر تک نہ ہو۔“ (بحوالہ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب ص ۲۸۵) بقول شاعر

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار



مستشرقین کی آرا اور ان کی دینی حیثیت

ایک تحریر و تبصرہ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم مستشرقین کی آرا پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

”عام طور پر جب غیر مسلم مشاہیر کی جانب سے اسلام کے متعلق کچھ اچھے خیالات کا اظہار ہوتا ہے تو مسلمان بڑے فخر سے ان خیالات کو شہرت دیتے ہیں۔“^(۱) گویا ان (مستشرقین) کا اسلام کو

۱- مولانا مودودی مرحوم کے الفاظ و خیالات سے کلی طور پر اتفاق ہے۔ مگر غیر مسلم مشاہیر کے اسلام کے متعلق اچھے الفاظ، جاندار تبصروں، حسینی آرا اور دوسرے مذاہب پر اسلام کی برتری و حقانیت کا اعتراف دوسرے حلقوں میں شدد سے پھیلا نا دو وجوہ سے ضروری ہے۔

اول: ”فقوائے حدیث مبارکہ“ الفضل ماشہدت بہ الاعداء“ (بڑائی وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں) کے مطابق دشمنوں کے چند ایک الفاظ اپنوں کے ”دفاتر“ پہ بھاری ہوتے ہیں۔ ”دشمن“ کا ”اظہار حق“ اسلام کی حقانیت اور فضیلت کو زیادہ بہتر طریقے سے واضح کرتا ہے۔ ”مخالفوں“ کا ”اعتراف حقیقت“ آنے والوں کے لیے کشش و تائید کا باعث ہوتا ہے۔ نقادوں کا نقادانہ و غیر جانبدارانہ تبصرہ اپنوں اور حملتیوں کے سینکڑوں حسینی کلمات پر حاوی ہوتا ہے۔ اسی لیے مسلمانوں کی بجائے نو مسلموں کے تاثرات، نو مسلموں کے بجائے غیر مسلم حضرات کی آراء، غیر مسلم طبقہ کے بجائے گروہ مستشرقین کے تبصرات، دوسروں کے لیے اسلام کی طرف کشش و رغبت کا باعث بنتے ہیں۔ یہ ایک لحاظ سے اسلام کی فضیلت میں اضافہ بھی ہے۔

دوم: ان کے پھیلاؤ سے متعصب غیر مسلم مشاہیر کی زہر آلود، فتنہ جو، موضوع تحریف و تدلیس کے طمع سے آراستہ، بغض و عناد کے زہر سے مسموم اور کینہ و اسلام دشمنی کے جذبات سے ممیّز و مملو آراء، تبصرات، تاثرات، ہفوات، اتہامات، اور ہرزہ سرائیوں کا رد مع شدد ہوتا ہے

اچھا سمجھنا اسلام کے لیے کوئی سرٹیفکیٹ (CERTIFICATE) ہے لیکن یہ حقیقت فراموش نہ کرنی چاہیے کہ اسلام کی صداقت و حقانیت اس سے بے نیاز ہے کہ کوئی اس کا اعتراف کرے۔ جس طرح آفتاب کا روشن ہونا اس کا محتاج نہیں کہ کوئی اس کو روشن کہے اور جس طرح آگ کا گرم ہونا اور پانی کا سیال ہونا اس کا محتاج نہیں کہ کوئی آگ کی گرمی اور پانی کے سیلان ہونے کو مان لے۔ خصوصاً ایسے لوگوں کی تحسین اور مدح تو کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی جن کے دل ان کی زبانوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ اور جو خود اپنے (اسلام سے) اعراض و انکار سے اپنی مدح و تحسین کی تکذیب کرتے ہیں۔ (یعنی مسلمان نہیں ہو جاتے)

اگر حقیقت میں وہ اسلام کی خوبی کے معترف ہوتے تو اس پر ایمان لے آتے۔ لیکن جب انہوں نے زبانی اعتراف کے باوجود ایمان لانے سے انکار کر دیا تو اہل عقل کی نگاہ میں ان کی (اور ان کی آراء کی) حیثیت بالکل اس شخص کی سی ہے جو طبیب کی صداقت کو تسلیم کرے اس کے تجویز کردہ نسخہ کی صحت کا اعتراف کرے مگر اپنی بیماری کا علاج کسی عطائی طبیب سے کرائے۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ کسی بڑے سے بڑے غیر مسلم کا اعتراف بھی اسلام کے لیے قابل فخر نہیں ہے۔ اس کے لیے ایک ہی فخر کافی ہے اور وہ ”إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ“^(۱) اور ”رَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا“^(۲) کا فخر ہے۔

(تفہیمات حصہ اول ص ۳۲)



- 1- ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک دین (تو صرف) اسلام ہی ہے۔ (آل عمران - ۱۹)
- 2- ترجمہ: اور میں تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے راضی ہو گیا ہوں۔ (المائدہ - ۳)

ایک قرآنی آیت کی تفسیر اور مستشرقین⁽¹⁾

علامہ رحمت اللہ کیرانوی نے اپنی موقر، تحقیقی، تدقیقی، توصیفی، دفاعی اور جارحانہ انداز فکر سے لبریز تصنیف لطیف ”اظہار الحق“ (جلد سوم)⁽²⁾ میں عیسائی مستشرقین کے اس اتہام باطلہ پر گفتگو فرمائی ہے۔ جو انہوں نے قرآن فرقان کی سورۃ واضحی کی آیہ (وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى) میں استعمال کئے عربی لفظ ضالا کو بنیاد بنا کر حضور رسالت مآب ﷺ کی شان اقدس میں تخلیق کیا ہے عیسائیوں کے اس قول باطلہ کا رد کیا ہے۔ جو وہ ختم المرسلین ﷺ کو نعوذ باللہ ”گمراہ“ کہہ کر اپنے اوہام فاسقہ کی تسکین کرتے ہیں عیسائی مستشرقین کے بقول (نعوذ باللہ) حضور اکرم ﷺ قبل از بعثت مکہ کے مشرکین کی طرح مشرک و بت پرستی سے آلودہ زندگی گزار رہے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت دی۔ ان کے بقول آیہ مذکورہ سے یہی معنی و مفہوم متبادر ہوتا ہے۔

آیہ ضَالًّا فَهَدَى پر گفتگو کرنے سے پہلے چند قدیم و جدید اردو

- 1- یہ مضمون ”مستشرقین کی آرا اور ان کی دینی حیثیت“ کا تاملہ ہے۔
- 2- جلد سوم سے مراد ”اظہار الحق کی وہ جلد ہے جو جدید تہذیب و تہذیب کے ساتھ مکتبہ دارالعلوم کراچی سے ”بائبل سے قرآن تک“ کے نام سے چھپی ہے۔

مفسرین کے ترجمے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔ تاکہ آیت پر آئندہ بحث کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

- 1- اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی۔ (ترجمہ از شاہ رفیع الدین دہلوی) (1)
- 2- اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر (اپنی طرف) راہ دکھائی۔ (ترجمہ از شاہ عبدالقادر دہلوی) (2)
- 3- اور اللہ نے تم کو پایا (یا جان لیا) علامات نبوت اور احکام شریعت سے بے خبر، پس تم کو شعائر دین بتا دیئے۔ (ترجمہ از قاضی ثناء اللہ پانی پتی) (3)
- 4- اور تمہیں گم کردہ راہ پایا تو (کیا) تمہیں ہدایت نہیں کی؟ (ترجمہ از مرزا حیرت دہلوی) (4)
- 5- اے پیغمبر! ہم نے دیکھا (کہ تم) ہماری تلاش میں ہو، ہم نے خود ہی تمہیں راہ دکھلا دی۔ (ترجمہ از مولانا ابوالکلام آزاد) (5)
- 6- اور تجھ کو بھٹکا پایا پس ہدایت دی۔ (ترجمہ از بحر العلوم سید امیر علی دہلوی) (6)
- 7- اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی۔ (ترجمہ از مولانا محمود حسن دیوبندی) (7)
- 8- اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سورتہ بتلا دیا۔ (ترجمہ از مولانا اشرف علی تھانوی) (8)
- 9- اور اس نے تمہیں حیران پایا پھر تمہاری رہنمائی کی۔ (ترجمہ از علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی الدہلوی) (9)

- 1- دیکھئے قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ
- 2- دیکھئے قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ
- 3- دیکھئے تفسیر مظہری جلد دوازدہم مترجم سید عبدالداؤد جلالی مطبوعہ دارالاشاعت کراچی
- 4- دیکھئے قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ
- 5- ترجمان القرآن جلد سوم مطبوعہ شیخ غلام اینڈ سنز لاہور
- 6- مواہب الرحمن المعروف جامع البیان جلد دہم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور
- 7- دیکھئے قرآن مجید (تفسیر عثمانی) مطبوعہ دارالتصنیف کراچی
- 8- تفسیر بیان القرآن جلد سوم مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ
- 9- دیکھئے تفسیر حقانی جلد پنجم مطبوعہ الفیصل ناشران لاہور

- 10- اور آپ کو بے خبر پایا سوراہتا دیا۔ (ترجمہ از مولانا عبدالماجد دریا بادی) ⁽¹⁰⁾
- 11- اور (آپ کو) رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا راستہ بتا دیا۔ (ترجمہ: از مولانا فتح محمد جالندھری) ⁽¹¹⁾
- 12- اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفته [☆] پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ (ترجمہ از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی) ⁽¹²⁾
- 13- اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی۔ (ترجمہ از مفتی محمد شفیع دیوبندی) ⁽¹³⁾
- 14- اور تمہیں ناواقف راہ پایا پھر ہدایت بخشی۔ (ترجمہ از مولانا مودودی) ⁽¹⁴⁾
- 15- (اور ہم نے تجھے) جو یائے راہ پایا تو پھر ہدایت بخشی۔ (ترجمہ از مولانا امین احسن اصلاحی) ⁽¹⁵⁾
- 16- اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفته پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ (ترجمہ از پیر محمد کرم شاہ الازہری) ⁽¹⁶⁾
- 17- اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرگرداں پایا تو آپ کو منزل مقصود پر پہنچایا۔ (ترجمہ

10- دیکھئے قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ

11- دیکھئے قرآن مجید مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ

12- دیکھئے قرآن مجید (کنز الایمان) مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ

☆ فارسی قواعد کے مطابق از خود رفته ہونا چاہیے۔ نامعلوم یہ کتابت کی غلطی چل رہی ہے یا

پھر مترجم سے سہو ہو گیا ہے۔ (دیکھئے نقد و تبصرہ بر کنز الایمان و خزائن العرفان از سید

حامد میاں ص ۸۲)

13- تفسیر معارف القرآن جلد ہشتم مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

14- تفہیم القرآن جلد ششم مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

15- تدبر قرآن جلد نہم مطبوعہ فاران پبلشرز لاہور

16- تفسیر ضا القرآن جلد پنجم مطبوعہ مکتبہ ضیاء القرآن لاہور، مزید دیکھیے ”جمال القرآن“

از ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی (17)

18- اور اس نے آپ کو ناواقف پایا پس آپ کی رہنمائی کی۔ (ترجمہ از محمد علی خان آف ہوتی) (18)

19- اور تم کو دیکھا کہ (راہ حق کی تلاش میں بھٹکے، بھٹکے (پھر رہے) ہو تو) تم کو دین اسلام کا) سیدھا راستہ دکھا دیا۔ (ترجمہ از ڈپٹی نذیر احمد) (19)

20- منظوم ترجمہ:

تم کو جب پایا بھٹکتا تو دکھایا راستہ
اور پایا تم کو مفلس تو غنی (بھی) کر دیا

(ترجمہ از سیماب اکبر آبادی) (20) ☆

21- اور تجھے پایا بھٹکتا تو راستہ دکھایا۔ (ترجمہ عاشق الہی میرٹھی) (21)

22- اور تجھے طالب پایا تو راستہ بتایا۔ (ترجمہ مولوی محمد علی لاہوری قادیانی) (22)

23- اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی۔ (ترجمہ مولوی غلام اللہ) (23)

24- اور تم کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ (ترجمہ از مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی) (24)

25- اور راستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا راستہ دکھایا۔ (ابو مسعود حسن علوی) (25)

17- فیوض القرآن جلد دوم

18- تفسیر کاشف البیان جلد ششم مطبوعہ ہوتی ہاؤس مردان، صوبہ سرحد

19- تفسیر غرائب القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

20- منظوم ترجمہ ”وحی منظوم“ مطبوعہ سیماب اکیڈمی کراچی

21- قرآن مجید شائع کردہ تاج کمپنی لمیٹڈ

22- ترجمہ و مختصر تفسیر جلد دوم شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت الاسلام لاہور

23- ترجمہ و تفسیر نور العرفان، جلد سوم

24- شان حبیب الرحمن من آیات القرآن مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

25- تفسیر تدریس القرآن مولفہ ابو مسعود حسن علوی جلد دہم، ص ۱۰۴۱ مطبوعہ اسلامک

ریسرچ اکیڈمی راولپنڈی

26- And he found thee wandering, and he gave thee guidance.⁽²⁶⁾

27- اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہ دی؟⁽²⁷⁾

تراجم کی درج بالا فہرست سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کو ”ضال“ بمعنی گمراہ کسی نے بھی نہیں کہا۔ اگرچہ ترجمہ میں استعمال کئے گئے کئی اردو الفاظ مثلاً گم کردہ راہ، بھٹکتا، راہ بھولا ہوا، بھٹکا وغیرہ کے انتخاب میں اس احتیاط سے کام نہیں لیا گیا جو یہاں درکار تھی۔ اور ترجمہ کرتے وقت نبی کی ”معصوم عن الخطا“ حیثیت بالخصوص امام الانبیاء کی فضیلت ختم المرسلین کا خیال نہیں رکھا گیا آئیے دیکھئے حضور سرور دو عالم ﷺ کی ذات کے لئے جس کا تقاضا از روئے ایمان ضروری ہے۔ عربی دان مفسرین کیا کہتے ہیں۔ (ضالاً کی تشریح ووضاحت)

الف. غیر مہتد لما سبق الیک من النبوة (راغب)

(ترجمہ: نبوت سے پہلے آپ (معالم نبوت سے) بے خبر تھے۔)

ب. غیر عالم ولا واقف علی معالم النبوة واحکام الشریعة وما طریقہ السمع (مدارک)

(ترجمہ: غیر عالم اور غیر واقف، نبوت کے علوم سے اور احکام شریعت سے اور جو کچھ سننے کے طریقے سے ملا۔)

ج. غافلاً من الشرائع التي لا تهتدی اليها العقول وعلی هذا

26- The Holy Quran, Translation & Commentary by Abdullah

Yousuf Ali, Dawah Academy Islamabad, Page.1249-50

27- القرآن الکریم و ترجمہ و معانیہ و تفسیرہ الی اللغة الارویة، ص ۱۷۲۷ شاہ فہد پرنٹنگ پریس کمپلیکس سعودی عرب

مزید دیکھئے تفسیری نور العرفان مع کنز الایمان مطبوعہ پیر بھائی کمپنی لاہور

عما قال الرامدی اکثر المفسرین وهو اختیار الزجاج

(روح المعانی)
(ترجمہ: شریعتوں سے بے خبر جن کی طرف عقلیں رہنمائی نہیں کرتیں اور اسی پر راوی نے کہا اور اکثر مفسرین نے کہا اور زجاج نے اسی کو اختیار کیا ہے۔)

د. ای لم تکن تدری القرآن. الشرائع فهداک اللہ الی القرآن وشرائع الاسلام (قرطبی)
(ترجمہ: مطلب یہ ہے کہ آپ قرآن کو نہیں جانتے تھے (اور نہ) وہ راستہ جو آپ کو اللہ کی طرف لے جاتا، قرآن کی طرف لے جاتا اور اسلام کی شریعت کی طرف۔)

یعنی آپ اس سے پہلے قرآن اور احکام شریعت کو نہیں جانتے تھے پس اللہ نے آپ کو قرآن کا علم بھی بخشا اور احکام شرعیہ کی تفصیلات سے بھی آگاہ فرمایا۔^(۱)

ہ. کنت مغموراً بین الکفار بمکة فقواک اللہ تعالیٰ حتی اظہرت دینہ (کبیر)
(ترجمہ: یعنی آپ مکہ میں کفار کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قوت عطا فرمائی اور آپ ﷺ نے اس کے دین کو غالب کیا۔)

و. الضلال بمعنی المحبة کما فی قوله تعالیٰ انک فی ضلالک القدیم (کبیر)

(ترجمہ: یعنی یہاں ضلال سے مراد محبت ہے جیسا کہ اللہ کے اس ارشاد میں ہے) حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ

۱- الف تاج۔ بحوالہ ترجمہ و تفسیری حاشیہ از مولانا عبدالماجد دریابادی

السلام کی محبت کے حوالے سے کہ) تو تو اپنی اسی قدیم غلطی (پرانی محبت ورافت) میں ہے۔ (1)(2)

ز۔ علامہ خازن ”تفسیر خازن“ میں لکھتے ہیں کہ ”ضلالت کو تخری لازم ہے اور آیت کا معنی اس طرح ہے۔ ”ہم نے آپ کو امر تبلیغ میں متخیر پایا (یعنی تبلیغ کس طرح کی جائے) تو آپ ﷺ کو تبلیغ کا طریقہ بتلایا۔“ (3)

ح۔ امام فخر الدین رازی، امام راغب اصفہانی، امام سلیمان جمل، علامہ صاوی اور تفسیر عزیز کی کے مصنف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ”ضلالت کا استعمال محبت کے لیے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ ان ابانا لفی ضلل مبین۔ انک لفی ضلالک القدیم۔ اس صورت میں معنی یوں ہوگا ”ہم نے آپ ﷺ کو اپنی محبت میں مستغرق پایا پس آپ ﷺ کو خلق کی طرف متوجہ (ہدایت کی) کیا“ (4)

خ۔ علامہ اسماعیل حقی تفسیر ”روح البیان“ میں لکھتے ہیں کہ ”حضرت یوسفؑ کے بھائیوں سے جب حضرت یعقوب نے فرمایا کہ ”مجھ کو یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے“ تو انہوں نے کہا ”خدا کی قسم آپ تو اپنی اسی پرانی وارفتگی (ضلالک القدیم) میں ہیں“ اسی لیے یہاں یعنی آیہ (وَوَجَدَكَ ضَالًّا) میں ضلال کے معنی گمراہی کے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ محبت میں ”از خود رفتہ“ ہی کے ہوں گے جیسے سورۃ

1- دتالاجلہ تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم مطبوعہ مکتبہ ضیاء القرآن لاہور

2- سورۃ یوسف آیہ ۹۵

3- بحوالہ ضیائے کنز الایمان از مولانا غلام رسول سعیدی ص ۳۶

4- بحوالہ ضیائے کنز الایمان از مولانا غلام رسول سعیدی ص ۳۶

یوسف کی مذکورہ بالا آیت کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں^(۱)۔
 درج بالا حوالہ جاتی صراحتوں سے یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ گئی کہ رسول
 اللہ ﷺ کے لیے آیہ عنوان بالا میں استعمال شدہ لفظ ”ضلال“ کا معنی گمراہی، کفر
 ، بے راہروی، بے دینی، بت پرستی، شرک سے آلودگی، فسق و فجور وغیرہ ہرگز
 ہرگز نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بے خبر، ناواقف، بے علم وغیرہ جیسے الفاظ بھی آپ ﷺ
 کی شان والا تبار میں استعمال کرنا آپ کی جناب میں آداب و اکرام سے گریز کا
 ثبوت ہے۔ آئیے دیکھیں کہ ہمارے علماء نے آیہ زیر عنوان کی تشریح و تعبیر میں
 کیا کیا علمی، تفسیری، عقلی، فکری، اور دینی نکات واضح کیے ہیں اور آخر میں کیا
 نتیجہ نکالا ہے۔

الف۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ”اس آیت میں مضاف
 محذوف ہے یعنی ہم نے آپ کو گمراہوں کی قوم میں پایا اس کے
 باوجود آپ کو ہدایت پر ثابت قدم رکھا۔“^(۲)

ب۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ”ضلالیت کا لفظ عربی
 محاورات میں اختلاط کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں
 ضل الماء فی اللبن (پانی دودھ میں مل گیا) حضور ﷺ نزول وحی
 سے پہلے مشرکین مکہ کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے۔ بعد میں اللہ
 تعالیٰ نے شریعت نازل فرما کر آپ ﷺ کو ایک الگ معاشرت کی
 طرف متوجہ کیا۔ اس لحاظ سے معنی یوں ہوا۔ ”ہم نے آپ کو کفار
 کے ساتھ (معاشرۃ) مختلط پایا پس (ایک الگ معاشرت کی) راہ
 دکھائی۔“^(۳)

1- شان حبیب الرحمن من آیات القرآن، ص ۲۱۹

2- بحوالہ ضیائے کنز الایمان از مولانا غلام رسول سعیدی ص ۳۹

3- ایضاً ص ۳۸

ت۔ چھٹے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کو گمراہوں میں پایا یعنی جس قوم میں آپ ﷺ نے پرورش پائی ان میں اب تک کسی کو بھی نبوت کا نور نہ پہنچا تھا۔ اس قوم میں آپ ﷺ کو ہدایت پر رکھا۔ ورنہ بے علم قوم میں عالم کس طرح ہو یعنی اگر ہم آپ کو معصوم پیدا نہ فرماتے تو آپ کس طرح ہدایت پر رہتے۔⁽¹⁾

ث۔ جب حضرت محمد ﷺ جوان ہوئے تو قوم کی رسم و راہ سے بیزار تھے اور اپنے پاس کوئی (واضح) رسم و راہ نہ تھی۔ اللہ نے دین برحق نازل کیا (اور آپ کو مخلوق کی ہدایت و فلاح کی طرف متوجہ کیا)⁽²⁾

ج۔ بعض نے کہا **وَوَجَدَكَ ضَالًّا** کا یہ معنی ہے کہ تم اپنے نفس سے بھی واقف نہ تھے۔ بعض صوفیہ نے اس طرح تشریح کی کہ اللہ نے تم کو عاشقِ محبت پایا تمہارا عشق حد سے آگے بڑھ چکا تھا۔ جذب کی حالت کو ضلال بطور کنایہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ مجذوب اکثر غلط راستہ پر پڑ جاتا ہے گویا ”ضالاً“ سے مراد ہے مجذوب، حدیث شریف میں آیا ہے کہ ”کسی چیز کی محبت تم کو اندھا بہرا کر دیتی ہے۔“ پس آیت میں مسبب (ضلال) سے سبب (جذب) مراد ہے۔

فہدی: یعنی تم کو شعائرِ دین بتا دیئے..... یا اپنے نفس اور حال کو پہچاننے کا راستہ بتا دیا۔ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔⁽³⁾ محبوب کے وصال کا راستہ بتا دیا۔ یہاں تک کہ قابِ قوسین اودنی“ کے مقام پر تم پہنچ گئے⁽⁴⁾

1- روح البیان و مدارج النبوت بحوالہ شان حبیب الرحمن من آیات القرآن ص ۲۲۰

2- تفسیری حاشیہ موضح القرآن مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ

3- مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (قول حضرت علیؓ)

4- تفسیر مظہری جلد دوازدہم ص ۲۲۵-۲۲۴ مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی

ج۔ یہ دوسرا حصہ عمر کا شروع ہوتا ہے۔ اس میں جوانی کی امنگیں اور نوخیز شباب کے ولولے بھی کچھ کم نہیں ہوتے ہر چند آپ مادر زاد نبی تھے۔ اور طفولیت ہی میں ”رئیس الموحدین“ تھے۔ خدا پرستی اور مکارم اخلاق آپ کا شیوہ تھا۔ مگر ہنوز مراتب قرب اور محبت کی سنگلاخ گھاٹیوں سے نیز وحی اور شریعت اسلام کی حقیقت سے جو آپ کو بعد میں الہام ہوئی ناواقف تھے۔ اس ہدایت و شریعہ کوچہ سے بھولے ہوئے تھے اور حیران و طالب تھے۔ لیکن حق سبحانہ نے رہنمائی کی۔ اسی بات کی طرف اس جملہ میں (حق تعالیٰ) ایما کرتا ہے۔ **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ** کہ ہم نے تمہیں بھولا ہوا یا طالب پایا کہ پھر تمہیں رہنمائی کی جیسا کہ ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔ **مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ**۔^(۱) آپ عبادت کرتے تھے مگر یہ کہ تعداد رکعات اور اس کے آداب و قوانین نہ جانتے تھے ناپاکی سے دور رہتے تھے ہاتھ پاؤں دھولیا کرتے تھے۔ مگر وضو اور غسل کے دستورات نہ جانتے تھے۔ خیرات کرتے اور اسکی تاکید کرتے تھے مگر اس کے مصارف اور مقدار زکاۃ اور اسکے دیگر دستورات سے واقف نہ تھے اسی طرح ایک محبت الہی کا جذبہ تھا اور دل میں ایک آتش عشق شعلہ مارتی تھی۔ مگر اس کی ترقی اور قوانین سے واقف نہ تھے۔ اس حالت کو (قرآن نے) ضلالت سے تعبیر کیا جو اوروں کی ہدایت سے بڑھ کر تھی۔^(۲)

خ۔ رازی نے لکھا کہ عام امت کے سب فرقہ اسلام متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے پیدائش کے وقت سے کبھی ایک لحظہ کو بھی اللہ تعالیٰ

۱۔ ترجمہ: آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔

۲۔ تفسیر حقانی جلد پنجم ص ۲۰۵

سے کفر نہیں کیا۔ معتزلہ فرقہ نے یہاں تک کہا کہ عقلی دلیل سے بھی کفر محال بالذات ہے اور رازی نے اس کو دوسروں کے نزدیک محال بالغیر قرار دیا و لیکن مترجم کہتا ہے کہ یہ بحث بے ہودہ ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازل میں آپ ﷺ کو نبوت کاملہ سے سرفراز کیا تو ایک لمحہ کفر بھی محال ہے پس قطعاً معلوم ہوا کہ قول باری تعالیٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ میں ضلال سے شرعی گمراہی اعتقادی کسی طرح مراد نہیں ہے۔⁽¹⁾

د۔ آپ ﷺ ابتداء و اصلاً اصول و ارکان شریعت سے بیگانہ محض تھے۔ پھر اس (خدا تعالیٰ) نے آپ کو دین و شریعت کا پورا پورا علم دیا۔ پس یہاں ضال کے معنی حیران و سرگرداں کے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ دولت رسالت سے تو بعد کو مشرف ہوئے اپنی قوم کی اصلاح کی فکر اور تڑپ آپ ﷺ کو بہت قبل سے تھی اور اسی دھن میں آپ ﷺ برابر لگے رہتے تھے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے وحی کی راہ آپ پر کھول دی اور سارے حقائق دین آپ پر منکشف کر دیئے۔ سو ”ضال“ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی زندگی کے دور قبل نبوت کے اعتبار سے فرمایا جبکہ آپ راہ فلاح و اصلاح کے لیے بے چین رہتے تھے۔ فہدٰی۔ چنانچہ اس (خدائے تعالیٰ) نے آپ کو دین و شریعت کا پورا علم دے دیا اور اصلاح و ہدایت کے دقائق و حقائق آپ کو سمجھا دیئے۔ ای فعر فک الشرائع و القرآن (یعنی تجھ کو معرفت شریعت و قرآن سے نوازا) (تفسیر مدارک التنزیل)⁽²⁾

ذ۔ ضالاً۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ آنحضرت ﷺ نے کبھی بت

1- مواہب الرحمن المعروف بہ تفسیر جامع البیان جلد دہم پارہ ۳۰، ص ۷۴۲

2- بحوالہ تفسیر ماجدی ص ۱۲۰۰

پرستی کی یا شرک و کفر کے مرتکب ہوئے۔ آپ ہمیشہ ان نجاستوں سے پاک رہے بلکہ وہ صلب بھی پاک تھی جس میں آپ رہے اور وہ شکم بھی پاک تھا جس میں آپ جلوہ افروز ہوئے بلکہ مراد اس سے یہ کہ نبوت کا راستہ آپ کو معلوم نہ تھا۔ حق پرستی کے طریقوں سے آپ ﷺ بے خبر تھے۔ قبل از نبوت بھی آپ خدا ہی کی عبادت کرتے تھے مگر نہ اس طریقے سے کہ جو خدا کو مطلوب و محبوب تھا۔ (بلکہ اپنی دانست میں بہتر ترین طریقے سے) (۱)

ر۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شریعت سے بے خبر پایا تو آپ ﷺ کو شریعت کا رستہ بتلایا کقولہ تعالیٰ مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ (اللہ کے ارشاد کے مطابق کہ تو اس کو پہلے نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کے بارے میں بھی نہیں جانتا تھا) اور وحی سے پہلی شریعت کی تفصیل معلوم نہ ہونا (نبی کے فضائل میں) کوئی (وجہ) منقصت (نقص) نہیں ہے۔ (۲)

ز۔ جب حضرت ﷺ جوان ہوئے تو قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم و راہ سے سخت بیزار تھے اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موج زن تھا عشق الہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اعلیٰ ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مارتا تھا۔ لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا۔ جس سے اس عرش و کرسی سے زیادہ

1- تفسیری حاشیہ مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ، ۱۳۱۹ھ

2- بیان القرآن سوم ص ۱۰۴، مؤلف مولوی اشرف علی تھانوی

وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ ﷺ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ ﷺ پر کھول دیں۔ یعنی دین حق نازل فرمایا۔

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا (شوریٰ ع ۵) یہاں ضالاً کے معنی کرتے وقت سورۃ یوسف کی آیت قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالٍ لِكَ الْقَدِيمِ (آیہ ۹۵) کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ (۱)

س۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں وجہ ششم کے تحت لکھا ہے ”قوله وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ۔ اس سے بچپن کا زمانہ مراد ہے۔ اور ضال سے یہ مراد کہ آپ کو علم معرفت سے خالی پایا اور یہ مطلب نہیں کہ اعتقاد میں ضلالت تھی نعوذ باللہ من ذالک تو حاصل یہ کہ ہم نے بچپن میں تجھے معرفت الہی سے خالی پایا پھر تجھے معرفت دی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا (یعنی اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس نے تم لوگوں کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا اس حالت میں کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے۔)

مترجم کہتا ہے کہ اس آیت میں جو حالت مذکور ہے وہ عموماً

1- تفسیر عثمانی ص ۷۷۹-۷۷۸

آیہ مذکورہ میں ضالاً بمعنی محبت میں سرگرداں، محبت میں از خود رفتہ، محبت میں غرقاب، محبت میں مجنون وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لہذا آیہ زیر عنوان کا مفہوم بھی اسی لحاظ سے مرتب ہوگا۔

خلقت انسانی کے واسطے ہے اور آنحضرت ﷺ کا قیاس اس پر نہیں ہو سکتا اور آپ کے قلب پاک میں معرفت حق تعالیٰ ہمیشہ موجود تھی ایک لمحہ بھی آپ اس سے خالی نہیں ہوئے۔ اور ظاہر احادیث میں جو بیانات دربارہ جبریل علیہ السلام کے آئے ہیں کہ آپ کو جبریل کے دیکھنے سے خوف ہوا تو اس کو معرفت سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ لیکن یہ بات ایسے عامی لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ جو معرفت سے خالی ہیں کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ آپ غار حرا میں اس واسطے گوشہ نشین ہوتے تھے تاکہ حق عزوجل کی عبادت کریں۔ پس اس تجلی نور جبریل میں تردد ہوا تھا نہ معرفت حق عزوجل میں اور یہاں لطائف اسرار میں جو بیان میں نہیں آسکتے لیکن سمجھدار کو اسی قدر بیان کافی ہے فافہم۔“ (1)

ش۔ علمائے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی (آں حضرت ﷺ) عقیدہ اور عمل کی ہر کجی سے معصوم تھے حضور ﷺ نے اس مشرکانہ ماحول میں عمر بسر کی۔ لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی شرک نہیں کیا۔ زمانہ جاہلیت کی لغویات سے حضور کا دامن ہمیشہ محفوظ رہا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عرب معاشرہ جس قسم کی فکری اور عملی گمراہیوں میں مبتلا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے ہمیشہ بالکل منزہ اور مبرا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی سابقہ زندگی کو آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے۔
فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (2) (ترجمہ: میں

1- تفسیر مواہب الرحمن جلد دہم ص ۷۲۸

2- سورۃ یونس ۱۶

نے اپنی عمر اس سے پہلے تمہارے درمیان گزاری ہے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔) سورۃ نجم کی اس آیت میں (مَا ضَلَّ صَا حِبُّكُمْ وَمَا غَوَىٰ) بھی حضور ﷺ سے عقیدہ اور عمل کی ہر قسم کی گمراہی کی نفی کی گئی ہے۔ ان آیات کی موجودگی میں اور تاریخ کی اہل شہادت کے باوجود یہاں (یعنی وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ) ضَالًّا کا معنی گمراہ یا بھٹکا ہوا کرنا خود بڑی ضلالت ہے۔ العیاذ باللہ (1)

ص۔ اصل میں لفظ ضَالًّا استعمال ہوا ہے۔ جو ضلالت سے ہے عربی زبان میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے ایک معنی گمراہی کے ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص راستہ نہ جانتا ہو۔ اور ایک جگہ حیران کھڑا ہو کہ مختلف راستے جو سامنے ہیں ان میں سے کدھر جاؤں۔ ایک اور معنی کھوئے ہوئے کے ہیں۔ چنانچہ عربی محاورے میں کہتے ہیں ضل الماء فی اللبن (پانی دودھ میں گم ہو گیا) اس درخت کو عربی میں ضالۃ کہتے ہیں جو صحرا میں اکیلا کھڑا ہو اور آس پاس کوئی دوسرا درخت نہ ہو۔ ضائع ہونے کے لئے بھی ”ضلال“ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی چیز نا موافق اور ناسازگار حالات میں ضائع ہو رہی ہو۔ غفلت کیلئے (ضال) ”ضلال“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے چنانچہ خود قرآن مجید میں اس کی مثال موجود ہے لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسِي (2) (ترجمہ: میرا رب نہ غافل ہوتا ہے نہ بھولتا ہے۔) ان مختلف معنوں میں سے پہلے معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے کیونکہ بچپن سے قبل نبوت تک رسول اللہ ﷺ کے جو حالات تاریخ میں موجود ہیں ان میں کہیں اس بات کا شائبہ

1- تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۵۸۹

2- سورۃ طہ۔ ۵۲

تک نہیں پایا جاتا کہ آپ کبھی بت پرستی، شرک یا دہریت میں مبتلا ہوئے ہوں یا جاہلیت کے جو اعمال، رسوم اور طور طریقے آپ ﷺ کی قوم میں پائے جاتے تھے ان میں سے کسی میں آپ ﷺ ملوث ہوئے ہوں اس لیے لامحالہ **وَوَجَدَكَ ضَالًّا** کے یہ معنی تو نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عقیدے یا عمل کے لحاظ سے گمراہ پایا تھا۔ البتہ باقی معنی کسی نہ کسی طور یہاں مراد ہو سکتے ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک ایک اعتبار سے سب مراد ہوں۔ (1)

ض۔

یہ اس روحانی انعام کا بیان ہے جو آپ پر بعد کے دور میں ہوا۔ معلوم ہے آپ کو جو رسوم و روایات خاندان کے بزرگوں سے وراثت میں ملیں ان پر آپ ﷺ کی سلیم فطرت ایک لمحہ کے لیے بھی مطمئن نہ ہو سکی اور دوسری کوئی ایسی روشنی نہیں تھی جو آپ ﷺ کے لیے سرمایہ تسکین بن سکتی۔ آسمانی مذہب کے پیرو جو آپ کے گرد و پیش تھے ان کا حال البقرہ، آل عمران اور دوسری مدنی سورتوں میں واضح ہو چکا ہے کہ ان کے عقائد و اعمال اس قدر مسخ ہو چکے تھے کہ کوئی جو یائے حقیقت ان سے کوئی رہنمائی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس صورت حال نے آپ کو ایک شدید قسم کی ذہنی کشمکش میں ڈال دیا تھا۔ آپ ﷺ کی اسی کشمکش کو یہاں **وَوَجَدَكَ ضَالًّا** کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ **ضَالًّا** یہاں گمراہ کے معنی میں نہیں بلکہ جو یائے راہ کے معنی میں ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ حالت نہ ضلالت کی ہے نہ اس کو ہدایت سے تعبیر کر سکتے ہیں بلکہ صحیح الفاظ میں یہ جستجوئے راہ کی سرگردانی ہے گویا ایک شخص چوراہے پر کھڑا ہے اور فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ کس

سمت میں قدم بڑھائے بعثت سے پہلے غار حرا کی تنہائیوں میں آپ انہی گتھیوں کو سلجھایا کرتے تھے۔^(۱)

ط - دوسری نعمت وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى - لفظ ”ضال“ کے معنی گمراہ بھی آتے ہیں اور ناواقف بے خبر کے بھی۔ یہاں دوسرے ہی معنی مراد ہو سکتے ہیں کہ نبوت سے پہلے آپ شریعت الہیہ کے احکام اور علوم سے بے خبر تھے۔ آپ کو منصب نبوت پر فائز کر کے (اللہ تعالیٰ نے) آپ کی رہنمائی فرمائی۔ (یہی فہدیٰ کا مفہوم ہے)^(۲)

ظ - عربی میں ضال کے پانچ معنی ہیں۔

۱ - کافر و گمراہ۔ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ^(۳)

۲ - بے خبر، ناواقف، فعلتھا اذا من الضالین (۴)

۳ - وارفتہ محبت قالوا تالله انك لفي ضلالك القديم^(۵)

۴ - گم شدہ ضل الماء في اللبن (پانی دودھ میں گم ہو گیا)

۵ - نشان ہدایت جیسے اونچا درخت یا بلند عمارت جو مسافر کے لیے رہبر ہو، یہاں پہلے معنی (ہرگز) نہیں ہو سکتے کیونکہ رب نے فرمایا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى^(۵)

کفار مکہ نے بھی حضور ﷺ کو شاعر، ساحر اور مجنون کہا۔ کسی نے آپ ﷺ کو گمراہ یا گنہگار نہ کہا۔

- 1- تفسیر تدبر قرآن جلد نہم ص ۴۱۱
- 2- معارف القرآن جلد ہشتم ص ۷۶
- 3- ترجمہ: نہ ان کی راہ پر چلانا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان کی راہ پر جو گمراہ ہوئے۔ (الفتح۔ ۷) (۶) پس جب اس کو کیا (تو کہا) میں ناواقفوں میں سے ہوں۔
- 5- ترجمہ: انہوں نے کہا خدا کی قسم آپ اسی پرانی وارثی (یعنی محبت) میں ہیں (یوسف۔ ۹۵)
- 6- تیرا صاحب نہ گمراہ اور نہ ہی راہ راست سے بھٹکا (النجم۔ ۲)

دوسرے معنی بھی یہاں نہیں بنتے کیونکہ حضور ﷺ ظہور نبوت سے پہلے نہ عقائد سے بے خبر تھے۔ نہ نیک اعمال سے۔ بحالت اعتکاف و عبادت آپ پر پہلی وحی ہوئی۔ معراج کو جاتے ہوئے نبیوں (اور) فرشتوں کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی۔ حالانکہ امام کو تمام مقتدیوں سے زیادہ عالم ہونا چاہیے۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہاں چوتھا معنی مراد ہے۔ کہ آپ کفار میں گھرے ہوئے تھے۔ رب نے آپ کو ہدایت پر رکھا۔ یا آپ وہ نشان ہدایت ہیں جسے تمام عالم دیکھ کر راہ ہدایت پاتا ہے۔ لہذا ہدیٰ کا مفعول حضور ﷺ نہیں بلکہ عام مخلوق ہے۔ صوفیا کے نزدیک ضلال سے مراد جذب ہے۔ اور ہدایت سے مراد سلوک۔ جذب سے سلوک اعلیٰ ہے موسیٰؑ کا دیدار جلوہ الہی سے غشی میں آجانا جذب تھا۔ وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا^(۱) اور معراج میں حضور ﷺ کا عین ذات کو دیکھ کر تبسم فرمانا سلوک ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ^(۲) یعنی رب تعالیٰ نے آپ کو عشق الہی میں وارفتہ و مجذوب پایا تو درجہ سلوک عطا فرمایا۔^(۳)

ع۔ حضرت جنید بغدادیؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ”ضالاً“ کا معنی متخیراً ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرآن کریم کے بیان میں حیران پایا تو اس کے بیان کی تعلیم فرمادی۔^(۴)

غ۔ رازی نے لکھا کہ عرب کے محاورہ میں ہے ضل الماء فی اللبن۔ (دودھ میں پانی ”ضال“ (گم) ہوا۔) یعنی اس کے اندر مغمور و غائب ہو گیا اس محاورہ کے موافق آیت میں یہ معنی ہوتے ہیں کہ
وَوَجَدَكَ ضَالًّا یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھے ایک قوم کے درمیان میں

1- پس موسیٰؑ (تجلی الہی کی) چمک سے بے ہوش ہو گئے۔ (الاعراف۔ ۱۴۳)

2- نہ اس کی آنکھ (بوقت رویت جناب باری تعالیٰ) کسی طرف پھری اور نہ بہکی۔ (النجم۔ ۱۷)

3- قرآن و تفسیری حاشیہ نور العرفان از مفتی احمد یار خان نعیمی

4- بحوالہ تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۵۹۰ مطبوعہ مکتبہ ضیاء القرآن لاہور

گم پایا پس مجھے ہدایت دی۔ یعنی تو اس قوم کے درمیان میں پیدا کیا گیا اور گم نام رکھا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تیرا نام پاک روشن کیا اور قوت دی۔ یہاں تک کہ تیرا دین ظاہر ہوا۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ^(۱)۔ یعنی تیرا ذکر ہم نے بلند کیا۔^(۲)

ف۔

اور غیب کے اسرار آپ ﷺ پر کھول دیئے اور علم ماکان وما یكون عطا کیے اپنی ذات و صفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ مفسرین نے ایک معنی اس آیت کے یہ بھی بیان کیے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا وارفتہ پایا کہ آپ اپنے نفس اور اپنے مرتبہ کی خبر نہیں رکھتے تھے تو آپ کو آپ کی ذات و صفات اور مراتب و درجات کی معرفت عطا فرمائی۔ انبیاء علیہم السلام سب معصوم ہوتے ہیں نبوت سے قبل بھی اور نبوت سے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کے ہمیشہ سے عارف ہوتے ہیں۔^(۳)

ق۔

وَوَجَدَكَ اور اس نے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو پایا ”ضَالًّا“۔ ناواقف۔ ضال کے معنی یہاں حیران و سرگردان کے ہیں۔ فَهَدَىٰ۔ پھر آپ کو ہدایت کی یعنی آپ کو ان سب حالات کے اسرار اور رموز سے واقف فرمایا اور دین و شریعت کا پورا علم عطا فرمایا۔ یہ فَهَدَىٰ دراصل فَهَدَكَ تھا۔ قافیہ کی خاطر خطاب کے کاف کو حذف کر دیا گیا ہے۔^(۴)

ک۔ مولوی فیروز الدین صاحب ڈسکوی نے اپنی پنجابی منظوم تفسیر میں آ یہ

1- اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا (اشرارح-۴)

2- تفسیر مواہب الرحمن المعروف یہ جامع البیان جلد دہم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور

3- ترجمہ و تفسیری حاشیہ کشف الرحمن مصنفہ مولانا احمد سعید دہلوی مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کراچی

4- تفسیر کاشف البیان جلد ششم ۵۵۴-۵۵۵

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ كے ذیل میں یہ اشعار قلم بند فرمائے ہیں۔
طالب راہ ہدایت دا پھر اس نے تینوں پایا اپنی پاک شریعت دا اس تینوں راہ دکھایا
طالب ساہیں توں دنیا اندر خاص وصال الہی حاصل ہو یا دنیا اندر قرب کمال الہی (۱)
ن۔ اور اللہ تعالیٰ نے معالم نبوت اور احکام شریعت سے بے خبر اور
ناواقف پایا پھر آپ کو راہ دکھائی یعنی منزل مقصود تک پہنچا دیا
یعنی آپ ﷺ نہ نبوت سے واقف تھے نہ کتاب سے
واقف، یعنی نہ شریعت و ایمان کی تفصیل سے واقف تھے مگر راہ کی
تلاش میں بے چین و حیران۔ آخر یک سوئی حاصل کرنے کی غرض
سے غار حرا میں جانا شروع کیا اور بالآخر جس (چیز) کی تلاش میں
سرگرداں تھے۔ وہ پالی (وحی ربانی) اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا
احسان تھا کہ تلاش حق کرنے والے کو حق مل گیا ہے۔ (۲)

بعض نے کہا کہ ضالاً سے حقیقت میں قوم یعنی امت مراد ہے۔
لیکن اللہ تعالیٰ مالک الملک ذوالجلال والا کرام ہے تو اس نے

1- ترجمہ و تفسیر (منظوم پنجابی) فیروزی پارہ تیس۔ طابع حاجی چراغ الدین، سراج الدین
تاجران کتب لاہور۔ مولانا ڈسکوی نے آریہ زیر عنوان کا ترجمہ یہ دیا ہے۔
اور تجھے طالب (راہ حق) پایا تو ہدایت کر دی۔ (ص ۱۰۲۔ ایضاً)

2- مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی نے مسئلہ کے عنوان سے لکھا ہے کہ ”انبیائے کرام گمراہی
اور کفر سے ہمیشہ معصوم ہوتے ہیں۔ جو کوئی ان کو نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد کسی
آن میں کافر یا گمراہ مانے وہ خود بے دین ہے حضرت آدمؑ نے پیدا ہوتے ہی کلمہ طیبہ
ساق عرش پر لکھا ہوا پڑھ لیا حضرت عیسیٰؑ نے پیدا ہوتے ہی فرمایا کہ ”میں اللہ کا بندہ
ہوں اور نبی اور صاحب کتاب ہوں اپنی والدہ ماجدہ کی اطاعت کرنے والا اور نماز کا
قائم رکھنے والا ہوں“ حضرت ابراہیمؑ نے زبان کھولتے ہی اپنی والدہ اور چچا کو اور
اپنی قوم کو توحید کا سبق پڑھایا جب یہ حضرات لڑکپن شریف میں ایسے عارف باللہ ہوں
تو کون سا وقت ان کی گمراہی کا ہو سکتا ہے؟ (حاشیہ قرآن تفسیر نعیمی)

خطاب صرف اپنے حبیب رسول ﷺ سے فرمایا۔ جو خطاب کے لائق تھا اور اس تاویل کے موافق آ یہ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے تیری قوم کو ضلالت میں پایا پھر تیری وجہ سے ان کو ہدایت دی۔ اگر کوئی کہے کہ آیت میں آنحضرت ﷺ پر انعامات بیان فرمائے ہیں۔ اور اس تاویل کے موافق قوم پر انعام ہوا جو اب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر بھی بڑا انعام ہوا۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ”اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ سے ایک شخص کو ہدایت دے تو یہ بات تیرے واسطے سرخ اونٹوں کے گلہ سے بڑھ کر ہے۔“ (1)

ن۔ اب فرمایا کہ آپ کو ضال پایا۔ اس کی بہت سی تفسیریں ہیں ”ضال“ کے معنی گمراہ ہو ہی نہیں سکتے۔ چند ایک معانی یہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ ﷺ ہماری (یعنی اللہ تعالیٰ کی) محبت میں ایسے خود رفتہ تھے۔ کہ آپ ﷺ کو اپنے درجات کی اور اپنے نفس کی خبر نہ رہی تھی۔ تو ہم نے آپ کو اس درجہ سے ترقی دے کر سلوک دیا اس سے معلوم ہوا کہ جذبہ (دنیا اور امور دنیا سے لا تعلقی) سے سلوک (اعتدال پسند زندگی) افضل ہے۔ ایک معنی یہ ہے کہ شب معراج میں آپ کو اپنی صفتوں سے ناواقف پایا تو آپ کو اپنی ان صفتوں سے خبردار کر دیا۔ تاکہ ہماری بارگاہ میں آ کر ان سے ہماری حمد کریں۔ (2)

و۔ اس ہدایت و ضلالت کا بیان وہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بالغ ہونے کے بعد کمال عقل اور دانائی کے سبب سے اس قدر معلوم ہوا کہ بتوں کی پوجا اور کفر و جاہلیت کی رسمیں سب بے اصل اور پوچ

1- رازی بحوالہ مواہب الرحمن المعروف بہ جامع البیان جلد دہم ص ۷۴۸

2- مدارج النبوت بحوالہ شان حبیب الرحمن من آیات القرآن ص ۲۲۰-۲۱۹

ہیں۔ تو دین حق کی کھوج اور تلاش کے درپے ہوئے اور بڑے بوڑھوں کی زبان سے سنا کہ ہمارا اصل دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے آنحضرت ﷺ کو یہ خیال بندھا اور تدبیر سوچھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح خدا کی طرف پورا رجوع ہو جاؤں۔ اور اسکی عبادت و بندگی کروں لیکن جب دین ابراہیمی نہ کسی کو یاد رہا تھا اور نہ کسی کتاب میں لکھا ہوا (موجود تھا) اور نہ آنحضرت ﷺ کتاب پڑھ سکتے تھے لہذا بالضرور اس دین کے احکام کے کھوج اور تلاش کرنے میں بے قرار ہو کر تسبیح، تہلیل، تکبیر، اعتکاف، جنابت کا غسل، حج کے مناسک ادا کرنے اور خلوت اور گوشہ نشینی سے اور اسی نوع کے اور دوسرے امور سے جس قدر معلوم ہوا اسی قدر مشغول رہتے تھے اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے ان کو پاک دین کے اصول پر مطلع فرمایا اور آگاہ کیا اور اس پاک دین کے فروع بہت اچھی طرح سے ان کے لیے معین و مقرر فرمائے اس دم وہ ان کی بے قراری جو دین حق نہ پانے کے سبب رہتی تھی۔ گویا اپنی کھوئی ہوئی چیز پائی اور جس راہ سے چلا چاہتے تھے اور وہ راہ سوچھ نہ پڑتی تھی۔ راہ آپ ﷺ کو دکھائی اس باعث اس راہ کے نہ پانے کی بیقراری کو راہ بھولنے سے نسبت دی۔ یعنی ”ضالاً“ فرمایا۔ اور تفسیر والے جنہوں نے یہ بات جیسی چاہیے ویسی پوری نہ سمجھے سو اس بھولنے کی تفسیر میں بہت دور جا پڑے ہیں۔⁽¹⁾⁽²⁾

1- تفسیر عزیزی از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سپارہ تیس ۶۵-۳۶۳ ص

2- ضالاً بمعنی ”بھٹکنا“ یہ ترجمہ متعدد مترجمین و مفسرین نے کیا ہے۔ جو لفظی ترجمہ کے اعتبار سے یقیناً صحیح ہے۔ مگر اس کے باوجود نبی کی حیثیت کو مد نظر رکھیں تو سماعت پر گراں ہے اور نبی ﷺ کے ساتھ دینی عقیدت کو صدمہ پہنچاتا ہے (مقدمہ قرآن ترجمہ کنز الایمان از آنحضرت از علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی ص ۹)

اور بعضے کہتے ہیں ضال سے مراد ہجرت کے رخ کا بھولنا ہے کہ کس طرف جانا چاہیے یا قبلے کا گم کرنا یا جبرئیل علیہ السلام کو پہلے پہل نہ پہچاننا یا دنیا کے کاروبار کی راہ بھولنا کہ آنحضرت ﷺ عبادت میں نہایت مشغول ہونے کے سبب دنیا کے کام کاج اور لین دین کے دستور سے خبردار نہ تھے اور سر و کار نہ رکھتے تھے۔ یا آسمانی راستوں کا گم کرنا کہ وہ راستے معراج کی رات معلوم ہوئے۔⁽¹⁾

ع۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ يہاں ضلال کے وہ معنی نہیں جو اردو محاورہ میں مستعمل ہیں۔ کیونکہ ہر زبان کا لغت اور اس کا محاورہ جدا ہے۔ سو عربی میں اس کے معنی ”مطلق ناواقفی“ کے ہیں کہ اور وہ اپنی دونوں قسموں کو عام ہے ایک وہ جو احکام آنے کے قبل ہو اور ایک وہ جو احکام کے معارضہ میں ہو دوسرا مذموم ہے اور اول مذموم نہیں کیونکہ نبوت کے بعد علوم وحی سے معلوم ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ قبل از نبوت وہ معلوم نہیں ہوتے تو بس آیت ایسی ہوئی جیسے ارشاد ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ⁽²⁾⁽³⁾

ی۔ جب آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس ذرا بڑے ہوئے اور

- 1- تفسیر عزیزی از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پارہ تیس ص ۳۶۶
- 2- اللہ نے خصوصی طور پر اپنے پاس سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم سکھائے جن سے آپ واقف نہ تھے۔ علوم الہیہ میں خدا کا ذاتی علم غیب بھی شامل ہے۔ جو اگر اللہ آپ ﷺ کو سکھانا چاہے تو اسے روکنے والا کون ہے؟ سورۃ النساء کی درج بالا آیت میں مطلق ”علم“ کا لفظ آیا ہے جس میں علم غیب کا شامل ہونا ممکن ہے اور علم غیب کو اللہ کی نبی کو تعلیم سے خارج کرنا ”علم“ کے مطلق کو مقید کرنا ہے۔ جو ترجمہ کے اخلاق سے زیادتی ہے۔ واللہ اعلم
- 3- نشر الطیب فی ذکر نبی الحبیب از مولانا اشرف علی تھانوی ص ۲۶۳

پہلی بار شق صدر کا واقعہ پیش آیا تو وہ پریشان ہو گئیں اور جناب رسالت ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے کر آئیں والدہ محترمہ نے آپ ﷺ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ مگر حلیمہ ابھی پہنچا کر واپس ہوئی تھیں کہ آپ باہر نکلے اور راستہ بھول کر کہیں چلے گئے تلاش کیا گیا آپ نہیں ملے تو سب پریشان ہو گئے اس وقت بوڑھے اور غمزہ دادا کی بیتابی عجیب تھی۔ اس بے تابی میں وہ حرم میں پہنچے اور خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے ابن سعد نے اس دعا (مناجات) کے چند شعر نقل کئے ہیں۔

اللهم ادر اكنى محمدا اده الى واصطنع عندي جيدا
انت الذي جعلته لي عضدا لا يبعده الدهر فيعبدا بدا
انت الذي سميته محمدا

(ترجمہ): ”خداوند میرے سوار محمد ﷺ کو پہنچا دے اور مجھ پر احسان فرما، تو ہی ہے جس نے اسے میرا بازو بنایا ہے اس کو کبھی بھی گردش زمانہ کی تباہی میں نہ ڈال کہ اس پر بربادی آئے تو ہی ہے جس نے اس کا نام محمد رکھا۔“

اسی بے تابی میں تھے کہ تھوڑی دیر میں کسی نے آپ ﷺ کو پہنچا دیا یا آپ ﷺ پہنچ گئے تو جناب عبدالمطلب نے گلے لگا لیا۔ اور پیشانی کو بوسہ دیا۔^(۱)

علامہ رحمت اللہ کیرانوی اپنی تصنیف ازالہ باطل ”اظہار الحق“ میں آریہ زیر بحث پر گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

پہلی (بات یہ کہ) آیت میں ضال مراد ضال عن الایمان (یعنی ایمان سے بھٹکا ہوا) نہیں ہے کہ کافر کے معنی میں ہو سکے اور عیسائیوں کے لیے موجب اعتراض بن سکے۔ بلکہ اس آیت کی چند تفسیریں ہیں

۱- نقد و تبصرہ برکنز الایمان و خزائن العرفان از مولانا سید حامد میاں، ص ۸۰-۷۹

جو درج ذیل ہیں۔⁽¹⁾

☆ اول موضوع روایت میں منقول ہے کہ ”میں بچپن میں اپنے دادا عبدالمطلب سے راستہ بھول کر الگ ہو گیا تھا۔ قریب تھا کہ شدت بھوک سے جان جاتی رہے کہ اللہ نے صحیح راستے پر ڈال دیا اور میں دادا کے پاس پہنچ گیا۔“⁽²⁾

☆ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو اپنی شریعت سے ناواقف پایا یعنی آپ کو اپنی شریعت کا علم الہام الہی کے بعد ہوا۔ یا وحی کے ذریعے، غرض خدا نے ہی شریعت کی جانب کبھی وحی جلی کے ذریعے اور کبھی وحی خفی کے ذریعے سے آپ کی رہنمائی کی۔ جلالین اور بیضاوی دنوں کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو حکم و احکام کے علم سے ناواقف پایا پس خدا نے آپ ﷺ کی رہنمائی کی۔ اور وحی کے ذریعے حکم و احکام کی تعلیم دی اور غور و فکر کی توفیق عطا فرمائی۔⁽³⁾

☆ تیسرا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اس سے قبل نبوت ملنے کی کوئی توقع یا امکان نظر نہ آیا تھا بلکہ اس کا تصور و خیال بھی آپ کو نہ ہوا تھا کیونکہ یہود و نصاریٰ میں یہ بات عام طور پر مشہور چلی آتی تھی۔ کہ نبوت صرف اسرائیل کی اولاد کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس ہم نے آپ ﷺ کے لیے نبوت کی راہ کھول دی جس کی آپ ﷺ کو کچھ بھی توقع نہ

1- اس سے پہلے مختلف تفاسیر و کتب دینیہ کے حوالے سے جن پہلوؤں پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اس سے مزید جو نکات مختصراً جامعاً مولانا کیرانوی نے گنوائے ہیں۔ صرف ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

2- قرطبی، ابن کثیر اور بغوی نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

3- اس موضوع پر پہلے تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔ مولانا کی گفتگو کو پھر سے مختصراً کر کے بیان کیا گیا ہے۔

(1) تھی۔

☆ چوتھا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس سے پہلے ہجرت اور ترک وطن کے مجاز نہ تھے نہ آپ کو اس کا علم تھا۔ نہ اسکی توقع کہ وطن چھوڑنے کی اجازت اور حکم ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اذن و اجازت کے ساتھ ہجرت کی راہ کھول دی۔ (2)

☆ پانچواں مطلب یہ کہ اہل عرب ایسے درخت کو جو کسی چٹیل میدان میں یکہ و تنہا پایا جائے۔ ”ضالۃ“ کہا کرتے تھے اب آیت شریف کے معنی یہ ہوئے کہ گویا حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ وہ عرب کا علاقہ اس چٹیل بیابان کی طرح تھا۔ جسمیں کوئی ایسا درخت جس پر ایمان کا پھل آتا ہو سوائے آپ ﷺ کی ذات گرامی کے کوئی اور نہ تھا۔ گویا آپ جہل و ضلالت کے صحرا میں پائے جانے والے یکتا ایمان کے درخت تھے۔ پس ہم نے آپ ﷺ کے ذریعے مخلوق کی رہنمائی کی۔ (3)

☆ چھٹے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ ﷺ قبلہ کی نسبت متخیر و حیران تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی پرانی آرزو تھی کہ کعبۃ اللہ کو قبلہ بنایا جائے لیکن آپ ﷺ کو پتہ نہ تھا کہ یہ آرزو پوری ہوگی یا نہیں اس تخیر کو ضلال کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ پھر اللہ نے اس کا پتہ آپ ﷺ کو اس ارشاد

1- تفسیر مواہب الرحمن کے مولف نے یہ گفتگو امام رازی کے حوالے سے نقل کی ہے اور اس پر تنقید بھی کی ہے۔

2- ہجرت کرنا دراصل اس بلا شریفہ کی طرف آپ ﷺ کی رہنمائی کرنا مقصود تھا جہاں آپ ﷺ کی پذیرائی، امامت و قیادت کا فروغ پانا مقدر تھا۔

3- اس تشریح و تعبیر کو تقریباً تمام عربی، فارسی اور اردو کے مفسرین نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ رازی، روح المعانی، روح البیان، ثنائی (مظہری)، مواہب، ضیاء القرآن وغیرہ تفسیروں میں یہ تعبیر و تاویل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

سے کر دیا کہ فَلَنُؤَيِّنَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (۱)

☆ ساتویں معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کو اپنی قوم میں کسمپرسی کی حالت میں پایا کہ وہ لوگ یعنی (مشرکین مکہ و کفار عرب) آپ ﷺ کو اذیتیں دیتے چلے جاتے تھے اور آپ کی شخصیت کا قطعی احترام و لحاظ نہ کرتے تھے۔ پس آپ ﷺ کے مشن اور تحریک کو طاقتور بنا کر آپ ﷺ کو ان کا حاکم اور والی بنا دیا۔ اس طرح آپ ﷺ پر انعام فرمایا اور آپ ﷺ کی قوم کو آپ ﷺ کے ذریعے سے ہدایت کی۔ (۲)

☆ آٹھویں معنی یہ ہیں کہ شب معراج میں حضوری کے وقت اللہ کی ہیبت اور خشیت کی وجہ سے اس موقع پر دربار شاہی کے آداب کے تحت جو کچھ آپ کو عرض کرنا چاہیے تھا۔ وہ آپ ﷺ بھول گئے تھے۔ اللہ نے آپ ﷺ کو خدا کی حمد و ثنا کا مضمون یاد دلادیا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لا احصي ثنا عليك۔ اس معنی کے لیے آیہ مذکورہ میں ضلال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اتنے تفسیری و کلامی دلائل دینے کے بعد مولانا کیرانوی فرماتے ہیں کہ:

”غرض کسی صورت میں بھی اس آیت سے عیسائیوں کا استدلال اپنے دعویٰ پر صحیح نہیں ہے آیت مذکورہ کی تفسیر ان مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایک طریق سے کرنا ضروری ہے یا پھر ان معانی کے ساتھ جن کو مفسرین نے

1- ترجمہ: پس ہم آپ کو ایسا قبلہ دیں گے جو آپ کو پسند ہوگا (البقرہ۔ ۱۴۵)

2- یہ انعام اس دعا کی قبولیت کی صورت میں تھا۔ جو آپ ﷺ اپنی قوم کے رویہ سے آزرده ہو کر اکثر کیا کرتے تھے کہ اللهم اهد قومی فانهم لا يعلمون۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے دے۔ پس یہ (میری قوم کے افراد) نہیں جانتے (اور میری تکذیب اور تیرے احکام کا انکار کرتے رہتے ہیں)

آیت ذیل کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ مَاضِلٌ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى (النجم)
کیونکہ اس سے بلاشبہ دینی امور میں ضلالت اور غوایت کی نفی مقصود ہے۔
مطلب یہ ہے کہ نہ آپ ﷺ سے کفر کا صدور ہوا اور نہ اس سے کم چیز یعنی
فسق کا۔

دوسری آیت (یعنی مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ) میں
کتاب سے مراد قرآن اور ایمان سے مراد احکام شرعیہ کی تفصیلات کا علم
آپ ﷺ کو نہ تھا۔ یہ بات قطعی صحیح ہے کیونکہ حضور ﷺ وحی کے نازل ہونے
سے قبل توحید پر اجمالی طور پر ایمان رکھتے تھے۔ اس کی اور جملہ احکام شرعیہ
کی تفصیلات کا حال آپ ﷺ کو معلوم نہ تھا جو آپ ﷺ کو نزول وحی کے بعد
حاصل ہوا۔ (1) (2) (3)

گذشتہ بحث میں آپ زیر عنوان پر مختلف پہلوؤں سے گفتگو کرنے
کے بعد یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اگرچہ چند علماء و مفسرین نے ضالاً کے معنی
کرتے وقت الفاظ کے انتخاب میں خاص احتیاط اور نبی کی معصوم عن الخطاء

- 1- اظہار الحق جلد سوم باب پنجم
- 2- سورة النساء کی آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ آپ کے شرف علم کی عظمت پر گواہ ہے۔ جس
پر گفتگو آگے آتی ہے۔
- 3- مذکورہ گفتگو پر علامہ کیرانوی نے یہ اضافہ کیا ہے ”یا پھر ایمان سے مراد نماز ہے جیسا کہ
آیت ذیل وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ (اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا
نہیں ہے) (البقرہ 143) میں ایمان سے مراد نماز ہے اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ
آپ ﷺ قرآن اور نماز سے واقف نہ تھے اور یہ بات یقینی ہے کہ حضور ﷺ کو نبوت
سے قبل اس نماز کی کیفیت کا جو بعد کو آپ ﷺ کی شریعت میں مشروع ہوئی ہے علم نہیں
تھا۔ یا پھر ایمان سے مضاف محذوف ہونے کی بناء پر اہل ایمان مراد ہیں۔ یعنی
آپ ﷺ کو قرآن اور اہل ایمان کا علم نہ تھا۔ کہ کون لوگ آپ پر ایمان لائیں گے۔
لہذا آپ کو یہ علم دے دیا گیا۔

حیثیت کو ملحوظ نہیں رکھا۔ اس کے باوجود تمام کے تمام علماء اپنی تفسیروں، تشریحوں، تاویلوں، دلیلوں اور لغوی بحثوں میں ایک بات پر متفق ہیں کہ حضور رسالت مآب ﷺ سے ضلال (بمعنی گمراہ) کفر، فسق اور دوسرے غیر دینی اور مشرکانہ امور کا صدور ناممکن ہے۔* اس نکتہ پر بھی تقریباً تمام علماء کی رائے ایک ہے کہ ”ضالاً“ سے مراد گمراہی تو ممکنات میں سے ہرگز نہیں ہے یہاں علوم شرعیہ، احکام دینیہ اور صحیفہ الہی یعنی قرآن کریم سے قبل از نزول وحی ناواقفیت ممکن ہے۔ یہ واقفیت آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی خصوصی عنایات پھرا کر کرتے ہوئے بذریعہ وحی بخشی۔ لیکن اگر یہ نظر غائر اس مطلب و مفہوم کا جائزہ لیا جائے تو دو باتیں سامنے آتی ہیں۔

اول: بذریعہ وحی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ذاتی علم میں سے جتنا چاہا اپنے رسولوں اور انبیاء کو ان کا حصہ بخشا ہے۔ یہ شرف ہر پیغمبر کو عطا ہوا۔ اور اس میں کسی کے علم و معرفت کی تخصیص و تحدید نہیں کی جاسکتی۔

دوم: رسول اللہ ﷺ کو بھی گذشتہ انبیاء کے احوال و شرائع احکام شریعت، دینی امور اور عقائد بالغیب (یعنی جنت، دوزخ، فرشتے وغیرہ) کا علم بذریعہ وحی بخشا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ چونکہ فخر موجودات ﷺ کی نبوت و رسالت کا قیام روز محشر تک مقدر ہو چکا ہے۔ لہذا

* شخصیت پرستی ہم میں کچھ اس غلو کی حد تک رواج پا گئی ہے کہ ہم اپنی محبوب شخصیات کے دفاع کے لیے محبوب رب العالمین ﷺ کے روشن مطہر، مزکی اور سرمد کردار پر حرف گیری کیلئے شیر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً مضمون موجودہ میں لفظ ”ضالاً“ پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا سید حامد میاں نے ضالاً کو بمعنی بھٹکا ہوا ثابت کرنے کے لیے عربی لغت و تراجم کا سہارا لیا ہے اس طرح انہوں نے مولوی محمود حسن دیوبندی کے ترجمہ (بھٹکا ہوا) کا دفاع کیا ہے اپنی اس کوشش میں وہ ذات محمدی پر تنقیص ثابت کرنے کا گناہ کر گئے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک (تفصیل کے لیے دیکھئے نقد و تبصرہ برکنز الایمان و خزائن العرفان از مولانا سید حامد میاں ص ۵۰)

آپ ﷺ کو دوسرے انبیاء کی بہ نسبت ایک منفرد و عظیم فضیلت کے حامل ہونے کی وجہ سے دوسری تمام نبوتوں کی فضیلتوں میں بھی تمام انبیاء سے ممتاز ہونا چاہیے۔ لہذا شرف علم کے معاملے میں آپ کو یقیناً ممتاز کیا گیا چند دلائل یہ ہیں۔

۱۔ جس طرح آپ ﷺ تمام انبیاء کے فضائل و خصائص کے جامع ہیں بعینہ قرآن فرقان صحائف گذشتہ کا جامع ہے یعنی گذشتہ انبیاء کی تمام تعلیمات و احکامات کا خلاصہ، نچوڑ اور ان سے بہتر دین عمل اس میں پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ جس طرح آپ ﷺ کو ماقبل انبیاء کے حالات، امتوں کی اطاعت و گمراہی اور تاریخی حقائق کا علم بخشا گیا اسی طرح آپ کو آپ کے اپنے بعد کے دور کے بارے میں علم سے نوازا گیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سیرت النبی جلد سوم از سید سلیمان ندوی اور اظہار الحق جلد دوم پانچواں باب فصل اول از علامہ رحمت اللہ کیرانوی۔ مزید دیکھئے قرآن و حدیث کی پیشگوئیاں جو کہ تفسیر، حدیث اور سیرت و فضائل کی مستند کتابوں میں بکھری ہوئی علوم محمدی ﷺ پر شاہد ہیں۔

۳۔ آپ ﷺ کو صرف علم و معرفت سے نہیں نوازا گیا۔ بلکہ مشاہدات و سیر فی الکائنات کے شرف سے بھی نوازا گیا۔ روحانی معراجوں کی کثرت اور جسمانی معراج اس دلیل پر گواہ ہیں۔ جن کے دوران آپ ﷺ کو جنت و دوزخ، سزا و جزا، ملائکہ و مقامات محبوبین و معذبین، عرش و کرسی، لوح و قلم، ذات باری، غرضیکہ احاطہ بیان میں نہ آسکنے والی حقیقتوں کے مشاہدات سے مشرف کیا گیا۔ اگرچہ یہ مشاہدات کم و بیش ہر پیغمبر کو کروائے گئے ہیں۔ مگر آں حضرت ﷺ کے لیے ان کی دوسرے تمام انبیاء کی جمیع مشاہدات

سے بھی زیادتی ثابت شدہ ہے۔

۴۔ آپ ﷺ کے علوم و معارف کو صرف دین تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ علوم و معاشرت، نجی و مجلسی زندگی، کاروبار و ملازمت، حکومت و سیاست، معاش، سائنس، فلسفہ، جنگ، امن، برتر و کمتر، آزاد و غلام، عالم و جاہل، ذکور و اناث، عوام و خواص غرضیکہ تمام طبقہ ہائے کائنات و جمیع انسان و بہائم کے لیے مشترک مفید و رہنما ہیں۔ جن کا احاطہ کرنا بھی ناممکن ہے۔ آپ ﷺ کے علوم اور ان کے فوائد و خواص پر سینکڑوں کتب لکھی جا چکی ہیں جو آپ ﷺ کی جملہ انبیا کے جمیع علوم سے زیادتی پر دلیل واضح ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچه خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ ضالاً کی تفسیر میں نماز، روزہ، احکام و مناہی، قرآن و تبلیغ اور صرف طلب الہی تک آپ کی حیرانی و سرگردانی (۱)

۱۔ اگرچہ جمہور مفسرین، محدثین اور علمائے امت نے ضالاً کو حیرانی و سرگردانی بھی کہا ہے۔ چند ایک علماء نے اسے خود رنگی کہا ہے۔ کچھ نے اسے طلب الہی یا معرفت الہی کا نام دیا ہے۔ لیکن مشہور راہل قرآن مفکر غلام احمد پرویز نے بھی اس لفظ کو بالخصوص حیرانی و سرگردانی سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے الضلۃ۔ حیرت، متحیر ہونا، سرگردان پھرنا۔ (Perplexed - Confused) جب رسول اللہ ﷺ نبوت سے پہلے تلاش حقیقت میں حیران و سرگرداں پھرتے تھے تو قرآن کریم نے اس کیفیت کو وجدک ضالاً (۹۳/۷) سے تعبیر کیا ہے ایک ہونے والا نبی نبوت سے پہلے بھی غلط تصورات زندگی سے غیر مطمئن ہوتا ہے لیکن چونکہ صحیح تصورات اس کے سامنے نہیں ہوتے اس لیے وہ ان کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے اس کے بعد اسے خدا کی طرف سے رہنمائی مل جاتی ہے تو یہ سرگردانی ختم ہو جاتی ہے۔ (لغات القرآن جلد سوم ص ۱۰۶۹ مرتبہ پرویز۔ مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام گلبرگ لاہور)

قرین صواب نہیں ہے اور پھر فہدیٰ میں صرف انہی علوم و معارف کا حصول و وصول بھی آپ ﷺ کے شرف کو محدود کرتا ہے۔ بلکہ ضالاً سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ آپ کو اللہ کی وحدانیت، عبادت، حق و باطل، اطاعت و گمراہی وغیرہ کا علم ازل سے حاصل تھا۔ مگر آپ ابھی تک متعدد علوم و مشاہدات سے نوازے نہیں گئے تھے جن کا تذکرہ تو کیا جاسکتا ہے مگر احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا ان علوم و مشاہدات سے بھی نواز دیئے گئے۔ اسی لیے بعض علماء کا اسی آیت کی تفسیر میں یہ کہنا کہ آپ کو علم ”ماکان وما یكون“ سے نوازے جانے کا ذکر ہے، حقیقت سے کچھ بعید نہیں ہے بلکہ ماکان وما یكون کہہ کر بھی اللہ کی عطا اور رسول خدا ﷺ کی علمیت و معرفت کو محدود کر دیا گیا ہے۔ کہنا یہ چاہیے تھا کہ آپ کو جو اللہ نے چاہا علوم و معارف سے نوازا۔ کتنا نوازا، کیسے نوازا، کیوں نوازا، یہ ہمارے حصر سے باہر بھی ہے اور اس پر گفتگو کرنے کا ہمیں حق بھی نہیں اس لیے کہ

1۔ خداوند تعالیٰ نے بھی اپنی عطا کا ذکر کرتے وقت تحدید و تخصیص کو چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ نساء (آیہ ۱۱۳) میں فرمایا گیا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

(اور آپ کو علم (مشاہدہ) سے نوازا۔ جو کہ آپ ﷺ نہیں جانتے تھے)

2۔ دینے والا خدا بلند و برتر ہے جس کا اپنی عطا کے بارے میں فیصلہ آخر ہے۔ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (اور اللہ کا آپ بڑا فضل ہے) پھر فرمایا وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (اور اللہ فضل عظیم والا ہے) لینے والا وہ رسول افضل ہے جس کی افضلیت کے بارے میں قرآن کی سند موجود ہے سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ..... لَنُرِيَهُ مِنْ أَيْنَ نَزَلَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی..... تاکہ ہم اسے اپنی

نشانیوں دکھا دیں (نشانیوں کا علم دے دیں) اور وہ اللہ سمیع و بصیر ہے) نہ دینے والا کمزور، نہ لینے والا کمزور۔ دونوں بزرگ و برتر ہیں پھر ہم ناقص العقل، ناقص العلم، ناقص الفہم اور ناقص الوجدان مبتدیوں کو حصر عطا الہی اور حصر اخذ رسول اللہ ﷺ کے کلمے کس نے کا کیا اختیار ہے اور کیا صداقت؟

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ

بیان کی گئی ہے۔ جسے اکثر مفسرین نے اپنی تفسیروں میں جگہ دی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ نے آپ کو ایک گمراہ اور مشرک قوم کے درمیان پایا۔ پس (پھر اس قوم کو) آپ ﷺ کے ذریعہ سے ہدایت کر دی۔ ”یہ تعبیر جتنی محتاط ہے حد نبوت کے اتنی ہی قریب ہے۔ اور مفسرین بالخصوص امام رازی نے اس دلیل کو بطور خاص بیان کیا ہے۔^(۱) ای وجد قومک ضالاً فہداهم بک (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم کو گمراہ پایا اور آپ کے ذریعہ سے ان کو ہدایت بخشی) علامہ ابو حیان اندلسی اپنی تفسیر ”البحر المحیط“ میں اسی موضوع پر خامہ فرسائی فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

”ایک رات خواب میں میں نے اس آیت (وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ) کی ترکیب پر غور کر رہا تھا کہ فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ اصل میں عبارت یوں ہے۔ وجدک رھطک ضالاً فہداهم بک۔ پھر میں نے کہا کہ جس طرح واسئلوا القرية اصل میں واسئلوا اهل القرية ہے۔ اور اهل جو مضاف ہے محذوف ہے۔ اسی طرح

۱- تفسیر کبیر۔ تفسیر آیہ زیر عنوان۔ وجہ ہفتم۔ حوالہ کے لیے دیکھئے تفسیر مواہب الرحمن جلد دہم تفسیر آیہ زیر عنوان، ص ۷۲۸

یہاں بھی رھط مضاف محذوف ہے۔“ (۱)

لہذا آیہ زیر عنوان کی درج بالا نکتہ نظر سے تفسیر و تاویل عصمت نبوی ﷺ پر بھی شاہد ہے اور قول الہی کی صائبیت کے قریب ترین بھی۔ بحث ماقبل میں مسلم علماء و مفسرین کے تمام نکتہ ہائے نظر بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی ضد بازی، ہٹ دھرمی اور جود و طغیان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے گمراہ کن خیالات اور صواب و ہدایت سے دور اپنی رائے کو ہی حرف آخر مانے اور حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات با برکات کو ہدف تنقید بنانے کی کوشش کرے تو یہ اس کی اپنی فاطر العقلی اور جنون خیالی ہے ایسا شخص رسول اللہ ﷺ کے ان دشمنوں میں شمار ہوتا ہے جن میں سے ایک کا ذکر خدائے قدوس نے سورۃ القلم میں کیا ہے۔^(۲) مولنا ابو محمد عبدالحق حقانی اپنی موثر تفسیر

1- دیکھئے تفسیر ماجدی ص ۱۲۰۰، تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۵۹۰

2- وہ ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

i- مکذبین۔ جھٹلانے والے (آیہ ۸)

ii- حلاف مہین۔ جھوٹی قسمیں کھانے والا۔ بیقدر (آیہ ۱۰)

iii- ہماز۔ بہت نکتہ چین (آیہ ۱۱)

iv- مشاء بنمیم۔ چغلیاں کھانے والا (آیہ ۱۱)

v- مناع للخیر۔ بھلائی سے بہت روکنے والا (آیہ ۱۲)

vi- معتدائیم۔ حد سے بڑھا ہوا اور گنہگار و بدکار (آیہ ۱۲)

vii- عتل۔ اکھڑ مزاج (آیہ ۱۳)

viii- زنیم۔ بداصل۔ حرامی۔ برا (آیہ ۱۳)

ix- ان کان ذامال وبنین اس لئے کہ وہ مال اور اولاد والا ہے (آیہ ۱۳)

یعنی یہ غرور، سرکشی، نافرمانی اور رسول ﷺ کی مخالفت اس وجہ سے ہے کہ وہ مالدار اور

صاحب اولاد ہے۔

یہ خصوصیات آپ ﷺ کے مخالفوں و دشمنوں ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث اور اخنس

بن شریق کے بارے میں بیان کی گئیں ہیں۔ اکثر کے نزدیک یہ عیوب صرف ولید

بن مغیرہ کے ہیں۔ انہیں دیکھو جو دیدہٴ عبرت نگاہ ہو۔

حقانی، جلد پنجم ص ۲۰۶ پر اسی عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”حضرات انبیاء جمہور اہل اسلام کے نزدیک گمراہی سے پاک تھے۔ ابتدائے عمر سے لے کر اخیر تک کوئی ناپاک دھبہ ان کے دامن عصمت پر نہیں لگا۔ اور نہ لگنا چاہیے۔ اس لیے کہ جس نے ان کو نبی اور مخلوق کا ہادی بنا کر بھیجا وہ ان کی سیرت اور صورت اور اخلاق کو نفرت انگیز کیوں کر ہونے دیتا جس میں سراسر مقصود الہی فوت ہو جاتا۔ بعض گمراہوں نے آنحضرت ﷺ کو گمراہ کہنے میں اس لفظ (ضالاً) سے استدلال پکڑ کر بڑی جرأت کی ہے۔ اگر نادانستگی ہے تو خیر (تصحیح ہونی چاہیے) اور اگر متعصب عیسائیوں اور ہنود جیسا عناد اور آفتاب پر گرد و غبار ڈالنا مقصود ہے تو بڑا کمینہ پن اور دارین کی رو سیاہی ہے۔“

قرآن مجید و فرقان حمید میں غور و مخاطب لولاک، فخر موجودات ﷺ کی شان اقدس میں علو، بلندی، عظمت اور زیادت فضیلت پر تو متعدد آیات و دلائل وارد ہوئے ہیں جو کہ اپنے بیان، انداز بیان، انتخاب الفاظ، موقع و محل، سیاق و سباق، سبب نزول کے لحاظ سے صریح ہیں۔ لیکن جہاں بھی مبہم، ذومعنی، متشابہ اور غیر صریح الفاظ لائے گئے ہیں وہاں پر اگر ان الفاظ کا قرینہ ایک پہلو سے ذم کی صورت میں نکلتا ہے تو بیسیوں جہتوں سے محامد کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ چنانچہ شاعر نے ذیل کے شعر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نام نامی ہے محمد ﷺ جو سراپا حمد ہے
کون بد باطن نکالے اس میں پھر پہلوئے ذم

(تاج الدین تاج عرفانی)

چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ

(1) إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (بیشک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر ہیں) (سورۃ القلم-۴)

(2) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کر دیا) (اشراہ-۴)

(3) إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ (بیشک ہم نے آپ ﷺ کو خیر کثیر عطا کی) (کوثر-۱)

(4) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (بیشک آپ ﷺ کو جمیع لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا) (سورۃ سبا-۲۸)

(5) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کی طرف رحمت بنا کر بھیجا ہے) (انبیاء-۱۰۷)

(6) وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ (اور تمہارے لیے وہ اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں) (القلم-۳)

(7) عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ (وہ خدا عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اس رسول کے جسے اس نے پسند کر لیا ہو) (الجن-۲۶-۲۷)

(8) وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَؤُلَاءِ (اور ہم ان لوگوں) (پہلی امتوں اور ان کے انبیاء) کے مقابلے میں شہادت دینے کے لیے آپ ﷺ کو لائیں گے) (النحل-۸۹)

(9) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ (یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بڑے نرم مزاج واقع ہوئے ہو) (آل عمران ۱۵۹)

(10) وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ (اور وہ) (یعنی رسول ﷺ) سراسر رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو تم میں سے ایماندار ہیں) (التوبہ-۶۱)

(11) إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے اہل ایمان! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔ (الاحزاب۔ ۵۶)

ان گیارہ تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ نے جگہ جگہ اپنے رسول ﷺ کا ذکر خیر خوبیوں، فضیلتوں اور صفات کے ساتھ کیا ہے۔ آپ ﷺ کو سراسر رحمت قرار دیا ہے۔ اور آپ ﷺ کی جہانوں کی طرف بعثت کو بھی ”رحمت“ قرار دیا ہے۔ اور آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ دوسری جگہوں پر آپ ﷺ کی بعثت کو اپنا فضل، لوگوں کے لیے فوز و فلاح اور علم و روشنی کہا گیا ہے۔ مثلاً:

- 1- ”وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کتاب الہی (یعنی قرآن) کی آیات سناتا ہے۔ ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔“ (الجمعة ۲-۳)
- 2- ”میں نے تمہارے درمیان خود تمہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں میری آیات سناتا ہے تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے۔ تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم (اس سے پہلے ہرگز) نہ جانتے تھے۔“ (البقرة۔ ۱۵۱)
- 3- ”درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس (کتاب الہی یعنی قرآن) کی آیات انہیں سناتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔“ (آل عمران۔ ۱۶۴)
- 4- ”دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے

تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔“ (التوبہ۔ ۱۲۷) 5-
 ”(پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر و نبی امی کی پیروی اختیار کریں۔“ (الاعراف۔ ۱۵۰)

6- ”اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل کر دی ہے ایسا رسول ﷺ جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایت دینے والی آیات سناتا ہے۔ تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔“ (الطلاق۔ ۱۰) ☆

ظاہر ہے۔ ان صفات اور فضیلتوں کے حامل نبی ﷺ پر کسی بھی قسم کی بد عملی یا پست فکری کا خیال کرنا ”اس خیال محال است و جنوں“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے راستے کو ”اسوہ حسنہ“ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔

”در حقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو“ (الاحزاب۔ ۲۱)

ان تمام تصریحات و توضیحات کے بعد خدائے بزرگ و برتر نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ ”ہدایت اور دین حق“ کو ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (التوبہ)

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اسے پورے جنس دین

☆ غرض پورا قرآن مجید آپ ﷺ کے محاسن و فضائل کی کثرت سے معمور ہے۔ یہ چند مثالیں مشتمل از خروارے کے طور پر دی گئی ہیں تاکہ ہر ایک کے لیے حجت بن سکیں۔

پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار
کیوں نہ لگے۔

ان آیات ظاہرہ و نصوص ظاہرہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور
رسالت مآب ﷺ ہمیشہ سے ہدایت یاب تھے۔ تمام زندگی ہدایت یافتہ رہے
اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف لاتے رہے۔ اور قیامت کے
روز بھی اپنے پیروکاروں کو جہنم سے جنت کی طرف لانے کے لیے ذات باری
تعالیٰ کے حضور دعا و سفارش فرمائیں گے۔ اس طرح آپ ﷺ کی ذات دونوں
جہانوں میں ”ہدایت“ ثابت ہوتی ہے۔ لہذا اگر اب بھی کوئی آپ ﷺ کے
پاکیزہ و منزہ کردار اور اوج ثریا سے بے انتہا بلند سیرت پر کچھڑا اچھالنے کی
کوشش کرے تو یہ اس کی اپنی جثت باطنی اور بد طینتی ہے اور یہ کچھڑا آخر کو اسی
کے منہ پر آئے گی۔ کہ ایسی کچھڑا کا ایسے شخص سے زیادہ کوئی حقدار نہیں۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ آیہ زیر بحث کے حوالے سے
مستشرقین یورپ نے حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات کو نشانہ تنقید بنایا ہے اور
آپ کو گمراہ (ضال) کہا ہے (نعوذ باللہ) لیکن یہ حقیقت بھی بڑی افسوسناک
ہے کہ ان دشمن اسلام علماء نصاریٰ نے اپنی باطل عمارت کی تعمیر و تزئین کے
لیے خام مواد ہماری ہی کتابوں سے لیا ہے۔ چنانچہ صاحب مواہب الرحمن
المعروف بہ جامع البیان نے جلد دہم ص ۷۲۲ میں امام فخر الدین رازی کے
حوالے سے لکھا ہے کہ:

”پھر واضح ہو کہ حضرت رسول اللہ محمد خاتم النبیین سید
المرسلین ﷺ بالا جماع ازل ہی سے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ
تھے۔ تو ضال بمعنی (گمراہ) کافر ہرگز آپ ﷺ کی شان
مقدس میں لائق و جائز نہیں ہے۔ اور اہل الحق کا بالا
جماع یہی قول ہے۔ لیکن بعض ضال بدعتی لوگوں نے یہ

معنی بھی نکالے ہیں جیسے امام رازیؒ نے کلبی سے نقل کیا ہے۔^(۱) تو کلبی نے کہا کہ قولہ تعالیٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ تجھے (نعوذ باللہ) کافر پایا ایک گمراہ قوم میں پس تجھے توحید کی ہدایت دی۔ اور سدی سے نقل کیا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تجھے تیری قوم کے طریقے پر چالیس برس کی عمر تک پایا پھر اپنے دین کی ہدایت کی۔^(۲)

مترجم (سید امیر علی ملیح آبادی) کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ ان لوگوں کا یہ قول کس اسناد سے روایت کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ آخر زمانے میں یعنی خلیفہ مامون رشید کے زمانے میں واہی فلسفی ملحد خیال کے لوگ بھی پیدا ہو گئے تھے جو الحاد کے خیال کو پھیلانے کے لیے جھوٹی روایتیں بناتے اور لوگوں کو سناتے تھے۔ لیکن حافظ محدث فوراً ایسے کذاب لوگوں کا جھوٹ پکڑ لیتا تھا۔ اس لیے عوام الناس کو خفیہ سناتے تھے۔^(۳)

1- یہ یعنی کلبی شیعہ میں سے ہے اور بعض نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے حق میں بدگوئی بھی کرتا تھا تو رافضیہ میں سے ہوگا

2- معترضین و مغضوبین کی یہ دلیل اس قرآنی دلیل سے بھی باطل قرار پائی ہے کہ خدا تعالیٰ نے تو آپ کی چالیس سالہ زندگی کو آپ ﷺ کی دیانتداری، تقویٰ، صالحیت، دینداری، اور قابل تعریف و تقلید اسوہ اور دلیل قاہرہ کے طور پر کفار مکہ کے سامنے پیش کیا ہے کہ

فَقَدْ كَلِمَتْ فَيْكُمْ عُمْرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس-۱۶)

(میں نے اپنی عمر اس سے پہلے تمہارے درمیان گزاری ہے۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے ہو) یعنی رسول اللہ ﷺ کی سابقہ زندگی آپ ﷺ کی سچائی کی دلیل ہے۔

3- ایسی ہی ایک جماعت بصرہ میں اخوان الصفاء کے نام سے وجود میں آئی تھی۔ جس کو ہر لحاظ سے خفیہ رکھا گیا اور اس کا مشن اور عقائد و نظریات بھی خفیہ تھے۔

مُحَدِّد کا مطلب اس روایت سے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ خبیث اس امر کا قائل تھا کہ پیغمبری علم و عمل ہے۔ تو جو کوئی اس مرتبہ کو پہنچے وہ پیغمبر ہو جاوے اور اس قسم کے مُحَدِّد بہت گزرے اور اہل الحق نے حق بات بتلائی کہ رسالت اللہ تعالیٰ کی عطائے جمیل روز ازل سے ہے دنیا میں اس کے موافق (منتخب نبی) علم و عمل پاتا ہے۔^(۱)

امام الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب راہ حق کی تلاش میں تھے تو آپ اپنی استعداد، سمجھ، فہم اور اس زمانے کی کسوٹیوں کے مطابق مختلف حوالوں اور آثار سے ذات الہی تک پہنچنے کی کوشش میں تھے۔ چنانچہ آپ کے اس ذہنی و ارتقائی سفر کو قرآن کریم نے بہ طوالت بیان کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔
 ”اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت کے جلوے دکھائے تاکہ وہ یقین رکھنے

۱- ایسی بات کو قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت سے کس کو نوازیں) یعنی مرتبہ رسالت کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ کی یہ قرآنی آیت بھی بیان کے موافق ہے۔ **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ** (آل عمران - ۸۱) اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر ایسا رسول یعنی حضرت محمد ﷺ تمہارے پاس آئے جو تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے تو تم سب ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو۔ اس آیت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ انبیاء و رسل تخلیق کائنات سے بھی پہلے شرف نبوت و رسالت سے نواز دیئے گئے تھے۔ تبھی تو اس گروہ مقدسہ کی ارواح سے عہد اطاعت و نصرت لیا جا رہا ہے۔ اسی پر گفتگو فرماتے ہوئے علامہ سید امیر علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”یہی کل انبیاء کرام اور امتیوں کا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ازل ہی میں اپنے اپنے درجہ نبوت و رسالت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ حالانکہ اس وقت خلقت کا وجود بھی نہ تھا۔ تو ان کا علم و عمل کہاں تھا۔ بلکہ جس کرامت سے ازل میں بندہ سرفراز ہو چکا ہے دنیا میں پیدا ہو کر اسی تقدیر کے موافق علم و عمل کے واسطے توفیق پاتا ہے۔“ (محوالہ مواہب الرحمن جلد دہم ص ۷۳۳)

والوں میں سے ہو جائے پھر جب ایسا ہوا کہ اس پر رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے (آسمان پر) ایک ستارہ (چمکتا ہوا) دیکھا اس نے کہا ”یہ میرا پروردگار ہے“ (کہ سب لوگ اس کی پرستش کرتے ہیں) لیکن جب وہ ڈوب گیا تو کہا ”نہیں میں انہیں پسند نہیں کرتا جو ڈوب جانے والے ہیں“ (یعنی طلوع و غروب ہوتے رہتے ہیں) پھر جب ایسا ہوا کہ چاند چمکتا ہوا نکل آیا تو ابراہیم نے کہا ”یہ میرا پروردگار ہے“ لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا ”اگر میرے پروردگار نے مجھے راہ نہ دکھائی ہوتی تو میں ضرور اسی گروہ میں سے ہو جاتا۔ جو راہ راست سے بھٹک گیا ہے“ پھر جب صبح ہوئی اور سورج چمکتا ہوا طلوع ہوا تو ابراہیم نے کہا ”یہ میرا پروردگار ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے“ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اس نے کہا ”ہائے میری قوم! تم جو کچھ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو میں اس سے بیزار ہوں میں نے تو ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اسی ہستی کی طرف رخ کر لیا ہے جو (کسی کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ) آسمان و زمین کی بنانے والی ہے (اور جس کے حکم و قانون پر تمام آسمانی اور ارضی مخلوقات چل رہی ہیں) اور میں ان میں سے نہیں جو اس کے ساتھ (کسی کو) شریک ٹھہرانے والے ہیں“ (سورۃ انعام رکوع ۹-۱۰)

قرآن مجید کے اس بیان کو بہ نظر غائر پڑھیے اور اللہ سے توبہ کرتے ہوئے ذرا غور فرمائیے کہ کیا حضرت ابراہیم نے خدا کی ذات کو پہچاننے میں اپنے ماحول اور معاشرتی فضا کے مطابق ایک ارتقائی سفر طے نہ کیا۔ کبھی آپ

نے چمکتے ہوئے ستارے کو پروردگار سمجھا مگر جلد ہی اس کی بے ثباتی دیکھ کر اسے ٹھکرا دیا۔ پھر چاند کے اثر اور زیادہ چمک دمک کو مد نظر رکھ کر اسے پروردگار سمجھنے لگے۔ مگر اس کا زوال بھی آپ کے رجوع کا باعث بنا۔ پھر سورج کو آپؐ معبود سمجھنے لگے مگر اس کا غروب بھی آپؐ کو تلاش حق کی طرف لے جانے کا باعث بنا۔ بالآخر آپؐ نے بن دیکھے اسے پروردگار مان لیا جو زمین و آسمان کا بنانے والا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ ماسوائے اللہ کے کسی اور کو یہ مقام دینا شرک ہے۔ لہذا آپؐ نے اپنے اس ارتقائی سفر سے سبق لے کر گمراہ ہونے والوں اور انگلیاں اٹھانے والوں کا یہ کہہ کر منہ بند کر دیا کہ **وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ** (یعنی میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔) لیکن اگر اس واقعہ کو قرآن کے نکتہ چیں اور کج روؤں کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ واقعہ سو فیصد **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ** کی تفسیر ہے۔

حضور سرور کائنات ﷺ کے لیے قرآن نے مبہم الفاظ استعمال کیے ہیں یعنی **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ**۔ ضالاً کی قرآن مجید نے تفصیل بیان نہیں کی۔ بلکہ اشارہ تک نہیں دیا کہ کبھی آپ ﷺ نے کفار مکہ کی رسوم اور عقائد کی پیروی کی ہو۔ کبھی آپ ﷺ نے ماسوائے اللہ کے کسی اور کو کسی بھی حیثیت سے معبود و پروردگار سمجھا ہو۔ لیکن یار لوگوں نے صرف ذات محمدی ﷺ اور کردار رسالت آخر الزمان ﷺ کو مشکوک کرنے کے لیے مذکورہ آیت کو بنیاد بنا کر آپ ﷺ کی مکی (قبل از نبوت) بلکہ بعض کے نزدیک بعد از نبوت زندگی پر بت پرستی، گمراہی اور ضلالت کا الزام لگا دیا۔ حالانکہ اس آیت میں ایسا کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ جبکہ سیدنا ابراہیمؑ کے تلاش حق کے سلسلے میں ارتقائی سفر کو قرآن نے با تفصیل بیان کیا ہے۔ اب اگر حضرت ابراہیمؑ مسلمان، یہود، نصاریٰ، مستشرقین، معتزضین سب کے نزدیک **”حَسْبِنَا“**

وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ“ ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ تو ترجیحاً ”حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ“⁽¹⁾ ہوئے۔

نبی کریم ﷺ کا ذات الہی کے بارے میں غور و تفکر حضرت ابراہیمؑ کے مندرجہ بالا ارتقائی تعارف سے بالکل مختلف تھا۔ آپ ﷺ غار حرا کی تنہائیوں میں ذات حق کے سلسلے میں جو غور و فکر فرماتے اس کا مختصر سا نقشہ ایک غیر مسلم سیرت نگار نے یوں کھینچا ہے:

”میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں کیا مقصد ہے میرا یہاں اور کہاں ہے میری منزل مقصود۔ یہ پرند چرند اور انسان، حیوان، یہ گل و گلزار اور اشجار و انہار ہیں کس کے؟ کوئی آخر مارک (نقطہ) بھی تو ہے ان کا۔ یہ کھیل کس نے ہے بنائی۔ اور یہ رام لیلیا کس نے ہے رچائی۔ آخر ان کعبہ کی مورتیوں کو یہ طاقت کہاں کہ یہ بے جان بت نظام دنیا کا سنبھالیں۔ نہ ان کے سل کے پتھروں کی یہ طاقت کہ یہ عنان عالم ہاتھ میں لیں تو پھر ہے کس صانع کی یہ صنعت کاری اور کس کی کلک قدرت کی ہے یہ قلمکاری؟ ان ہوا کے طبقوں میں یہ تحریک کس کے اشارہ سے ہے اور اس جل تھل پانی میں یہ حرکت کس کے ایما سے ہے آخر کوئی فرمانروا اس مملکت کا ہوگا۔ مگر وہ کدھر ہے۔ مجھے کیوں نظر نہیں آتا۔ اور میرے من کی ترشنا نہیں بجھاتا۔“⁽²⁾

آپ ﷺ کے تفکر و انہماک کو شعری پیرائے میں یوں بیان کیا گیا ہے۔
جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

1- ترجمہ: میں ایک کا ہو کر رہنے والا ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

2- رسول عربیؐ از پرودیسر جی سنگھ دارا ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے
 پری چہرہ لوگ کیسے ہیں غمزہ و عشوہ وادا کیا ہے
 شکن زلف عنبریں کیوں ہے نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے^(۱)

کارلائل نے ”ہیروز اینڈ ہیرو شپ“ (تذکرہ رسول اللہ ﷺ میں
 آپ ﷺ کے غور و فکر و تحنت (قبل از نبوت عبادت و تفکر) کو یوں بیان کیا ہے:
 ”سفر و حضر میں ہر جگہ محمد ﷺ کے دل میں ہزاروں سوال
 پیدا ہوتے ہیں۔ میں کیا ہوں؟ یہ غیر متناہی عالم کیا ہے؟
 نبوت کیا شے ہے؟ میں کن چیزوں کا اعتقاد کروں؟ کیا
 کوہ حرا کی چٹانیں کوہ طور کی سربفلک چوٹیاں کھنڈر اور
 میدان، کسی نے آپ ﷺ کے ان سوالوں کا جواب دیا،
 نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ گنبد گرداں، گردش لیل و نہار، چمکتے
 ہوئے ستارے، برستے ہوئے بادل، کوئی ان سوالوں کا
 جواب نہ دے سکا۔ بلکہ آپ ﷺ کا تفکر اور جذب ان
 سوالوں میں زیادہ ہوتا گیا۔ (2) (3)

- 1- رسول عربی از پروفیسر جی سنگھ دارا ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشید یہ لاہور
- 2- بحوالہ سیرت النبی جلد اول ص ۲۰۳ مرتبہ شبلی نعمانی
- 3- مولانا شبلی نعمانی حضور ﷺ کے تحنت و تفکر پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”مکہ معظمہ سے
 تین میل پر ایک غار تھا۔ جس کو حرا کہتے تھے آپ مہینوں وہاں جا کر قیام فرماتے اور
 مراقبہ کرتے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے وہ ختم ہو چکتا تو پھر گھر پر تشریف
 لاتے اور واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہو جاتے تھے۔“ صحیح بخاری میں ہے کہ غار حرا
 میں آپ تحنت یعنی عبادت کیا کرتے تھے یہ عبادت کیا تھی۔ یعنی شرح بخاری میں ہے کہ
 قیل ماکان صفة تعبدہ اجیب بان ذالک کان بالتفکر والاعتبار
 ”ترجمہ: یہ سوال کیا گیا ہے کہ (غار حرا میں قبل از نبوت) آپ کی عبادت کیا تھی؟
 جواب یہ ہے کہ غور و فکر اور عبرت پذیری“ (سیرت النبی جلد اول ص ۲۰۲)

قرآن مجید کی ایک (آیت جو گزشتہ اسباحث میں بار بار پیش کی گئی ہے یعنی) مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ (تم کتاب اور ایمان کے بارے میں اس سے پہلے کچھ نہ جانتے تھے) اس آیت کو مکمل طور پر مع ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کی روشنی میں ضالاً پر مدلل گفتگو ہو سکے۔

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (سورة الشورى - ۵۲)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک فرشتہ تیری طرف بھیجا (اور) تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے اور لیکن ہم نے یہ روشنی رکھی ہے جس کو چاہیں اپنے بندوں میں سے، اسے راہ بجا دیتے ہیں اس (روشنی کے ذریعے) سے۔ اور بیشک تو (لوگوں کو) سیدھی راہ بجاتا ہے۔^(۱)

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ حضور سرور کائنات ﷺ قبل از نبوت نہایت پاکیزہ اور توحید پرستانہ زندگی گزار رہے تھے۔^(۲) مگر آپ ﷺ نبوت کے عظیم منصب کے بارے میں اتنا کچھ نہ جانتے تھے۔ جتنا کہ ایک نبی کو جاننے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کتنا جانتے

1- اردو ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی، تفسیری حاشیہ: مولانا شبیر احمد عثمانی

2- سرومیم میور "الائف آف محمد ﷺ" میں لکھتا ہے کہ "ہماری تمام تصنیفات محمد ﷺ کے بارہ میں ان کے چال چلن کی عصمت اور ان کے اطوار کی پاکیزگی پر جواہل مکہ میں کمیاب تھی، متفق ہیں۔"

تھے اور نبی کو کتنا جاننے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ قرآن نے اس کی تفصیل بیان نہیں کیا۔ بلکہ ایک اور آیت میں آیہ زیر بحث کی تائید کی ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ۔ (اور تجھ کو علم دیا۔ (وہ یا ان چیزوں کا) جو تو نہیں جانتا تھا۔) یہاں بھی تشریح و تفصیل سے گریز کیا گیا ہے۔

اب اگر آیہ مذکورہ کے آخری حصے یعنی وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا نُّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتُهْدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت بآسانی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں اپنے نبی ﷺ کو یہ حقیقت یاد کروائی ہے کہ قبل از وحی و نبوت آپ ﷺ منصب نبوت اور متعلقات نبوت کے بارے میں تفصیل و گہرائی سے اتنے واقف نہ تھے۔ جتنا کہ نبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں یہ اعلان بھی کر دیا ہے کہ ہم نے یہ روشنی (کتاب) رکھی ہے اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اس روشنی کے ذریعے راہ بچھا دیتے ہیں۔“ اور اس کا اعلان بھی واشگاف انداز میں کر دیا ہے کہ ”اور بے شک تو (لوگوں کو) سیدھی راہ بچھاتا ہے“

مَا كُنْتَ تَدْرِى مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ کے بعد مذکورہ تصریحات اس بات کا ثبوت ہیں۔ کہ خدائے تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم ما کنت الخ سے نبی ﷺ کی شان میں کوئی بدگمانی نہ کر بیٹھیں۔ بلکہ جان لیں کہ ما کنت الخ کے باوجود بھی اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے سیدھی راہ ہی دکھاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سرکار ختمی مرتبت ﷺ سے زیادہ اس عطا و شرف کا حقدار اور کون ہو سکتا ہے اور یہ بھی جان لیں کہ باوجود مَا كُنْتَ تَدْرِى الخ کے آپ ﷺ کو وحی الہی کی رہنمائی کے بغیر بھی توحید الہی سے لوگوں کو سیدھی راہ ہی دکھایا کرتے تھے۔ اللہ نے اِنَّ كَا لَفْظ لَّا كَرِهْمِیْسَ مَتْنَبَه كَر دِیَا ہے کہ اتنی تصریحات کے بعد اب یہ لازم ہے کہ ہم نبی ﷺ کی ذات کے بارے میں سوء ظنی سے دور رہیں اور ”مَا كُنْتَ تَدْرِى مَا الْكِتٰبُ وَلَا

الْإِيمَانُ“ کی ظاہریت سے شیطانی وسوسوں میں نہ پڑیں۔ ورنہ جان لیں کہ اللہ نے جو بات ”إِنَّ“ کے تقدم سے شروع کی کی ہے اس میں مین و میخ نکالنے والا کلام الہی کے تیقن و تاکید میں شک و شبہ کا مرتکب ہوتا ہے اور کلام الہی کو اسکی اصل غرض و غایت اور روح حقیقی کے ساتھ نہ ماننا بھی ایک طرح سے اس کا انکار ہی ہے۔ جس کی سزا و شاعت کی تفصیل قرآن میں جگہ جگہ وارد ہوئی ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ (۱)

بات کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آیت زیر بحث کو اب مرحلہ وارد دیکھا جائے۔ چنانچہ اس کا جائزہ یوں درج ہے کہ:

- ۱۔ اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک فرشتہ تیری طرف بھیجا۔
- ۲۔ اور تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔
- ۳۔ اور لیکن ہم نے یہ روشنی (رہنمائی کے لیے) رکھی ہے۔
- ۴۔ ہم ہدایت کرتے ہیں اس روشنی کے ذریعے سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں۔

۵۔ اور بے شک تو (لوگوں کو) سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

مرحلہ وار مطالعہ سے یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ اللہ نے مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ کا ذکر دوسرے نمبر پر کیا ہے جبکہ پہلے نمبر پر آپ ﷺ کی طرف فرشتہ بھیجے جانے کا ذکر ہے یہ تائید الہی ہے جو مَا كُنْتَ تَدْرِي الخ کی حالت میں بھی آپ ﷺ کو حاصل تھی۔ اگرچہ فرشتے کا

۱۔ انکار قرآن کے سلسلے میں خدائے کریم کا ارشاد ہے فَانَّهُمْ لَا يُكذِبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بآيَاتِ اللَّهِ يُجْحَدُونَ (انعام۔ ع ۴) ”پس وہ منکرین و معاندین تجھ (مراد سرکار رسالت مآب ﷺ) کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔“ اس آیت میں منکرین آیات قرآنی کو ”ظالم“ کہا گیا ہے۔

آنا اور ذات حق کی طرف سے رہنمائی کا ذریعہ و طریقہ وہ نہیں تھا جو آپ کو منصب نبوت پر فائز کر دینے کے بعد اختیار کیا گیا۔ بہر حال یہ حقیقت شک و شبہ سے مکمل طور پر خالی ہے کہ آپ ﷺ کو تائید الہی حاصل تھی۔ اس کے حصول کی شکل کیا تھی۔ اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اسکی ہلکی سی جھلک ان واقعات میں پوشیدہ ہے جو آپ ﷺ کے عربوں کے میلہ و شادی کی تقریب دیکھنے کی خواہش اور پھر اللہ کی طرف سے محفوظ طریقے سے آپ کو ان امور سے دور رکھنے کے سلسلے میں پیچھے بیان ہوئے ہیں۔

مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ كَمَا ذَكَرْتُ بَعْدَ پھرتین

انعامات کا ذکر ہے۔

(1) روشنی جو رہنمائی کے لیے رکھی ہے۔

(2) (اس) روشنی کے ذریعے سے اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کو ہدایت دیتے ہیں۔

(3) اور آپ ﷺ بھی لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف چلاتے ہیں۔

یہ تینوں انعامات یہ باور کرانے کو کافی ہیں کہ خدائے واحد کی ذات ہر مرحلہ اور ہر گام آپ ﷺ کے ساتھ تھی۔ لہذا ”مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى“ کی تصریح آپ ﷺ کے کردار کی پاکیزگی پر گواہ ہے۔⁽¹⁾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذات حق کے تعارف کے سلسلے میں تلاش و جستجو اور ذہنی ارتقاء کے بعد حضور سرور کائنات ﷺ کے ذات حق کی پہچان کے سلسلے میں تفکر و تدبر اور تحنت و انہماک پر خوب بحث ہو چکی ہے۔ جو

1- پنڈت امر ناتھ زتشی کا بھی یہی خیال ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ”سیرت نبوی ﷺ کو بہ نظر غور دیکھنے سے یہ بات باسانی ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ پیدائش سے لیکر وفات تک ہر حال میں آنحضرت ﷺ کو تائید غیبی حاصل رہی ہے۔ جو کہ لازمہ نبوت ہے۔ (رسالہ پیشواریج الاول ۱۳۵۶ھ بحوالہ نقوش رسول، نمبر، جلد چہارم)

اس بات کے سمجھنے کا ثبوت ہے کہ:

☆ کیونکہ نبی کا انتخاب اس کی پیدائش سے پہلے بلکہ ”یوم الست“ کو ہی ہو گیا تھا۔ لہذا نبی کے خاندان اس کی ولادت، ماحول، ذہن و کردار کی ذات الہی کی طرف سے ”حفاظت“ کی جاتی ہے۔ اس کے کردار اور اطوار کو مثالی بنایا جاتا ہے۔

☆ انبیاء کو نبوت کے منصب پر چونکہ اول دن سے ہی فائز کر دیا گیا تھا مگر اس منصب پر فائزیت کا اعلان و دعویٰ بالعموم ایک خاص عمر (اور زمانہ) میں کیے جانے کی مصلحت رہی ہے۔ لہذا حضرات انبیاء اس وقت اعلان تک طبعاً مضطرب و متجسس نظر آیا کرتے ہیں۔

☆ کیونکہ نبی اپنی پیدائش کے وقت سے ہی تخلیقاً نبی ہوتا ہے مگر اسے عام انسانی زندگی میں نبوت، اس کے متعلقات اور مالک و خالق کی پہچان و رہنمائی ایک خاص وقت تک نہیں ہو پاتی۔ اس لیے وہ مضطرب رہا کرتے ہیں۔ اور اپنے طور پر کچھ جاننے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

☆ انبیاء کی روح کے اندر ”میشاق النبیین“ کی جھلک اور نور موجود ہوتا ہے جو انہیں اپنے ارد گرد کے ماحول کے بگاڑ کو ٹھیک کرنے پر ابھارتا رہتا ہے۔ مگر چونکہ ابھی اللہ سے خصوصی رابطہ قائم نہیں ہو پاتا۔ لہذا حضرات انبیاء کرام اس رابطے کے لیے متجسس و مضطرب رہتے ہیں۔

☆ انبیاء کی روحوں میں موجود نور اور ذات الہی کی طرف سے غیر محسوس تائید انہیں ذات حق کی تلاش میں ابھارتی رہتی ہے۔ لہذا وہ اللہ کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ یہ بے چینی انہیں تفکر و اضطراب میں ڈالے رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ وحی کا رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور پھر وہ

(الف) پرسکون، راسخ العقیدہ، حق الیقین کے حامل اور پر عزم ہو

جاتے ہیں۔ ان کا اضطراب اور بے چینی ختم ہو جاتی ہے۔

(ب) ذات الہی سے ربط کے بعد آہستہ آہستہ ان کی روحانی قوتیں اور تخلیقی نبوی نور جلا پاتا ہے اور وہ امر الہی کے نافذ کرنے میں لگ جاتے ہیں۔

(ج) فرشتے کی بار بار آمد اور دوسرے ذرائع سے اللہ کی طرف سے رابطہ انہیں مطمئن و پر عزم رکھتا ہے۔ لہذا جس معاشرتی بگاڑ کو وہ پہلے سے برا سمجھ رہے ہوتے ہیں اور اس کی اصلاح کی خواہش رکھتے ہیں۔ اب اس کی بیخ کنی میں لگ جاتے ہیں۔

درج بالا مطالعہ سے یہ بات اب کھل کر سامنے آگئی کہ انبیاء کا قبل از نبوت اضطراب و بے چینی نہ ان کی حیثیت کو کم کرتا ہے اور نہ ان کے کردار میں خامی ہے ان کے ذات حق کی تلاش میں ارتقائی سفر کو بنیاد بنا کر ان کے کردار پر انگلی نہیں رکھی جاسکتی۔ اس لیے کہ یہ عیب نہیں ہوتا۔

دراصل یہودی، عیسائی اور بد عقیدہ سیرت نگار حضور اکرم ﷺ پر ایک مبہم آیت کے حوالے سے الزام ضلالت لگا کر دو طرح سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے خبث باطن کی سیاہی اور محمد دشمنی کی آگ کو تسکین دینا چاہتے ہیں۔ وہ مقاصد یہ ہیں۔

اول: قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس کے مطابق مسلمانوں اور قرآن کے لانے والے پیغمبر ﷺ کا کردار داغدار ہے۔^(۱) اگر یہ بات غلط ہے تو لازماً قرآن میں تحریف و تدلیس ہے یہ آیه قرآن **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا**

1- قرآن مجید پر یہ الزام اس وجہ سے لگایا جاتا ہے کہ بائبل (تورات، زبور، انجیل) میں تحریف و تدلیس کے ذریعے انبیاء کے کردار کو مسخ کیا گیا ہے۔ جسے عیسائی، یہودی اور دوسرے محقق مورخین و عالم کھلے دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ بائبل کے اس تحریفی عیب کو چھپانے کے لیے مستشرقین کی طرف سے قرآن پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ تاکہ دنیا کی نظر بائبل کی تدلیس سے ہٹ کر قرآن کی نام نہاد اور من گھڑت تدلیس و تحریف پر مرکوز ہو جائے۔

الذِّكْرُ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر-۹) کے منافی ہے۔ اگر قرآن میں تحریف نہیں ہے تو مذکورہ آیت (الضحیٰ-۷) صحیح اور منزل من اللہ ہے۔ اس طرح سیرت رسول ﷺ مشکوک و داغدار ٹھہرتی ہے۔

دوم: لفظ ”ضلال“ گمراہی کو ملزوم ہے جو کہ قرآن کی دوسری متعدد آیات سے ثابت ہے۔^(۱) لہذا اب دو میں سے ایک راستہ اپنانا ضروری ہے کہ یا تو قرآن کی دوسری آیات میں ”ضلال“ کا یہی معنی اپنایا جائے جو کہ آیہ زیر بحث (الضحیٰ-۷) میں اپنایا جا رہا ہے یا پھر قرآن کی دوسری آیات والا معنی یہاں بھی چسپاں کیا جائے چونکہ مسلمان ”ضلال“ کے ایک معنی کو دونوں جگہ استعمال کرنے کو تیار نہیں۔ لہذا یہ ان کی علمی دیانت کے خلاف بات ہے۔

مذکورہ بالا دونوں مقاصد بظاہر تو بڑے یقینی نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت یہ اتنے بوجے اعتراضات ہیں کہ چند لمحات میں پادر ہوا ہو جاتے ہیں۔ اعتراض اول الذکر کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ نہ قرآن میں تحریف

1- قرآن مجید میں اکثر جگہ ”ضلال“ گمراہ کے معنی میں آیا ہے۔ مثلاً سورۃ ۱۲- آیہ ۸۔ (کچھ شک نہیں کہ ہمارے آبا صریح غلطی پر ہیں۔) درحقیقت یہاں غلطی بمعنی سرگردانی یا محبت میں دیوانگی ہے سورۃ ۴- آیہ ۱۲۶ (پس وہ بھٹک کر دور کی گمراہی میں جا پڑا) سورۃ ۴- آیہ ۱۶۷۔ (دور کی گمراہی) سورۃ ۲۳- آیہ ۸۔ (گہری گمراہی) سورۃ ۱- آیہ ۷۔ (اور نہ ان کا راستہ جو گمراہ ہو گئے) سورۃ ۱۰۵- آیہ ۱۲ (کیا ہم نے ان (ہاتھی والوں) کے داؤ کو ضائع و بے کار نہ کر دیا؟) سورۃ ۴- آیہ ۱۱۳، آیہ ۱۱۹ میں ضلال۔ بمعنی گمراہ کرنا اور بمعنی بے راہ رو کرنا استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح سورۃ ۲- آیہ ۲۸۲ میں بھی یہی معنی آیا ہے۔ مگر قرآن کے دوسرے مقامات پر ضلال کا معنی مقام زیر بحث پر ضلال بمعنی گمراہی کو مستلزم نہیں ہے جبکہ دوسرے قرائن و شواہد اور دلائل و براہین سے یہاں ”ضلال“ کے گمراہ کے علاوہ دوسرے کئی معانی متعین کیے جاسکتے ہیں۔ جو نبی کی عصمت اور شان رسالت کے موافق ہوں۔ واللہ اعلم

ہوئی ہے نہ تدلیس ہوئی ہے جس کا دیانتدار مستشرقین کو بھی اعتراف ہے (۱) رہا مذکورہ آیت کے حوالے سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کردار تو آپ ﷺ کا کردار قرآن کی دوسری سینکڑوں آیات سے پاکیزہ و مطہر ثابت شدہ ہے۔ دوسری آیات سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں کہ وہ محکم ہیں اور کثیر ہیں جبکہ مذکورہ آیت مبہم ہے اور واحد ہے۔ لہذا اس میں تاویل تو کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے حوالے سے دوسری سینکڑوں آیات کے واضح بیانات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ مستشرقین ایسا کرتے ہیں۔ لہذا ان کا طریقہ کار علمی دیانت کے خلاف ہے۔

اعتراض دوم کے سلسلے میں عرض ہے کہ مفردات القرآن امام راغب اصفہانی کا بیان جواب میں کافی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اور ”ضلال کا لفظ ہر قسم کی گمراہی پر بولا جاتا ہے۔ یعنی وہ گمراہی قصدا ہو یا سہوا، معمولی ہو یا زیادہ..... تو جس کسی سے بھی کسی قسم کی غلطی

۱- (الف) مثلاً ولیم میور مشہور مستشرق لکھتا ہے ”ہم نہایت قوی قیاس سے کہتے ہیں کہ قرآن کی ہر ایک آیت محمد ﷺ کے غیر محرف اور صحیح الفاظ ہیں“ (لائف آف محمد ﷺ بحوالہ نقوش رسول نمبر جلد چہارم)

(ب) مستشرق الیگزینڈر کہتا ہے ”یہ تو ضرور ماننا پڑے کہ قرآن جیسا محمد ﷺ نے بیان کیا ہے وہی کا وہی ہے اس میں تورات و انجیل کی طرح تحریف نہیں ہوئی“ (دیباچہ قرآن از الیگزینڈر)

(ج) مستشرق ریورنڈ آرمیکونیل کنگ لکھتا ہے ”دنیاۓ الہام میں الہام اگر کوئی شے ہے اور اپنے مکمل وجود میں موجود ہے تو وہ قرآن ضرور الہامی کتاب ہے“ (بحوالہ باطل شکن ص ۲۷)

(د) مستشرق واشنگٹن ارونگ اور ولیم میور ”لائف آف محمد ﷺ“ (دونوں نے اس نام سے سیرت پر کتابیں لکھی ہیں) میں لکھتے ہیں ”کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں کہ اسکی عبارت اتنی مدت مدید تک خالص رہی ہو۔“

سرزد ہوگی اسکے متعلق ہم ”ضلالت“ کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور کفار دونوں کی طرف ضلالت کی نسبت کی گئی ہے گو ان دونوں قسم کی ضلالت میں بون و بعید کا فرق ہے۔ دیکھئے آنحضرت ﷺ کو آیہ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ میں ضَالًّا فرمایا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہدایت نبوت کے عطا ہونے سے پہلے تم اس رہنمائی (ہدایت نبوت) سے محروم تھے“ (۱)

اعتراض دوم کے سلسلے میں دوسری بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے کسی بھی مسلم و غیر مسلم سیرت نگار نے آپ ﷺ کو ”بت پرست“ نہیں لکھا۔ نہ آپ ﷺ کی عصمت و عفت میں کوئی دھبہ تلاش کر کے دکھایا ہے۔ اور جنہوں نے ایسی جسارت کی ہے۔ ان کے پاس بھی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی مصدقہ (قرآن و حدیث سے) مواد نہیں ہے۔ (۲) ہاں متعدد

1- مفردات امام راغب اصفہانی حصہ دوم مطبوعہ اہل حدیث اکادمی لاہور ص ۱۷-۶۱۶

2- مثلاً مستشرق مارگولیوس لکھتے ہیں کہ ”آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہؓ دونوں سونے سے پہلے ایک بت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ جس کا نام عزری تھا۔“ (بحوالہ سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی جلد اول ص ۱۹۴)

مارگولیوس نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مسند امام احمد ابن حنبل کی ایک روایت پیش کی ہے جس کا رد شبلی نعمانی نے کیا ہے۔ (دیکھئے جلد اول، ص ۹۵-۱۹۴) مارگولیوس ہی نے مستشرق ولہوسن کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ”آنحضرت ﷺ نے عزری (بت) کے نام پر ایک خاکی رنگ کی بھیڑونج کی تھی۔“ اس روایت کا بھی مولانا موصوف نے رد کیا ہے۔ (دیکھئے جلد اول ۱۹۵) محشر رسول نگری اپنی منظوم سیرت النبی (موسوم بہ فخر کونین ص ۴۳-۴۲) میں مارگولیوس (Morgoliouth) ہی کی کذب بیانی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

یورپ کا اک مورخ کج بحث و کج شعار
تصنیف جس کی کذب و حسد کا ہے شاہکار
تحقیق پر ہے جس کو بہت ناز و افتخار
کہتا ہے یوں و فور تعصب سے بار بار
(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسلم و غیر مسلم سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے کردار کی پاکیزگی کی تعریف کی ہے۔ مسلم سیرت نگاروں کے اقتباسات و آرا کا جمع کرنا تو باعث

(بقیہ گزشتہ صفحہ)

بعثت سے پیشتر تھا محمدؐ بھی بت پرست
 معیار علم و فن پہ ہے یہ بات کتنی پست
 عزی ولات کو کبھی پوجا نہ آپؐ نے
 حاجت روا کبھی انہیں سمجھا نہ آپؐ نے
 ان کو تو آنکھ اٹھا کے دیکھا نہ آپؐ نے
 ان کا ذبیحہ بھی کبھی کھایا نہ آپؐ نے
 احباب کو بھی سید ابرار روکتے
 کرتا جو کوئی شرک تو سو بار روکتے

ایک اور مستشرق کے حوالے سے لکھا ہے ”محمد ﷺ (نعوذ باللہ) بت پرست تھے“ (بحوالہ حمادے ص ۷۱) مستشرقین نے آپ ﷺ کی ذات پر نہ صرف یہ الزام لگایا ہے کہ آپ ﷺ بت پرست تھے بلکہ یہ بھی کہ آپ ﷺ اپنے بت کی پوجا کرواتے تھے۔ چنانچہ ایک مستشرق کہتا ہے ”خود اپنے آپ کو مرکز پرستش قرار دے لیا تھا“ (حمادے-۲۴)

ولیم میور کہتا ہے ”محمد ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے آپ کی پرستش کی دعوت دی“ (لائف آف محمد ﷺ ص ۱۶۱) غرضیکہ الزامات و ہفوات کا طومار ہے۔ جس کی تفصیل اور محاکمہ پیش کرنا ناممکن نہیں۔ حوالہ کے لیے متعصب مورخین اور ان کی تصانیف کے نام پیش ہیں۔

- (1) سینٹ جان کی Dialectis, De haersibus (2) نسطاس کی Refutatio Mohammedis (3) فرانسسیسی مستشرق ہنری دی کاستری کی تصنیف (بحوالہ سیرت النبی ﷺ جلد اول ص ۱۰۴) بعنوان ”اسلام پر خیالات“ (4) ڈاکٹر جی بی کی تصنیف سیرت محمد ﷺ خادع (نعوذ باللہ) (5) مارگولیوس کی تصنیف ”محمد ﷺ“ (6) ولیم میور کی تصنیف ”لائف آف محمد ﷺ“

اب چند متعصب مستشرقین کے صرف نام درج کئے جاتے ہیں۔

- 1- اے۔ جے آربرے (A.J Arberry) 2- الفرڈ جیوم (A.Geom)
 - 3- گولڈزیہر (Goldzieher) 4- اے۔ جے وینسینک (A.J. Wensinink)
 - 5- مجید قدوری 6- ہنری لامنس 7- لانگ مدتھ ڈیمس
- تفصیل کے لیے دیکھیے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی فکری و تحقیقی تصنیف ”اسلام اور مستشرقین“

طوالت ہی ہوگا۔ ہاں غیر مسلم (مستشرقین) کے اقوال آگے درج کیے جائیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بے ثبوت بات کرنے والوں کی تائید کرتے ہوئے ایک لفظ کے معنی اپنی مرضی سے متعین کیے جائیں اور بمعہ ثبوت گفتگو کرنے والوں کو درخور اعتنا نہ سمجھا جائے۔ کیا یہ بات دیانتداری کے مسلمہ اصولوں سے مطابقت رکھتی ہے؟

مستشرقین کی اسلام دشمنی کے بڑے بڑے اسباب یہ ہیں۔

1- اسلام کا دین خالص ہونا اور غیر خالص ادیان و قوموں کے بارے میں اسلام کا سخت رویہ۔

2- مسلمانوں کی فتوحات اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کی اسلامی نظریات سے مغلوبی۔

3- محاربات صلیبی اور ان میں مغربی و یہودی طاقتوں کی پے در پے ہزیمتیں۔

4- اختلاف دین و مذہب (ظاہر ہے مستشرقین کو حضور اکرم ﷺ سے کیا نسبت و عقیدت ہو سکتی ہے)

5- مسلمانوں کا سیاسی انتشار اور یورپ سے اخراج مزید برآں! مسلمانوں کی پسماندگی۔

6- مستشرقین کے لیے سہولتوں کی کثرت اور مسلمانوں کے لیے ذرائع نشر و اشاعت میں کمی۔

7- تجارتی مفادات۔ کہ نمک مرچ لگا کر لکھی جانے والی کتب کی فروخت اکثر زیادہ ہوا کرتی ہے۔⁽¹⁾

8- پذیرائی، عام غیر مسلم اپنے مذہبی پیشواؤں کے اثر سے اپنے ذہنوں میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے بارے میں نہایت گھناؤنے و کریہہ تصورات رکھتے ہیں۔ اس طرح وہ ہفوات و اتہامات پر مشتمل کتب کو

1- بحوالہ نقوش رسول نمبر جلد یازدہم ص ۵۳۱ تا ۵۴۷

چٹخارے لے لے کر پڑھتے ہیں اور متعصب مستشرقین کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

9- مستشرقین نے سیرت محمد ﷺ اور ظہور اسلام کی تاریخ کو اپنے مزاجی اور عقلی معیار اور خود غمہی پر جانچنے کی کوشش کی ہے۔ یہ لوگ اسی نقطہ نظر سے اس پر تنقید بھی کرتے ہیں یہی ان کی گمراہی کا سبب ہے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

10- یورپی مستشرقین کے منطبق کردہ معیار کے مطابق انبیاء علیہم السلام کی تاریخ سے صحیح نتائج اخذ نہیں کر سکتے۔⁽¹⁾

ناصر الدین دینیہ مشہور فرانسیسی مستشرق، مستشرقین کے اغراض و مقاصد پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”مستشرقین جنہوں نے سیرت نبوی ﷺ پر نقد و تنقید کی کوشش کی ہے چوتھائی صدی تک اس فکر میں رہے کہ کسی طریقہ سے جمہور مسلمانوں کے اعتماد کو جو سیرت نبوی ﷺ پر قائم ہے ٹھیس پہنچائی جائے۔“⁽²⁾

مستشرقین کے علاوہ مسلمانوں کے کئی گروہ جو خالص اعتقادی نظریات کے حامل نہیں ہیں بھی اپنے مقاصد و منزل کے سلسلے میں مستشرقین کے ہمنوا ہیں۔ یہ لوگ بھی سیرت نبوی ﷺ کے مبہم و مشکوک (جن کی تاویل کی جانی چاہیے) گوشوں پر مستشرقین اور عقلیت پرستوں کے نقطہ نظر کے مطابق فاسقانہ انداز میں انگلی رکھتے ہیں۔ امام ابن جوزی نے اپنی موقر تصنیف ”تلبیس ابلیس“ میں ایسے لوگوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ایسے لوگ تمسک

1- فرانسیسی مسلمان مستشرق ناصر الدین الدینیہ کا مستشرقین کے اسلوب، معیار اور کسوٹی کے بارے میں نقطہ نظر بحوالہ المستشرقون والاسلام از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی اردو ترجمہ ص ۷۸ پر نقل ہوا ہے۔

2- المستشرقون والاسلام از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی اردو ترجمہ ص ۷۸

بالقرآن کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ تمسک بالحدیث یا سنت ان کے نزدیک کسی اہمیت کے قابل نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ خود بھی سمجھتے ہیں اور اس کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ کہ ”حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کو ایک عام آدمی سمجھا جائے۔“ (1) آپ ﷺ کی خانگی و مجلسی زندگی کو ایک عام انسان کی سی زندگی تسلیم کیا جائے۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی اور مدنی زندگی کے رویے کو سیاست بازی قرار دیا جائے۔ آپ کی عاجزی، فروتنی، ملنساری اور خوش اخلاقی کو (نرم الفاظ میں) مصلحت آمیزی اور (منافقانہ انداز میں) مکاری گردانتے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک بشمول مستشرقین حضور ﷺ کی کامیابی میں اتنا حصہ آپ ﷺ کی تبلیغ، تعلیمات، اخلاق، عملی اثر و نفوذ کا نہیں جتنا تلوار کا ہے۔ (2) ملحدین و مستشرقین کا یہ اعتراض اور نتیجہ بھی اس وقت بے موت

1- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیز پاره تیس میں حضور اکرم ﷺ کے ایسے خصائص گنوائے ہیں جو آپ ﷺ کے مرتبہ کو عام انسانوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی موقر تصنیف ”نثر الطیب فی ذکر نبی الحبيب“ میں آنحضرت ﷺ کے متعدد اوصاف گنوائے ہیں۔ جن سے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا افضل انسان اور بعد از خدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پروفیسر نور بخش توکلی نے اپنی وقیع تصنیف سیرت رسول عربی ﷺ میں حضور سرور کائنات ﷺ کے متعدد ایسے اوصاف گنوائے ہیں۔ اور انبیائے ماقبل اور آپ ﷺ کے درمیان ایسا کمالی موازنہ کیا ہے کہ سرکار دو عالم کا انسانوں بلکہ کل انبیاء سے اشرف و افضل ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے کتب مذکورہ۔

2- چند مستشرقین کی ہرزہ سرائیاں بطور ثبوت درج ذیل ہیں۔

(1) ترویج و اشاعت مذہب کے لیے تشدد (violence) کا سہارا لیا۔ (بحوالہ حمادے کا مقالہ ص ۳۱)

(2) اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا۔ (بحوالہ المستشرقون والا سلام از زکریا ہاشم زکریا ص ۷ تا ۱۷)

(3) دنیا داروں کی سی حکمت عملی اور بہانہ جوئی اختیار کی۔ (بحوالہ سیرت ابنی ﷺ از شبلی جلد اول ص ۱۰۰)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

- مرجاتا ہے جب آپ ﷺ کی ذات گرامی عقل و نقل اور قرآن و شہادت سے ”بعد از خدا“ ثابت ہو جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ:
- 1- آیات قرآنی کے استشہاد سے جو آپ ﷺ کے قرب خداوندی اور اوصاف جلیلہ کو حاوی ہیں۔
 - 2- حدیث نبوی ﷺ کی تصریحات سے جن میں آپ ﷺ کا افضل انسان ہونا بلکہ افضل انبیاء ہونا متعدد جہتوں سے مذکور ہے۔
 - 3- عقل و نقل اور سیرت نبوی ﷺ کے تاریخی مطالعہ سے بھی حضور سرور عالمین ﷺ کا عام انسانوں سے ہزار ہا درجہ برتر ہونا پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔
 - 4- گذشتہ صحائف اور متعدد ادیان کے مذہبی نوشتوں سے یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ تمام مصلحین، بانیان ادیان اور انبیاء و رسل نے خدا سے خبر پا کر اپنے بعد ایک عظیم اور اپنے سے بڑے تکمیل کنندہ، سارے عالمین کے لیے نذیر و بشیر کے آنے کی متعدد بار خبر دی۔ اور نشان بتائے جو آپ پر پورے ہوئے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

- (۴) بعض یورپی مصنفین کا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا انقلاب اور مذہبی اصلاحات اسلیے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتیں کہ وہاں (عربوں) کا ماحول دراصل ان کے موافق اور مناسب (Congeniel) تھا۔ اور اہل عرب مذہبی اور معاشرتی تبدیلی کے متلاشی اور پیاسے تھے۔ (بحوالہ مظہر الدین صدیقی کا مقالہ ص ۱۶۳-۱۶۳)
- (۵) وہ (حضور ﷺ کی طرف اشارہ) ایک موقع پرست، مفاد پرست تھے۔ (محمد ماہر حمادے کا مقالہ ص ۷۲)
- (۶) مستشرقین کے نزدیک ایک مقبول عام وزنی الزام یہ ہے کہ ”آنحضرت ﷺ کی زندگی مکہ تک پیغمبرانہ رہی۔ لیکن مدینہ جا کر بادشاہی میں بدل گئی اور وہاں لشکر کشی، انتقام اور خونریزی کا بازار گرم کر دیا۔ (بحوالہ سیرت النبی ﷺ از شبلی جلد اول، ص ۹۹-۱۰۰)
- (۷) مشہور مستشرق ٹائن بی نے اس اتہام کو بار بار بطور خاص دہرایا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے محمد ماہر حمادے اور مظہر الدین صدیقی کے مقالہ جات ملاحظہ کئے جائیں۔

5- معجزات رسول عربی ﷺ پر عموماً اور قرآن پر خصوصاً غور و فکر ہمیں اس بات کے سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ یہ (قرآن) کسی انسان کا کلام نہیں۔ اس لیے کہ انسانوں اور جنوں سے اس کا معارضہ یا جواب گزشتہ چودہ سو سال میں ممکن نہ ہو سکا۔ مزید برآں! اس کے ادبی اور تاریخی اسلوب بیان کے خصائص بھی اسے کسی عظیم طاقت کا شاہکار ثابت کرتے ہیں تو جو انسان اس شاہکار کو ہم تک پہنچانے کا باعث بنا۔ لازماً وہ عام انسانوں کی سطح سے بلند ترین مقام پر فائز تھا۔ دوسرے معجزات مثلاً شق القمر، اسری و معراج وغیرہ بھی آپ ﷺ کو عام انسانوں کی سطح سے بلند کرتے ہیں۔ ☆

مستشرقین و معاندین کے اعتراضات کے رد، شبہات کے محاکمہ اور آیہ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کی مکمل تفسیر و تشریح کے بعد موزوں معلوم ہوتا ہے اگر چند مستشرقین کے اقوال نقل کر دیئے جائیں۔ جو حضور سرور دو عالم ﷺ کی مکی زندگی کی طہارت، بت پرستی سے نفرت و حذر اور بت پرستی کے خاتمے کے اعترافات و تسلیمات کو حاوی ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔⁽¹⁾

☆ بے اچ لیکٹی کا بھی یہی خیال ہے کہ ”محمد ﷺ ایک ایسے شخص تھے۔ جو دنیاے جہان کو دعوت حق دینے کے لیے مبعوث ہوئے اور نبی ﷺ بھی ایسے کہ ہستی باری تعالیٰ کی پر نور وحدانیت کی ایک بشارت تھے۔“ (اتھارٹی ان ریلیجینز)

1- بعض مستشرقین نے اپنے ساتھی قلمکاروں (مستشرقین) کے تعصب، ناروا ضد، کینہ پروری اور علمی خیانت کا برملا اعتراف بھی کیا ہے۔ چند ایک کی آرا یہ ہیں۔

(الف) طامس کارلائل: ہم لوگوں یعنی عیسائیوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ ”محمد ﷺ ایک پرفن اور فطرتی شخص اور جھوٹے دعویٰ دار نبوت تھے۔ اور ان کا مذہب دیوانگی و خام خیالی کا ایک تورہ ہے۔ اب وہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی جاتی ہیں۔ جو جھوٹ باتیں متعصب عیسائیوں نے اس انسان کی نسبت بنائی تھیں اب وہ الزام قطعاً ہماری رو سیاہی کا باعث ہیں۔“ (لیکچرز آن ہیروز)

(ب) سوامی لکشمین رائے: ”غیر مسلم مصنفوں کا براہو جنہوں نے قسم کھالی ہے کہ قلم ہاتھ میں (بقیہ اگلے صفحے پر)

- 1- مسٹر گارس: ”عرب بت پرست تھے۔ محمد ﷺ نے ان کو خدا پرست بنا دیا“
 2- جان پورٹ: ”کیا یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ جس شخص نے اس

(بقیہ گزشتہ صفحہ) لیتے وقت عقل کو چھٹی دے دیا کریں گے اور آنکھوں پر تعصب کی ٹھیکری رکھ کر ہر واقعہ کو اپنی کج فہمی اور کج نگاہی کے رنگ میں رنگ کر دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہے اور ان کے گستاخ اور کج رقم قلموں کو اعتراف کرتے ہی بنتی ہے“ (اخبار صحیفہ حیدرآباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء)

(ج) گاڈ فری ہیگنس: ”محمد ﷺ کا رویہ جانچتے وقت تم کہتے ہو کہ وہ شریروں کا رتھ ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانے کے سقراط تھے۔ جب ہم ان کو برائیوں سے متصف سنتے ہیں تو ہم ان کے عادات و خصائل پر نظر ڈالتے ہیں (جو نہایت پاکیزہ اور خوش اطوار ہیں) (اپالوجی آف محمد)

(د) شاننارام ایم اے: ”مجھے اس بات کا اظہار کرتے ہوئے دکھ محسوس ہوتا ہے کہ جب اور جہاں حضرت محمد ﷺ کے احسانات اور اخلاق عظیم کا ذکر ہوتا ہے اور جب ہم دنیا کے ایک عظیم الشان رہبر کے حالات سنتے ہیں تو بعض ہندو بھائی کسی قدر تعصب کا اظہار کرتے ہیں (محمد ﷺ کا جیون چرتر)

(ہ) بی ایس زندھاوا: بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ نا انصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانی اسلام (حضرت محمد ﷺ) پر۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بے رحم انسان دکھایا جائے اور خواخواہ دوسروں کو ان سے نفرت دلائی جائے۔ اسکا بڑا سبب یہ ہوا ہے کہ محمد ﷺ کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانی اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ سنی سنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی اگر وہ (مستشرقین) اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کے لیے اپنے اندر کوئی جرأت و ہمت پاتے تو وہ یقیناً اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے۔“ (بحوالہ رسالہ ”مولوی“ ربیع الاول ۱۳۵۱ء)

(و) سوامی برج نرائن جی سنیا سی: ”حقیقت بہر حال حقیقت ہے اگر بغض و عناد کی پٹی آنکھوں سے اتار دی جائے تو پیغمبر اسلام ﷺ کا نورانی چہرہ ان تمام داغ دھبوں سے پاک و صاف نظر آئے گا جو بتلائے جاتے ہیں۔“ (ایضاً)

(ز) واشنگٹن ارونگ: ”آنحضرت ﷺ کے اوائل زمانہ سے وسط حیات تک کے حالات ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوتے کہ اس عجیب و غریب فریب سے جس کا الزام آپ ﷺ پر (عیسائیوں نے) لگایا ہے۔ آپ ﷺ کی کیا غرض تھی“ بعد میں ارونگ نے مستشرقین کے الزامات کو بڑے شد و مد سے رد کیا ہے (دیکھئے لائف آف محمد ﷺ)

حقیر و ذلیل بت پرستی کے بدلے جس میں اس کے ہموطن یعنی اہل عرب بتلاتے تھے خدائے برحق کی پرستش قائم کر کے بڑی بڑی ہمیشہ زندہ رہنے والی اصلاحیں قائم کیں وہ جھوٹا نبی تھا؟“

3- ایڈورڈ گبن: ”محمد ﷺ کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک و صاف ہے

قرآن خدا کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے مکے کے پیغمبر ﷺ نے بتوں کی، انسانوں کی اور ستاروں کی پرستش کو معقول دلائل سے رد کر دیا۔“

4- کاؤنٹ ٹالسٹائی: ”آپ ﷺ مدت العمر پاکیزہ خصائل رہے۔ (آپ

ﷺ یقیناً تمام عمر پاکیزہ خصائل رہے۔ راقم)

5- ڈاکٹر ای اے فریمین: ”اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد ﷺ

بڑے بچے اور راست باز ریفارمر تھے“

6- ولیم میور: ”اہل تصنیف محمد ﷺ کے بارے میں ان کے چال چلن کی

عصمت اور ان کے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کم یاب تھی۔ مشفق ہیں۔“

7- کملا دیوی (بی اے): ”اے عرب کے مہا پرش ﷺ! آپ ﷺ وہ ہیں

جن کی شکشا سے مورتی پوجا مٹ گئی اور ایشور کی بھکتی کا دھیان پیدا ہوا۔“

8- سوامی بھوامی دیال سنیا سی: ”اور آپ ﷺ نے ہر طرح کی برائیوں

اور بت پرستی کو چھڑا کر خدا کے آگے سر جھکانے کی دعوت دی۔“

9- لالہ برج موہن سروپ: ”انہوں (حضور ﷺ) نے تیس سال کے

قلیل عرصہ میں بت پرستی اور توہم پرستی کو مٹا کر (قوم کو) وحدانیت کا

سبق پڑھایا۔“

10- سردار جوند سنگھ: ”دنیا میں آنحضرت رسول عربی ﷺ پاکیزہ زندگی کی

بے نظیر مثال ہیں“

11- جوزف طامس: ”ایک معمولی عقل و سمجھ کا مسلمان جہاں بھی جاتا ہے

محمد ﷺ کی تعلیمات اس کے ساتھ ہوتی ہیں اور وہ سر جو پہلے

- پتھروں اور حیوانوں کے آگے جھکا کرتے تھے اب خدائے واحد کے آگے جھکتے ہیں۔“ (تعلیمات محمدی ﷺ کے طفیل ملی ہوئی ہدایت کی وجہ سے)
- 12- مسٹر جے کے کور: ”آپ ﷺ خدا کے نور تھے اللہ کے رسول تھے اور خدا نے آپ ﷺ کو بت شکنی کا پیغام دے کر بھیجا تھا“
- 13- نیولین بونا پارٹ: ”محمد ﷺ دراصل سرور اعظم تھے پندرہ سال کے قلیل عرصہ میں لوگوں کی کثیر تعداد نے (تعلیمات محمدی ﷺ کی بدولت) جھوٹے دیوتاؤں کی پرستش سے توبہ کر لی۔ مٹی کی بنی ہوئی دیویاں مٹی میں ملا دی گئیں۔ یہ ایک حیرت انگیز کارنامہ تھا آنحضرت ﷺ کی تعلیم کا“
- 14- جان آرکس: ”ہم نہیں جانتے کہ محمد ﷺ اپنی زندگی میں کبھی بھی رذیل حرکت کے مرتکب ہوئے (یعنی بت پرستی کی یا کروائی ہو) ہوں البتہ نہایت اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔“
- 15- ایڈورڈ ساوتھ: ”محمد ﷺ نبی برحق تھے۔ آپ ﷺ بت پرستی کو غلط اور لغو جانتے تھے۔“
- 16- مسٹر صبیان: ”محمد ﷺ بہت بڑے حکیم تھے انہوں نے وحدانیت پر زور دیتے ہوئے انسانوں کو بت پرستی اور انسان پرستی سے اس علمی اور عقلی قاعدہ کے ذریعے نجات دلائی کہ دنیا کا ذرہ ذرہ ہلاک ہونے سے محفوظ ہو گیا۔“
- 17- پروفیسر گیان چند: ”رسول اللہ ﷺ نے جو بت شکنی پر زور دیا وہ بہت ضروری تھا۔ کیونکہ بت پرستی ترقی کی راہ میں ایک سخت رکاوٹ تھی۔ لیکن ان کا مقصد پتھر اور لکڑی کے بتوں کو توڑنے سے زیادہ معنوی بت پرستی کا خاتمہ کرنا تھا۔ جو انسان کو معطل بنا دیتی ہے۔ بت پرستی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً قبیلہ کا بت، لیڈری کا بت و وطنیت کا بت وغیرہ۔ آپ ﷺ نے ان سب بتوں کو توڑ دیا۔“

18- میجر آرتھر گلن مورنڈ: ”حضرت محمد ﷺ بلاشبہ اپنے ہم عصر مقدس میں ارواح طیبہ میں سے تھے۔ وہ صرف مقتدر رہنما ہی نہ تھے بلکہ تخلیق دنیا سے اس وقت تک جتنے صادق سے صادق اور مخلص سے مخلص پیغمبر آئے ان سب سے (آپ ﷺ) ممتاز رتبہ کے مالک تھے۔“ (1)

19- پروفیسر راما کرشنا راؤ: ”فلاح بشر، سر بلندی بشر، آدمی کو برائیوں سے پاک کرنا اسکو تعلیم دینا دوسرے لفظوں میں اسے انسانیت کا جامہ پہنانا ان (حضور ﷺ) کے مقصد کی منزل اور ان کی زندگی کا حاصل تھا۔“ (2)

20- پروفیسر جی ایس دارا: ”جس جگ میں حرص و ہوس کا اس قدر زور ہو اور محبت کا عالمگیر قحط ہو وہاں مکرو فریب سے دور بھاگنا، راستی پر چلنا، جھوٹ سے کنارہ کرنا اور صادق امین کہلانا یہ کس کا کام ہے؟ (یقیناً محمد رسول اللہ ﷺ کا)“ (3)

21- ایڈورڈ گین: ”نبی عربی ﷺ نے بتوں انسانوں اور اجرام سماوی کی پرستش کو بصیرت افروز دلیل کی بنا پر رد کر دیا۔“ (سلطنت زوال روما بحوالہ معراج انسانیت ۴۰۹)

22- ڈاکٹر مارکس ڈوڈس: ”اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ محمد ﷺ کے مذہب نے ہر اس عقیدہ (بشمول بت پرستی) کی اصلاح کر دی جو اس سے قبل وہاں (عرب میں) رائج تھا۔“ (محمد، بدھا اینڈ کرائسٹ بحوالہ معراج انسانیت)

1- یہاں تک تمام آراء نقوش رسول ﷺ نمبر جلد چہارم سے لی گئی ہیں۔

2- محمد ﷺ (مضمون) بزبان انگریزی اردو ترجمہ میجر ریٹائرڈ عنایت اللہ ص ۲۱

3- رسول عربی ﷺ از جی ایس دارا ص ۱۲

23- لیمر ٹائن، فرانسسیسی مستشرق: ”توہمات اور خوش اعتقادیوں کو جو انسان اور اسکے خالق کے درمیان حجاب بن گئی تھیں زیر و زبر کرنا، انسان کو خدا کے حوالہ کرنا اور خدا کی چوکھٹ پر انسان کو لانا اور اس زمانہ کی اصنام پرستی کے مادی خداؤں کی جگہ خدائے واحد کے پاکیزہ اور عقلی تصور کو از سر نو بحال کرنا یہ تھا وہ عظیم مقصد جو آپ (حضرت محمد ﷺ) کے پیش نظر تھا۔“ (1)

24- لالہ سرداری لعل (2): ”زمانہ جاہلیت کی زہریلی آب و ہوا اور ایسے ہلاکت خیز ماحول میں ایک شخص پرورش پا کر جوان ہوتا ہے اور اسکی یہ حالت ہے کہ اس کے مقدس ہاتھوں نے کبھی شراب کو نہیں چھوا اور اسکی پاک نگاہ کبھی نسوانی حسن و جمال کی دلفریبیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ وہ کبھی قتل و غارت میں شریک نہیں ہوا کسی کو برا نہیں کہا کسی کی دلازاری نہیں کی۔ اس نے کبھی قمار بازی میں حصہ نہیں لیا۔ اور لوگ جن گناہوں میں مبتلا تھے ان میں سے ایک بھی اس نے اختیار نہیں کیا“

مناسب ہوگا کہ چند نو مسلم حضرات کے بیانات بھی درج کر دیئے جائیں۔ جو آنحضرت ﷺ کی پاک دامنی، عفت اور شرک و بت پرستی کے الزام سے نفور کا ثبوت ہیں۔ چنانچہ ایسی آرا ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

1- موسیٰ ریوچن گورا: ”الحمد للہ! اب میں مسلمان ہوں اور ایک ایسے دین کا پیروکار ہوں جو سراپا صداقت ہے..... اور جس میں بت پرستی کا کہیں شائبہ تک نہیں ہے۔“

1- ”ہسٹری ڈی لائٹ کی“ جلد دوم ص ۷۷-۷۶، بحوالہ رسول نبی از سید ابوالحسن علی ندوی

2- بحوالہ ”نقوش“ رسول“ نمبر جلد چہارم

2- اسماعیل ریجرسکی: ”حضرت محمد ﷺ کے کردار کا مطالعہ کیا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں..... وہ ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رہے..... ان کی مکمل زندگی اور مبارک کردار میں کوئی ایک نقص بھی نہ تھا۔ جس پر کسی کو انگلی اٹھانے کی جرأت ہوتی۔“

3- سر جلال الدین لارڈ برٹن: ”اور محمد ﷺ کی زندگی کا مطالعہ شروع کیا اور بہت جلد محسوس کر لیا کہ آپ ﷺ حق و صداقت کا روشن مینار ہیں..... وہ لوگ جو وحشی تھے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ جرم و گناہ اور بے حیائی میں سرتا سر ڈوبے ہوئے تھے آپ ﷺ نے ان کو عزت نفس، وقار، احترام انسانیت اور پاکیزگی کا درس دیا اور ان ساری صفات کے ساتھ خدائے واحد کے حضور میں لا کھڑا کیا۔“

4- عبدالرحمان: ”دوسرے مرحلہ پر میں نے یہ ادراک حاصل کیا کہ حضرت محمد ﷺ واقعی اللہ کے سچے نبی اور آخری پیغمبر تھے۔“

5- تھامس ارونگ: ”حضرت محمد ﷺ نے حضرت عیسیٰ کے سات سو سال بعد اس وقت خدائے واحد کی دعوت دی جبکہ پورا یورپ نیم وحشی حالت میں زندگی گزار رہا تھا اور مریم و عیسیٰ کی پرستش ہو رہی تھی۔“

6- شیخ خالد شیلڈ: ”اور آپ ﷺ کی زندگی پیدائش سے لے کر رحلت تک دنیا کے لیے نمونہ تھی۔“

7- جمیلہ خاتون: ”جو شخص بھی حضرت محمد ﷺ عرب کے جلیل القدر پیغمبر کی حیات مقدسہ کا مطالعہ کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے کس طرح اپنی نبوت کو پیش کیا اور کس طرح پاکیزہ زندگی بسر کی۔“^(۱)

درج بالا اقتباسات اور مستشرقین و معاندین کے پیش کردہ ثبوتوں کے رد اور تاویل و تشریح اور تفہیم و تفسیر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ

6- دیکھئے عبدالغنی فاروق کی کتاب ”ہم کیوں مسلمان ہوئے؟“ مطبوعہ مکتبہ شاہکار لاہور

بڑی مدت رہا مکے کی گلیوں میں یہی چرچا
 کہ ایسا با حیا کوئی جوانی میں نہیں دیکھا
 دراصل آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا تعصب سے مبرا مطالعہ اور غیر
 جانبدارانہ سوچ و فکر ہی تھی۔ کہ جس نے دشمنوں کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ:
 ”میں پیغمبر اسلام ﷺ کو دنیا کے بڑے بڑے مہا پرشوں
 میں سمجھتا ہوں۔“ (لالہ لاجپت رائے بحوالہ رسالہ مولوی
 رمضان ۱۳۵۲ء)
 ”اگر محمد ﷺ سچے نبی نہ تھے تو کوئی نبی برحق دنیا میں آیا
 ہی نہیں۔“ (ڈاکٹر لین پول بحوالہ ہسٹری آف دی مورش
 ایمپائر ان یورپ)





قالوا ارفع لنا ربنا شئنا اناسا من انان انه يقول انها صرح لا عد من قلا بكر
 من ان يبين ذلك فافعل ما تومنون ؟ قالوا ارفع لنا ربنا شئنا انان انان
 نلا به شئنا انان انان انان انان انان انان انان انان انان انان انان
 انان انان انان انان انان انان انان انان انان انان انان انان انان

خط طشت در صورت قرآن مجید
 بخط مکر قلم

☆ عقیدہ ختم نبوت ﷺ

نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی امتیازی و اعزازی صفت

”ختم نبوت ﷺ“ کا عقیدہ مسلمانوں کے لیے انتہائی اہم بنیادی اور نوعیت کا حامل ہے۔ اسے مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا معاملہ کہا جائے تو اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہ ہوگا۔ یہی بنیاد ہے جس پر اسلامی معاشرے کی عظیم الشان عمارت اٹھائی جاتی ہے اور اللہ کی زمین پر اللہ کی حکمرانی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کے نزدیک ہر معاملے میں ”فائنل اتھارٹی“ (Final Authority) اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ

☆ اس مضمون کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی شاخ نکانہ صاحب کے بین الاقوامی مقابلہ مضمون نویسی ۱۹۸۶ء میں پیش کیا گیا۔ اور مجلس کی طرف سے اسے اول انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔ اور پھر ایک جلسہ عام منعقدہ نکانہ صاحب میں مولف مقالہ ہذا کو گولڈ میڈل اور تعریفی سند سے نوازا گیا۔ (سند کی فوٹو کاپی ساتھ منسلک ہے) مضمون مندرجہ ذیل رسائل و جرائد میں طبع ہو چکا ہے۔

- ☆ مطبوعہ: ہفت روزہ ”لولاک“ فیصل آباد ☆ مطبوعہ: ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کراچی
- ☆ مطبوعہ: ماہنامہ ”مجاہد“ سرگودھا ☆ مطبوعہ: ماہنامہ ”حکمت قرآن“ لاہور
- ☆ مطبوعہ: ماہنامہ ”السعيد“ ملتان ☆ مطبوعہ: ماہنامہ ”نور اسلام“ لاہور

کے احکامات کی تشریح و تعبیر کی ”فائنل اتھارٹی“ (Final Authority) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ و اہل بیتہ و ذریعہ و اجبآءہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔⁽¹⁾ آئیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت عظیمہ کے اس اہم ایمانی گوشے اور خصائص نبوت محمدی ﷺ کی اس عظیم خصوصیت و فضیلت یعنی ختم نبوت ﷺ کی دینی و معاشرتی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالنے کے لیے قرآن و حدیث اور جمہوریت کے اجماع کو بالترتیب رہنما بناتے ہیں علاوہ ازیں لفظ عقیدہ، ختم اور نبوت کی عربی لغات میں تشریح و مفہوم، آئیے ختم نبوت کی لغوی تفصیل کے لیے علماء و مفسرین کے علمی ارشادات سے بھی استفادہ کیا جائیگا۔ تاکہ موضوع کی مناسبت سے کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔ مزید یہ کہ چند ایک عمومی شبہات کا ازالہ بھی کیا جائے گا۔ لیکن طوالت و تفصیل وغیرہ سے گریز کر کے اختصار و عموم سے کام لیا جائے گا۔ کہ یہ مختصر مگر جامع مضمون طوالت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

عقیدہ:

عقیدہ بمعنی پختگی، گرہ لگانا، یہ لفظ انسان کے ذہنی طور پر ایک بات پر مطمئن ہو جانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کسی بات پر عقیدہ یا یقین رکھنے والے کو معتقد کہا جاتا ہے۔⁽²⁾ فیروز اللغات (اردو) کے مطابق عقیدہ ”دل میں جما ہوا یقین“ کو کہتے ہیں۔⁽³⁾ جبکہ لغات کشوری کے مطابق عقیدہ کا معنی ہے ”بھروسہ دل کا، مذہب“ اور عقیدت کا معنی ہے ”جس پر یقین کرنے سے (یقین کرنے والا) اس مذہب میں شامل ہو سکے“⁽⁴⁾ سر سید احمد خان

1- قومی ڈائجسٹ (قادیانیت نمبر) جولائی 1984ء، ص 1

2- اسلامی انسائیکلو پیڈیا شاہکار قسط نمبر 25 لفظ ”عقیدہ“

3- جامع ص 880

4- قلمی ص 205

کے مطابق ”وہ تمام خیالات جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ یقین جو انسان کسی چیز پر رکھتا ہے اس کو عقیدہ (یا ایمان) کہتے ہیں۔ یہ خیالات بغیر کسی خارجی اسباب کے اور بغیر تجربہ کے اور امتحان کے اور بدون کسی معقول ثبوت کے یکا یک دل سے اٹھتے ہیں اور ان پر ایسا یقین ہوتا ہے کہ کسی آنکھوں دیکھی چیز پر بھی نہیں ہوتا۔⁽¹⁾ خدا، رسول، فرشتے، الہامی کتابیں، انبیاء و مرسلین، روز قیامت، حساب کتاب، جنت و دوزخ، قضا و قدر، خیر و شر وغیرہ پر دینی نقطہ نظر سے پختہ یقین یا ایمان کو مذہبی عقیدہ کہا جاتا ہے۔ اور اب اگر مذکورہ تمام چیزوں کو قرآن و حدیث اور اجتہادی و اجتماعی ہدایات کی روشنی میں مانا جائے تو یہ ماننا اسلامی عقیدہ ہوگا۔ اس اسلامی عقیدہ کا حامل مومن ہوگا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے سیرت النبی جلد چہارم از سید سلیمان ندوی)

نبوت محمدیؐ پر ایمان کی اہمیت:

مسلمان ہونے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہم پر پیغمبر اسلام ﷺ کے جو حقوق واجبہ ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کو عقیدہ خاتمیت کے ساتھ تسلیم کیا جائے اور آپ ﷺ کے درود مسعود کے بعد دعویٰ نبوت و رسالت کرنے والوں کی تکذیب و تکفیر میں ہرگز کسی تساہل اور خاموشی سے کام نہ لیا جائے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی آمد کے بعد اور آپ ﷺ کے زمانہ کے بعد نبی یا رسول کی حیثیت سے کسی کی سیادت کو تسلیم کرنا یا کسی کے جدید دعویٰ نبوت پر خاموش رہ کر اپنے آپ کو غیر جانبدار رکھنے کی کوشش کرنا بھی قرآن و حدیث کی واضح نصوص اور اجماع امت کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ بلکہ یہ عمل اپنے آپ کو معذبین (عذاب یافتہ) کی صف میں لاکھڑا کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ جیسا

۱- خطبات احمدیہ از سر سید احمد خاں ص ۶

کہ بنی اسرائیل کا واقعہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ بچاؤ اور نجات کا یہی ذریعہ ہے کہ ہم اس علمی روشنی کو ان سطحی ذہن کے مسلمانوں اور جاہلوں تک پہنچائیں جن کو منکرین لغوی موشگافیوں اور عقلی دلائل کے تانے بانے میں الجھاتے ہیں اور دین اسلام اور خدا اور اس کے رسول مقبول ﷺ سے دور کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے ایمان کو بھی درست رکھیں بقول حضرت امام اعظمؒ منکرین ختم نبوت یا مقلدین دعویٰ نبوت ﷺ سے بے بنیاد و لا طائل و لیلیس مانگ کر خود دائرہ کفر میں گرنے سے بچیں۔

ختم نبوت کے معانی:

لفظ ختم کو منکرین سب سے زیادہ لغوی شبہات کا ہدف بناتے ہیں۔ کہیں اس کو مہر کے معنوں میں لاتے ہیں تو کہیں انگوٹھی کے معنوں میں۔ اکثر لوگ اس لفظ کو فضیلت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں حقیقت کیا ہے۔ ”المنجد“ کے مطابق ختم بمعنی مہر لگانا (مہر) یا بند کرنا اور کسی چیز کا سلسلہ منقطع کر دینا مثلاً ختم الاناء برتن کا منہ بند کر دیا۔ ختم الکتب (خط پورا کر کے اس پر مہر لگا دی) ختم العمل (کام مکمل کر کے اس سے فارغ ہو گیا۔) (۱)

ختم کل مشروب (وہ مزہ جو کسی مشروب کو پینے کے بعد آخر میں محسوس ہوتا ہے) خاتمة کل شیء عاقبتہ و آخرتہ (ہر چیز کے خاتمہ سے مراد ہے اسکی عاقبت اور آخرت) ختم الشیء بلغ آخرہ (کسی چیز کو ختم کرنے کا مطلب ہے اس کے آخر تک پہنچ جانا) اس معنی میں ”ختم قرآن“ بولتے ہیں اور اسی معنی میں قرآن مجید کی آخری آیات کو ”خواتیم“ کہا جاتا ہے۔ (۲)

1- بحوالہ رسائل و مسائل حصہ اول از مولانا مودودی ص ۳۳، مزید دیکھئے المنجد ص ۲۵۸

2- لسان العرب، قاموس، اقرب الموارد، بحوالہ تفسیر سورة احزاب ضمیرہ ختم نبوت از مولانا مودودی

الصالح للجوہری میں ہے ختم اللہ له بخیر (خدا اس کا خاتمہ بخیر کرے) و ختمت القرآن: بلغت آخره (یعنی میں نے قرآن آخر تک پڑھ لیا) اختتمت الشيء: نقيض افتتاحه (کسی چیز کا اختتام: افتتاح کی نقیض اختتام ہے) والخاتم والخاتم بكسر التاء وفتحها والختام والخاتام كله بمعنى وخاتمة الشيء آخره. (یعنی خاتم، خاتم، ختام، خاتام سب کا ایک ہی معنی ہے اور کسی چیز کے آخر کو خاتمة الشيء کہتے ہیں) ومحمد ﷺ خاتم الانبياء عليهم الصلوة والسلام - حضور عليه الصلوة والسلام تمام نبیوں سے آخر میں تشریف لے آئے۔⁽¹⁾

تہذیب میں ہے والخاتم والخاتام من اسماء النبي ﷺ وفي التنزيل العزيز ولكن رسول الله و خاتم النبيين اي اخرهم ومن اسمائه العاقب ايضا ومعناه اخر الانبياء. (یعنی خاتم اور خاتم نبی ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ہیں قرآن مجید میں ہے ولكن رسول الله و خاتم النبيين. یعنی سب نبیوں سے پیچھے آنے والا۔ اور حضور عليه الصلوات والسلام کے اسماء میں العاقب بھی ہے۔ اس کا معنی آخر الانبياء ہے)⁽²⁾

ختم الشيء وعليه (مہر لگانا) ختم العمل، ختم الكتب، ختم الاناء⁽³⁾، ختم عليك بابہ (اس نے تم سے اعراض کیا) ختم على قلبه (بے سمجھ بنانا) ختم، مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی اچھی طرح ختم کرنا۔ ختم الكتب (کتاب کا خاتمہ پر پہنچنا) اختتمه (پورا کرنا) الخاتمة (خاتم کا مونث) بمعنی انجام، نتیجہ، اخیر)⁽⁴⁾

1- تفسیر ضیاء القرآن جلد چہارم از پیر محمد کرم شاہ الازہری، ص ۶۹-۶۸

2- ایضاً

3- ان تراکيب کے معانی پیچھے صفحات میں گزر چکے ہیں لہذا اعادہ نہیں کیا گیا۔

4- بحوالہ علوم القرآن مولفہ شمس الحق افغانی، ص ۱۸۰-۱۷۹

الف: وفي المحکم لابن سیده و خاتم کل شی و خاتمته عاقبتہ
واخرہ (1)

ب: وفي مجمع البحار و خاتم بالفتح بمعنی الطابع ای شی
یدل علی انه لانی بعدی. (2)

ج: وفي کلیات ابی البقاء و تسمیة نبینا خاتم الانبیا لان خاتم
القوم آخر القوم ثم قال ونفی الاعم يستلزم نفی
الاخص. (3)(4)

امام راغب اصفہانی ” مفردات القرآن “ (اردو ترجمہ) میں لکھتے
ہیں۔ ” الختم والطبع کا لفظ دو طرح سے استعمال ہوا ہے اور اس کے
مصدر ختمت اور طبعت ہیں۔ بمعنی کسی چیز پر مہر کی طرح کے نشانات لگانا اور
کبھی اس نشان کو کہتے ہیں جو مہر لگانے سے بن جاتا ہے مجازاً کبھی اس سے
کسی چیز کا محفوظ کرنا مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ دروازوں یا کتابوں پر مہر لگا کر
انہیں محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ کہ کوئی چیز ان کے اندر نہ داخل ہو اور نہ نکلے مثلاً
ختم اللہ علی قلوبہم اور ختم علی سمعہ و قلبہ (اور اس کے کانوں
اور دل پر مہر لگادی) اور کبھی کسی چیز کا اثر لینے سے کنایہ ہو جاتا ہے۔ جیسا

1- ترجمہ: اور محکم مصنفہ ابن سیدہ میں ہے ” اور ہر چیز کا ختم کرنے والا اور اس کا اختتام
ہونا اور اس کا آخر کو پہنچنا۔“

2- اور مجمع البحار میں ہے ” اور خاتم فتح (زبر) کے ساتھ طابع (سب سے پیچھے پیچھے) کے
معنی میں ہے معنی یہ ہے کہ کوئی شے جو دلالت کرتی ہے۔ (حدیث نبوی ﷺ کی طرف
کہ) میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

3- اور کلیات ابی البقاء میں ہے ” اور ہمارے نبی ﷺ کو ” خاتم الانبیاء کا نام دیا گیا جیسے کہ
خاتم لقوم کا معنی ہے آخر القوم (آخری قوم یا قوم کا آخری فرد) پھر کہا اور عموم کی نفی
مستلزم ہے خصوص کی نفی کو۔“

4- علوم القرآن از علامہ شمس الحق افغانی ص ۱۸۰-۱۷۹

کہ مہر سے نقش ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اس سے کسی چیز کا انتہا کو پہنچ جانا مراد ہوتا ہے اور اسی سے ختم القرآن کا محاورہ ہے۔ یعنی قرآن ختم کر لیا۔ اسی مفہوم میں قرآن سے مثال ہے قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ (ان کافروں سے کہو بھلا دیکھو تو اگر خدا تمہارے کان یا دو آنکھیں چھین لے اور تمہارے دل پر مہر کر دے) اُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَسَمِعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ (یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے) الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ (آج ہم ان (مجرموں) کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے) سورۃ احزاب میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرمانے کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی آمد سے سلسلہ نبوت مکمل ہو گیا ہے اور اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ (1)

شرعی مفہوم ختم نبوت:

علامہ رشید رضا مصری اپنی عربی تصنیف ”الوحی المحمدی“ میں لکھتے ہیں کہ ”آیت مَا كَانَ مُحَمَّدًا..... وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت اور رسالت دونوں حضور اکرم ﷺ کے بعد ختم ہو گئی ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کے بعد جو شرعی وحی کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور گمراہ کن ہے بہت سے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا مگر ان کا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔“ (2)

نبی اور نبوت:

اسی طرح نبی اور نبوت کا مفہوم لغوی اور دینی حیثیت سے تلاش کیا جائے تو یہ مفہوم یقیناً وہی ہے جو عموماً اسلام کا ہمیشہ سے متفقہ عقیدہ رہا ہے۔

1- مفردات القرآن از امام راغب اصفہانی (اردو ترجمہ) ص ۳۶۵-۳۶۳

2- الوحی المحمدی (اردو ترجمہ) ص ۸۲-۸۱

ذیل میں چند ایک اقتباسات موضوع و مفہوم کی تشریح و تعبیر کی خاطر پیش کیے جاتے ہیں۔

1- نبوت کا لغوی معنی اگر نبا بمعنی خبر سے ماخوذ ہو تو نبی بمعنی شرعی و عرفی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتا ہے اور اگر نبوت بمعنی رفعت سے منقول ہو تو نبی تمام لوگوں سے رفیع اور بلند ہوتا ہے اور اگر نبی بمعنی طریق سے منقول ہو۔ تو پیغمبر اور نبی بھی اللہ تک رسائی کا راستہ اور وسیلہ ہے پہلی صورت میں مہموز اللام اور اخیر کی دو صورتوں میں معتل اللام ہے نبی کی شعری اور اصطلاحی تعریف شارح مواقف نے اس طرح بیان کی ہے کہ ”یعنی جس کو اللہ حکم دے کہ میں نے تم کو فلاں قوم کی طرف بھیجا ہے یا سب لوگوں کی طرف تو وہ نبی ہے۔“⁽¹⁾

2- نبی عربی زبان میں النبأ سے صفت ہے جسکے معنی ہیں ”مفید خبر جس کی اہمیت ہو“ اس میں فاعل و مفعول دونوں معنی درست ہو سکتے ہیں کیونکہ نبی اللہ کی طرف سے مخبر بھی ہے اور اللہ کی طرف سے اسے خبر بھی دی جاتی ہے۔ نبی کا بالتشدید استعمال زیادہ ہے۔ اور اس میں ہمزہ کو یا سے بدل دیا گیا ہے۔ یا یہ لفظ النبوة سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی بلندی اور شرافت کے ہیں۔

اہل کتاب کے نزدیک اس (لفظ نبی) کا اطلاق اس الہام والی شخصیت پر ہوتا ہے جو مستقبل کی پوشیدہ باتوں کی اطلاع دے یہ بھی کہا گیا ہے کہ قدیم عبرانی زبان میں اس (لفظ نبی) کے اصل مادہ کا معنی یہ ہے مطلق بلند آواز سے بولنے والا یا شرعی امور میں بولنے والا ہمارے نزدیک نبی اسکو کہیں گے جس پر اللہ تعالیٰ صرف اپنی وحی نازل کرے اگر خدا سے تبلیغ کا حکم بھی دے تو ہم اسے رسول کہیں گے۔ اس لیے

1- علوم القرآن از علامہ شمس الحق افغانی ص ۱۶۳

ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہے۔^(۱)

3- تنبا و تنبوا (نبوت کا دعویٰ کرنا) النبوة والنبوة اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر غیب کی باتیں بتانے والا۔ پیش گوئی کرنے والا۔ خدا تعالیٰ کے مطلب کی خبریں دینے والا (نبی کہلاتا ہے)^{(۲)(۳)} بعض لوگ غلطی سے کاہن، نجومی، حکیم، ستارہ شناس، مصلح، مفکر اور فلسفی وغیرہ کو بھی نبی اور رسول کی صف میں لاکھڑا کرتے ہیں ان کے مطابق پیغمبر پیش گوئی کرتا ہے کاہن بھی مستقبل کی خبر دیتا ہے۔ نجومی بھی ستاروں کا حساب لگا کر مستقبل میں جھانک سکتا ہے۔ فال دیکھنے والا بھی حال کے علاوہ ماضی اور مستقبل کی پوشیدہ باتیں بتا دیتا ہے۔ لوگوں کی قسمتوں کے ستارے دیکھنے والا یعنی رمال بھی آئندہ زمانہ کی باتیں بتلا سکتا ہے۔ مگر ان سب میں جھوٹ زیادہ اور سچ بہت کم ہوتا ہے۔ مصلح اور مفکر قوم (انسانوں) کے لیے سوچتے ہیں۔ غور و فکر کرتے ہیں۔ اور لوگوں کی اصلاح کی تدبیر کرتے ہیں جبکہ بظاہر پیغمبر کا منصب بھی یہی نظر آتا ہے۔ اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ عباس محمود العقاد لکھتے ہیں کہ:

”نبی کے اعمال اور کاہن کے اعمال الگ الگ ہو جاتے

1- الوجی الحمدی ص ۸۱

2- المنجد اردو ترجمہ ص ۹۸۷

3- امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک بھی ”نبی ایسی شخصیت ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں دی جاتی ہیں۔ اسی بناء پر ان کے نزدیک نبی حامل علم غیب ہوتا ہے۔ امام صاحب کا معنی و مفہوم قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین ہے۔ ”علم ما کان وما یكون“ سے نوازے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے پیغمبر کو روز ازل سے روز آخر کے تمام علوم غیب سے مطلع فرما دیا ہے۔ (دیکھئے ملفوظات امام احمد رضا خان بریلوی)

ہیں اور کبھی ان میں دشمنی (بھی) پیدا ہو جاتی ہے لہذا کہانت ایک پیشہ ہے۔ (جبکہ نبوت نہیں) اور یہی نبوت اور کہانت میں سب سے بڑا فرق ہے۔ کہ کہانت پیشہ ہے جبکہ نبوت پیشہ نہیں ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے نبوت کے کاموں کے لیے کسی کو نبی مقرر کیا ہو۔ جیسے کہ کہانت کے کاموں کے لیے اکثر کاہن مقرر کیے جاتے ہیں^(۱)

پیغمبر اور دوسرے لوگوں میں وجہ امتیاز یہ بھی ہے کہ

1- پیغمبر کو خدا سے ہدایات ملتی ہیں جبکہ دوسرے لوگوں کو نہیں۔

2- پیغمبر کی بات (وحی) مستند، ثقہ اور منجانب اللہ ہوتی ہے۔ جبکہ عام لوگوں کی باتوں کا درجہ یہ نہیں ہوتا۔

3- پیغمبر نے کوئی فن اور کوئی علم سیکھا نہیں ہوتا (امی ہوتے ہیں) جبکہ دوسرے لوگ علوم و فنون کے حصول میں ایک عمر بسر کرتے ہیں۔

4- پیغمبر تمام انسانوں کی بھلائی (اور ترجیحاً روحانی بھلائی) کے لیے سوچتا ہے۔ جبکہ دوسرے لوگ مخصوص طبقات، گروہوں اور قوموں کے لیے سوچتے ہیں۔ ترجیحاً ان کی سوچ و فکر دنیاوی و مادی زندگی کے فوائد کے لیے ہوتی ہے۔

5- پیغمبر لوگوں کی اصلاح اور بھلائی کے امور میں لوگوں کی مرضی اور ماحول کا پابند نہیں ہوتا۔ بلکہ احکامات الہیہ کا پابند ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرے لوگوں کے اصلاحی اقدامات و تفکر، ماحول اور معاشرے کی ضرورت کے تحت ہوتے ہیں۔^(۲) اس سلسلے میں حضرت علامہ امام محمد غزالی شافعیؒ کا

1- ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ، اردو ترجمہ، ص ۲۳۶-۲۳۵

2- سیرت النبی جلد چہارم از سید سلیمان ندوی

ارشاد کیا خوب ہے:

”نبوت انسانیت کے رتبہ سے بالاتر ہے جس طرح انسانیت حیوانیت سے بالاتر ہے۔ وہ (یعنی نبوت) عطیہ الہی اور موہبت ربانی ہے سعی و محنت اور کسب سے نہیں ملتی
(اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ)“ (1)

صفات انبیاء:

اسلام میں انبیاء ہادی (رہنما) نذیر (ہوشیار کرنے والے) مبشر (خوشخبری سنانے والے) معلم (سکھانے والے) مبلغ (خدا کے احکام پہنچانے والے) نور (روشنی) مبین (خدا کی صفات کو واضح کرنے والے) مزکی (پاک و صاف نگر کرنے والے) مطاع (واجب الاطاعت) حاکم (فیصلہ کرنے والے) آمر (حکم دینے والے) ناہی (منع کرنے والے) صاحب حکمت (حکمت و دانش والے) اور صاحب خلق عظیم (بڑے اخلاق کے مالک) کی سی صفات عظیمہ و عجیبہ کے حامل ہوتے ہیں۔ (2)

آیت ختم نبوت:

عقیدہ، ختم اور نبی و نبوت کے بالتفصیل لغوی جائزے کے بعد اب ہم قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ، تشریح اور شان نزول وغیرہ پیش کرتے ہیں جو عقیدہ ختم نبوت کے اثبات کے سلسلے میں نص صریح ہے۔ یہی وہ آیت مبارکہ ہے جس پر ایمان لانے کے بعد نبوت کے خاتمہ پر ہمارا ایمان و ایقان مکمل ہو جاتا ہے۔ اور عقیدہ ختم نبوت ہمارے لیے سعادت دو جہاں ہو جاتا

1- ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔

2- مقالات سیراز ڈاکٹر آصف قدوائی ص ۲۷

ہے۔ بقعہ ایماں، حرز جاں، باعث نجات دو جہاں اور توشہ ایں و آں ہو جاتا ہے، یہیں سے آیات قرآن پر کامل ہمارا ایماں پر ایقاں ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن فرقان میں فرمایا گیا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ
اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے (بھی) باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے رسول (ہیں) اور (سلسلہ) انبیا کو ختم کرنے والے اور اللہ ہر شے سے (بخوبی) واقف ہے۔

(الاحزاب - ۴۰)

شان نزول:

اس آیت مبارکہ پر گفتگو فرمانے سے قبل اس واقعہ کو نقل کیا جاتا ہے جو اس کے نزول کا سبب بنا ہے۔ یہ واقعہ حضور رسالت مآب ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارث، جنہیں ایک دور میں ”زید بن محمد ﷺ“ کہا جاتا تھا، کی حضرت زینب بنت جحش سے شادی، طلاق اور رسول خدا ﷺ سے شادی سے متعلق ہے۔ یہ تو سبھی پہ روشن ہے کہ حضرت زید حضرت خدیجہ کے غلام تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں رسول خدا ﷺ کی خدمت میں دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ اور صاحب خلق عظیم و رحمتہ للعالمین ﷺ ہونے کی ایک بے مثال و لازوال روایت قائم کی۔ ہمیں پر بس نہیں کیا گیا۔ بلکہ محبت و مودت نبوی ﷺ اور صلہ و مہربانی کا عالم یہاں تک وسیع ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کا نکاح زید بن حارث سے کروایا۔ اس طرح زمرہ انبیاء میں مساوات انسانیت کی سب سے روشن مثال قائم کی۔ مگر دونوں کے ہم کفو نہ ہونے کی وجہ سے یہ رشتہ زیادہ عرصہ تک نہ بھسکا

اور آخر کار ”طلاق“ پر ختم ہوا رسول اللہ ﷺ نے قریشی خاتون کی عزت و وقار کے پیش نظر اور غم طلاق کی تسلی و تشفی کی خاطر خود ان (حضرت زینب بنت جحش) سے نکاح کر لیا۔ یہ فعل اہلیان مکہ کی روایتی معاشرت کے خلاف تھا۔ کیونکہ عرب معاشرے میں منہ بولے بیٹے کو نسبی بیٹے کی حیثیت حاصل ہوتی تھی اور عرب منہ بولے بیٹے کی مطلقہ منکوحہ سے نسبی بیٹے کی طرح نکاح کرنا ناجائز سمجھتے تھے۔ مگر ادھر آں سرور ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کیا ادھر عربوں نے ایک طوفان بے تمیزی کھڑا کر دیا۔ آیہ ختم نبوت سے قبل اور بعد کی آیات اسی واقعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہی اس آیت کا سیاق و سباق ہیں۔

مذکورہ آیت میں خداوند کریم نے نبی کریم روف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کردار اور عظمت کی خود حفاظت کی اور کفار کے بے بنیاد اعتراضات کا جواب قرآن کریم میں دے کر آپ ﷺ کی شان ختم نبوت کو قیامت تک زندہ کر دیا۔ اس آیت میں تین باتوں کی طرف اشارہ کر کے اعتراضات مشرکین کو رفع کیا گیا ہے۔

اول: نکاح مذکورہ بالا قابل اعتراض نہیں ہے۔ اسلیے کہ رسول اللہ ﷺ (۱) تم میں سے کسی (مرد، جوان، جو شادی کے قابل بھی ہو) کے باپ نہیں

۱- یہاں آیت مذکورہ میں حضور اکرم ﷺ کا اسم ذاتی لایا گیا ہے۔ اس سے اس شبہ اور ابہام کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے جو بعد کے منکرین عام لوگوں کے ذہن میں پیدا کر سکتے تھے۔ اور انہیں عقیدہ ختم نبوت سے منحرف کر سکتے تھے۔ یعنی تمہارے مردوں کے حقیقی باپ نہ ہونے کا معاملہ محمد ﷺ سے ہے۔ اللہ کے رسول یعنی روحانی باپ ہونے کا معاملہ بھی محمد ﷺ سے ہے۔ اور خاتم النبیین ہونے کا شرف و فضیلت بھی محمد ﷺ کو حاصل ہے۔ دوسرے کسی رسول و نبی کو نہیں۔ رسول و نبی کے عام لفظ سے مترددین ان فضائل کے حامل کے بارے میں شبہات پیدا کر سکتے تھے۔ مگر لفظ محمد ﷺ لا کر ان کے تمام شبہات کی جڑ کاٹ دی۔ اور ان فضیلتوں کا حق حقدار کو دے دیا گیا یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو۔

ہیں اور منہ بولے بیٹے یا باپ کسی طرح بھی حقیقی باپ یا بیٹے کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ حقیقی حقیقی ہوتا ہے اور منہ بولا منہ بولا۔

دوم: اگر تم کو شبہ ہو کہ منہ بولے بیٹے کی طلاق یافتہ منکوحہ سے نکاح جائز ہی سہی۔ مگر کیا ضروری تھا کہ محمد ﷺ یہ نکاح کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کے لیے اس کام کو کرنا نہایت ضروری تھا۔ اس لیے کہ ایک نبی و پیغمبر کی حیثیت سے آپ ﷺ کے لیے زمانے کی بری اور بے بنیاد رسموں کو توڑنا اور بھی ضروری ہے۔ تاکہ امت کے لیے آپ ﷺ کا عمل حجت اور سند رہے اور آئندہ امت کے لیے اس کام کے کرنے میں کسی شبہ اور ہچکچاہٹ کا موقع نہ رہے۔

سوم: بحیثیت نبی و رسول، آپ ﷺ کے لیے یہ (اور اس طرح کی دوسری بھی) رسم توڑنی اور امت کے لیے نمونہ عمل پیش کرنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ آپ ﷺ محض اللہ کے نبی ہی نہ تھے۔ بلکہ آخری نبی تھے جن کی نبوت کو قیامت تک باقی رہنا ہے۔ اگر آپ ﷺ کے ہاتھوں یہ جاہلانہ رسم آج نہ ٹوٹی تو پھر قیامت تک نہ ٹوٹ سکتی کیونکہ آپ کے بعد قیامت تک کسی اور نبی نے نہیں آنا۔ جو آپ کے ادھورے چھوڑے ہوئے کاموں کی تکمیل کرنا۔ لہذا اپنے منصب کے تقاضے کے تحت آپ ﷺ ہی نے یہ رسم توڑنی تھی تاکہ حکم الہی پورا ہو کر رہے۔⁽¹⁾

ختم نبوت^۲ نفی جنس:

بیان کردہ درج بالا واقعہ اور تفسیری اشاروں کو سمجھ لینے کے بعد اب یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ اس آیت اور اس کے مفہوم کا اصلی مدعا کیا ہے۔ اگر اسے نفی کمال (منکرین ختم نبوت کا عقیدہ یا توجیہ) کے معنوں

1- تفہیم القرآن تفسیر سورۃ احزاب از مورودی

میں لیا جائے تو یہاں خاتم النبیین کا لفظ بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے موقع محل کا تقاضا ظاہر کرتا ہے کہ اس جگہ نفی کمال مراد نہیں بلکہ نفی جنس مراد ہے اور اس سے اشارہ حقیقی نبوت کا حقیقی الفاظ میں حقیقی انقطاع ہی ہے۔^(۱)

اللہ ورسول ﷺ نے مطلقاً تازہ نبوت کی نفی فرمائی۔ شریعت جدیدہ وغیرہ کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحتہ خاتم بمعنی آخر بتایا۔ متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اس معنی ظاہر و متبادر و عموم و استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا۔ (کہ حضور ﷺ) تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور اسی بناء پر سلف و خلف آئمہ مذاہب نے نبی ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا۔ کتب احادیث و تفسیر و عقائد و فقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔^(۲)

آیت خاتم النبیین میں الف لام عہد خارجی یا ذہنی ہے جس سے مراد صرف تشریحی انبیاء ہیں۔ گویا آپ صرف تشریحی انبیاء کے خاتم ہیں۔ (یہ منکرین ختم نبوت کا پیدا کردہ مغالطہ ہے) عہد خارجی کے لیے سابق کلام میں خاص تشریحی انبیاء علیہم السلام کا ذکر ضروری ہے جو یہاں (آیہ ختم نبوت میں) میں نہیں ہے۔ اور عہد ذہنی یا خارجی اس وقت لیا جاتا ہے جب استغراق ممکن نہ ہو۔ جیسے اكله الذئب اور اشتر اللحم عند عامة اهل الاصول والعربية لام التعريف سواء دخلت على المفرد او الجمع تفيداً لاستغراق الا اذا كان معهوداً^(۳)

خاتم النبیین میں الف لام استغراق حقیقی کے لیے نہیں بلکہ عرفی کے لیے ہے یعنی انبیاء تشریحی مراد ہیں نہ کہ مطلق انبیاء جیسے کہ یقتلون الانبیاء

1- رسائل و مسائل جلد اول ص ۳۲

2- جزاء اللہ بابا بہ ختم النبوة بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۵۹ از مولانا احمد رضا خاں بریلوی

3- کلیات ابی البقاء ص ۵۶۳

میں صرف بعض وہ انبیاء مراد ہیں جو بنی اسرائیل کے زمانے میں تھے۔ (یہ بھی منکرین کا ایک بہت بڑا مغالطہ ہے) جو اب یہ ہے کہ استغراق عربی وہاں لیا جاتا ہے۔ جہاں استغراق حقیقی ممکن نہ ہو۔ جیسے جمع الامیر الصاغة کیوں کہ تمام دنیا کے سناروں کا جمع کرنا ممکن نہیں بلحاظ عرف و عادت کے، لیکن خاتم النبیین میں بلا تکلف استغراق درست ہے۔ بخلاف یقتلون النبیین کے جہاں استغراق ممکن نہیں ہم پوچھتے ہیں۔ (منکرین سے) کہ آیہ **وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ**۔ اسی طرح **وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِئِيَ بِالنَّبِيِّينَ** وَاِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ میں کیا استغراق حقیقی مراد ہے یا عربی؟^(۱)

عقیدہ ختم نبوت اور تفاسیر اہل سنت:

منکرین کی پیش کردہ لغوی موثکافیوں اور باطل مغالطوں کے جواب اور رد کے بعد اب مشہور و معروف تفاسیر سے چند اقتباسات بر اثبات عقیدہ ختم نبوت پیش ہیں۔ جو آیہ ختم نبوت کے معنی و مفہوم کو اور زیادہ نمایاں اور باطل شکن کرتے ہیں۔

- 1- وہ نبوت کو اختتام تک لائے اور اس پر (ختم نبوت) کی مہر لگا دی۔ اب یہ دروازہ روز حشر تک کبھی نہیں کھلے گا۔^(۲)
- 2- اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کے ذریعے نبوت کا خاتمہ کر دیا اسلئے کہ وہ آخری نبی ہیں۔^(۳)
- 3- خاتم النبیین کہنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر ایک پیغمبر کے بعد دوسرا نبی آتا ہے تو وہ رشد و ہدایت اور احکامات وغیرہ کی وضاحت کا ایک مشن اپنے

1- تحریف سوم و چہارم مندرجہ علوم القرآن از مولانا شمس الحق افغانی ص ۱۸۷-۱۸۶

2- تفسیر ابن جریر جلد بائیس ص ۱۲

3- تفسیر معالم التنزیل در بحث خاتم النبیین

پیچھے چھوڑتا ہے اور اس کے بعد آنے والے کو اسے مکمل کرنا ہوتا ہے لیکن ایسا پیغمبر جس کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آتا۔ وہ اپنی امت کے لیے بہت زیادہ رحمدل ہوتا ہے اور امت کے لیے واضح اور مکمل ہدایت فراہم کرتا ہے اس لیے کہ وہ باپ کی مانند ہے اور جانتا ہے کہ اسکے بعد اس کے بیٹے کا کوئی سرپرست یا نگران نہیں۔⁽¹⁾

4- اس طرح یہ آیت (ختم نبوت) اس سلسلہ میں واضح حکم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور جب ان کے بعد کوئی نبی نہیں تو ان کے بعد کوئی رسول بھی رسالت کے لیے مخصوص نہیں ہو سکتا..... جو کوئی بھی نبی اکرم ﷺ کے بعد اس منصب (نبوت) کا دعویٰ کرتا ہے وہ کاذب، گمراہ، کافر اور منکر ہے۔⁽²⁾

5- وخاتم النبیین۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا۔ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبوت ہوگی نہ ہی اس کے ساتھ کوئی شراکت یا مجلس ہوگی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔⁽³⁾

6- وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے بارے علم رکھتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت کو ماننے والے ہوں گے۔⁽⁴⁾

-
- 1- تفسیر کبیر جلد ششم
 - 2- تفسیر ابن کثیر جلد سوم
 - 3- تفسیر خازن در تفسیر سورۃ احزاب
 - 4- تفسیر جلالین

7- نبی پاک ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد (قیامت تک) کوئی دوسرا شخص پیغمبر (رسول و نبی) مقرر نہیں کیا جائے گا۔ (اس لئے کہ یہ خدائی فیصلہ ہے) (1)

8- بعض لوگوں نے اس لفظ (ختم) کو ختم پڑھا ہے۔ جس کے معانی ہیں جو کوئی مہر لگاتا ہے۔ اس طرح لفظ ختم، ختم کا مترادف ہے۔ اس لیے ان کی امت کے ولی اور علماء ولایت کی شکل میں حضور اکرم ﷺ کے جانشین ہوں گے کیونکہ نبوت میں جانشینی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ (2)

9- لفظ نبی عام ہے اور لفظ رسول خاص ہے۔ اس لیے محمد ﷺ خاتم النبیین ہونے کے ناتے سے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ انہیں خاتم المرسلین بھی ہونا چاہیے۔ اور ان کا آخری نبی و رسول ہونا یہ معنی دیتا ہے کہ دنیا میں اللہ کی جانب سے آپ کو نبوت ملنے کے بعد کسی جن یا انسان کے لیے منصب نبوت کو ختم کر دیا گیا ہے۔ جس کسی پر آپ ﷺ کے بعد نبوت کے سلسلہ میں وحی کا نزول ہوتا ہے کافر قرار دیا جائے گا۔ اور اس سلسلے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ (3)

10- اِشْم (عاصم) لفظ خاتم کو خاتم پڑھتا ہے جو کہ مہر لگانے کا آلہ ہے۔ جس کے ساتھ مہر ثبت کی جاتی ہے یہ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سب سے آخر میں بھیجے گئے اور ان کی آمد پر نبیوں کے آنے کا سلسلہ ختم ہو گیا یا اس پر مہر لگا دی گئی۔ (4)

1- تفسیر مدارک التنزیل جلد پنجم

2- تفسیر روح البیان جلد ۲۲

3- تفسیر روح المعانی در تفسیر سورة احزاب آیت زیر بحث

4- تفسیر حقانی در تفسیر خاتم النبیین

11- اگر تم کہو کہ نبی ﷺ آخری نبی کیسے ہوئے جبکہ حضرت عیسیٰ آخر زمانے میں نازل ہوں گے تو میں کہوں گا کہ آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسیٰ ان لوگوں میں سے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدیہ کے پیروکار اور آپ ﷺ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ ﷺ کی امت کے ایک فرد ہیں۔ (1)

12- اور وہ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے کہ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اصلاح ان کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی یہ کسر پوری کر دے۔ (2)

13- یہ ختم نبوت اس تکمیل دین کا لازمی اور بدیہی تقاضا ہے جس کا ذکر ”اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ والی آیت میں ہوا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اب قیامت تک کسی نبی کے آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ (3)

14- رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اور آپ ﷺ کا آخری پیغمبر ہونا آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا اور ہر مدعی نبوت کا کاذب و کافر ہونا ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر صحابہ کرام سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع و اتفاق رہا ہے۔ (4)

1- تفسیر کشاف جلد دوم ص ۲۱۵

2- تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۱۰۳

3- تدبر قرآن جلد پنجم در بحث مسئلہ ختم نبوت

4- معارف القرآن جلد پنجم مسئلہ ختم نبوت

15- یعنی آخر الانبیا کہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوگئی۔ آپ ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پا چکے ہیں۔ مگر نزول کے بعد شریعت محمد ﷺ پر عامل ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ﷺ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔⁽¹⁾

16- اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو حضور ﷺ اتنی تندہی سے امت کے سامنے دین اسلام کے سارے گوشے آشکارا کرنے کی شاید زحمت نہ فرماتے لیکن اب جبکہ نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور حضور ﷺ ہی اس سلسلہ ذہبیہ کی آخری کڑی ہیں۔ تو آپ ﷺ کی محبت اور الفت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی چیز بھی ادھوری نہ رہنے دی جائے..... اور اگر دور جاہلیت کی فتنیج رسموں کو نہ مٹایا گیا تو پھر ایسی ہستی پیدا ہی نہیں ہوگی جو ان کو مٹا سکے۔⁽²⁾

17- مگر رسول اللہ کا ہے اس حساب سے سب اس کے بیٹے ہیں اور پیغمبروں پر مہر ہے اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں یہ بڑائی اسی کو سب پر ہے۔⁽³⁾

18- یعنی آپ ﷺ کی تشریف آوری سے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ گئی اب کسی کو نبوت نہیں دی جائیگی بس جن کو ملنی تھی مل چکی، اسی لیے آپ ﷺ کی نبوت کا دورہ سب نبیوں کے بعد رکھا جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اخیر زمانہ میں بحیثیت آپ کے ایک امتی کے آئیں گے خود ان کی نبوت و رسالت کا عمل اس وقت جاری نہ ہوگا۔⁽⁴⁾

1- خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان

2- ضیاء القرآن جلد چہارم ص ۶۶

3- تفسیر موضح القرآن ف ۱، ص ۷۰۱

4- تفسیر عثمانی ص ۵۰-۵۲۹

19- خاتم اور خاتم دونوں کے معنی لغت میں آخر کے ہیں۔ آپ ﷺ کا لقب خاتم النبیین اس لیے ہے کہ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی ہے اور نبوت کی تکمیل آپ کی آمد سے ہوگئی ہے۔⁽¹⁾

20- وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ - لیکن محمد تو رسول اللہ و خاتم النبیین ہیں اللہ عزوجل نے نبوت آپ ﷺ کی ذات مبارک پر ختم فرمائی اور علم الہی ازلی و قدیم ہے۔⁽²⁾

21- خاتم بفتح تا بمعنی آخر اور بکسر تا بروزن فاعل، ختم کرنے والا۔ آخری نبی جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔⁽³⁾

22- چنانچہ آپ ﷺ سب نبیوں کے ختم پر ہیں..... اور عیسیٰؑ گو نبی ہوں گے مگر ان کی نبوت حادث نہ ہوگی اور مستقل ہو کر نہ آویں گے۔⁽⁴⁾

عقیدہ ختم نبوت اور تفاسیر اہل تشیع:

درج بالا تفسیری حوالوں کے بعد اب صرف کتابوں کے ناموں کے حوالہ جات پیش کرنے مناسب ہی ہوں گے کہ اہلسنت و شافعی علماء کے علاوہ شیعہ مفسرین نے بھی ختم نبوت کے عقیدے کو آ یہ مذکورہ یعنی وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ کے تحت شرح و بسط سے پیش کیا ہے۔

☆ تفسیری الہی از علی بن ابراہیم مطبوعہ عراق ص ۵۳۲

☆ تفسیر التبیان از شیخ ابو جعفر محمد بن حسن ابن علی طوسی۔ مطبوعہ عراق، جلد ہشتم ص ۳۱۴

☆ تفسیر منہاج الصادقین از ملاح اللہ کاشانی مطبوعہ عراق جلد ہفتم صفحہ ۳۳

- 1- تفسیر کاشف البیان جلد پنجم ص ۶۷
- 2- مواہب الرحمن المعروف جامع البیان جلد ۷
- 3- تفسیر مظہری جلد نہم
- 4- بیان القرآن جلد سوم ص ۵۳

- ☆ تفسیر مجمع البیان از ابوعلی فضل ابن حسین طبری مطبوعہ عراق جلد دوم ص ۲۸۱
- ☆ تفسیر الصغریٰ از ملا محسن کاشی مطبوعہ عراق ص ۲۹۱
- ☆ تفسیر البرہان از ہاشم ابن سلیمان ابن اسماعیل حسینی مطبوعہ ایران جلد سوم ص ۳۲۷
- ☆ انوار النجف از علامہ حسین بخش مطبوعہ لاہور جلد یازدہم ص ۲۱۱
- ☆ تفسیر عمدۃ البیان از مولانا سید عمار علی مطبوعہ دہلی جلد دوازدہم
- ☆ ترجمہ و تشریح قرآن از مولوی مقبول احمد مطبوعہ لاہور ص ۵۰۷
- ☆ ترجمہ و تشریح قرآن از حافظ فرمان علی ص ۵۷۵ (۱)

عقیدہ ختم نبوت اور حدیث رسول:

اگر بعض محال قرآن مجید کی بین آیت (آیہ ختم نبوت) کے باب میں منکرین ختم نبوت کی باطل تاویلات اور معانی ختم کی کثرت اور منکرین کے شکوک کو تسلیم کر ہی لیا جائے۔ تو بھی لامحالہ ہم کسی ایک حتمی معنی پر پہنچنے کے لیے حضور ختم المرسلات کے ارشادات عالیہ کی طرف رجوع کریں گے جو آپ ﷺ نے خاتمہ منصب نبوت و تائید آیہ ختم نبوت کے ذیل میں وقتاً فوقتاً ارشاد فرمائے۔ اس موقع پر بھی ایجاز و اختصار سے کام لے کر صرف صریح بیانات والی حدیثیں ہی پیش کی جائیں گی تاکہ منکرین کے لیے تاویل و کٹ جتی کا موقع نہ رہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

اول: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور خاتمیت پناہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”میری اور دوسرے انبیا کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک عمارت بنائی ہو اور اسے نہایت عمدہ اور خوبصورت بنایا ہو لوگ چاروں طرف گھوم گھوم کر اسے دیکھ رہے ہوں اور کہہ رہے ہوں کہ اس سے بہتر عمارت ہم نے آج تک نہیں دیکھی لیکن بس ایک اینٹ کی جگہ آسمیں خالی ہے اور وہ

۱۔ بحوالہ، فاتی ثربی عدالت کا فیصلہ بتاریخ 12-8-84

اینٹ میں ہی ہوں۔ (بخاری کتاب المناقب، مسلم کتاب الفضائل) اور میں خاتم النبیین ہوں (مسلم، کتاب الفضائل) پس میں آیا اور پیغمبری کا سلسلہ بند کر دیا (مسلم، کتاب الفضائل) میرے ذریعے پیغمبری کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ (مسند ابو داؤد) تو میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (بخاری، مسلم، سنن نسائی، تفسیر ابن مردویہ) (۱)

دوم: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”مجھے چھ باتوں میں (دوسرے) انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔

۱۔ مجھے جامع و مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی۔

۲۔ مجھے رعب کے ذریعہ سے نصرت بخشی گئی۔

۳۔ میرے لیے اموال غنیمت حلال کئے گئے۔

۴۔ میرے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا

ذریعہ بھی“ (یعنی میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادتگاہوں میں

۱۔ اس مضمون کی احادیث میں بڑی حقیقت پوشیدہ ہے کہ تکمیل دین میں بھی ارتقائی منازل طے ہوتی رہی ہیں۔ عقل انسانی کے ساتھ دینی تصورات میں بھی ارتقا ہوتا رہا ہے جب ایک عمارت بنتی ہے تو بنیاد ڈالنے سے لے کر تکمیل عمارت تک ہر قدم ارتقائی قدم ہی ہوتا ہے عمارت دین کی تکمیل میں بھی یہی صورت رہی ہے ہر پیغمبر نے ایک اینٹ رکھ کر اس مقصد کو آگے بڑھایا ہے اور اسے تکمیل سے قریب ترین کر دیا ہے۔ لیکن پوری تکمیل حضور نبی کریم ﷺ کے آنے سے ہوئی اور فرمایا گیا۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ یہ اسلام ایک دین اور ایک نظام زندگی کی حیثیت سے تمام انبیا کا واحد دین تھا اور سب نے دین کی اس عمارت (اسلام) کو پروان چڑھانے میں اپنی استطاعت بھر حصہ لیا۔ مگر تکمیل و اختتام اور اس نعمت کا اتمام محمد عربی ﷺ کے حصے میں آیا۔ اور نبوت کا مقصد پورا ہو گیا۔ لہذا نبوت بھی ختم ہو گئی پس آپ ﷺ نے فرمایا۔ انا خاتم النبیین (گلستان حدیث از مولانا شاہ محمد جعفر چلواری ص ۱۲۳)

ہی نہیں بلکہ روئے زمین پر ہر جگہ پڑھی جاسکتی ہے اور اگر پانی نہ ملے تو میری شریعت میں تیمم کر کے وضو و غسل دونوں ضرورتیں پوری کی جاسکتی ہیں۔)

۵۔ مجھے تمام دنیا کی طرف رسول بنایا گیا۔

۶۔ میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ) سوم: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی (ترمذی، مسند احمد)

چہارم: حضور علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا ”میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماجی ہوں کہ میرے ذریعہ سے کفر محو کیا جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے۔ (یعنی اب میرے بعد قیامت ہی آئی ہے) اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو“ (بخاری، مسلم، ترمذی، موطا امام مالک، مستدرک حاکم)

پنجم: رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو (مگر ان کے زمانے میں وہ نہ آیا) اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ لامحالہ اب اس کو تمہارے اندر ہی نکلنا ہے۔“ (ابن ماجہ)

ششم: حضرت عبدالرحمن بن جبیر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ ”ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے مکان سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اس انداز سے کہ گویا آپ ﷺ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ”میں محمد نبی امی ہوں“ اور اس کے بعد فرمایا۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے“ (مسند احمد مرویات حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص)

ہفتم: رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ”میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں“ عرض کیا گیا ”وہ بشارت دینے والی باتیں کیا ہیں یا رسول اللہ ﷺ“ فرمایا ”اچھا خواب یا صالح خواب“ یعنی وحی کے آنے کا اب کوئی امکان نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کسی کو اللہ کی طرف سے کوئی اشارہ ملے گا بھی تو وہ اچھے خواب کے ذریعہ سے ملے گا۔ (نسائی، مرویات ابوالطفیل)

ہشتم: حضور رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتا۔“ (ترمذی، بخاری، مسلم)

نہم: حضور سرور کائنات ﷺ نے غزوہ تبوک کے سفر پر روانہ ہوتے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا ”میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے۔ جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم کتاب الفضائل الصحابہ) حدیث کی متعدد کتابوں میں جید صحابہ کے حوالہ سے الفاظ کے معمولی رد و بدل کے ساتھ یہ روایت کئی دفعہ دہرائی گئی ہے۔^(۱) اس سلسلے میں جو تفصیلات ملی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث بالخصوص غزوہ تبوک کے سفر کے وقت کہی گئی ہے۔ غزوہ تبوک پر جاتے وقت حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ کو مدینہ طیبہ کی حفاظت و نگرانی کے لیے اپنے پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا۔ اس پر بعض منافقین اور مکاروں کو باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ حضرت علیؑ نے

۱- اس حدیث کو الفاظ کے معمولی رد و بدل کے ساتھ متعدد کتب حدیث میں شامل کیا گیا ہے مثلاً (مسند امام احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، صحاح ابن ابی شیبہ، سنن ابن جریر، تہذیب الآثار، مستدرک حاکم، طبرانی معجم کبیر و وسیط، ابن مردویہ، بزار، طبرانی کبیر، المستفق و المتفرق، حلیہ ابو نعیم، (فضائل الصحابہ وغیرہ وغیرہ) بحوالہ جزاء اللہ عدوہ، بابائے ختم النبوة)

جا کر حضور سرور عالم ﷺ سے سارا معاملہ عرض کیا اور گویا ہوئے کہ ”یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔“ اس موقع پر نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے حضرت علیؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ ”تم تو میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہو۔ جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی“ لیکن اس کے ساتھ ہی حضرت ﷺ کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضرت ہارون کے ساتھ حضرت علیؓ کی یہ تشبیہ کہیں بعد میں کسی فتنے کی موجب نہ بن جائے۔ اس لیے فوراً آپ ﷺ نے تصریح فرمادی کہ ”میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“

دہم: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بے شک میری امت کے زمانے میں تمیں کذاب (۱) ہوں گے کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہے گا اور میں خاتم النبیین ہوں کہ

1- حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ میں لکھا ہے کہ ”اور ہمدانی نبوت مطلقاً اس حدیث میں مراد نہیں اس لئے کہ آپ ﷺ کے بعد مدعی نبوت تو بیشمار ہوئے ہیں کیونکہ یہ بے بنیاد دعوے عموماً جنون اور سوداویت سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس حدیث میں جن تمیں دجالوں کا ذکر ہے وہ وہی ہیں جن کی شوکت قائم ہو جائے اور جن کا مذہب مانا جائے اور جن کے تتبع زیادہ ہو جائیں۔“ (بحوالہ ختم نبوت کامل حصہ دوم، ص ۲۲۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی کی درج بالا گفتگو پر تبصرہ فرماتے ہوئے مفتی محمد شفیع دیوبندی درج ذیل دو فائدے اخذ کرتے ہیں جو عقیدہ ختم نبوت کے موید اور منکرین ختم نبوت کے مخالف ہیں۔

اول: یہ کہ اس قسم کے دعوائے نبوت آج کل عموماً جنون یا سوداویت کا کرشمہ ہوتے ہیں۔
دوم: یہ کہ کسی مدعی نبوت کی شوکت و حشمت کا قائم ہو جانا یا اس کے مذہب کا رواج پانا اور اس کے تابعین کا زیادہ ہونا اس مدعی نبوت کی سچائی یا حقانیت کی دلیل نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا ہر شخص ہر حیثیت میں جھوٹا، گمراہ اور کافر ہی ہوگا۔ واللہ اعلم (ایضاً ص ۲۲۳)

میرے بعد کوئی نبی نہیں“ (صحیح مسلم، مسند امام احمد، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

یازدہم: میری امت دعوت میں ستائیں دجال کذاب ہوں گے ان میں چار عورتیں ہوں گی حالانکہ بے شک میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں“ (مسند امام احمد، طبرانی معجم کبیر، ضیائے مقدسی صحیح مختارہ بروایت حضرت حذیفہؓ) (۱)

دوازدهم: رسول اللہ ﷺ نے ”فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں“ (یعنی کسی نئے آنے والے نبی کی امت نہیں) (بہیقی، طبرانی)

سیزدهم: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔“ (یعنی کسی نبی سے منسوب مسجد جسکی طرف بغرض ثواب سفر کیا جائے۔) (مسلم کتاب الحج باب فضل الصلوٰۃ مکہ والمدینہ)

چہاردهم: حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا ”میں آدم کی پیدائش سے پہلے بھی پیغمبروں میں سے آخری تھا۔“ (مستدرک حاکم جلد 2)

پانزدهم: حضرت علیؓ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے موقع پر آپ ﷺ کے جسد خاکی سے خطاب کرتے ہوئی فرمایا تھا ”اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! آپ کی وفات نے وہ چیز ختم کر دی جو پہلے کسی کی وفات سے ختم نہیں ہوئی تھی اور وہ (چیز) ہے نبوت، وحی الہی اور دوسری پیغمبرانہ اطلاعات“ (نہج البلاغہ جلد دوم)

شانزدهم: رسول ملاحم ﷺ نے فرمایا ”انبیاء بنی اسرائیل (اپنی قوم) کی سیاست

۱- دہم اور یازدہم حدیث امام احمد رضا خان بریلوی کی تصنیف رد مرزا بیت ۱۱۳-۱۱۲ سے لی گئی ہیں۔

فرماتے تھے جب ایک نبی تشریف لے جاتا تو دوسرا اس کے بعد آتا۔
اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ (1)

ہفد ہم: رسول کریم رحمۃ للعالمین ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا ”میں تمام پیغمبروں کا خاتم ہوں اور بطور فخر نہیں کہتا اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہوں اور بطور فخر ارشاد نہیں کرتا۔“ (دارمی، تاریخ بخاری، طبرانی اوسط، سنن بیہقی بروایت حضرت جابر بن عبد اللہ)

ہشدد ہم: حضرت ابی موسیٰؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں مقفل ہوں“ (یعنی آخر الانبیاء) (مسلم جلد دوم) امام نوویؒ سے اس حدیث پر یہ اضافہ فرمایا ”یعنی میں آخر الانبیاء ہوں“

نوزد ہم: ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابی ذرؓ (غفاری) سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ”اے ابا ذرؓ: نبیوں میں سے پہلے (حضرت) آدمؑ تھے اور آخری نبی (حضرت) محمد ﷺ ہیں (ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے) (2)

بیستم: بیان کیا جاتا ہے کہ ابو جعفر اور ابو عبد اللہ نے کہا..... یقیناً اللہ نے تمہاری کتاب (قرآن مجید) کے ساتھ دوسری تمام الہامی کتابیں ختم کر دیں۔ اور تمہارے پیغمبر (محمد ﷺ) کے ساتھ پیغمبری کا سلسلہ بند کر دیا ہے“ (اصول کافی جلد اول مطبوعہ نولکشور) (3)

مزید کئی مختصر احادیث میں صحابہ کرامؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضور ختم المرسلین ﷺ آخری نبی ہیں ذیل میں صرف چار روایات درج ہیں۔

1- جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوة از علامہ بریلوی

2- حدیث ہشدد ہم و نوزد ہم علوم القرآن از مولانا شمس الحق افغانی سے لی گئی ہیں۔ ص ۱۹۳-۱۹۲

3- دیکھئے ضمیمہ ختم نبوت از مولانا مودودی

- ۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات ﷺ کو سب انبیا کے بعد بھیجا۔ (امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب)
- ۲۔ تمہارے نبی ﷺ آخر الانبیا ہیں۔ (حضرت انس بن مالک)
- ۳۔ ان ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں (حضرت عبداللہ بن اوفی)
- ۴۔ وہ ﷺ سب انبیا کے بعد بھیجے گئے (حضرت امام محمد باقرؑ) (۱)

عقیدہ ختم نبوت اور اجماع صحابہ:

احادیث کے مطالعہ سے بالصراحت یہ بیان ثابت ہو گیا ہے کہ جس طرح قرآن کریم میں آیت خاتم النبیین کا سیاق و سباق اسے ختم نبوت پر دال کرتا ہے۔ اسی طرح حدیث کا مطالعہ مختلف مواقع پر زبان رسالت سے آئیے ختم نبوت کے مفہوم کو اور موکد کر رہا ہے۔ اور آپ کی آمد و بعثت کو ختم نبوت کی دلیل بنا رہا ہے اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں رائی برابر بھی شک و تردد نہ تھا۔ بلکہ ان کے اذہان و قلوب میں یہ مسئلہ بھی اتنا ہی روشن اور واضح تھا جتنے کہ دوسرے مسائل۔ اسلامی شرع میں کسی مسئلے کی دینی حیثیت جانچنے کے لیے تیسرا درجہ اجماع صحابہ ہی کو حاصل ہے۔ اب ہم اس طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو صحابہ کرام کے طرز عمل کو عقیدہ ختم نبوت کی تائید میں ہی پاتے ہیں۔ بطور ثبوت چند ایک تصریحات درج ذیل ہیں۔

(الف) یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے وصال کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان مکذبین کی نبوت کو تسلیم کیا ان سے صحابہ

۱۔ جزاء اللہ علاوہ بابائے ختم النبوة ص ۸۱۔ اگرچہ آپ صحابی نہیں ہیں مگر خاندان رسالت سے ہونے کی بناء پر آپ کو اس فہرست میں شامل کر دیا گیا ہے۔

کرام نے عملی و نظریاتی دونوں محاذوں پہ جنگ کی۔ مسیلمہ کذاب یمامہ کے ایک قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک فرد تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات ہی میں اس نے دعویٰ نبوت کیا اور اپنے آپ کو نبوت محمدی ﷺ میں شریک و سہیم مشہور کر دیا۔ حضور اقدس ﷺ کے نام ایک خط لکھا جس کی ابتدا ان الفاظ سے کی گئی تھی۔

من مسیلمة رسول الله الى محمد رسول الله

سلام عليك فاني اشرك في الامر معك (1)

ترجمہ: مسیلمہ اللہ کے رسول کی طرف سے محمد ﷺ اللہ کے رسول کی طرف، آپ ﷺ پر سلام ہو۔ (آپ ﷺ کو معلوم ہو کہ) میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی حضور سرور کائنات ﷺ کو یہ پیشکش کی کہ ”آپ ﷺ میری نبوت کو تسلیم کر لیں میں آپ ﷺ کے ساتھ مل کر کام کروں گا“

رسول اللہ ﷺ نے اس کے خوشامدانہ مخاطب اور شیطانی پیشکش کو رد کر دیا اور مسیلمہ کے ایلچی سے فرمایا:

”اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کر ادیتا۔“

پھر مسیلمہ کی شکایت کہ ”آپ تمام عرب کو اپنے زیر نگیں لانا چاہتے ہیں حالانکہ عرب کا نصف علاقہ میرا ہے اور نصف علاقہ قریش کا لیکن قریش عدل و انصاف سے کام لینا بالکل نہیں جانتے۔“ کے جواب میں حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ”تمہارا خط سنا۔ جو سرتاپا خرافات پر مشتمل تھا۔ تم نے عرب کے نصف حصے پر اپنا حق جتایا ہے۔ لیکن ساری زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور وہ اپنے نیک بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس زمین کا وارث بناتا ہے۔“ (2)

1- طبری جلد دوم مطبوعہ مصر

2- إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

عہد صدیقیؒ میں اس کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں قتال کیا گیا۔ مسلمان مقتولوں کو شہید سمجھا گیا اور مسیلمہ کذاب کے ہمراہی مقتولوں کو جہنمی سمجھا گیا۔ اس کے ہمراہی اسیران جنگ کو لونڈی و غلام بنایا گیا۔ اس طرح اس کاذب اور اس کے پیروکاروں کے فتنہ کا خاتمہ ہوا۔^(۱)

(ب) حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخر میں بنو اسد کا ایک سردار طلیحہ نامی بھی داعی نبوت بن بیٹھا۔ مگر اس نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اپنے دعویٰ نبوت کو عام نہ کیا۔ ہاں! آل حضرت ﷺ کے وصال مبارک کے فوراً بعد اپنے دعویٰ کی تشہیر و تبلیغ کی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے دور میں اس سے بھی حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں مقاتلہ کیا گیا۔ اسے شکست فاش ہوئی تو یہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا اور دعویٰ نبوت سے تائب ہوا پھر دوبارہ اسلام کی صفوں میں شامل ہوا۔ اور ساری عمر استقامت کے ساتھ عقائد اسلام اور اثبات ختم نبوت پر کار بند رہا۔^(۲)

(ج) اسود عنسی جسے ذوی الحمار کہا جاتا تھا بھی یمن کا رہنے والا تھا۔ جب اس کے کاروبار اور شہرت کو ترقی ہوئی تو اس نے یمن میں متعین رسول اللہ ﷺ کے عمال کو وہاں سے نکال دیا اور بخران پر حملہ کر کے وہاں بھی اپنی حکومت قائم کر لی۔ رسول خدا ﷺ نے بھی اسے کچھ زیادہ اہمیت نہ دی اور اس کے ساتھ قتال کرنے کے بجائے یمن میں اپنے عمال کو یہ حکم بھیجا کہ اگر ممکن ہو سکے تو اسود عنسی کو گرفتار کر لیا جائے ورنہ کسی ترکیب سے قتل کر دیا

1- مسیلمہ کذاب کو وحشیؓ نے اپنے خاص ہتھیار ”حربہ“ سے قتل کیا تھا۔ (حیات محمد از محمد حسین ہیکل ص ۲۷-۶۲۶) یہ حربہ وہی ہتھیار تھا جس کے ساتھ وحشیؓ نے غزوہ احد میں حضرت امیر حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ یہ چھوٹا سا برچھا ہوتا ہے جسے تاک کر اپنے نشانے پر پھینکتے ہیں۔ وحشیؓ جہاں اپنے حربہ سے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے قتل کا افسوس کیا کرتا تھا وہیں اس ہتھیار سے مسیلمہ کذاب کے قتل پر فخر بھی کیا کرتا تھا۔

2- حیات محمد از محمد حسین ہیکل ص ۲۷-۶۲۶

جائے۔ یمن میں رہنے والے صحابہ نے ایک رات اسود عسی کا قصہ تمام کر دیا۔ اور خبر دینے مدینہ آئے۔ مگر جس دن وہ مدینہ پہنچے رسول خدا ﷺ اپنے رب کے پاس تشریف لے جا چکے تھے۔⁽¹⁾

(د) سجاح بنت سوید نامی ایک عیسائی عورت نے بھی دعویٰ نبوت کیا اور یمن میں آ کر اپنی نبوت کا مسیلمہ کی نبوت سے الحاق کر لیا۔ اور مسیلمہ سے شادی کر لی۔ اس طرح ان دونوں کے مشترکہ پیروکاروں کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ مگر جب حضرت خالد بن ولیدؓ ان جھوٹوں سے مقاتلہ کرنے یمن میں آئے تو سجاح مسیلمہ کا ساتھ چھوڑ کر یمن کی طرف بھاگ گئی اور مسیلمہ مسلمانوں کے ہاتھوں میدان جنگ میں مارا گیا۔ سجاح شام میں جا کر پھر عیسائی المذہب ہو گئی اور اسی گم نامی کی حالت میں مر گئی۔⁽²⁾

1- حیات محمد از محمد حسین بیگل ۲۷-۶۲۶

2- سلسلہ وار مضمون ”شمشیر بے نیام“ راقم عنایت اللہ، مطبوعہ ماہنامہ حکایت لاہور
حکایت ڈائجسٹ لاہور کے نائب مدیر عارف محمود نے اپنے تحقیقی مضمون ”یمامہ کا شیطان“ میں لکھا ہے کہ ”اور پھر کسی نے سجاح بنت سوید کو نہ دیکھا کسی نے کہا وہ جزیرہ میں گوشہ نشینی کی عمر گزار رہی ہے اور کسی نے کہا کہ وہ اپنی ننھیال بنی تغلب میں سب سے کٹ کر خاموشی کی زندگی گزار رہی ہے یوں بہت سا وقت گزر گیا خلافت راشدہ کا شاندار زمانہ گزرا اور حضرت امیر معاویہ کا دور شروع ہوا تو انہوں نے سخت قحط کے باعث بنو تغلب کو بصرہ میں آباد کر دیا اور یہ پورا قبیلہ (عیسائی سے) مسلمان ہو گیا مگر اس قبیلے کی ایک حسین عورت کی دیانتداری اور پرہیزگاری نے سب کو متاثر کر دیا پھر بصرہ کی یہ عورت مشہور ہوتی گئی لوگ اس کی عزت کرتے تھے یہ گوشہ نشین مسلمان خاتون اپنی پرہیزگاری اور تقویٰ کے باعث یاد کی جانے لگی۔ اور آخر وہ مر گئی تب حاکم بصرہ حضرت سمرہ بن جب نے بہ نفس نفیس اس کی نماز جنازہ ادا کی تو کسی نے پوچھا۔ ”جناب یہ خاتون کون تھیں؟“

تب انہوں نے کہا ”تم نہیں جانتے یہ سجاح بنت سوید تھی جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اور تمام عمر اس (گناہ) کی توبہ کرتی رہی۔ (ماہنامہ حکایت لاہور، دسمبر

۲۰۰۱ء، ص ۱۲۶)

بعد کے ادوار کے مسلمانوں میں بھی داعی نبوت و رسالت، مہدی و مسیح اور الہام و وحی کے حامل ہونے کے مدعی اٹھتے رہے ہیں اپنے پیچھے جاہل پیروکاروں کا ایک گروہ اکٹھا کرتے۔ مگر صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچتے رہے۔^(۱) بقول مولانا سید مناظر احسن گیلانی:

”اور جن بد بختوں کے دل میں کبھی اس منصب (نبوت و رسالت) کی جھوٹی ہوک اٹھتی ہے یا اٹھوائی جاتی ہے تم دیکھو خلاف دستور بنی آدم کتنی بدسلوکیوں کے ساتھ آخر وقت تک اس کو در دراتے، دھتکارتے رہے۔ اٹھنے کو تو یہ اٹھ جاتے لیکن چند مغالطی پینتروں کے بعد ہی ان کو محسوس ہو جاتا کہ ان کے لیے دنیا میں کوئی کام نہیں بنی آدم کی بستیوں میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ پھر یوں ہی بازاری بے روز گاروں کی طرح بالآخر سرگردانی کے ساتھ بھٹکتے بھٹکتے بہ ہزار حسرت و ناکامی و نامرادی کے گڑھوں میں ہمیشہ کے لیے مدفون ہو جاتے ہیں..... اگر کوئی نبوت کا نام لے کر کبھی اٹھا بھی تو قدرت کے ہاتھوں نے جلتی ہوئی گھانس کے خاکستر کے مانند اس کو وہیں بٹھا دیا۔“^(۲)

واعیان نبوت ہائے کاذبہ کے مندرجہ بالا احوال و انجام سے بات ثابت ہوگئی کہ ایسے جھوٹوں کے خلاف صحابہ کرامؓ سے لے کر ہر دور کے صحیح العقیدہ مسلمان جہاد و قتل کو جائز قرار دیتے تھے۔ داعی نبوت کو توبہ کا موقع رسول اللہ ﷺ نے خود بھی دیا ہے اور صحابہ کرامؓ بھی اس سنت محمدی ﷺ پر قائم

1- جھوٹے مدعیین کے انجام کی تفصیل کے لیے دیکھئے مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری کی

تصنیف آئینہ ابلیس۔ حصہ اول و حصہ دوم مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

2- النبی الخاتم ص ۱۲۸-۱۲۸

رہے۔ جیسے کہ طلحہ اسدی کو یہ موقع دیا گیا۔ مگر بالآخر داعیان نبوت سے قتال کرنا ضروری سمجھا گیا۔ کہ ان کا خاتمہ ہی اسلام کے پھیلنے کی ضمانت تھا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے کے قرآنی عقیدہ میں ایک موہوم ساشک و تردد بھی ان کے دل میں نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس عقیدہ کبیدہ کے منکر کو ہرگز نہ بخشتے تھے۔

عقیدہ ختم نبوت اور اجماع امت:

اب اجماع امت کے طور پر ہر دور کے جید علمائے اسلام کے تصور ختم نبوت کے بارے میں آرا و تاثرات لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اجماع صحابہؓ کے بعد اجماع امت کی تائید کے ساتھ بھی اس عقیدہ کی حقانیت واضح ہو سکے۔ فرمان نبوی ﷺ کے مطابق کہ ید اللہ علی الجماعة اور الجماعة لا یجتمع علی الضلالة اور لا تجتمع امتی علی الضلالة (1) کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو اس حقیقت کے باور کر لینے میں یقیناً ہرگز کوئی شبہ نہیں ہے۔ کہ اکثر کی رائے عموماً صواب پر مبنی ہوتی ہے بقول شاعر

آواز خلق کو نقارۃ خدا سمجھو

اور اگر امت محمدی ﷺ کے اکثر اصحاب نے اس عقیدہ کو قرآن و حدیث کی روح اور اس کی ابدی صداقتوں کے ساتھ تسلیم کیا ہے اور منکرین کا رد کیا ہے تو یقیناً چند منکرین جھوٹے اور بد بخت اور جہنمی ہیں اور جماعت مسلمین جاہد حق کی طرف گامزن ہے حدیث نبوی ہے کہ

من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربة الاسلام من عنقه (2)

1- ترجمہ: ۱۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر (ہوتا) ہے۔

۲۔ جماعت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوتی۔

۳۔ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

2- سنن ابوداؤد بحوالہ انتخاب صحاح ستہ مرتبہ محمد سعید مجددی، ص ۳۷

ترجمہ: جو جماعت سے نکل گیا۔ اسلام کی رسی اسکی گردن سے نکل گئی۔

لہذا چونکہ اکثر منکرین اس جماعت مسلمین ہی سے نکلے۔ لہذا اس حدیث مبارکہ کے مصداق بھی یہ لوگ حلقہ اسلام سے باہر نکل گئے اور ان کی شناخت بھی بدل گئی لہذا کوئی نقطوی ہوا تو کوئی بابی، کوئی بہائی ہوا تو کوئی مہدوی، کوئی اکبری، ہوا تو کوئی مرزائی قادیانی۔ لعنة الله عليهم اجمعين ایسے لوگوں کو تو ان کے دعویٰ پر دلیل مانگے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ:

”حضرت امام ابوحنیفہ امام اعظمؒ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں نبوت کی علامات پیش کروں۔ اس پر امام اعظمؒ نے فرمایا: ”جو شخص اس (مدعی نبوت) سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں۔ لا نسی بعدی“ (میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے) (۱)

اولاً: حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں ”اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے برگزیدہ بندے، چیدہ نبی اور پسندیدہ رسول ہیں اور وہ خاتم الانبیا، امام الاتقیا، سید المرسلین، حبیب رب العالمین ہیں اور ان کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ گمراہی اور خواہش نفس کی بندگی ہے۔“ (۲)

ثانیاً: علامہ ابن حزم اندلسیؒ فرماتے ہیں ”یقیناً وحی کا سلسلہ حضور نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ختم ہو چکا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وحی نہیں ہوتی۔ مگر ایک نبی کی طرف اور اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ ”محمد نہیں ہیں

1- خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان از امام ابن حجر مکی شافعی

2- شرح الطحاوی فی عقیدۃ السلفیہ

تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ مگر وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔“ (1)

ثالثاً: علامہ قاضی عیاضؒ کتاب ”الشفاء“ میں ارقام فرماتے ہیں۔ ”اور جو کوئی اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یا یہ خیال کرتا ہے کہ کوئی اسے (یعنی نبوت کو) حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس طرح طہارت قلبی کے باعث نبوت کا منصب حاصل کر سکتا ہے جیسے کہ کچھ فلاسفر اور نام نہاد صوفی یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اسی طرح جو کوئی پیغمبر ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا۔ لیکن وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اس طرح کے تمام لوگ کافر ہیں اور منکرین پیغمبر ﷺ ہیں کیونکہ انہوں (پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ہمیں مطلع کیا ہے کہ وہ آخری نبی ہیں اور یہ کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ (2)

رابعاً: علامہ ابن کبیر لکھتے ہیں۔ ”اگر کوئی شخص اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ (محمد ﷺ) آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کیونکہ یہ عقیدہ مبادیات میں سے ایک ہے۔“ (3)

خامساً: علامہ شہرستانی ”المملک والنحل“ میں لکھتے ہیں کہ (اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ) ”نبی اکرم ﷺ کے بعد (بجز حضرت عیسیٰ) کوئی نبی آئیوالا ہے تو اسکے کافر ہونے میں دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہیں“ (4)

سادساً: ملا علی القاری الہروی ”شرح فقہ اکبر“ میں فرماتے ہیں کہ ”ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے“

-
- 1- المجلد جلد اول
 - 2- الشفا بتعريف حقوق المصطفى جلد دوم
 - 3- الاشباہ والنظائر از علامہ ابن کبیر
 - 4- المملک والنحل جلد دوم

سابعاً: امام محمد بن محمد الغزالی الشافعی نے اپنی تصانیف ”معارض القدس“ اور ”الاقتصاد فی الاعتقاد“ میں عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت اور آئیہ ختم نبوت کے اثبات پر طویل علمی گفتگو کی ہے۔ مکمل گفتگو کا نقل کرنا تو باعث طوالت ہوگا۔ تاہم ایک اقتباس درج ذیل ہے، فرماتے ہیں:

”امت نے بالاتفاق لفظ ”لانی بعدی“ سے اور نبی کریم ﷺ کے قرآن احوال سے یہ سمجھا ہے کہ حضور ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔ نیز امت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس میں کسی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا ایسے شخص کو منکر اجماع (اور منکر اجماع کافر ہے) ہونے کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“ (۱)

ثامناً: امام زرقانی شرح ”مواہب اللدنیہ“ میں لکھتے ہیں۔ خاتم النبیین ای اخرہم (خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں) (۲)

تاسعاً: شیخ محی الدین اکبر ابن العربی فتوحات مکیہ باب 310 جلد سوم ص 51 میں فرماتے ہیں۔ ”جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق سے محمد ﷺ کے بعد رسالت کا دروازہ قیامت تک بند کر دیا ہے۔“ (بحوالہ ایواقیت و الجواہر جلد دوم) پھر فرماتے ہیں ”اب ارتفاع نبوت کے بعد اولیاء اللہ کے لیے سوائے تعریفات کے کچھ باقی نہیں رہا اور اوامر و نواہی الہی کے سب دروازے بند ہو گئے ہیں۔ پس جو شخص محمد ﷺ کے بعد اس (نبوت) کا دعویٰ کرے وہ شریعت کا مدعی ہے۔ جو اس کی طرف وحی کی گئی ہے برابر ہے ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف ہو پس اگر وہ

1- الاقتصاد فی الاعتقاد لمطبع الادبیہ مصر بحوالہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا شاہکار قسط نمبر ۱۸

2- شرح مواہب اللدنیہ جلد پنجم ص ۲۶۷

مکلف یعنی عاقل و بالغ سے تو ہم اس کی گردن ماریں گے اور اگر وہ پاگل ہے تو ہم اس سے کنارہ کشی کریں گے“ (۱)

عشراً: علامہ ابن حزم اپنی تصنیف ”الفصل فی الملل والنحل“ میں لکھتے ہیں ”جس کثیر التعداد جماعت اور جم غفیر نے آں حضرت ﷺ کی نبوت اور معجزات اور قرآن مجید کو نقل کیا ہے اسی کثیر التعداد جماعت اور جم غفیر کی نقل سے حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ پس اس جملہ کے ساتھ اقرار واجب ہے اور حضور علیہ السلام کے بعد نبوت کا وجود باطل ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا“ (جلد اول)

الاحد والعشر: تمہید ابو شکور سالمی (قلمی) میں ہے ”جان لو کہ ہر مسلمان عاقل پر یہ اعتقاد واجب ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے اور اب بھی وہی رسول اللہ ہیں۔ (یعنی صاحب الزمان رسول قیامت تک حضور ہی ہیں)..... اور حضور علیہ السلام خاتم الانبیا تھے۔ پس حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ سوائے نزول حضرت عیسیٰ کے جو حضور علیہ السلام سے پہلے رسالت و شریعت کے فرض پر تھے۔ وفات ان کی بعد ہوئی۔ لہذا جو شخص فی زمانہ نبوت کا دعویٰ کرے کافر ہو جائے گا اور جو شخص اس سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہوگا۔ کیونکہ اس نے نص قرآن میں شک کیا۔“ (۲)

الثانی والعشر: علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی فرماتے ہیں۔ ”کہ خدائے تعالیٰ ازاں خبر دہد و خدائے خبر داد کہ بعد از وے نبی

۱- بعینہ یہی عقیدہ امام عبدالوہاب الشمرانی نے اپنی تصنیف ایواقیت و الجواہر جلد دوم میں

ظاہر کیا ہے۔ دیکھئے ”اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ“ ص ۵۶

۲- صفحہ ۱۰۵، قلمی بحوالہ اسلام اور قادیانیت ص ۵۶-۵۵

دیگر نباشد و منکر اس مسئلہ کے تو اند بود کہ اصلاً در نبوت اور معتقد نباشد کہ اگر برسالت اور معترف بودے دیر اور ہرچہ از اں خبر دادے صادق دانستے و بہماں جتہا کہ از طریق تواتر رسالت او پیش ماہراں درست شدہ است اس میں نیز درست شد کر دے باز پسیں پیغمبران ست در زماں او تا قیامت بعد از وے ہیج نبی نباشد و ہر کہ دریں بہ شک ست در آں نیز بہ شک ست و آنکس کہ گوید کہ بعد از وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود و آنکس کہ گوید کہ امکان وارد کہ باشد کافر ست۔^(۱)

الثالث والعشر: امام نسفی فرماتے ہیں ”اور اہل سنت و جماعت نے فرمایا ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہاں! خدا کے رسول ہیں۔ اور سب انبیاء میں پچھلے اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں ”میرے بعد کوئی نبی نہیں تو جو حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانے کافر ہے کہ قرآن عظیم و نص صریح کا منکر ہے۔ جسے ختم نبوت میں کوئی شک ہو وہ بھی کافر ہے۔“^(۲)

الرابع والعشر: علامہ یوسف اردوبیلی شافعی ”کتاب الانوار“ میں فرماتے ہیں۔ ”جو ہمارے زمانے میں نبوت کا مدعی ہو یا دوسرے کسی مدعی کی تصدیق کرے یا حضور ﷺ کے زمانے میں کسی کو نبی مانے یا حضور ﷺ سے پہلے کسی غیر کو نبی جانے۔ کافر ہو جائے گا۔“^(۳)

الخامس والعشر: حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندی فرماتے ہیں ”جان لینا چاہیے کہ منصب نبوت حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو گیا ہے۔ (مکتوب 260 دفتر اول)“ اور اس منصب کے ختم کرنے والے حضور

1- جزاء اللہ عدوہ بابائے ختم النبوة از امام احمد رضا خان بریلوی، ص ۸۴، ۸۵

2- بحوالہ تفسیر روح البیان

3- بحوالہ جزاء اللہ عدوہ بابائے ختم النبوة ص ۹۳

سید البشر محمد ﷺ ہیں اور حضرت عیسیٰؑ نزول کے بعد حضور خاتم الرسل ﷺ کی شریعت پر چلیں گے۔“ (مکتوب ۳۰۱، دفتر اول)

السادس والعشر: مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ”مناظرہ عجیبہ“ میں لکھا ہے۔
 ”بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور (کے) نبی ہونے (میں) احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے (میں اسے) کافر سمجھتا ہوں۔ (ص ۱۰۳ اسطر ۱۷)
 محققین کے نزدیک تو جیسے آپ ﷺ خاتم زمانی ہیں۔ ویسے ہی خاتم ذاتی اور خاتم مرتبی بھی ہیں۔ اور آپ ﷺ کو فقط خاتم زمانی کا اعتقاد کرنا یہ تو عوام کا خیال ہے کیونکہ صرف نفس خاتمیت زمانی میں کچھ فضیلت نہیں (بلکہ اصل فضیلت خاتم زمانی اور خاتم مرتبی دونوں میں ہے۔ یعنی جیسے آپ کے بعد منصب نبوت ختم ہے۔ ویسے ہی مرتبہ بھی ختم ہے۔ جو آپ ﷺ کے مرتبہ کے مشابہ ہو)“^(۱)

السابع والعشر: مولانا عبدالحی لکھنوی نے ”زجر الناس“ میں لکھا ہے۔ ”لیکن ہمارے نبی ﷺ نے جمیع طبقات کے جمیع انبیاء کو ختم کر دیا۔ یعنی آپ کے بعد کسی طبقہ میں بھی کسی کو منصب نبوت نہ دیا جائے گا..... اور اپنی جگہ (یعنی آیت خاتم النبیین میں) یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ علی الاطلاق والاستغراق یعنی بغیر استثناء تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں“

الثامن والعشر: امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلویؒ قادری لکھتے ہیں۔
 ”یونہی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل و جزئ ايقان ہے وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ نَصٌّ قَطْعِيٌّ قَرَأَن

۱- تخذیر الناس ص ۳، مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا عبدالحی سے کچھ ایسے اقوال بھی نقل ہوئے ہیں جو عقیدہ ختم نبوت سے متعارض ہیں۔ جنہیں اس موقع پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ ان پر گفتگو کسی دوسرے موقع پر ہوگی۔

ہے۔ اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے تو ہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران (قطعی اجماعی لعنتی آگ میں داخل ہونے والا ہے) ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اسکے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکافر جلی الکفران (کافی، نمایاں کافر، کفر میں نمایاں) ہے۔“ (۱)

التاسع والعشر: علامہ عبدالغنی نابلسی نے شرح الفرائد میں لکھا ہے ”قرآن عظیم نصن فرما چکا کہ حضور خاتم النبیین و آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے میں پچھلا نبی ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اسی معنی پر ہے۔ جو اس کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں۔ (یعنی حضور علیہ السلام کا آخری نبی ہونا) (۲)

العشرون: بحر العلوم مولانا عبدالعلی محمد ”شرح سلم“ میں فرماتے ہیں ”محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیا سے افضل ہیں۔ اور ان دونوں باتوں پر دلیل قطعی علم عقائد میں مذکور ہے۔ اور ان پر یقین وہ جما ہوا ضروری یقین ہے۔ جو ابدالاً باد تک باقی رہے گا۔“

الاحد والعشرون: پیر اقبال علامہ جلال الدین رومی فرماتے ہیں۔

یا رسول اللہ رسالت را تمام تو نمودی ہچو شمس بے غمام
(دفتر پنجم)

این ہمہ افکار کفران زادشان چوں در آمد سید آخر زمان
(دفتر چہارم)

1- جزاء اللہ عدوہ بابائے ختم النبوءہ ص ۶

2- ایضاً ص ۹۲

الثانی والعشرون: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”تفہیمات الہیہ“ جلد دوم میں ارقام فرماتے ہیں ممکن نہیں ہے کہ ان (حضور سرور کائنات ﷺ) کے بعد کسی نبی کا وجود (ہونا) ممکن ہو“ پھر فرماتے ہیں ”محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (جلد اول ایضاً) آیہ ختم نبوت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ ”نیست محمد پدر هیچ از مردان شما و لیکن پیغمبر خدا و مہر پیغمبران یعنی بعد ازوے هیچ پیغمبر نباشد“ (بحوالہ علوم القرآن ص ۱۹۹)

الثالث والعشرون: مولانا کوثر نیازی ”اسلام ہمارا دین“ میں رقمطراز ہیں کہ ”جب نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے تو رسالت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ کیونکہ ان کے بعد زمانے کو کسی نبی اور شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔“

بصد یقین و بصد اعتبار دیدہ وری
تجہی پہ ختم ہے روح الامیں کی نامہ بری

(ص ۲۶-۲۵)

الرابع والعشرون: مشہور مفکر اور اہل قرآن غلام احمد پرویز عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں نظریات کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ”وحی حضرات انبیاء کرام تک محدود تھی اور حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پر ختم ہو گئی۔“ (ختم نبوت اور تحریک احمدیت ص ۲۸) ”کتاب دائمی اس لیے اس کتاب کے لانے والے نبی کی نبوت بھی دائمی کتاب کے بعد مزید کتابوں کے نزول کا سلسلہ ختم اس لیے نبی کے بعد نبوت کا سلسلہ بھی ختم“ (یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین کہا) (ایضاً ص ۲۳)

الخامس والعشرون: ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنی تصنیف ”حرف محرمانہ“ میں لکھتے ہیں کہ ”لغت، نحو اور کلام عرب کی روشنی میں خاتم الانبیاء کے معنی صرف آخری نبی ہو سکتے ہیں۔ (ص ۲۰) تو خاتم النبیین کے معنی ہوں

گے تمام نبیوں کا خواہ وہ ظلی ہوں یا امتی، ختم کرنے والا (ص ۳۲) ہمارا ایمان ہے کہ آں حضرت ﷺ خاتم الانبیا ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔“ (ایضاً ص ۶۰)

السادس والعشرون: سید محمد انور شاہ محدث کشمیری لکھتے ہیں کہ ”بلکہ خود آپ ﷺ کی نبوت کا سلسلہ ہی تا قیامت قائم و دائم رہے گا۔ آپ کے بعد کوئی نبوت نہ ہوگی۔“ (خاتم النبیین ص ۱۴۵) تو اس سے خود بخود لازم آتا ہے کہ آپ سلسلہ نبوت کے بھی خاتم ہیں اور چونکہ آئندہ نبوت کی تجدید نہیں ہوگی۔ اس لیے اب قیامت تک آپ ہی کی نبوت دائم و قائم رہے گی۔“ (ایضاً ص ۱۴۸)

السابع والعشرون: مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اپنی موقر تصنیف ”ختم نبوت کامل“ میں رقمطراز ہیں۔ ”آپ ﷺ بلا استثناء آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔ حضرت عیسیٰ جو آپ ﷺ سے پہلے پیدا ہو کر منصب نبوت پر فائز ہو چکے ہیں ان کا آخری زمانہ میں آنا (ختم نبوت) کے قطعاً منافی نہیں۔“ (ص ۱۰)

الثامن والعشرون: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ ”یعنی یہ کہ رسول اللہ ﷺ آخری رسول اور خاتم الانبیا ہیں جن کے بعد کوئی دوسرا نبی آئیگا نہیں۔“ (منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ص ۲۰۶)

التاسع والعشرون: پروفیسر شیخ محمد ابوزہرہ مصری اپنی تصنیف ”المذاهب الاسلامیة“ میں رقمطراز ہیں کہ ”مسلمان عہد نبوی سے لے کر آج تک اس بات کے معتقد رہے ہیں کہ نبی کریم قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں آپ ﷺ نے صراحتاً فرما دیا تھا۔ لا نبی بعدی (میرے بعد نبی نہیں آئیں گے)..... بہر حال مرزا صاحب کی تعلیمات کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں“ (اردو ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ص ۳۸۹-۳۸۸)

الثلاثون: پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ملفوظات میں درج ہے کہ ”آنحضرت ﷺ کی رسالت کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے بعد رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ مسلمہ طور پر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی تھے اور آپ کی شریعت اس دنیا کے لیے خدا کی آخری شریعت تھی۔ اس شریعت میں اتنی وسعت رکھی گئی تھی کہ قیامت تک کے لیے پیش آنے والے انسانی مسائل کا حل اس میں موجود تھا۔ آپ کے آخری نبی ہونے کی خبر قرآن کریم میں نہایت وضاحت اور غیر مبہم الفاظ میں دی گئی ہے۔“ (۱)

عقیدہ ختم نبوت اور فقہی حوالے:

اب مناسب ہوگا اگر چند فقہی کتب کے اقتباسات بھی عقیدہ نبوت کے اثبات کے سلسلے میں پیش کر دیئے جائیں۔ چنانچہ:-

☆ فتاویٰ عالمگیری میں مندرج ہے کہ ”اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلم نہیں ہے اور اگر کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا میں پیغمبر ہوں تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔“ (جلد دوم)

☆ ”فتاویٰ ہند یہ“ میں ہے کہ ”یعنی اگر کوئی شخص کہے میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے میں پیغمبر ہوں کافر ہو جائے گا۔ اگرچہ مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا اپیلچی ہوں اور اگر اس کہنے والے سے کوئی معجزہ مانگے تو کہا گیا ہے۔ کہ یہ بھی مطلقاً کافر ہے۔“

☆ ”فتاویٰ تاتارخانیہ“ میں ہے ”دعوت نبوت (حضور علیہ السلام کی بعثت کے بعد) بالا جماع کفر ہے یہ حکم عام ہے۔ کہ مدعی زمانہ اقدس میں ہو مثل ابن صیاد و مسلمہ و اسود خواہ بعد میں کما تقدم سیاتی“

”مجمع الانہر“ شرح ”ملتقى الابحر“ میں ہے ”اور ایمان لانا فرض ہے کہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء و مرسلین کے خاتم ہیں۔ اگر حضور ﷺ کے رسول ہونے پر تو ایمان لایا۔ اور خاتم الانبیاء ہونے پر ایمان نہ لایا۔ تو مسلمان نہ ہوگا۔“ (بحوالہ جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوة)

منکرین ختم نبوت کے دلائل کے حوالہ جات محکمت کے بعد اب ان چند اعتراضات کا محاکمہ مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔ جن کو بنیاد بنا کر منکرین ختم نبوت اپنے غیر قرآنی و غیر دینی نظریہ کے حق میں وللیں لاتے ہیں۔

دلیل اول: منکرین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ روایت بطور سند پیش کرتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ:

قولوا انه خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبى بعدى
ترجمہ: کہو کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ مگر یہ نہ کہو کہ
آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

علم حدیث کے ماہر علماء نے اس حدیث کو کئی وجوہ سے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

اول: بقول ”ایمان“ از امام ابن تیمیہ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جب آنحضور ﷺ قرآن یا سنت کے الفاظ کا مطلب یا ان کی شرح بیان کرتے ہیں۔ تو ان کے مقابلے میں لغت کے معنی یا کسی اور مطلب یا شرح (جیسی کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے منسوب ہے) کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

دوم: اس روایت کے تمام روای نہیں تو اکثر روای تو یقیناً مجہول یا غیر مصدقہ ہیں۔

سوم: اس روایت کو حدیث کے کسی مجموعے میں شامل نہیں کیا گیا بلکہ یہ لغت کی ایک کتاب تکرار جمع البحار اور قرآن مجید کی ایک شرح ”در منشور“

میں آئی ہے۔

چہارم: اس روایت کی سند معتبر نہیں ہے۔

پنجم: اس روایت کو کسی مسلمان عالم حتیٰ کہ مستشرق تک نے قابل اعتماد نہیں

سمجھا اور پھر رسول اکرم ﷺ کے صریح ارشادات کے مقابلے میں اس

مجروح روایت کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

لیکن اگر اس روایت کو تاویل کی نظر سے دیکھا جائے تو عقیدہ ختم

نبوت اور روایت کے معنی و مفہوم میں کوئی تخالف و تضاد نہیں ہے۔ یعنی

روایت کا مطلب جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، یہی ہے کہ حضور سرور کائنات

خاتم الانبیا ہیں (تم بھی یہ بات کہو) مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ

آئے گا۔ اس معنی و مفہوم کے حصہ اول میں تو صریحاً عقیدہ ختم نبوت کا

اثبات و اقرار ہے اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ام المومنینؓ ایک ہی گفتگو اور ربط

میں نصف فقرہ ایک موضوع کے حق میں کہیں اور نصف موضوع کے خلاف۔

یعنی آپ خود اپنے ما قبل الفاظ کی تردید و تنسیخ کریں یہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے

ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ آپؐ کو رواۃ کے اس طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے

ہے۔ جو راوی ہونے کے ساتھ ساتھ فقہی ذہن بھی رکھتا ہے۔ لہذا یہاں پہ

آپؐ کا اشارہ لازماً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قرب قیامت میں آمد کی

طرف ہے۔ چونکہ یہ آمد بعثت خاتم الانبیا کے بعد ہے اور یہ آمد بعثت

محمدی ﷺ و عقیدہ ختم نبوت سے ذرا بھی متعارض نہیں ہے اور پھر نزول عیسیٰؑ کا

اثبات صحیح و قوی حدیث سے بھی ثابت ہے۔ اب چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی آمد ثانی کا تصور حدیث کے قابل اعتماد ذخیرہ سے ثابت ہے۔ لہذا سیدہ

عائشہ صدیقہؓ نے فرما دیا۔ کہ ”یہ مت کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں

آئے گا“ یعنی اگر یہ بات کہدی جائے کہ حضور ﷺ کے بعد ہرگز کوئی نبی نہ

آئے گا تو یہ نزول مسیحؑ کا انکار ہے۔ اور مسئلہ نزول مسیح عقیدہ ختم نبوت کی

روح کے منافی نہیں۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منسوب درج بالا روایت بنظر تاویل منکرین ختم نبوت کے حق میں دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ عقیدہ ختم نبوت کے حق میں دلیل ہے اور عقیدہ نزول مسیح کو بھی موکد کرتی ہے۔ واللہ اعلم

دلیل دوم: دوسری روایت جو ابن ماجہؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ وہ یہ ہے آنحضرت ﷺ نے اپنے فرزند حضرت ابراہیمؓ کے حوالہ سے فرمایا۔ کہ ”اگر وہ زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے“

اس حدیث کو امام نوویؒ نے ”موضوعات الکبیر“ میں جھوٹ اور غلط قرار دیا ہے۔ راویوں کے سلسلے میں ابو شعبہ نامی راوی غیر معتبر ہے۔ امام ترمذی کے نزدیک وہ قابل اعتبار نہیں اور امام نسائی کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام احمد کا ارشاد ہے کہ ”اس روایت (نبوت ابراہیمؓ والی) میں کوئی وزن نہیں۔“ امام ابو حاتم نے اسے (ابو شعبہ کو) حدیث کے معاملے میں ناقابل اعتبار بتایا ہے۔ ان تمام وجوہ کی بناء پر روایت کی ثقاہت مشکوک ہو گئی ہے۔ اور روایت قابل اعتبار نہیں رہی۔ (بحوالہ وفاتی شرعی عدالت کا فیصلہ)

اگر اس روایت کو بھی تاویل کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ روایت بھی عقیدہ ختم نبوت کے موافق ہی نظر آتی ہے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری روایات مثلاً، حضور ﷺ کا حضرت علیؓ سے فرمانا کہ ”میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو موسیٰؑ کیساتھ ہارون کی تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں“ یا حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ ارشاد کہ ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔“ مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ لہذا عمرؓ بھی نبی نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ سے آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارون کی تھی (یعنی معاون نبی) مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اسلئے تم بھی ہارون کی حیثیت نبوت (معاون نبی) کے

حامل نہیں ہو۔ بالکل اسی طرح آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا۔ مگر یہ کہ میں نے اسے صدیق تو بنایا مگر خلیل (امور نبوت میں شریک و معاون) نہیں بنایا۔ کیونکہ اب اس کا بھی امکان باقی نہیں رہا۔ یعنی اس طرح کی تمام روایات کا اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ اعلیٰ تو اعلیٰ، ادنیٰ نبوت تک بھی آپ ﷺ کے بعد ختم ہے۔ نا اہل تو رہے ایک طرف نبوت کا امکان تو اہل حضرات کے لیے بھی ممکن نہیں ہے۔ اور اگر اہل کے لیے بھی ہوتا تو شرط کے ساتھ ہوتا۔ مگر چونکہ شرط موجود نہیں لہذا اس کی جزا بھی معدوم ہوگئی واللہ اعلم۔

دلیل سوم: متعدد بے بنیاد و بے کار دلائل میں سے تیسری دلیل اور اہم دلیل منکرین ختم نبوت یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (امت مسلمہ کا عقیدہ ہے منکرین مرزائیوں کا عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ) قرب قیامت میں دوبارہ نازل ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اللہ کے ایک صاحب شریعت پیغمبر ہیں لہذا اگر ان کے آنے سے عقیدہ ختم نبوت مجروح نہیں ہوتا تو دوسرے جدید مدعیین کی آمد سے کیوں متاثر ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس دلیل بے وزن پر ذرا غور کیا جائے تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ آمد عیسیٰ ثانی دراصل نبوت جدیدہ کے کذب اور انقطاع کی دلیل ہے۔ اس موضوع پر بہت زیادہ علمی بحث کی گئی ہے۔ حضرت گرامی پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے اپنی تصنیف لطیف ”سیف چشتیائی“ میں اس موضوع کے متعلقہ احاث کو یوں نہایت عمدگی سے سمیٹا ہے کہ تمام موافقین و مخالفین نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ مزید برآں مولانا مودودی نے ”سیرت سرور عالم ﷺ“ میں اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ ”ہدایۃ المفتری“ میں مولانا محمد عبدالغنی پٹیالوی نے بھی اس عنوان پر کلام کیا ہے۔ غرضیکہ مفسرین، محدثین، مفکرین، اور حضرات فقہانے اس مسئلے پر خوب سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اور اسے عقیدہ

ختم نبوت کے موافق تسلیم کیا ہے۔ مختصر دلائل درج ذیل ہیں:

- 1- حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور رسالت مآب ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں۔ جبکہ انقطاع صرف نبوت جدیدہ کا ہوا ہے۔
- 2- نزول عیسیٰ علیہ السلام کا اثبات احادیث صحیحہ سے ہوا ہے۔ یہ ایک استثناء بھی ہو سکتا ہے۔ جو خود حضور اکرم ﷺ نے آمد عیسیٰ کے حوالے سے کیا ہو۔
- 3- حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول اپنی نبوت و شریعت کا امر نہ کریں گے بلکہ شریعت محمدی ﷺ کا اعلان و نفاذ فرمائیں گے اگرچہ ان کی اپنی نبوی حیثیت اس وقت بھی کامل ہوگی۔
- 4- آمد عیسیٰ علیہ السلام دراصل حضور نبی کریم ﷺ کے صادق مخبر ہونے کی دلیل ہے۔ کہ آپ ﷺ نے نزول عیسیٰ کی پیشگوئی کی ہے۔
- 5- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد خود جھوٹوں اور دین محمدی ﷺ کے منکروں کے لیے سیف قاطع ہوں گے مثلاً دجال اور عیسائی یہودی وغیرہ۔ لہذا آپ کی آمد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے ہرگز متعارض نہیں ہو سکتی۔

عقیدہ ختم نبوت اور نزول عیسیٰ

”قومی ڈائجسٹ“ کے قادیانی نمبر کے مرتب نے ایسی اکیس مستند روایات نقل کی ہیں جو عقیدہ نزول مسیح کے موضوع پر کافی و جامع ہیں اور عقیدہ کو اس کی روح و تفصیل سے واضح کرتی ہیں۔ ذیل میں صرف تین آراء پیش کی جاتی ہیں۔ تاکہ مضمون زیر مطالعہ کے قارئین بھی علماء و مفسرین کی جامع و علمی خیالات سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

اول: علامہ تفتازانی ”شرح عقائد نسفی“ میں لکھتے ہیں کہ ”یہ بات ثابت ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ اگر کہا جائے کہ آپ ﷺ کے بعد حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر احادیث میں آیا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہاں آیا ہے مگر وہ محمد ﷺ کی شریعت کے تابع ہوں گے کیونکہ ان کی شریعت تو منسوخ ہو چکی ہے۔ اس لیے نہ ان کی طرف وحی ہوگی اور نہ وہ احکام مقرر کریں گے بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نائب کی حیثیت سے کام کریں گے۔ (۱)

دوم: علامہ محمود آلوسی شکر تفسیر روح المعانی جلد ۲۲، ص ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ ”پھر جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابق نبوت پر باقی ہوں گے۔ بہر حال! اس سے معزول تو نہ ہوں جائیں گے مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے کیونکہ وہ پچھلی شریعت ان کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے۔ اور اب وہ اصول اور فروع میں اس شریعت (محمدیہ ﷺ) کی پیروی پر مکلف ہوں گے لہذا ان پر نہ اب وحی آئیگی اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔ بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نائب اور آپ ﷺ کی امت میں امت محمدیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے۔“ (۲)

سوم: امام المفسرین و متکلمین علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ ”انبیاء“ کا دور حضرت محمد ﷺ کی بعثت تک تھا۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہو گئے تو انبیا کی آمد کا زمانہ ختم ہو گیا اب یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد محمد ﷺ کی شریعت کے تابع ہوں گے۔“ (۳)

1,2- بحوالہ قومی دائرہ جست (قادیانیت نمبر) مدیر: مجیب الرحمن شامی، جولائی ۱۹۸۳ء،

ص ۲۸۸-۲۸۹

3- تفسیر مفاتیح الغیب، الکبیر جلد ۳ صفحہ ۳۲۳

قابل غور نکات:

اب یہ دیکھنا ہر صاحب عقل آدمی کا کام ہے کہ لفظ ”خاتم النبیین ﷺ“ کا جو معنی و مفہوم لغت سے ثابت ہے جو قرآن کی عبارت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔ جو حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں بین ہے۔ جو صحابہ کرام کے اجماع اور عمل سے متبادر ہے اور جو جمہوریت کے چودہ صدیوں کے اجماعی عقیدہ سے مصرح ہے۔ اس کے خلاف کوئی دوسرا مفہوم و معنی لینا اور عامتہ المسلمین کی اجتماعی سوچوں کے مخالف کوئی اور سوچ اختیار کرنا ایک گمراہ کا کام تو ہو سکتا ہے ایک عقلمند اور صائب الرائے کا ہرگز نہیں۔ اس سلسلے میں تین باتیں قابل غور ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ نبوت کا معاملہ ایک بڑا ہی نازک معاملہ ہے۔ قرآن و حدیث کی رو سے یہ اسلام کے اولین بنیادی عقائد میں سے ہے۔ جن کے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے کفر و ایمان کا دار و مدار ہے ایک شخص نبی ہو اور آدمی اس کو نہ مانے تو کافر۔ اور وہ نبی نہ ہو اور اسے مان لے تو بھی کافر۔ ایسے نازک معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے درست سمت میں رہنمائی نہ کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اگر حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی آمد ممکن ہوتی تو اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں اسکی تصریح فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ارشادات عالیہ کے ذریعہ اس کی تاکید و تلقین فرماتے۔ اور دنیا سے ہرگز تشریف نہ لے جاتے جب تک اپنی امت کو اچھی طرح خبردار نہ دیتے کہ میرے بعد بھی انبیاء آئیں گے اور تمہیں ان کو ماننا ہوگا۔ کہ آپ ﷺ کی امت پر عظیم شفقت اور رحمتہ للعالمین سے ایسے تساہل (نعوذ باللہ) کی ہرگز امید بلکہ امکان تک نہیں ہے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے بالوضاحت اور کھلم کھلا ختم نبوت کی تشہیر اور انقطاع

وحی کا اعلان فرمایا ہے۔ آیہ تکمیل دین کے ذریعہ ہدایت کے کامل اور مکمل ہو جانے کی نوید سنائی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہمارے ایمانوں سے کیا دشمنی ہے کہ رسول ﷺ کے بعد امکان نبوت و وحی موجود ہو جس کو ماننا باعث نجات اور جس کا انکار خسران دنیا و آخرت ہو۔ مگر ہم کو نہ صرف اس سے بے خبر رکھا گیا بلکہ اس کے برعکس عقیدہ کا حکم دیا گیا۔ فافہم (پس سمجھو)

اب اگر بفرض محال نبوت کا دروازہ کھلا ہو اور نبی بھی آ جائے تو ہم بلا خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے۔ باز پرس اور احتساب کا خطرہ اللہ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی ہو سکتا ہے تو ہم قرآن کی ظاہر و باہر آیات، احادیث صحیحہ و متواترہ کا ذخیرہ علمائے امت کے اقوال و آراء اور عقلی و نقلی دلائل کا ذخیرہ اپنے عقیدہ کے ثبوت میں پیش کر کے گناہ انکار نبوت جدیدہ سے برأت چاہیں گے۔ جبکہ منکرین کے پاس عقلی اور بے بنیاد موشگافیوں اور گمراہ کن سوچوں کے پلندے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن و حدیث ان کے باطل نظریہ کی تائید سے خاموش ہیں۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ نبوت کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو ہر اس شخص میں پیدا ہو جایا کرے جس نے پر مشقت عبادت اور مجاہدوں سے اپنے آپ کو اس کا اہل بنا لیا ہو۔ نہ ہی نبوت کوئی انعام ہے جو خدمات وغیرہ کے سلسلے میں عطا کیا جاتا ہو۔ بلکہ یہ ایک منصب جلیلہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ خاص ضرورت کے تحت اپنے خاص بندوں کو مقرر فرماتے ہیں۔ نفجوائے آیہ قرآنی:

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (سورة الانعام-۱۲۴)

ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔

قرآن الفرقان سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں ذات الہی کی طرف سے حضرات انبیاء کو مبعوث کیا گیا ہے۔
 اول: یہ کہ کسی قوم میں ہدایت و رہنمائی کی ضرورت ہو کہ اس میں پہلے کبھی کوئی نبی نہ آیا ہو اور کسی دوسری قوم میں مبعوث نبی کا پیغام بھی اس قوم تک نہ پہنچا ہو۔

دوم: یہ کہ کسی قوم میں نبی کی تعلیمات کو یا تو بھلا دیا گیا ہو یا پھر وہ محرف کر دی گئی ہوں اس حالت میں ان تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا ممکن نہ رہا ہو۔

سوم: یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعے مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو۔ اور تکمیل دین کے لیے ابھی مزید انبیا کی بعثت کی ضرورت ہو۔
 چہارم: یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لیے ایک اور معاون نبی کی حاجت ہو۔

اب خود قرآن یہ اعلان کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کو تمام جہانوں ، قوموں اور مخلوقات کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ اور دنیا کی تمدنی تاریخ یہ بتا رہی ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے لے کر آج تک مسلسل ایسے حالات موجود رہے ہیں کہ آپ کی تعلیمات و پیغام دنیا کے ہر کونے اور ہر خطہ کے فرد تک بآسانی و سہل ترین انداز میں پہنچا ہے۔ لہذا اب الگ الگ قوموں اور خطوں میں مزید انبیا بھیجے جانے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ قرآن و حدیث اور سیرت محمدی کا پورا ذخیرہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ حضور ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات بالکل اپنی اصلی شکل میں ، بغیر کسی حک و اضافہ کے محفوظ و مامون ہیں۔ جن سے آج کے دور کا صاحب نظر انسان بھی بھرپور رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ لہذا آپ ﷺ کے بعد اس وجہ سے بھی کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تیسری وجہ کے مطابق بھی انسانیت کو کسی قسم کے نبی

کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید نے خود بالصراحت اس حقیقت کا اعلان کر دیا ہے۔ **الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي. وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا** (۱) (المائدہ-۳) تو جب محمدی ﷺ دین اور تعلیمات بمعہ اپنی جزئیات کے مکمل ہیں تو نئے نبی کی کیا حاجت ہے۔ چوتھی ضرورت سے بھی انسانیت کو کسی نبی کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اگر معاون نبی مقرر کیا جاتا تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مقرر ہوتا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد کسی فاتر العقل کا اس نوع کی نبوت کا مدعی ہونا گمراہی و ضلالت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

ان مذکورہ بالا چار وجوہات کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ جو نبی کی بعثت کی مقتضی ہو۔ ہاں! اگر منکرین یہ کہیں کہ مذکورہ وجوہات کے مطابق تو زمانے کو نبی کی ضرورت نہیں مگر چونکہ انسانیت گمراہ ہو چکی ہے لہذا اسکی اصلاح اور تجدید تعلیمات کے لیے یقیناً نبی کی ضرورت ہے۔ تو یقیناً یہ ایک شبہ ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کہ اصلاح کے لیے مصلحین (REFORMERS) کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ انبیاء کی اور تعلیمات و شریعت محمدی ﷺ کے احیاء کے اجرا کی ذمہ داری علماء و اولیائے امت پر ڈالی گئی ہے کہ وہ وارث امور نبوت ہیں بمطابق حدیث رسول اللہ ﷺ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کے مشابہ) کام و کردار میں (ہیں) اور پھر نبی اصلاح و تجدید کے لیے نہیں آتا بلکہ اس کی بعثت اس لیے ہوتی ہے کہ وحی الہی کو عوام تک پہنچایا جائے۔ گزشتہ تعلیمات میں وقت اور حالات کی ضرورت کی مطابق نسخ و اضافہ کیا جائے۔ حامل وحی کو نبی مانا جائے۔ اسکی اطاعت و نافرمانی ایمان و کفر کی علامت ہو۔ لہذا یہ شبہ

۱- ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے سے راضی ہو گیا ہوں۔

صرف ایک مغالطہ ہے۔

تیسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ کسی قوم میں نئے نبی کے آنے سے لازماً اس قوم میں دو گروہ بنیں گے۔ ایک اس نئے نبی کو ماننے والا اور دوسرا اس کا منکر و مخالف۔ ان میں سے درحقیقت ایک گروہ مومن ہوگا اور دوسرا کافر۔ ان دونوں کی متبوع تعلیمات، شریعتیں، جزئیات دین بالکل الگ الگ ہوں گی۔ ان کے معاشرتی تعلقات منقطع ہوں گے۔ ان کے رسم و رواج وغیرہ الگ الگ ہوں گے اور ان کا ثقافتی تمدن اور دینی قدریں بھی ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہوں گی۔ اس طرح یہ قوم وحدت کا مظہر نہ ہوگی بلکہ انتشار کا شکار ہوگی۔ اب ایک صاحب فہم یہ بات سوچنے پر مجبور ہے کہ جب:

- 1- ایک نبی کی تعلیمات اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہیں۔
 - 2- مکمل ترین اور ہر زمانے کی ضرورت کے مطابق ہیں۔
 - 3- وہ نبی تمام جہانوں کی طرف ”رحمت“ بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔
 - 4- اس کے حواری (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) اور بعد میں علماء و صلحاء امور نبوت کے وارث قرار دیئے گئے ہیں۔
 - 5- اس نے کہہ بھی دیا ہے کہ اس کے بعد یہ منصب ختم ہے۔
- تو پھر یہ نئے انبیا کا آنا کس حکمت کے تحت ہے یہ نئے مدعی نبوت و رسالت تو انسانیت کے امن و اتحاد کو سبوتاژ کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ لہذا لازماً یہ ہونا چاہیے کہ انبیا کی آمد کا سلسلہ رکے تاکہ لوگ امن و آشتی کے ساتھ مکمل ہدایت کی روشنی میں ”رحمتہ للعالمین“ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی زندگی کا لائحہ عمل مستقل بنیادوں پہ طے کر سکیں۔ اس طرح کوئی ان کے دینی امن کو منتشر کرنے کا باعث نہ ہوگا۔⁽¹⁾

آخری نبی و مکمل تعلیمات کے آجانے کے بعد بھی نئے نبیوں کا

1- ہفت روزہ ”ہلال“ سیرت نمبر نومبر دسمبر ۱۹۸۷ء، ص ۶۳-۶۱

انتظار مایوسی پیدا کرتا ہے۔ انسان بے کار و بے حوصلہ ہو کر نئے کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ (جیسا کہ مدینے کے یہودی ”اس نبی“ کا انتظار کیا کرتے تھے) کہ اس کے آنے سے تائید الہی بھی بصورت فرمانبرداری اس کے شامل حال ہوگی۔ اس طرح وہ اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر نئے کی حمایت کے ساتھ قابو پا سکے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد یہودی قوم کی تاریخ اس مایوسی پر گواہ ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہودیوں کے سوال و جواب بھی ”نئے نبی“ کی امید اور اس دور کے لوگوں کی یاس و ناامیدی کا مظہر ہیں۔ بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت مدینہ کے یہودیوں کا اظہار تاسف کہ ہم نئے نبی کے منتظر تھے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہوگا اور اس کے توسط سے ہم تمام جزیرہ عرب کو اپنے زیر نگیں لے آئیں گے۔ مگر یہ نبی تو بنی اسمعیل میں سے آ گیا ”اور اسی وجہ سے انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ اور مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ امت محمدی کو جو بھی تعلیمات دی گئی ہیں وہ سب عملی، امید افزاء اور آگے بڑھنے کی روح اپنے اندر رکھتی ہیں۔ انہی تعلیمات کے جوش کی وجہ سے مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ جیسی عظیم طاقتوں سے ٹکر لی اور ان کی شان و شوکت کو خاک میں ملا دیا۔ مسلمانوں کا جذبہ جہاد اور عمل تبلیغ جوش، امید اور کامرانی کا مظہر ہے۔ اب نئے آنے والے کا انتظار کیونکہ مایوسی اور بے عملی پھیلاتا ہے۔ لہذا مسلمان واضح تعلیمات، صریح ارشادات اور کامل اتفاق و اتحاد کو چھوڑ کر ایک نئے کا انتظار نہیں کر سکتے۔ اور امید کی دنیا سے نکل کر ناامیدی کے عمیق گڑھوں میں نہیں گر سکتے۔ (1)

1- ختم نبوت اور تحریک احمدیت از پرویز

آخری بات

اب اس بحث کو تفسیر ابن کثیر کے ایک اقتباس کے ساتھ ختم کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ

”بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں اور رسول اللہ ﷺ نے حدیث متواترہ میں خبر دے دی کہ سرکار کے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ لوگ جان لیں کہ جو شخص نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مفتری، دجال، گمراہ اور گمراہ گر ہے اگرچہ اس سے خرق عادت (ظاہر) ہو اور وہ شعبدے دکھائے اور طرح طرح کے جادو طلسمات اور نیرنگیاں پیش کرے عقلمند جانتے ہیں کہ (یہ سب) دھوکہ اور فریب ہے۔“ (1)

برصغیر پاک و ہند کے عظیم شاعر، مفکر اور فلسفی علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ مرحوم جن کے نظریات اور خیالات کی مغربی و مشرقی دنیا میں نہ صرف پذیرائی ہوئی بلکہ انہیں اپنایا گیا اور آگے متعارف کروایا گیا۔ اور ان کے عظیم نظریات و خیالات کی بناء پر انہیں ایک بے مثال اور عہد ساز مفکر قرار دیا گیا۔ عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں علامہ صاحب کا نظریہ بھی جمہور امت کے ساتھ متفق اور منکرین کے باطل نظریات کے مخالف ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

پس خدا برما شریعت ختم کرد بر رسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را او رسل را ختم و ما اقوام را
خدمت ساقی گری باما گذاشت واد مارا آخریں جامے کہ داشت
”لا نبی بعدی“ زا حسان خداست پردہ ناموس دین مصطفیٰ ست
اپنی کم مائیگی، عجز بیانی، قلم کی شکستہ روی اور تحریر کی بے تاثیر کے
باوجود عقیدہ ختم نبوت کو قرآن، حدیث، لغت، اکابر دین، مفسرین، مفکرین،

1- جلد سوم، ص ۴۹۴، بحوالہ ہفت روزہ ”ہلال“ سیرت نمبر دسمبر ۱۹۸۹ء، ص ۱۱۸

دانشور طبقہ اور فقہا حضرات کے اخذ کردہ اقوال و نتائج کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ منکرین کے فریبوں اور مغالطوں کا رد کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ عقلی و متکلمانہ گفتگو کے ذریعے بھی اس عقیدہ صحیحہ کو باور کرایا گیا ہے۔ مگر انسانی کوشش خام ہے۔ لیکن یہ کوشش منکرین کے لیے نہیں بلکہ مبتدعین کے لیے ہے۔ اس لیے کہ منکرین تو اس قرآن سے بھی ہدایت حاصل نہ کر سکے جو ”ہدی للمتقین“ کے لقب سے ملقب ہے۔ وہ ہوا و ہوس کے غلام ہیں۔ شیطان کے ورغلانے ہوئے کذاب مدعیین کے اندھے پیروکار ہیں۔ لیکن تہی دامن ہیں۔ قرآن و شریعت کی تائید سے محروم۔ عام سطح کے انسان اور عام ذہن کے مسلمانوں کے لیے بہر حال ایک کوشش ہے تاکہ وہ منکرین کی لفظی موشگافیوں، شیطانی دلائل، غیر قرآنی براہین اور خواہش نفس کے مظہر مغالطوں اور شبہات میں کہیں اپنا دامن ایمان نہ جلا بیٹھیں اور دائرہ کفر میں گرنے سے بچ سکیں۔ اب اگر انہوں نے اس تحریر کے مطالعہ کے بعد کوئی نصیحت حاصل کر لی۔ تو الحمد للہ، اور اگر وہ پھر بھی منکرین کے شیطانی جال میں پھنس گئے تو بھی اس عاجز کی طرف سے تو فرض کی ادائیگی کی کوشش ہو چکی ہے۔

اب مانیں یا نہ مانیں تمہیں اختیار ہے

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عاجزی و بندگی کے ساتھ عقائد

صحیحہ و اعمالِ حقہ پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ”لصوص ایمان“

ٹولے سے ہمیں اور ہمارے ایمان کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین



مآخذ و مصادر

عقیدہ ختم نبوت

- ☆ آئمہ تلمیسیس (دونوں جلدیں) ابو القاسم رفیق دلاوری
- ☆ القرآن المجید منزل من اللہ علی رسولہ الکریم
- ☆ ابو بکر صدیق (اردو) محمد حسین بیگل / شیخ محمد اسماعیل پانی پتی
- ☆ اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ
- ☆ اسلامی انسائیکلو پیڈیا شاہکار شاہکار فاؤنڈیشن، لاہور
- ☆ المنجد عربی / اردو دارالاشاعت کراچی، لاہور
- ☆ الوجی المحمدی رشید رضا مصری
- ☆ تفسیر ابن کثیر عربی / اردو امام ابن کثیر
- ☆ تفسیر بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی
- ☆ تفسیر ضیاء القرآن (چہارم) پیر کرم شاہ الازہری
- ☆ تفسیر کاشف البیان محمد علی خان ہوتی
- ☆ تفسیری حاشیہ عثمانی ملامہ شبیر احمد عثمانی
- ☆ تفہیم القرآن مولانا مودودی
- ☆ حیات محمد ﷺ عربی / اردو محمد حسین بیگل
- ☆ ختم نبوت اور تحریک احمدیت پرویز
- ☆ رسائل رد مرزائیت مولانا احمد رضا خان بریلوی
- ☆ رسائل و مسائل (حصہ اول) مولانا مودودی
- ☆ سیرت النبی ﷺ (چہارم) سید سلیمان ندوی
- ☆ علوم القرآن ملامہ شمس الحق افغانی
- ☆ قومی ڈائجسٹ (قادیانیت نمبر) جولائی 1984ء
- ☆ گلستان حدیث مولانا شاہ محمد جعفر پہلواروی

- ☆ ماہنامہ حکایت لاہور بدیر عنایت اللہ
- ☆ مجلس تحفظ ختم نبوت کے شائع کردہ متعدد پمفلٹس متعلقہ عنوان مضمون
- ☆ مفردات القرآن (دونوں جلدیں) امام راغب اصفہانی
- ☆ مقالات سیر ذاکر آصف قدوائی
- ☆ ملفوظات امام احمد رضا خان بریلوی
- ☆ مہر منیر ملفوظات پیر مہر علی شاہ گولڑوی
- ☆ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ بتاریخ 12 اگست 1984ء
- ☆ ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی دسمبر 1980ء (سیرت مطہرہ نمبر)
- ☆ ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی نومبر، دسمبر 1987ء (سیرت مطہرہ نمبر)



ختم نبوت رحمت ہے ☆

جیسا کہ پچھلے مقالہ میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں سے ہے بلکہ اگر ذرا گہرائی و گیرائی سے اس عقیدہ کی اہمیت کو سمجھا جائے تو یہ ثابت ہونا کچھ مشکل نہیں کہ اسلام کے تمام بنیادی عقائد میں اگر کسی عقیدے کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ تو وہ یہی عقیدہ ختم نبوت ہے۔

عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے ایمانیات میں زندگی اور موت کی سی اہمیت کا حامل ہے۔ یہی وہ بنیادی عقیدہ ہے جس پر تمام اسلامی عقائد بلکہ دین اسلام کے ارکان بھی استوار ہوتے ہیں۔ اگر یہ بنیاد کمزور ہوگئی۔ تو ہر مدعی نبوت والہام آں حضرت ﷺ کی رحمت و بخشش کی غلامی کا شرف ہم سے چھین کر اپنی مکروہ، بے بنیاد، جہنم واصل اور لعنتی غلامی کا طوق ہمارے گلے میں ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم محمد عربی ﷺ کے امتی مسلمان نہ رہیں گے بلکہ کبھی باب (۱) کے غلام ہوں گے اور کبھی بہاء اللہ (۲) کے

☆ یہ مقالہ افواج پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ "ہلال" راولپنڈی کے سیرت میں شائع ہوا۔

۱- محمد علی باب، مشہور مدعی کذاب
2- ایک مشہور مدعی نبوت و رسالت

پیروکار، کبھی مرزا قادیانی^(۱) ہمارا رہبر دین ہوگا اور کبھی پرویزی و چکڑالوی و نیچری عقائد ہمارے گلے کا طوق ہوں گے۔ اور اگر ہم اس عقیدہ کو مضبوطی و استقامت سے پکڑے رہیں تو جو نعمتیں، برکتیں، سعادتیں اور اشراف ہمارے مقدر میں ہو سکتے ہیں۔ ان کا سرسری اندازہ ذیل کے تقابل سے کیا جاسکتا ہے۔

1- عام نبوت ”رحمت“ ہے اور تشریحی نبوت عام کی نسبت بلند مرتبہ رحمت

ہے۔ لہذا یہ زیادہ شرف کا باعث ہوگی۔ یعنی رحمت عظیمہ۔ حضور سرور

کائنات ﷺ کی عظیم تشریحی نبوت ہمارے لیے عین رحمت عظیمہ ہے۔

آپ کا سردار انبیاء سید المرسلین امام النبیین والرسل (معراج کی رات مسجد

اقصیٰ میں امامت کی طرف اشارہ) ہونا آپ ﷺ کی رحمت عظیمہ کو

”رحمت عظیمہ تر“ بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرما دیا تھا۔ کہ:

”اگر موسیٰ و عیسیٰ میرے دور میں ہوتے (جو کہ صرف

تشریحی نبوت کی وجہ سے رحمت عظیمہ تھے) تو ان کو میری

(رحمت عظیمہ تر کے) اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا۔“^(۲)

اب اگر ہم حضور ”رحمتہ للعالمین“ ﷺ کی نبوت و شریعت (رحمت

عظیمہ تر) کو تاقیامت اور تمام زمانوں اور قوموں کے لیے نہ مانیں بلکہ

آپ کے بعد ظلی، بروزی، تتبع، برساتی، داعسین نبوت کو ماننا اور ان

کی پیروی کرنا شروع کر دیں تو یہ دراصل رحمت عظیمہ تر سے انکار و محرومی

ہے۔ لہذا نبوت محمدی ﷺ کا تاقیامت اقرار و پیروی رحمت اور اس سے

انکار اور مدعیین کذاب کا اقرار رحمت سے دوری ہے۔

1- مشہور ہندوستانی کذاب (پورا نام غلام احمد قادیانی) قادیانی و مرزائی فرقے کا بانی۔

2- حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں: لو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا الباعی

ترجمہ: اگر موسیٰ (آج) زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

2- ختم نبوت کا عقیدہ قرآن مجید کی ایک آیت مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط^(۱) سے صریحاً اور ایک سو دوسری آیات قرآنی سے اشارۃ و مفہوما ثابت ہے۔ دو سو دس احادیث سے مصدق ہے۔ اجماع صحابہ، جمہور امت کا اجماع، علمائے دین، اصفیاء، ازکیاء اور فلاسفر غرضیکہ ہر زمانے اور ہر شعبے کے رجال صالحین سے ثابت و مصدق ہے۔ اب اگر ہم اس عقیدے سے روگردانی کر کے مدعیین نبوت جدیدہ کی حامی بھریں تو یہ دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے یعنی قرآن و حدیث کا انکار ہے۔ اجماع صحابہ کا رد ہے۔ ہر دور کے اکابر امت کے اجماع کا بطلان ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم قرآنی فیصلے کے مطابق ظالم، کافر، فاسق قرار پاتے ہیں۔^(۲) دوسرے لفظوں میں یہ قرآنی لعنتیں صرف ایک عقیدہ ختم نبوت کو نہ ماننے کی وجہ سے وارد ہو رہی ہیں۔ اور اگر ہم عقیدہ ختم نبوت پر کار بند ہو جائیں۔ تو ہم ان چونسٹھ صحابہ^(۳) کی پیروی کرنے والے مسلمانوں کی قطار میں شامل ہوں گے۔ جو نہ صرف ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں بلکہ اس غیر متزلزل یقین کی وجہ سے قتال کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔^(۴) لہذا یہ نتیجہ نکلا کہ ختم نبوت ﷺ کا عقیدہ خدا، اسکے رسول ﷺ کی اطاعت، صحابہ کے گروہ میں شمولیت اور علمائے دین کی ہمنوائی ہے۔ جو دوسرے لفظوں میں رحمت ہے۔ جبکہ اس عقیدہ سے روگردانی اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی، جمہور امت کے عقیدے سے

1- احزاب-۴۰

2- مائدہ-۴۳، ۴۴، ۴۵

3- جنہوں نے روایات ختم نبوت وغیرہ کی روایت کی ہے۔

4- ختم نبوت از مطلق محمد شفیع دیوبندی

اختلاف اور ظلم، کفر، فسق کا بوجھ اٹھانا ہے۔ جو کہ عذاب ہے۔ بغاوت ہے۔ رحمت سے دوری ہے۔

3- قرآن سے پہلے کے صحف سماویہ اپنے اپنے حاملین کی زبان سے بعد میں آنے والے کی خبر دیتے رہے ہیں۔ اور اس آنے والے کو ان کتب و حاملان کتب نے اپنے مشن کی تکمیل کرنے والا اور سب سے بڑا (بلند مرتبت) کہا ہے۔ مثلاً

الف۔ یوحنا کی اجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الوداعی پیغام میں جس روح حق، شفیع سچائی کی روح اور وکیل کی بار بار بشارت دی گئی ہے۔ اسکی صفات یہ ہیں۔

اول: حضرت عیسیٰ کی اصلی تعلیم کو یاد دلائیں گے۔

دوم: شریعت عیسویٰ میں تبدیلی کر دیں گے۔

سوم: حضرت مسیح کی عظمت و جلال کو دنیا میں قائم کریں گے۔

چہارم: ان (حضرت عیسیٰ) کی رسالت کی گواہی دینے والا اور

ان پر ایمان نہ لانے والوں کو گنہگار ٹھہرانے والا

پنجم: اپنی طرف سے کچھ نہ کہیں گے (بلکہ) اللہ تعالیٰ کی بتائی

ہوئی باتیں بیان کریں گے۔^(۱)

ب۔ یوحنا نے جب ہتسمہ دینا شروع کیا تو یروشلم کے فریسیوں کے فرستادہ کاہن اور لاوی اس سے پوچھنے لگے ”کیا تو ایلیا ہے؟ کیا تو مسیح ہے؟ کیا تو وہ نبی ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔ ”نہیں میں تو اس (نبی) کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے لائق بھی نہیں وہ نبی ابدالآباد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔“

1- بفوائے آیت قرآنی وما ینطق عن الہوی ان ہوالا وحی یوحی (قرآن کی

تصدیق) (سورۃ نجم آیہ ۲-۳)

ج۔ حضرت سلیمانؑ فرماتے ہیں۔ ”وہ بالکل محمدؐ (تعریف کیا گیا) ہے یہ ہے میرا دوست، میرا محبوب“ (تسبیحات سلیمانی)

د۔ مہاتما بدھ نے ننذا کو اپنی رخصتی کے وقت تسلی دیتے ہوئے کہا ”میں کوئی آخری بدھ نہیں اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بدھ آئیگا۔ مقدس، منور القلب، عمل میں دانائی سے لبریز، مبارک، عالم کائنات اور انسانوں کا عدیم النظیر سردار^(۱) جو غیر فانی حقائق میں نے ظاہر کیے ہیں وہ بھی ظاہر کرے گا۔

ہ۔ ژند اوستا میں ہے۔ ”اس کا نام استوت ارمیا (بمعنی محمد ﷺ) ہوگا۔“

و۔ ہندوؤں کی مذہبی کتاب بھاگوت پراٹ میں ہے۔

”پیغمبر کی ولادت امن والے شہر مکہ (شہبیل) میں سب سے بڑے سردار (پروہت) کے ہاں بارہ ربیع الاول (شکل پلمپو) کو ہوگی۔ باپ کا نام عبداللہ (ویشنوولیش) اور ماں کا نام آمنہ (سوتی) ہوگا۔“

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ قرآن مجید اس طرح کی خبروں اور بشارتوں سے بالکل خاموش ہے اور حامل قرآن بھی بار بار ”لا نبی بعدی“ کے اعلان سے اپنے بعد تمام آنے والوں، خواہ وہ ظلی ہوں، بروزی ہوں یا قبیح ہوں کی نفی کر رہے ہیں کیا یہ اس بات کی نوید نہیں کہ محمد عربی ﷺ کی سیادت کا ڈنکا تا قیامت بجنا مقصود الہی ہے۔ اب اگر ہم ختم نبوت کا انکار کریں تو یہ جماعت میں سے نکل جانے کے مترادف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”جو جماعت سے نکل گیا۔ اسلام (الدين رحمة) کی

۱۔ اصل لفظ ”میریا“ ہے بمعنی نرم دل، مہربان، رحمت وغیرہ۔ یہ قرآن مجید کے ”رحمۃ للعلمین“ کا مترادف ہے۔

رسی اس کی گردن سے نکل گئی۔“ (۱)

لہذا ختم نبوت سے وابستگی رحمت سے وابستگی ہے اور ختم نبوت سے انحراف دراصل رحمت سے اعراض ہے۔

4- تمام انبیاء و رسل اپنی تعلیمات میں دو بنیادی عقائد کو اولیت دیتے رہے ہیں۔ ایک اللہ کی عبادت اور ایک رسول اللہ ﷺ کا اقرار۔ جاتے وقت ہر پیغمبر اپنے بعد ایک کے آنے کی بشارت دیتا رہا ہے اور آخری ایک نے صرف اپنے آپ ﷺ کو تا قیامت باقی رہنے کا اعلان کیا۔ کسی اور ایک (اپنے بعد آنے والے) کی نوید نہیں سنائی۔ بلکہ واضح الفاظ میں انکار کیا۔ جس ایک (اللہ) کی عبادت کی تعلیم ان بہت سوں کے تبلیغی مشن میں شامل رہی ہے۔ اس ایک نے ہی ”خاتم النبیین“ کے لاثانی لقب سے آئندہ کو آنے والوں کا سلسلہ بند کر دینے کی خبر دی۔ اب شک کی بات یہ ہے کہ ایک کا اقرار بہت سوں سے نجات کے مساوی ہوتا ہے۔ مثلاً علامہ اقبالؒ کا یہ شعر اس نکتہ کی کتنی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہ بات اب نتیجہ خیز ہو گئی ہے کہ ختم نبوت کے عقیدہ کو حرز جان بنا کر ہم قیامت تک رحمت عالم ﷺ کے دامن سے وابستہ رہ سکتے ہیں اور ختم نبوت سے علیحدگی کی صورت میں مدعیان نبوت و رسالت، الہام اور وحی اور مہدیین کے دروازوں پر ناسیہ فرسائی ہمارا مقدر بن جائیگی۔ لہذا ختم نبوت رحمت عظیم تر سے ناتا اور اس کا انکار زحمتوں میں کودنا ہے۔

5- اتحاد و اتفاق ایک ایسی صفت ہے۔ جو ہمیشہ سے اللہ اور اس کے

۱- عربی متن یوں ہے: من لارق الجماعة شراً لقد خلع ربة الاسلام من

عقله (ابوداؤد)

رسولوں کے ہاں مستحسن رہی ہے۔ انتشار و افتراق کو نہ کبھی اللہ نے پسند فرمایا ہے اور نہ اسکے رسولوں نے۔ اللہ نے حکما اتحاد و یگانگت کا حکم دیا۔ **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا**۔⁽¹⁾ اتحاد و اتفاق کو نعمت قرار دیا۔ **إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا**۔⁽²⁾ فتنہ و بے اتفاقی کو قتل سے شدید تر قرار دے کر اتحاد کی عظمت اور انتشار کی شاعت ظاہر کر دی **الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ**⁽³⁾ اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے یہ اتحاد و اتفاق قیامت تک باقی رہنے والا ہے کہ مسلمان ہندوستان میں ہو یا مصر میں، افریقہ میں ہو یا پاکستان میں۔ ہر خطہ میں مسلمان محمد عربی ﷺ کی شریعت کا پیروکار ہے۔ بقول حکیم الامت علامہ محمد اقبال:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کا شغری

ہر ایک کا مرجع قرآن و حدیث ہے اور منزل اتحاد و اتفاق، یہاں تک کہ ظلم فلسطینیوں پر ہو اور تکلیف پاکستانیوں کو ہو، مسلم کشی ہندوستانی مسلمانوں کی ہو اور درد مصر و لیبیا کے مسلمان محسوس کریں، ایک مسلمان قیدی عورت آواز ہندوستان سے دے اور حجاج عراق میں بیقرار ہو جائے۔

اب اگر ہم نبوت محمدی ﷺ سے ہمیشہ استواری رکھیں اور نئے

- 1- دیکھئے ترجمہ و حوالہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے مل کر تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔
- 2- اور جب تم دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی اس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ (آل عمران - ۱۰۳)
- 3- فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔ (البقرہ - ۱۹۱)

آنے والے لوگوں کو قرآن و حدیث کے صریح و متعدد احکامات کے بعد آنکھیں بند کر کے ٹھکراتے چلے جائیں تو دوسرے لفظوں میں ہم اتحاد کو قائم رکھیں گے اور اگر ختم نبوت محمدی ﷺ کو خصوصیت محمدی ﷺ قرار نہ دیں بلکہ نئے آنے والوں کا استقبال کرتے رہیں تو کئی وجوہ سے ہم انتشار کا شکار ہونگے۔

الف۔ مدعیین کے پیروکار گروہوں میں بٹ کر

ب۔ عقائد کے اختلاف و انتشار سے

ج۔ ایک دوسرے کو کافر و مومن قرار دے کر

د۔ اپنے اپنے نبی و ملہم کے ارشادات، احکامات، موعومہ کتابیں،

اس کے علاقہ جات اور اس سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو مرجع و

قبلہ مان کر اور تقدیس کا درجہ دے کر

ہ۔ ایک نبی کی امت اور دوسرے نبی کی امت میں جنگ و جدال سے

و۔ مدعیان نبوت و الہام کی کثرت اور ان کے دعووں و احکامات کے

نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کو دیکھ کر نئی نسل دین، دین کی

ضرورت، نبی کا مقام و مرتبہ اور روحانی زندگی سے متنفر ہو جائیگی۔

اس تنفر کا سبب بن کر ہم بھی انتشار کا بری طرح شکار ہوں گے۔

لہذا ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنی زندگی کا جزو بنانا اتحاد و اتفاق یعنی

رحمت کی علامت اور اس سے گریز انتشار یعنی رحمت سے دوری ہے۔

6- حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کا مبعوث ہونا اللہ کا فضل ہے۔^(۱)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا (اللہ نے مومنین پر

فضل کیا کہ ان میں ایک رسول ﷺ مبعوث کیا) ساتھ ہی باری تعالیٰ نے

اپنے اس فضل کا تاقیامت رہنا آیت خاتم النبیین سے خاص کر دیا ہے۔

اب اگر ہم نئے آنے والوں کی پذیرائی کریں اور انہیں رہبر و رہنما قرار دے کر محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی سے نکل جائیں تو دوسرے لفظوں میں:

الف۔ وہ اللہ کے فضل سے منہ موڑنا ہے۔

ب۔ اس فضل خداوندی کی ابدیت کو ٹھکرانا ہے۔

لہذا متحقق ہوا کہ دین اسلام پر کار بند رہنا اور اسے بھجوائے آئیہ قرآنی (سورۃ احزاب - ۴۰) تا قیامت رہنا تسلیم کر کے ہم اللہ کے ”فضل“ کی بشارت کے مستحق ہیں۔ اور دین اسلام سے بغاوت کر کے اور اسکا تا قیامت انکار کر کے اللہ کے فضل سے منہ موڑنے والے ہوں گے۔ پس نبوت محمدی ﷺ کا فضل اور اس سے انکار فضل الہی سے اعراض ہے۔

7- رسول خدا ﷺ کو قرآن نے ”رحمتہ للعالمین“ (۱) کے بے مثال و منفرد خطاب سے نوازا ہے۔ یعنی آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ احادیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت انسانوں جنوں، جمادات، حیوانات، تمام زمانوں اور تمام قوموں کو محیط ہے۔ جس طرح اللہ کے رحم اور ربوبیت کے دو درجے ہیں کہ

الف۔ تمام عالمین کے لیے تمام مخلوقات کے لیے

ب۔ صرف مسلمانوں کے لیے

بعینہہ اسی طرح رحمت للعالمین ﷺ کی شفقت و رافت کے دو درجے ہیں۔ یعنی عالمین کے لیے اور امت کے لیے۔ عالمین کے لیے اس طرح کہ آپ ﷺ کے پیش کردہ اصولوں اور نظریات کو غیر مسلم قوموں نے اپنایا۔ اور وہ فلاح پارہی ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات سے استفادہ کیا اور وہ معلم بن گئی ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے نمونہ لیا اور اپنی زندگیوں کو سنوار لیا ہے (یاد رہے یہ سب بنیادی فائدہ ہے آخرت کا فائدہ نہیں) اور مسلمانوں

۱- مکمل آیت اس طرح ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء - ۱۰۷)

کے لیے اس طرح رحمت ہے کہ:

- الف۔ وہ آپ ﷺ کی امت میں شامل ہو کر اللہ کی رحمت کے سائے تلے ہیں۔
- ب۔ آپ ﷺ کی امت میں شمولیت کی وجہ سے اللہ کی نعمتوں اور بشارتوں کے مستحق ہیں۔
- ج۔ قیامت کو شفاعت محمدی ﷺ کے مستحق ہونے کے امیدوار ہیں۔
- د۔ اتحاد و اتفاق پر قائم ہیں۔
- ہ۔ قرآن جیسی سردار عالم کتاب کے حامل ہیں۔
- و۔ مزکی سے تزکیہ پائے گئے ہیں۔
- ز۔ آخرت میں بخشش کے امیدوار ہیں۔
- ح۔ حشر کے دن متعدد سعادتوں سے نوازے جائیں گے۔
- ط۔ جنت کے وارث ہیں۔
- ی۔ آپس میں نرم دل اور دشمنوں کے لیے سخت ہیں۔
- ک۔ اللہ کی حکمتوں پر بغیر چون و چرا کے راضی ہونے کی بناء پر اللہ کی رضا کے مستحق ہیں۔
- ل۔ تمام دنیاوی سعادتوں کے تا قیامت حقدار ہیں۔ کہاں تک گنواؤں افراد امت مرحومہ لا تعداد سعادتوں کے حامل ہیں۔
- اب اگر ہم رحمت للعالمین سے رشتہ توڑ کر جدید مدعیان نبوت کے دعوؤں پر کان دھریں اور انہیں اپنا کعبہ و قبلہ تسلیم کر لیں۔ تو یہ رحمت سے دوری ہے اور دامن رحمت للعالمین ﷺ کو تھامے رکھنا دراصل نعمت و برکت کا حصول ہے۔ جس سے وہی اعراض کر سکتے ہیں جو ابدی شقاوتوں میں گرنے کے متمنی ہوں۔
- 8۔ رسول آخرت ﷺ کے وجود مسعود کے ساتھ ہی کتاب خاتم یعنی قرآن مجید، فرقان حمید کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ قرآن مجید وہ عظیم کتاب ہے۔ جس کے فضائل و محامد کو شمار کرنا بھی ناممکن و مشکل امر

ہے۔ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں چند خصائص ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ہدایت ہے۔ هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ

يُوقِنُونَ (الجاثیہ آیہ ۲۰) هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (البقرہ-۲)

(۲) نصیحت ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (التکویر-۲۷) وَلَقَدْ

يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (القمر-۲۰)

(۳) فیصلہ کن کلام ہے۔ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ

لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان-۱)

(۴) کتاب مبین ہے۔ طَسَّسَ ۝ تِلْكَ آيَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ

مُبِينٍ (النمل-۱) طَسَّسَ ۝ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ

(قصص-۱)

(۵) رحمت ہے۔ اِنَّ فِي ذَالِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرًا لِّقَوْمٍ

سُؤْمِنُونَ (العنکبوت-۵۱) اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ

(زخرف-۳۲)

(۶) شفا ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ

لِّلْمُؤْمِنِينَ (بنی اسرائیل-۸۲)

(۷) ہدایت پہ قائم رکھنے والی ہے۔ اِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي

هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل-۹)

(۸) شیطان سے محفوظ ہے۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ

خَلْفِهِ (حم السجدہ-۲۲)

اس کے علاوہ قرآن کے بے شمار فضائل و محاسن ہیں جن کا شمار کرنا

ایک دفتر طوالت کا محتاج ہے۔ ایمان لانے کو اتنے ہی کافی ہیں اب بات یہ

ہے کہ اگر ہم حضور اکرم ﷺ کو خاتم النبیین و آخر الرسل تسلیم کریں تو آپ کی

ذات مبارک کے ساتھ ہی قرآن مجید بھی لازماً ناسخ ادیان اور تاقیامت نافذ

العمل کتاب مانی جائے گی۔ نتیجتاً یہ رحمت، نصیحت، نعمت، شفاء، کتاب مبین، فیصلہ کن کلام، فرقان، ہدایت پر قائم رکھنے والی کتاب اور صحائف گزشتہ کا مہیمن (1) قیامت تک ہمارا ہادی و رہنما ہوگا اور ہم رحمۃ للعالمین ﷺ (محمد رسول اللہ) و رحمۃ للمومنین (2) (قرآن پاک) کے سائے تلے ہوں گے۔ مزید و مزید اللہ کی لازوال و بے مثال رحمتیں بھی ہمارے سروں پر سایہ فگن ہوں گی۔ اور اگر ہم عقیدہ ختم نبوت سے منہ موڑیں تو ہم دو طرح سے رحمت سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ رحمت خداوندی سے بھی محروم ہو جائیں گے۔

الف۔ قرآن سے جو رحمت ہے، نصیحت ہے، شفا ہے، ذکر ہے، کتاب مبین ہے اور ہدایت پر قائم رکھنے والا صحیفہ ہے۔

ب۔ رسول اللہ ﷺ سے جنہیں خدائے قدوس نے رحمۃ للعالمین کا لازوال و عدیم النظیر لقب عطا کر کے آپ ﷺ کی رحمت اور شفقت کو سورۃ برآة (توبہ) کی آخری سے پہلی آیات میں بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

9۔ خدائے وحدہ لا شریک نے جس طرح قرآن مجید میں اپنے رسول مقبول ﷺ کے بے مثال خصائص کا تذکرہ کیا ہے۔ جس طرح قرآن فرقان کی ابدی و سرمدی عظمت کا ذکر کیا ہے۔ بالکل اسی طرح دین محمدی ﷺ کو بھی ناسخ ادیان اور اپنا پسندیدہ دین کہا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام (بے شک دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) (3) اسلام کو

1- سورۃ مائدہ - ۴۸

2- بنی اسرائیل - ۸۲

3- آل عمران - ۱۹

مکمل دین قرار دیا ہے۔ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا) (۱) مکمل نعمت کہا ہے۔ وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا (اور میں تمہارے لیے اس دین سے راضی ہو گیا ہوں) (۲) جو کوئی اس دین کے علاوہ کوئی اور دین پیش کرے اس سے قبول نہیں کیا جائیگا۔ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (۳)

اس دین میں پورے کے پورے داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (اور اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ) (۴)

اس دین کو چھوڑنے والوں کو مرتد قرار دیا گیا ہے۔ اور اگر وہ مہرجائیں تو وہ کافر ہی مریں گے۔ وَمَنْ يَزِدْكُمْ دِينًا فِيمْتٍ وَهُوَ كُافِرٌ بِهِ (۵) اور ان کے تمام اعمال باطل ہونے کی نذارت دے دی گئی ہے۔ (۶)

اب اگر ہم اسلام سے اعراض کریں اور جدید مدعیین کی طرف رجوع کریں تو ہم ایک تو اللہ کے حکم کے نافرمان ہونگے دوسرے مرتد ہوں گے۔ تیسرے مکمل دین کو چھوڑیں گے۔ چوتھے اللہ کے پسندیدہ دین سے منحرف ہوں گے۔ پانچویں ہمارے تمام نیک اعمال باطل قرار پائیں گے۔

1- المائدہ - ۳

2- ایضاً

3- آل عمران - ۸۵

4- البقرہ - ۲۰۸

5- ایضاً - ۲۱۷

6- دیکھئے سورۃ آل عمران آیہ ۹۱-۹۰، النساء - ۱۳۷، مائدہ - ۵، البقرہ - ۲۱۷

چھٹے ہم ان عقائد کے پیروکار ہوں گے جنہیں اسلام کے مقابلے میں اللہ اور قرآن قبول نہیں کرتا۔ دوسری طرف اگر ہم عقیدہ ختم نبوت کو حرز جان بنا لیں تو ہم یقیناً نبوت والہام کے تمام جدید دعویٰ داروں کو ٹھکراتے رہیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اللہ کے پسندیدہ دین کے حامل، مکمل ترین دین کے پیروکار، اللہ کی نعمت (اور وہ بھی مکمل) کے حقدار اور خدا کے رضا شدہ دین کے وارث ہوں گے۔ لہذا نبوت محمدی ﷺ پر قیامت تک ایمان رحمت اور اس سے روگردانی رحمت کو ٹھکرانا ہے۔ اور قعر مذلت میں گرنا ہے۔

10- قرآن مجید نے مسلمانوں کو گزشتہ اقوام پر فیصلہ کن گواہ بنایا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (اور اس طرح کیا ہم نے کہ تم کو امت معتدل، تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور رسول ﷺ تم پر گواہی دینے والا) (1) اس آیت مبارکہ پر گفتگو کرتے ہوئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

”ایسے ہی ہم نے تم کو تمام امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تمام امتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادت قرار دیئے جاؤ اور محمد ﷺ تمہاری عدالت و صداقت کی گواہی دیں“ (2)

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب تفسیر ”بیان القرآن“ میں اسی آیت مبارکہ کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تاکہ دنیا میں شرف و اعتدال حاصل ہونے کے علاوہ

1- البقرہ- ۱۴۳

2- تفسیری حاشیہ قرآن عثمانی، ص ۲۷

آخرت میں بھی تمہارا بڑا شرف ظاہر ہو کہ تم ایک بڑے مقدمہ میں جس میں ایک فریق انبیاء ہوں گے اور فریق ثانی ان کی مخالف قومیں ہوں گی۔ اور ان مخالف لوگوں کے مقابلہ میں (تم) گواہ تجویز ہو۔ اور شرف بالائے شرف یہ ہے کہ تمہارے قابل شہادت اور معتبر ہونے کے لیے رسول اللہ ﷺ گواہ ہوں اور اس شہادت سے تمہاری شہادت معتبر ہونے کی تصدیق ہو۔ اور پھر تمہاری شہادت سے اس مقدمہ کا حضرات انبیاء کے حق میں فیصلہ ہو اور مخالفین مجرم قرار پا کر سزا یاب ہوں۔^(۱)

اس آئیہ کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام امتوں پر گواہ ہونے کے ناتے مسلمان متعدد اشرف و اعزاز کے حامل ہیں مثلاً الف۔ گزشتہ نبیوں اور پیغمبروں کی محبت۔ اس لیے کہ مدعی گواہ سے محبت کرتا ہے۔ مسلمان چونکہ پیغمبروں کے حق میں گواہی دیں گے لہذا پیغمبروں کی مسلمانوں سے محبت ضروری ہے۔ یہ وہ شرف ہے جو اور کسی قوم کو حاصل نہیں ہے۔ ب۔ مسلمانوں کی گواہی کی خاتم النبیین ورحمة للعالمین ﷺ سے تصدیق۔ جو دراصل مسلمانوں کے سچے ہونیکے شہادت ہے۔

ج۔ اللہ کے ہاں مسلمانوں کے عادل، متقی، دیانتدار اور صادق القول ہونے کا ثبوت۔

د۔ پیغمبران سابقہ کی شکرگزاری کے حامل۔ اس لیے کہ گواہ کا مدعی ہمیشہ شکر گزار ہوتا ہے۔

ہ۔ اللہ کی نگاہ میں امت محمدی ﷺ کی قدر و منزلت، کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے مقدمے میں ”فیصلہ کن گواہی“ کے لیے اس امت کو چنا ہے۔

۱۔ بیان القرآن جلد اول مطبوعہ شیخ غلام علی لاہور، ص ۷۹

ورنہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی گواہی ہی کافی تھی۔

لیکن اس شرف شہادت کے حقدار ہم اس وقت ہو سکتے ہیں جب ہم تمام امتوں اور سب پیغمبروں سے آخر میں ہوں۔ اگر ہمارے بعد اور امتوں، نبیوں اور ملہموں کا آنا مانا جائے تو ہمارے لیے یہ نہ صرف شرف گواہی سے محرومی ہے بلکہ آیت قرآنی کا بھی انکار ہے۔ پیغمبروں کی محبت اور ان کی شکرگزاری سے روگردانی ہے اور اللہ کے عطا کیے گئے شرف شہادت سے منہ موڑنا ہے۔ جو کہ اللہ نے مسلمانوں کو اپنی خاص رحمت، برکت، فضل اور عطا کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ختم نبوت پر ایمان رحمت و شرف کا حصول ہے اور اس کا انکار کفر اور خسران و طغیان ہے۔

تلک عشرة الکاملۃ۔ یہ دس دلیلیں ہیں جو اس بات پر شاہد ہیں کہ ختم نبوت محمدی ﷺ رحمت ہے۔ اور اس سے اعراض کفر و ضلالت ہے۔ اب بھی اگر کوئی اس قرآنی نظریہ کو نہ مانے رسول مقبول ﷺ کی تشریحات و توضیحات کا منکر ہو۔ اجماع امت کا مخالف ہو۔ تو یہ اس کی ضد بازی تو ہو سکتی ہے۔ عقلمندی نہیں۔ اور ضد بازی کو قرآن نے لعنت قرار دیا ہے۔ (دیکھئے سورۃ اعراف۔ ۱۰۰، سورۃ محمد۔ ۱۳)

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ عز و جل ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت کے تا قیامت رہنے (ختم نبوت) عقیدہ پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سے روگردانی کرنے سے بچائے۔ مزید براں: ضد بازی جیسی لعنت سے بچائے۔ تاکہ ہم قرآنی تعلیمات کو ان کی حقیقت کے ساتھ سمجھ سکیں اور ہدایت یافتہ ہوں۔

آمین ثم آمین، برحمتک یا ارحم الراحمین ۰



انسانی حقوق سیرت طیبہ کی روشنی میں ☆

خلاق عالم نے انسان کی تخلیق حقیقی سے پہلے اس کی حاجتوں اور ضرورتوں کا خیال کرتے ہوئے کائنات اور اسکی نعمتیں پیدا کیں۔ تخلیق اور ہبوط الی ارض (زمین پر اتارا جانا) کے بعد جہاں خدائے بزرگ و برتر نے انسان کی روحانی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی رہنمائی و ہدایت کو انبیاء و صحائف کی تبعیث و تنزیل کا سلسلہ جاری کیا۔ وہاں انسان کی دنیاوی و جسمانی خواہشوں اور ضرورتوں کو سامنے رکھ کر اس کی تمام بنیادی ضرورتوں کی فراہمی اپنے اوپر واجب کر لی مثلاً پانی، ہوا، رزق، زندگی، موت وغیرہ! مزید برآں خدا تعالیٰ نے انسانی ضرورتوں کی فراہمی کو زمین و آسمان کے درمیان مقید کر دیا۔ اسے انسانوں کے لیے عام کر کے انسانی حقوق کی

☆ یہ مقالہ وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور حکومت پاکستان اسلام آباد کے زیر اہتمام سالانہ مقابلہ برائے تحقیقی مضمون نویسی سال ۱۹۹۱ء کے لیے لکھا گیا۔ جسے وفاقی علاقہ اسلام آباد اور دوسرے ملحقہ علاقوں سے دوم انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔ چنانچہ صدر پاکستان جناب غلام اسحاق خان نے سیرت کانفرنس ۱۹۹۱ء میں راقم کو -/1500 روپے نقد انعام اور تعریفی سند سے نوازا۔ (سند کی فوٹوکاپی مقالہ کے آخر میں لف ہے)

مطبوعہ

ماہنامہ ”نور اسلام“ لاہور، ماہنامہ ”حکمت قرآن“ لاہور، ماہنامہ ”السعد“ ملتان

تاکید و اہمیت کو واضح و عام کر دیا۔ چنانچہ فرما دیا۔ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي
الْأَرْضِ جَمِيعًا (بقرہ-۲۹) زمین میں جو کچھ ہے وہ خدا نے تمہارے
(یعنی انسانوں کے) لیے پیدا کیا ہے۔“

انبیاء کرام اپنے اپنے وقت پر ایک ایک کر کے آتے رہے۔^(۱) اور
انسانی حقوق متعین کرتے رہے۔ پانچاں مذاہب نے بھی انسانی حقوق متعین
کیے مصلحین بھی انسانی حقوق کے تعین میں کوشاں رہے۔ مگر یہ ایک حقیقت
ہے کہ ہر دور میں انسانی حقوق کی ہی پامالی ہوئی۔ انسان کو اس کے بنیادی
حقوق سے محروم کیا گیا اور اس پر صرف فرائض عائد کر کے اس کے انسان
ہونے کا مذاق اڑایا گیا۔ اور اس کے حقوق کی دھجیاں اڑائی گئیں۔

حضور سرور ہر عالم حضرت محمد ﷺ جب مبعوث ہوئے تو عربوں میں
بطور خاص اور غیر عربوں میں بطور عام انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور
استحصال عام تھا۔ مثلاً باہمی حقوق مفقود تھے ازدواجی زندگی میں میاں بیوی
کے درمیان حقوق و فرائض کا تصور معدوم تھا۔ معاشرے میں مختلف طبقات
کے حقوق کی کوئی پروا نہیں کرتا تھا۔ زور آور ہر احتساب سے آزاد تھا اور
کمزور ہر فریاد سے محروم اور فرائض کے بوجھ تلے کراہ رہا تھا۔ طبقہ اناٹ
مظلومیت کا شکار تھا۔ غلامی اور انسانی خرید و فروخت عام تھی۔ رعایا کی کوئی
قابل احترام حیثیت نہ تھی اور اس کے کوئی حقوق بھی متعین نہ تھے۔ جو زبردست
ہوتا تھا وہ حاکم بن جایا کرتا تھا۔ بچے محرومی کا شکار تھے اور لڑکیاں شرم و عار کا
باعث ہونے کے سبب پیدا ہناتے ہی حوالہ موت کر دی جاتی تھیں۔ ماں
باپ، اقربا، پڑوسی، مہمان، استاد، شاگرد، امیر، غریب، مزدور، آجر،

۱- وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر-۲۴) اور کوئی امت ایسی نہیں کہ جس میں کوئی

ڈرانے والا نہ بھیجا گیا ہو۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد-۷) اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی (ہوا) ہے۔

دوست، دشمن سب حقوق سے نا آشنا تھے۔ غرضیکہ انسانیت کی تذلیل اور حقوق انسانی کی ناقدری و عدم ادائیگی ہر سطح پر عام تھی۔⁽¹⁾

رسول اللہ ﷺ سے ما قبل مذاہب کی تعلیمات میں بھی انسانی حقوق کی کوئی متعین شکل نہ تھی۔ احکامات ایسے مبہم اور مغلق تھے کہ کچھ بھی سمجھ میں نہ آتا تھا۔⁽²⁾ مگر آپ ﷺ نے معاملہ کی نزاکت و اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ان کی تعین ایسے تفصیلی، عام فہم اور مدبرانہ انداز میں کی۔ کہ دوسروں کی تعلیمات اسلامی نقطہ نظر کے سامنے ہیچ نظر آنے لگیں۔ آپ ﷺ نے تین طریقوں سے حقوق انسانی کی تعلیم دی۔

اول: تعلیمات قرآنی کی تبلیغ و تشہیر کر کے، جس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔

دوم: اپنے اقوال ارشادات اور تقریری عمل⁽³⁾ سے لوگوں کو پابند کر کے۔

سوم: آپ کے اپنے پیش کردہ طرز زندگی اور معمولات روز و شب میں حقوق انسانی کی نگہداشت اور آپ ﷺ کا طرز عمل بھی

-
- 1- تفصیل کے لیے دیکھئے اصلاحات کبریٰ از ابو القاسم رفیق دلاوری، سیرت رسول عربی ﷺ از مولانا نور بخش توکلی، سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی جلد اول، ششم، اسلام کے کارہائے نمایاں از پروفیسر غلام رسول چوہدری، تصورات عرب از عبید اللہ قدوسی، سیرت سرور عالم ﷺ از مولانا مودودی جلد اول
 - 2- دیکھئے پرانا اور نیا عہد نامہ مختلف احکام جو ایک دوسرے سے متضاد بھی ہیں اور مبہم بھی، مزید دیکھئے اظہار الحق از مولانا رحمت اللہ کیرانوی (تینوں جلدیں)
 - 3- آپ کا ایسا عمل کہ آپ کوئی کام ہوتا ہوا دیکھتے مگر اس پر ناراضی، ممانعت یا حوصلہ افزائی نہ فرماتے۔ بلکہ سکوت فرماتے۔ آپ کے سکوت کو ایک طرح کی رضامندی شمار کیا جاتا ہے۔ اور آپ کے اس طرز عمل کو تقریری کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی باندی بریرہ کو اسکے خاوند کے ہاں بھیجنے کی تلقین کرتے وقت یہی انداز اپنایا تھا۔

امت کے لیے نمونہ ہدایت رہا اور رہے گا۔ جس کی پیروی کا حکم بھی قرآن میں دے دیا گیا تھا۔ یعنی لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب۔ ۲۱) تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں (پیروی کرنے کو) عمدہ نمونہ ہے۔“

آپ ﷺ نے تڑپتی، سسکتی، محروم، مقہور، مجبور اور استحصال زدہ انسانیت کو وہ سہارا دیا۔ کہ قیامت تک تاریخ سے یاد رکھے گی چنانچہ انسانیت دوستی کا سب سے پہلا عملی ثبوت آپ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے پیش کیا اور احکامات ارشادات، تعلیمات، اور وصایا^(۱) کے ذریعے اپنی امت کو حقوق انسانی کی بجا آوری کا پابند کر دیا نہ صرف انسانوں کو ان کے حقوق سے بہرہ ور کیا۔ بلکہ جانوروں تک کو بھی ان کے حقوق سے نوازا۔ اور ان کے حقوق کے سلسلے میں حکیمانہ ارشادات سنائے۔

کیونکہ تمام انسان مل کر رہتے ہیں۔ یہ اجتماعی بود و باش معاشرتی ماحول پیدا کرتی ہے۔ اس سے پہلے کہ انسانوں کے مختلف طبقات کے حقوق کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات پیش کی جائیں۔ موزوں ہوگا۔ اگر معاشرتی اصول مختصراً پیش کر دیئے جائیں تاکہ انسانی حقوق کو سمجھنے سمجھانے کے لیے راہ ہموار ہو سکے چنانچہ اس سلسلہ کی تعلیمات درج ذیل ہیں۔

1- احکامات سے مراد وہ احکام ہیں۔ جو آپ نے حکم کے انداز میں امت کے لیے ارشاد فرمائے اور جن پر عمل فرض اور جن کا انکار کفر ہے۔ ارشادات آپ کے وہ اقوال وغیرہ ہیں۔ جن میں آپ نے حقوق کے بارے میں ترجیحات، ترغیبات اور اجر و کرامت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ ان پر عمل مخاطب کی اپنی سہولت و مرضی پر چھوڑ دیا ہے کوئی عمل کرے تو ثواب کا حقدار اور نہ کر سکے تو کوئی عذاب نہیں۔ وصایا سے مراد وہ احکامات و ارشادات ہیں جو خطبہ حجتہ الوداع سے لے کر وصال تک ارشاد ہوئے

۱۔ تمام انسان برابر ہیں:

قرآن کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ لَكُمْ دِينٌ وَاحِدٌ... إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات - ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ”بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے ہاں! عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے (بحوالہ مسند احمد) (۱)

۲۔ تمام مسلمان (مومن) بھائی بھائی ہیں:

ارشاد الہی ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات - ۱۰) (ترجمہ: بے شک! تمام مومن بھائی بھائی ہیں) وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً (المؤمنون - ۵۲) (ترجمہ: اور تم سب ایک ہی جماعت ہو) رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے ”ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں“ (مستدرک حاکم، طبری، ابن اسحاق) دوبارہ ارشاد نبوی ﷺ ہوا۔

۱- پروفیسر چوہدری غلام رسول صاحب نے ”اسلام کے کارہائے نمایاں“ ص ۲۳۰ پر مسند احمد کے حوالے سے ”سرخ اور سیاہ“ کا ذکر کیا ہے مگر ”انسان کامل“ کے مؤلف پروفیسر خالد علوی نے ”سفید اور سیاہ“ بحوالہ مسند احمد جلد پنجم لکھا ہے مولانا شبلی نعمانی نے سیرت النبی جلد دوم، ص ۱۳۵ پر مسند احمد کے حوالے سے ہی سرخ اور سیاہ کا ذکر کیا ہے کئی سیرت نگاروں نے سرخ و سیاہ و سفید کا ذکر ہی نہیں کیا۔ مثلاً محمد حسین بیگل نے اپنی سیرۃ الرسول ﷺ میں یا محمد رضا مصری نے اپنی سیرت الرسول ﷺ میں۔

”لے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔“ (بحوالہ بخاری)

۳۔ آپس میں اتحاد و اتفاق:

اعلان الہی ہے **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا** (آل عمران - ۱۰۴) (ترجمہ: سب کے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔) پھر ارشاد ہوا ”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے (آپس میں) تفرقہ کیا اور اختلاف کیا۔“ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک عمارت کا ایک جزو دوسرے جزو کو قوت دیتا ہے۔“ پھر اپنی انگلیوں کو (آپس میں) ملا کر اپنے ارشاد کی تائید میں مثال بتائی۔ ایک اور حدیث میں ہے ”تو مومنوں کو ایک دوسرے سے رحم، محبت اور مہربانی میں ایسا دیکھے گا۔ جیسا کہ بدن میں ایک عضو بیمار ہو جائے تو تمام اعضا بخار اور بیماری میں اس کے شریک ہو جاتے ہیں۔ (بخاری)

۴۔ آپس میں ضرورت مندوں کی امداد و تعاون:

قرآن مجید میں فرمایا گیا: **وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ** (المائدہ - ۲) (ترجمہ: اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو)

آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سائل آیا۔ آپ ﷺ اسکی طرف متوجہ ہوئے (پھر صحابہؓ کی طرف توجہ کی) اور فرمانے لگے ”اس شخص کی مجھ سے سفارش کرو تم کو ثواب ہوگا۔ (بخاری)

آپس میں مسلمانوں کی امداد و تعاون کو آپ ﷺ نے بار بار قومی و عملی دونوں طریقوں سے سراہا ہے۔

۵۔ آپس میں عدل و انصاف:

ارشاد خداوندی ہے **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ** (النحل۔ ۹۰) (ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں عدل کا حکم دیتا ہے۔) پھر ارشاد ہوا: **اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى** (المائدہ۔ ۸) (ترجمہ: عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔) پھر ارشاد ہوا ترجمہ: ”اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کو کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس (بات) پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف کے رستے سے ہٹ جاؤ۔“ (ایضاً) پھر ارشاد ہوا ”(صرف اسے ہی قتل کرو جو) انصاف کے (حصول میں) ضروری ہو۔ (بنی اسرائیل۔ ۳۳)

۶۔ جان و مال اور آبرو کی حرمت:

فرمان خداوندی ہے ”اور اپنے درمیان (کسی جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر یہ کہ انصاف چاہو) (بنی اسرائیل۔ ۳۳) رسول اللہ ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد ہے ”تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ویسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسے کہ آج کے دن (یوم الحج) کی حرمت ہے“ (البخاری)

۷۔ مذہبی آزادی:

فرمان الہی ہے۔ **لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ** ۵ **قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ** (البقرہ۔ ۲۵۶) (ترجمہ: دین کے سلسلے میں (کسی پر) کوئی جبر نہیں ہے۔ ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔)

۸۔ ملکیت میں اشتراک:

ارشاد خداوندی ہے **وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ** (البقرہ۔ ۳)

(ترجمہ: اور جو ہم نے ان (متقین) کو (رزق) دیا ہے اس میں سے (دوسروں کے لیے بھی) خرچ کرتے ہیں)۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے ترجمہ: اور ان کے مالوں میں سوالی اور مانگنے والے محتاج کا حق ہے۔ (الذاریات - ۱۹)

۹۔ کسی کو غلام نہ بنایا جائے:

حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے: ”وہ لوگ بہت برے ہیں جو آدمیوں کی (غلام بنا کر خریدو) فروخت کرتے ہیں“ (بخاری)

۱۰۔ آپس کی ذمہ داری:

حضور صاحب لولاک ﷺ کا ارشاد ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (بخاری) ”تم میں سے ہر ایک نگران اور ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں باز پرس ہوگی۔“

۱۱۔ تکریم انسانیت:

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (بنی اسرائیل) اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی (تکریم و عزت) دی ہے۔“ پھر فرمایا: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات) بے شک اللہ کے ہاں عزت والا وہ ہے جو متقی ہے۔

۱۲۔ ممانعت کینہ پروری:

ارشاد رسالت ﷺ ہے لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا الخ (بخاری) ترجمہ: آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو۔ نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو۔ اور سب مل کر خدا کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔“

۱۳۔ آپس میں حق رحم:

سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے: من لا یرحم لا یرحم (بخاری) (ترجمہ: جو انسانوں پر) رحم نہیں کرتا۔ اس پر بھی (خدا کی طرف سے) رحم نہیں کیا جاتا یا یہ کہ انسان بھی اس پر رحم نہیں کرتے۔) مستدرک حاکم میں ارشاد نقل ہوا ہے کہ ”تم زمین والوں (عموماً کل مخلوقات خصوصاً انسانوں) پر رحم کرو۔ تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔“

۱۴۔ آپس میں حسن اخلاق کا حق:

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے ”اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔“ (جامع ترمذی)

۱۵۔ دوسروں کے لیے اپنی پسند کے معیار پر انتخاب کی پابندی:

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے پانچ باتیں گنائیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ واحب للناس ماتحب لنفسک (بخاری جزو دوم) یعنی تم لوگوں کے لیے وہی کچھ چاہو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔“ (۱)

۱۶۔ حق صلح و سازگاری:

ارشادِ خداوندی ہے: فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (انفال۔ ۱) (ترجمہ: پس خدا سے ڈرو اور اپنے باہمی معاملہ کی اصلاح کرو) وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا (حجرات۔ ۱) (ترجمہ: اگر مسلمان کے دو فرقے آپس میں لڑ پڑیں۔ تو ان میں صلح کرا دو۔)

۱۔ تورات اور انجیل میں یہی تعلیم ان الفاظ میں آئی ہے ”تم اپنے پڑوسی (ساتھی) کو ایسا چاہو جیسا کہ تم اپنے آپ کو چاہتے ہو“ بحوالہ سیرت النبیؐ از سید سلیمان ندوی جلد ششم ص ۲۹۹

اور اگر ایک (فرقہ) دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرے اس سے لڑو۔ حتیٰ کہ وہ حکم خداوندی کی طرف رجوع کرے اور جب وہ رجوع کرے تو فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کو ملحوظ رکھو۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (پھر فرمایا ہے ”مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

۷۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

قرآن میں ارشاد ہوا ہے **وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ..... وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران -)** (ترجمہ: تم میں سے ایک گروہ ایسا ضرور ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیک کام کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کو کہے اور برے کاموں سے منع کرے) ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے **مَدْعُو خَيْرِ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ..... وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران -)** (ترجمہ: اے مسلمانو! تم ان سب امتوں میں سے بہترین ہو جو لوگوں کی رہنمائی کے لیے پیدا ہوئیں تم لوگوں کو اچھے کام کرنے کے لیے کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو) حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”تم میں سے جو کوئی بری (نامشروع) بات دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹادے اور ہاتھ سے نہ مٹا سکے تو زبان سے مٹادے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں برا جانے یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔“ (صحیح مسلم)

۱۸۔ آپس میں حق گواہی:

قرآن میں ارشاد ہوا ہے (ترجمہ اے لوگو! گواہی کو نہ چھپاؤ جو اس کو چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے۔“ (البقرہ۔ ع ۳۹) ایک اور جگہ ارشاد

ہوا۔ (ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے رہو) (النساء - ع ۲۰) پھر ارشاد ہوا (ترجمہ: اور خدا کے خاص بندے وہ ہیں) جو جھوٹی گواہی نہ دیں۔ (الفرقان - ع ۶۴) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی گواہی مقبول نہیں، اور اس کی جس پر حد لگائی گئی ہو اور نہ اسکی جو اپنے بھائی سے کینہ رکھتا ہو اور نہ اس شخص کی جو ولاء اور قرابت میں متہم ہو۔ اور نہ اس شخص کی اپنے خاندان کے متعلق گواہی مقبول ہے جس کا خرچ اس خاندان پر منحصر ہے۔“ (۱)

۱۹۔ پابندی عہد کا حق:

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ (بنی اسرائیل - ع ۳۳) (ترجمہ: عہد کو پورا کیا کرو) حضور ﷺ کا ارشاد ہے لَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (مشکوٰۃ) (ترجمہ: جس میں عہد نہیں اس میں ایمان نہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبل از نبوت ایک کاروباری عہد کی پابندی میں تین دن تک کھڑا رہنا بھی منقول ہوا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر پابندی عہد کی کئی مثالیں سامنے آتی ہیں۔

۲۰۔ آپس کے رازوں کی حفاظت کی پابندی:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ ”دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرو۔ اللہ تعالیٰ (جو ستار ہے) تمہارے عیوب پر پردہ ڈالے گا۔“

۱۔ کیونکہ گواہ میں تمام کے تمام عیوب ایسے ہیں۔ جو حقوق انسانی کے استحصال اور ضرر پر محیط ہیں۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے ایسے شخص کو ”شرف گواہی“ سے محروم کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ نور میں بھی ایسے افراد کا تذکرہ موجود ہے جو حقوق انسانی میں رخنہ ڈالنے کے سبب تا ابد گواہی کے حق سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

(بخاری) پھر فرمایا۔ ”مجلسوں میں جو باتیں کی جائیں وہ امانت ہیں۔“ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”سب سے بدترین خائن وہ ہے جو رات کو اپنی بیوی (یا بیوی خاوند) کے پاس لیٹے اور دن میں اس کا تذکرہ کرے۔“

۲۱۔ تکفیر بازی سے اجتناب:

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء۔ ۹۴) (ترجمہ: اور جو شخص تم پر سلام کا اظہار کرے تم اس سے یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو کفر ان دونوں میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے۔“

۲۲۔ آپس میں جھگڑے کی ممانعت:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (انفال۔ ۴۶) (ترجمہ: اور آپس میں جھگڑانہ کرو (اگر ایسا ہوگا تو تم) ہمت ہار جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی) (یعنی رعب ختم ہو جائیگا) رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ”اختلاف (جھگڑا بازی) سے بچو کہ پہلی اقوام اختلاف ہی کی وجہ سے تباہ ہوئی تھیں۔“ (بخاری)

۲۳۔ غیبت کی ممانعت:

ارشاد الہی ہے ترجمہ: اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے۔ تو یقیناً تم اسے برا سمجھتے ہو“ (الحجرات۔ ۱۲) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے“ اور ”جس نے غیبت سنی گویا اس نے (خود) غیبت کی۔“

۲۴۔ آپس میں خیر خواہی:

خدا تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا (حشر ۱۰) (ترجمہ: اے خدا! ہمارے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ نہ رہنے دے۔) نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے مدد چھوڑے اور نہ اسکی تحقیر کرے۔“ (صحیح مسلم) پھر فرمایا ”وہ (مسلمان) نہ تو اس (دوسرے مسلمان) پر ظلم کرے نہ اس کو اس کے دشمن کے حوالہ کرے۔“ (سنن ابی داؤد) پھر ارشاد ہوا ”مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“ (بخاری) مزید فرمایا گیا ”اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔“ (سنن ابی داؤد) پھر ارشاد ہوا ”مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کرنا کفر ہے“ (بخاری) پھر ارشاد رسالت ہوا ”حسد سے بچو کہ یہ نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے سوکھی لکڑی کو آگ“ (ابوداؤد) ایک اور موقع پر فرمایا ”اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم“ (بخاری) ایک اور مقام پر فرمایا ”ظالم ہونے کی صورت میں اسے ظلم سے روکو یہ اسکی مدد ہوگی“

۲۵۔ مجموعی حقوق:

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”ہر مسلمان پر اس کے مسلمان بھائی کے پانچ حق ہیں۔ اول سلام کا جواب دینا، دوم اس کے چھینکنے پر ”یرحمک اللہ“ کہنا، سوم اس کی دعوت کو قبول کرنا، چہارم بیمار ہو تو عیادت کو جانا، پنجم مر جائے تو جنازہ کے ساتھ چلنا۔ (سنن ابی داؤد) بخاری نے اس پر دو کا اضافہ کیا ہے یعنی ”امداد مظلوم اور ایفائے عہد“

مختصراً یہ پچیس حقوق باہمی طور پر مسلمان رعایا کے آپس کے حقوق

ہیں۔ جو انفرادی طور پر فرد پر لازم ہیں۔ اور سرکارِ دو عالم نے قرآنی تعلیمات اور اپنے اسوہ حسنہ کے ذریعہ ان کی پابندی کو ضروری قرار دیا ہے۔ تاکہ مسلم معاشرہ امن و سکون، بھائی چارہ، ہمدردی، راست بازی اور تقویٰ کی آماجگاہ بنا رہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضور سرورِ دو عالم ﷺ تک جتنے بھی انبیاء و رسل آئے وہ مکمل طور پر بشری حالت میں آئے۔ اگرچہ ان کی ہمارے ساتھ بشریت میں کوئی نسبت ہی ممکن نہیں۔ مگر پھر بھی یہ سنت الہیہ رہی ہے کہ انسانوں کی طرف انہی میں سے ایک انسان کو رسول بنایا گیا یا نبی مقرر کیا گیا۔⁽¹⁾ اس لیے انسانوں کے حقوق کا تذکرہ کرتے وقت بہتر ہے کہ سب سے پہلے انبیاء کے حقوق پر ایک نظر ڈالی جائے کہ حفظ مراتب کے اعتبار سے انبیاء کا مقام عموماً انسانوں میں سب سے بلند اور حضور ﷺ کا مقام بالخصوص ”بعد از خدا“ ہے۔ تو آئیے ذرا نبی و رسول علیہ السلام (ﷺ) کے

1- خدا تعالیٰ کے کلام میں اس موضوع پر تفصیل و تشریح موجود ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے:

i- لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا (آل عمران- ۱۶۳)

ترجمہ: مومنوں پر اللہ کا فضل ہے کہ (اس نے) انہی میں سے ایک رسول ﷺ

مبعوث کیا۔

ii- وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاذْبُوا... مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَا كَلِّ

مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ (المومنون ۳۳-۳۳)

ترجمہ: (منکرین حضرت ہوڈ نے کہا) یہ شخص کچھ بھی نہیں ہے بس ایک بشر ہے تم

ہی جیسا، جو کچھ تم کھاتے ہو وہی یہ کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو وہی یہ پیتا ہے

iii- وَمَا أَرْسَلْنَا... قَبْلَكَ إِلَّا رَجَالًا (الانبیاء- ۷) اے نبی ﷺ! ہم نے تم

سے پہلے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

iv- اے نبی ﷺ! تم سے پہلے جو بھی پیغمبر بھیجے تھے۔ وہ سب انسان ہی تھے۔

(سورۃ یوسف- ۱۰۹)

حقوق پر ایک نگاہ ڈالیں۔

اطاعت و تسلیمات:

- ۱۔ فرمان خداوندی ہے: (ترجمہ) اے رسول اللہ ﷺ! آپ یہ فرمادیں کہ اللہ اور (اس کے) رسول ﷺ کی اطاعت کیا کرو پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔ (آل عمران - ع - ۴)
- ۲۔ فرمایا رب کریم نے: (ترجمہ) جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ (النساء - ع - ۱۱)
- ۳۔ ارشاد الہی ہے: (ترجمہ) اے مسلمانو! جو چیز تم کو پیغمبر ﷺ دے دیا کریں لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو منع کریں اس سے رک جایا کرو (الحشر - ع - ۱)
- ۴۔ حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے ”جس نے میری اطاعت کی تو گویا اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میرے نافرمانی کی تو گویا اس نے خدا کی نافرمانی کی۔“ (بحوالہ کتاب الشفا از قاضی عیاض)

بیعت:

- ۱۔ فرمان قرآن ہے: (ترجمہ) بیشک وہ لوگ جو (صلح حدیبیہ کے وقت) آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ (الفتح - ع - ۱)
- ۲۔ اعلان قرآن ہے: (ترجمہ) بے شک! اللہ ان مسلمانوں سے خوش ہو گیا ہے جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو اخلاص تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا۔ (الفتح - ع - ۳)

عدم مخالفت:

۱۔ کلام ربانی یوں وارد ہوا ہے: (ترجمہ) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں۔ (المجادلہ۔ ع ۳۷)

آداب:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (ترجمہ) اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے کہ تم آپس میں (بات) کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔ (الحجرات۔ ع ۱۱)^(۱)

اتباع سنت:

۱۔ ارشاد الہی ہے: (ترجمہ) اے نبی ﷺ! آپ لوگوں سے فرمادیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ (آل عمران۔ ع ۳۱)

۲۔ پھر ارشاد ہوا: (ترجمہ) تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب ع ۲)

احترام ازواج مطہرات:

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا: (ترجمہ) نبی ﷺ مومنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کی بیبیاں (مومنین)

۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے ”نشر الطیب فی ذکر نبی الحبیب ﷺ“ میں حضور ﷺ کی ایک حدیث بیان فرمائی ہے (جس کا خلاصہ یوں ہے) کہ ”میری قبر پر آؤ تو مجھے ایسے مخاطب نہ کرنا جیسے تم اپنے مردوں کو پکارتے ہو۔ بلکہ پورا ”ادب“ زندہ کی حیثیت سے ہی کرنا۔ (صفحات ۲۸۹-۲۸۸)

- کی مائیں ہیں۔“ (الاحزاب ع۔ ۱)
- ۲۔ قرآن میں ایک اور مقام پر آیا: (ترجمہ) اے مسلمانو! پیغمبر ﷺ کے گھر (بلا اجازت) نہ جایا کرو مگر جب تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے (بلا یا جائے)..... (اور وہ بھی) عین وقت پر اور جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو۔ (الاحزاب ع۔ ۷)

ایذا دہی سے بچنا:

- ۱۔ قرآن میں آیا ہے: (ترجمہ) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو کسی طرح کی تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت دونوں میں خدا کی لعنت ہے۔ (الاحزاب ع۔ ۷)
- ۲۔ حکم ربانی یوں وارد ہوا: (ترجمہ) اے مسلمانو! ان لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے موسیٰؑ کو ایذا دی تھی (الزام تراشی کر کے) (الاحزاب ع۔ ۹)

ممانعت استہزا:

- ۱۔ حکم الہی بدیں الفاظ آیا: (ترجمہ) آپ ان (منافقین) کو فرما دیں کہ اچھا تم استہزا کیے جاؤ۔ (التوبہ۔ ع۔ ۸) سورۃ البقرہ میں بھی منافقین کا مومنوں کے ساتھ استہزا آمیز رویہ کا ذکر کیا گیا ہے مومنوں میں پیغمبر علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ (آیات ۸ تا ۲۰)

حمایت و نصرت:

- ۱۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: (ترجمہ) مدینے کے رہنے والوں اور گرد و پیش کے دیہاتیوں کو یہ زیبا نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں (التوبہ۔ ع۔ ۱۵)
- ۲۔ کتاب الہی میں آیا ہے: (ترجمہ) پس جو لوگ اس نبی ﷺ پر ایمان

لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور اتباع کرتے ہیں اس نور کی جو اس نبی کے ساتھ اتارا گیا یہی لوگ مفلحون (کامیاب) ہیں
(الاعراف - ع ۱۹)

درود و سلام:

۱۔ فرمان قرآن ہے: (ترجمہ) اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں تو اے مسلمانو! تم بھی پیغمبر ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہو۔
(الاحزاب - ع ۷)

۲۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”جب کوئی منومن مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں فرماتا ہے۔ دس گناہ معاف کرتا ہے اور دس درجے بلند کرتا ہے۔“ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب بحوالہ نسائی)

روضہ مبارک کی زیارت:

آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جو خانہ کعبہ کا حج کرے اور میری قبر کی زیارت نہ کرے وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔“ (ترمذی)

افراط و تفریط کی ممانعت:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”مجھے دوسرے نبیوں پر فضیلت نہ دو۔ اگرچہ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا۔ اور میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں گا۔ جس کی قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں ہی لوگوں کی شفاعت کروں گا۔ اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت مقبول ہوگی۔“ (مسلم) آپ ﷺ نے وصیت کی ”ایسا نہ ہو کہ میرے بعد میری قبر کو سجدہ گاہ بنا لو“ (ترمذی)

نسبت جھوٹ کی ممانعت:

حضور رسالت مآب ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: من كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار (ترمذی) ”اور جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ کی تہمت لگائے تو اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنانا چاہیے“

عدم تفرقہ:

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے ”اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجھا تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ان کے اجر عطا فرمائے گا۔ (النساء ع ۲۱)

تمام انبیاء پر یکساں ایمان اور ان کی کتابوں پر ایمان:

۱۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: (ترجمہ) اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اور اس کتاب کے ساتھ جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی اور ان کتابوں کے ساتھ جو پہلے نازل ہو چکی ہیں اعتقاد رکھو اور جو شخص اللہ، اسکے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز قیامت کا انکار کرے تو وہ شخص بہت بڑی گمراہی میں جا پڑا۔ (النساء ع ۲۴)

۲۔ حکم ربانی ہے: (ترجمہ) بے شک جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض انبیاء کو مانتے ہیں بعض کو نہیں..... پس یہ لوگ پکے کافر ہیں۔ اور ہم نے ایسے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (النساء ۱۵۱-۱۵۰)

اقتدا کا حق:

حکمِ ربی ہے: (ترجمہ) یہ حضرات انبیاء ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی انہی کے طریق پر چلیے۔ (انعام ع-۱) بیشک رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب ع-۲) انبیاء کے حقوق ذکر کرنے کے بعد اب اسلامی معاشرے کے مختلف افراد کے حقوق علیحدہ علیحدہ بیان کئے جاتے ہیں تاکہ اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات اور سیرت طیبہ ﷺ کا مطالعہ عنوان مضمون کے حوالہ سے مکمل ہو جائے۔

۱۔ والدین کے حقوق:

- ۱۔ نیک سلوک: وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (البقرہ-۸۳، النسا-۳۶، بنی اسرائیل-۲۳) ”اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو“
- ۲۔ شکرگزاری: أَنْ شُكْرُ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ (لقمان-۱۲) ترجمہ: ہم نے انسان کو وصیت کی کہ وہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرے۔
- ۳۔ گفتگو میں ادب و نرمی: ترجمہ: پس ان کو اُف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے ادب کے ساتھ گفتگو کرو۔ (بنی اسرائیل-۲۲)^(۱)
- ۴۔ عاجزی: اور ان دونوں (ماں اور باپ) کے آگے رحم کے ساتھ عاجزی کا بازو جھکاؤ۔ (بنی اسرائیل-۲۳)
- ۵۔ اطاعت بالمعروف: اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ سے نیکی کرنے کا تاکید حکم دیا ہے۔ (العنکبوت-۸) اور ماں باپ کی اندھی تقلید

۱۔ حضرت امام حسنؑ کا قول ہے کہ اگر ”اُف“ سے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کو تکلیف دینے کا ہوتا تو اللہ جل شانہ، اس کو بھی حرام قرار دے دیتے (التفسیر درمنثور از دیلمی بحوالہ ”حقوق العباد“)

سے منع کیا گیا ہے۔ (البقرہ۔ ۱۷)

۶۔ والدین کے لیے دعا: وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا (بنی

اسرائیل۔ ۲۳) ترجمہ: اور کہہ اے میرے رب تو ان دونوں (ماں اور

باپ پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹا ہوتے وقت پالا۔

۷۔ درجہ بندی: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”تیرے حسن سلوک کا

سب سے زیادہ مستحق تیری ماں (تین دفعہ فرمایا) ہے اور پھر تیرا باپ“

(سنن ابوداؤد) (ایک اور شخص سے فرمایا) ”تم اور تمہارا مال تمہارے

والد کی ملکیت ہے۔“ (ایضاً) پھر فرمایا: ”ماں باپ کی خدمت کا درجہ

جہاد کے برابر (یا اس سے زیادہ) ہے۔“ (مسلم) پھر فرمایا: ”جہاد پر

جانے سے پہلے والدین کی اجازت ضروری ہے۔“ (سنن ابوداؤد)

پھر فرمایا: ”ماں کی خدمت مرتبہ جہاد کے برابر ہے“ (سنن نسائی) پھر

فرمایا: ”مرحوم والدین کی خدمت یہ ہے کہ ان کے لیے دعائے مغفرت

کی جائے ان کے نامکمل وعدوں کو پورا کیا جائے۔ ان کی قرابتوں کو

قائم رکھا جائے اور ان کے دوستوں کی عزت کی جائے“ (سنن ابی

داؤد) پھر فرمایا: ”والد راضی تو اللہ راضی، والد ناراض تو اللہ ناراض“

(ترمذی)

۸۔ ماں باپ کے لیے خرچ کرنا: قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ

وَالْأَقْرَبِينَ (بقرہ۔ ۲۱۵) ترجمہ: فائدہ کی جو چیز تم خرچ کرو پس ماں

باپ اور رشتہ داروں کے لیے (خرچ کرو)۔

۹۔ محبت کی نظر سے دیکھنا: حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا فرمان ہے ”

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والی اولاد جب بھی رحمت

(محبت) کی نظر سے ماں باپ کو دیکھے تو ہر نظر کے عوض اللہ جل شانہ

اس کے لیے مقبول حج کا ثواب لکھ دیتے ہیں..... اگرچہ روزانہ سو بار

اسی طرح دیکھے۔“ (مشکوٰۃ از بہیقی)

۱۰۔ والدین کی طرف توجہ نفعی عبادت سے بہتر ہے: ایک دفعہ حضرت جرجیؓ ماں کی پکار سن کر بھی عبادت میں مشغول رہے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”والدہ کے بلانے پر جواب دینا رب کی نفعی عبادت سے بہتر ہے۔“ (بحوالہ فتح الباری شرح صحیح بخاری از امام ابن حجر عسقلانی)

۲۔ اولاد کے حقوق:

۱۔ تحفظ جان: وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِّنْ خَشْيَةِ إِسْلَاقٍ (انعام۔ ۱۵۱)
ترجمہ ”اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو نہ مار ڈالو۔“

۲۔ رضاعت و حضانت: فرمان قرآن ہے ”جو باپ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پئے تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال تک دودھ پلائیں“ (البقرہ۔ ۲۳۳)

۳۔ شفقت و محبت: حضور ﷺ امام حسنؓ کو چوم رہے تھے کہ ایک اعرابی (اقرعؓ بن حابس) نے دیکھ کر کہا ”میرے دس بچے ہیں میں نے آج تک کسی کو نہیں چوما۔“ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائیگا۔“ پھر فرمایا ”اگر اللہ تیرے دل سے شفقت نکال دے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔“ (۱)

۴۔ عدل و برابری: ایک صحابی نے اپنے لڑکوں میں سے ایک کو غلام ہبہ کر دیا۔ اور حضور ﷺ کو اس پر گواہ بنانا چاہا تو حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا ”کیا تو نے اپنے ہر لڑکے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے۔“ اس صحابی نے عرض کیا۔ ”نہیں“ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”میں تو ایسے ظالمانہ عطیہ پر گواہ نہ بنوں گا۔“ (ابوداؤد۔ کتاب البیوع)

۱۔ بالترتیب بخاری کتاب التوحید، بخاری کتاب الادب

۵۔ رزق حلال کی فراہمی: حضور اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ طلب الحلال جہاد (رزق حلال کی طلب جہاد ہے)۔ ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے صدقہ کی کھجور منہ میں ڈال لی۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے منہ میں انگلی ڈال کر تے کروادی۔ اور فرمایا۔ ”صدقہ آل محمد پر حرام ہے“ اس طرح آپ ﷺ اپنی اولاد کو حرام رزق سے بچاتے تھے۔

۶۔ اچھی تعلیم و تربیت: ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ”باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لیے اس سے بڑھ کر نہیں کہ وہ اسکی اچھی تعلیم و تربیت کرے۔“ (ترمذی، مسند امام احمد)

۷۔ اولاد کے حق میں دعا: (۱) فرمان قرآن ہے ”اور جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما۔“ (الفرقان۔ ۶)

(۲) پھر فرمایا ”اور (اے خداوند) میرے لیے میرے کاموں کو میری اولاد میں صالح بنا۔“ (سورۃ الاحقاف)

۸۔ تربیت اخلاق: حضور سرور عالمین ﷺ کا ارشاد ہے ”باپ کا اپنے بچے کو کوئی ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے۔“ (مسلم)

۹۔ عفو و درگزر کرنا: ارشاد خداوندی ہے ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں بعض تمہارے دشمن بھی ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر تم (انہیں) معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ (بھی) معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔“ (التغابن۔ ۱۴)

۱۰۔ میراث دینا: ارشاد باری ہے يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ فَلَهَا النِّصْفُ (النساء۔ ۱۱) ترجمہ: اللہ تمہاری اولاد کے متعلق تمہیں تاکید کر کے حکم دیتا ہے ایک مرد کے لیے دو حصے عورتوں کے حصہ سے۔ پھر اگر اولاد میں دو یا اس سے زیادہ عورتیں ہوں تو ان کے لیے اس کی دو تہائی

ہے اس ترکہ میں سے جو چھوڑا اور اگر اکیلی ہو تو اس کے لیے (مرد سے) نصف حصہ ہے۔“

رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جب بچہ پیدا ہو کر روئے (اور مرجائے) تو اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اسے وارث قرار دیا جائے۔“ (بشرط زندگی)

۱۱۔ نکاح: رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ”جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو

اسے اس کا اچھا نام رکھنا چاہیے۔ اور جب بالغ ہو جائے تو اسکی شادی کرنی چاہیے۔ اگر وہ بالغ ہو اور اسکی شادی نہ ہو اور اس نے گناہ کیا تو

اس کا گناہ باپ کے سر ہے۔“ (بخوالہ اسلام کے کارہائے نمایاں ص ۲۴۰)

۱۲۔ قتل بنات کی ممانعت: قتل بنات کا قیامت کے دن سختی سے حساب

ہوگا۔ جس کا ذکر یوں ہوا ہے۔ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ

(التنویر ۱-۹) ترجمہ: یاد کرو جب (قیامت میں) زندہ (دفن کی جانے

والی لڑکی سے پوچھا جائے گا) تو کس جرم میں ماری گئی ہو۔“

۱۳۔ بیٹیوں سے حسن سلوک: حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”بیٹیاں تمہاری

بہترین اولاد ہیں“ (مسند الفردوس) پھر فرمایا: کوئی شخص کوئی چیز لے کر

گھر میں داخل ہو تو پہلے وہ چیز لڑکی کو دے پھر لڑکے کو۔“

۱۴۔ اولاد کے لیے خرچ کرنا: حضرت ام سلمہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا

”کیا اپنی اولاد پر خرچ کرنے کا بھی کوئی اجر ہے“ فرمایا ”یقیناً

(ہے)“ (بخاری)

۱۵۔ عقیقہ: رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”لڑکے کی ولادت کے ساتھ

عقیقہ ہے“ (بخاری) جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو میں اس بات کو دوست

رکھتا ہوں کہ اسکی طرف سے قربانی کی جائے۔“ (ابی داؤد) (1)(2)

۱۔ لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکریا بکری۔ (ایضاً)

۲۔ اولاد کا ماں باپ پر یہ بھی ایک حق ہے کہ اگر ذکر ہو تو اس کا ختنہ کروایا جائے۔

۳۔ میاں بیوی کے مشترکہ حقوق (آپس میں):

عائلی زندگی میں ایسے حقوق جن کا فریقین کی طرف سے پورا کیا جانا ایک جیسا لازمی ہے۔ ان کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

الف۔ مساوی حیثیت: مرد عورت دونوں مساوی الحقوق ہیں چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ”میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے سے ہو۔ (آل عمران۔ ۱۹۵) پھر ارشاد ہوا ”اور جو نیک عمل کرتا ہے مرد ہو یا عورت وہ مومن ہو تو وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ (مومن۔ ۴۰)

ب۔ مادی حقوق: مادی لحاظ سے بھی عورت مرد کے مساوی ہے چنانچہ حکم الہی ہے ”مردوں کا حصہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کا حصہ ہے جو وہ کمائیں۔ (النساء۔ ۳۲)

ج۔ وراثت میں برابری: اعلان خداوندی ہے ”مردوں کے لیے اس سے ایک حصہ سچے جوان کے والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ مریں اور عورتوں کے لیے اس سے ایک حصہ ہے جو ان کے والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ مریں۔“^{۱۱} (النساء۔ ۷)

د۔ ایک دوسرے کے ترکہ میں حصہ: خاوند کا بیوی کے ترکہ میں حصہ رکھا گیا ہے اور بیوی کا خاوند کے ترکہ میں حصہ رکھا گیا ہے۔ جس سے چشم پوشی حقوق کا ضیاع ہے۔ (دیکھئے النساء۔ ۲۴)

ہ۔ لعان کا باہمی حق: خاوند بیوی پر شک کرے مگر کوئی شرعی گواہ پیش نہ کر

۱۔ ایک مستشرق نے اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کیا کہ حضور ﷺ نے (اپنی تعلیمات و عمل کے ذریعے) عورت کو مملوکیت کے درجہ سے نکال کر مالکیت کا درجہ بخشا اور اسے پہلا شرعی وارث قرار دیا۔ (بحوالہ اسلام کے کارہائے نمایاں ص ۲۳۴)

سکے تو چار دفعہ قسم کھا کر اپنی سچائی کا اظہار کرے اور جھوٹا ہونے کی صورت میں اللہ کی لعنت طلب کرے۔ اسی طرح عورت چار دفعہ قسم کھا کر اپنے پاک دامن اور خاوند کے جھوٹا ہونے کا اقرار کرے اور اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں اللہ کی لعنت مانگے۔ (تفصیل کے لیے سورۃ نور ع۔ ۱) (۱)

و۔ محبت و صلح کلی: میاں بیوی کا ایک دوسرے پر حق ہے کہ وہ محبت و صلح کلی سے رہیں۔ معمولی رنجشوں کو کینہ کی بنیاد نہ بنائیں چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (۲) (مصالحت میں بھلائی ہی بھلائی ہے) حضور سرور عالم ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ ”کوئی مسلمان شوہر اپنی مسلمان بیوی (اور بیوی خاوند سے) سے نفرت نہ کرے اگر اسکی ایک عادت ناپسندیدہ ہے تو یقیناً کئی عادتیں پسندیدہ ہوں گی۔“ (مسلم)

ز۔ اعتدال و میانہ روی: میاں بیوی دونوں کا ایک دوسرے پر حق ہے کہ عائلی زندگی کے تمام معاملات میں اعتدال و میانہ روی کو اختیار کیا جائے ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ خیر الامور اوسطها (بہیقی) ترجمہ: سب سے اچھا راستہ اعتدال کا راستہ ہے۔

ح۔ ایک دوسرے کا پردہ: (۳) ارشاد خداوندی ہے۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ۔ ۱۸۷) ”عورتیں تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو“۔ پوشاک کی تشریح کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی سیرت

۱۔ اس قسمائسی (یعنی لعان) کے بعد ضرور بالضرور میاں بیوی میں جدائی کر دی جائے گی۔ اس لیے کہ عائلی زندگی میں اعلانیہ شک کو ہرگز راہ نہیں۔

۲۔ النساء۔ ۱۲۸

۳۔ قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے بڑی خیانت یہ ہوگی کہ میاں یا بیوی اپنی خلوت کی باتیں باہر بتادے (جن کا پردہ رکھنا ضروری ہے) (مسلم، ابوداؤد)

النبي ﷺ جلد ششم میں لکھتے ہیں ”اس پوشاک کے پردہ میں جیسا کہ ابھی کہا گیا ہے بیسیوں معنی پوشیدہ ہیں تم ان کے ستر پوش ہو اور وہ تمہارے لیے۔ تم ان کی زینت ہو اور وہ تمہارے۔ تم ان کی خوبصورتی ہو اور وہ تمہاری، تم ان کی تکمیل کا ذریعہ ہو اور وہ تمہاری“ (ص ۲۲۷) پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: ”مختصر الفاظ میں لباس پردہ ہے ہر عیب کو چھپاتا ہے..... کیا ایک اچھی بیوی اپنے خاوند کے لیے اور ایک اچھا خاوند اپنی بیوی کے لیے پردہ نہیں ہے؟ یقیناً ہے“ (تفسیر ضیاء القرآن جلد اول ص ۱۲۷) مولانا محمد عمر عثمانی دیوبندی پردہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”اس اعتبار سے مرد عورتوں کا لباس (پردہ پوش) ہے اور عورت مردوں کے لیے لباس (پردہ پوش) ہے۔“ (فقہ القرآن جلد سوم، ص ۲۸)

ط۔ برابر کے حقوق: قرآن کریم میں ارشاد ہے ”اور عورتوں کے لیے ایسے ہی حقوق ہیں جیسا کہ دستور کے مطابق ان کے ذمے فرائض (یعنی مردوں کے حقوق ہیں) (البقرہ۔ ۲۲۸)

۳۔ خاوند کے حقوق:

الف۔ مجموعی حکم: (۱) قرآن کریم میں ارشاد الہی ہے ”نیک عورتیں اپنے خاوندوں کی اطاعت گزار ہوتی ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے مال اور آبرو کی حفاظت کرتی ہیں“ (نسا۔ ۳۴)۔
ارشاد نبوی ﷺ ہے ”عورت جب پانچواں وقت نماز ادا کرے ماہ رمضان کے روزے رکھے اپنی آبرو کی حفاظت کرے۔ اپنے خاوند کی

۱۔ اس مجموعی حکم سے خاوند کے چار حق ثابت ہوتے ہیں یعنی

(۱) رویہ درست رکھنا (۲) اطاعت (۳) حفظ غیب (۴) گھر کی دیکھ بھال

اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے (جنت میں) داخل ہو جائے۔ (صحیحین)

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور جواب دہ ہے“

ب۔ ہمبستری کا حق: ارشاد رسالت ﷺ ہے ”جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر خواب کی طرف بلائے اور وہ (بلا عذر شرعی) انکار کرے اور اس سبب سے وہ غضبناک ہو کر سو رہے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔“ (ترمذی)

ج۔ خاوند کی خوشی: ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ”جو عورت ایسی حالت میں مرے کہ اس کا خاوند اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔“ (سنن نسائی، ترمذی) پھر فرمایا ”اور (عورت) اپنی جاں و مال میں کسی ایسی بات میں اس (خاوند) کی مخالفت نہ کرنے جو اس کو ناگوار ہو۔“ (ایضاً)

د۔ طلاق دینے کا حق: قرآن مجید میں طلاق دینے کا حق خاوند کا ہے اگر کسی بھی وجہ سے نباہ ممکن نہ ہو (دیکھئے سورۃ البقرہ، آل عمران) حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”جائز چیزوں میں سے طلاق کو اللہ بہت ناپسند کرتا ہے۔“ (ابوداؤد)

ہ۔ خاوند کی خدمت: حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے ہاتھوں سے نبی کریم ﷺ کے کپڑے دھوتیں اور سر مبارک میں تیل لگاتیں گھر کا تمام کام کاج خود کرتی تھیں۔ (بحوالہ حقوق العباد) حضرت فاطمہؓ بھی اپنے گھر کا تمام کام خود کیا کرتی تھیں حتیٰ کہ کنوئیں سے پانی کی مشکیں بھی بھر کے لاتی تھیں۔

و۔ خاوند کی شکرگزاری: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں سے ارشاد فرمایا: ”تم اچھا سلوک کرنے والے شوہروں کی ناشکری سے بچو۔“

(الادب المفرد)

ز۔ شوہروں کے حقوق کی ادائیگی کی فضیلت: حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔
 ”شوہروں کی اطاعت کرنا اور ان کے حقوق کو پہچاننا جہاد کے برابر درجہ رکھتا ہے۔“ (ترغیب و ترہیب) طبرانی میں بھی اسی مضمون کی حدیث آئی ہے۔

ح۔ خاوند کے لئے آرائش و زیبائش: عورت کا صرف خاوند کے لیے بننا سنورنا جائز ہے ارشاد رسالت ہے ”بہترین بیوی وہ ہے کہ جب اسے خاوند دیکھے تو خوش ہو جائے۔“ (سنن نسائی)

ط۔ خاوند کی موت پر سوگ: قرآن نے عورتوں پر لازم کر دیا ہے کہ وہ شوہر کی وفات پر کم از کم چار مہینے دس دن غم سوگ منائیں۔ (سورۃ البقرہ۔ ۲۳۴) یاد رہے دوسروں (غیر خاوندوں) کی وفات پر صرف تین دن سوگ کی اجازت ہے۔

۵۔ بیوی کے حقوق:

الف۔ حسن سلوک: قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النساء۔ ۱۹) اور عورتوں کے ساتھ معروف طریقے (حسن معاشرت) سے زندگی گزارو۔ حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے حق میں بہتر ہے۔ (ترمذی) سب سے کامل مومن وہ ہے..... جو اپنے اہل و عیال سے نرم سلوک کرے۔ (ترمذی)

ب۔ نفقہ و سکنی: قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے ”مرد عورتوں کے گزارہ کے ذمہ دار ہیں۔“ (النساء۔ ۳۴) ”چاہیے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق (اہل و عیال پر) خرچ کرے“ (الطلاق)

حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے ” (شوہر پر) بیوی کا حق یہ ہے کہ اسے عمدہ کھانا اور لباس ملے“ (ترمذی) ”کوئی مومن اپنی بیوی سے ناراض نہ رہا کرے۔“ (مسلم)

ج۔ حق مہر کی ادائیگی: ارشاد خداوندی ہے وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً

(نسا۔ ۴) ان عورتوں (جو حبالہ عقد میں آجائیں) کو ان کے مہر بلا بدل دو“ پھر فرمایا ”وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ (نسا۔ ۲۵) ”پس عورتوں کے مقرر شدہ مہر ان کو دے دو“ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”جن شرطوں کو تم پورا کرتے ہو ان سب میں زیادہ ضروری اس کو پورا کرنا ہے۔ جس کی وجہ سے تم نے عورتوں کے ناموس کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔“ (صحیحین)

د۔ بیویوں میں عدل و برابری: سورۃ نساء میں ارشاد ہوا ”پس اگر تم کو خوف

ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے تو ایک ہی یا جس کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے (پراکتفا کرو) یہ زیادہ نزدیک ہے تاکہ تم نا انصافی نہ کرو“ (آیت۔ ۳)

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ”جب آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے حقوق میں انصاف اور برابری نہ رکھی ہو۔ تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہوگا۔“ (ترمذی)

ہ۔ خلع کا حق: قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کہ ”پس اگر تمہیں ڈر ہو کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی حدود کو قائم نہیں کر سکیں گے تو پھر اس کے بارے میں کچھ گناہ نہیں جو عورت (علیحدگی حاصل کرنے کو کچھ) فدیہ (خاوند کو) دے دے یہ اللہ کی حدیں ہیں۔“ (البقرہ۔ ۲۲۹) حبیبہ بنت سہل کا^(۱) اپنے میاں کے ساتھ نباہ نہ ہوا تو حضور ﷺ نے اس کے خاوند

ثابت بن قیس سے فرمایا ”اس (حبیبہ) سے کچھ لے لو (اور اسے آزاد کرو) انہوں نے (غالباً اس کا باغ) لے لیا۔ اور حبیبہ اپنے کنبے میں جا بیٹھی۔“
 و۔ باعصمت عورتوں کی عزت کی حفاظت: قرآن پاک میں ارشاد ہوا ”جو لوگ پاکدامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔“ (سورۃ نور۔ ۲۳)

ز۔ ناگوار مار پیٹ کی ممانعت: حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”وہ لوگ جو اپنی عورتوں کو مارتے ہیں وہ تم میں سے اچھے آدمی نہیں ہیں۔“ (ابوداؤد، ابن ماجہ) پھر فرمایا: ”نہ بیوی کے منہ پر تھپڑ مارو نہ اسے برا بھلا کہو اور گھر کے سوا اسے کہیں اور تنہا مت چھوڑو۔“ (ترمذی، ابی داؤد) پھر فرمایا: ”پس عورت کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو تو زندگی اچھی گزرے گی۔“ (ترغیب و ترہیب)

ح۔ ظلم و تعدی کی ممانعت: خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اور بیویوں کو (رجوع کر کے) اسلیے نہ روکو کہ تم انہیں تکلیف پہنچانا چاہو تا کہ ان پر زیادتیاں کر سکو جو ایسا کرے گا وہ خود اپنے نفس پر بھی ظلم کرے گا۔“ (البقرہ۔ ۲۳۱)

۶۔ رشتہ داروں کے حقوق:

الف۔ حسن سلوک: قرآن کریم میں ارشاد ہوا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ (البقرہ۔ ۸۳) ترجمہ: اور ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ”جو شخص فراخ رزق اور لمبی عمر چاہتا ہے وہ

اقارب (رشتہ داروں) سے (اچھے) تعلقات استوار کرے۔“ (بخاری)

ب۔ صلہ رحمی: قرآن میں ارشاد ہوا۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ

وَالْأَرْحَامَ (النساء-۱) ترجمہ: ”اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے تم سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں سے باخبر رہو۔“

حضور صاحب لولاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”اقارب (رشتہ داروں) سے قطع تعلق (صلہ رحمی کا انقطاع) کرنے والا کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (بخاری)

ج۔ مالی امداد: قرآن مجید میں حکم ہے فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ (الروم-۳۸) ”پس قرابت داروں (قرابت دار) کو ان کا حق ادا کرو۔ یہی حکم سورۃ بنی اسرائیل آیہ ۲۶ میں بھی ہے۔“☆

نبی کریم ﷺ مکہ میں اپنی پھوپھیوں کی مالی مدد فرمایا کرتے تھے۔^(۱) اور مدینہ میں خیبر کے مال کے دو حصے مسلمانوں کے اور ایک حصہ اہل و عیال و قرابت داروں کے لیے وقف تھا۔^(۲)

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”مسکین کو صدقہ دینا ایک ثواب ہے اور قرابت داروں کو صدقہ دینا دو گنا ثواب ہے۔“ (مشکوٰۃ) قربانی کے گوشت میں ایک حصہ قرابت داروں کا رکھا جاتا ہے جو کہ سنت رسول ﷺ ہے۔
د۔ صحیح راستے کی طرف راہنمائی: حضور رحمۃ للعالمین کو دوسری وحی یہ کی گئی۔
وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ^(۳) ترجمہ: اور اپنے اہل خاندان رشتہ داروں کو برائی سے ڈراؤ۔

ہ۔ صلہ رحمی کے انقطاع کی ممانعت: حضور ﷺ کا فرمان ہے ”اللہ دو

☆ چونکہ رشتہ دار ہمیشہ ایک سے زیادہ ہوتے ہیں لہذا ترجمہ میں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ واحد کا صیغہ آنا چاہیے تھا۔ اسی لیے واحد کے صیغہ کو بھی نمایاں کر دیا گیا ہے۔

1- طبقات ابن سعد

2- سنن ابی داؤد

3- الشعراء رکوع - ۱۱

آدمیوں پر کبھی نظر کرم نہیں ڈالے گا ایک قاطع قرابت اور دوسرا برا ہمسایہ“ (مسند الفردوس)

و۔ تعظیم، شفقت و مہربانی: رسالت مآب ﷺ کا فرمان ہے ”بڑے بھائی کا حق چھوٹے پر ایسا ہے جیسا کہ باپ کا حق اولاد پر۔“ (بیہقی) پھر فرمایا ”جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہمارے طریقے پر نہیں (ترمذی) جو لوگوں (یعنی رشتہ داروں) پر مہربانی نہیں کرتا تو خدا بھی اس پر مہربانی نہیں کرتا۔“ (صحیحین)

ز۔ میراث میں حصہ: ارشاد خداوندی ہے۔ (ترجمہ) ”اور رشتہ دار اللہ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔“ (انفال ع۔ ۱۰) ”مگر یہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرنا چاہو تو یہ جائز ہے“ (الاحزاب۔ ع۔ ۱)

قرآن مجید اور حدیث میں اخیانی بہن بھائیوں^(۱) سگی اور سوتیلی بہنوں^(۲) بیٹیوں، پوتیوں^(۳)، عصبات^(۴)، ذوی الارحام^(۵)، حجب^(۶)، کا وراثت میں حصہ داری کا ذکر آیا ہے۔

۷۔ یتیموں کے حقوق:

الف۔ نیک سلوک: قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ (النساء۔ ۳۶) ترجمہ: اور ماں باپ،

1- النساء۔ ع۔ ۲

2- ایضاً۔ ع۔ ۲۳

3- ایضاً۔ ع۔ ۱۰

4- بخاری و مسلم

5- انفال۔ ع۔ ۱۰

6- بحوالہ حقوق و فرائض اسلام ص ۳۰۷-۳۰۶

رشتہ دار اور یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ ”جو کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ نیک سلوک کرے گا جو اس کے پاس (زیر کفالت) ہے تو میں اور وہ جنت میں دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے۔“ پھر آپ نے انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔ پھر فرمایا۔ ”مسلمانوں میں اچھا گھر وہ ہے جس میں اگر کوئی یتیم ہو تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جا رہا ہو۔ اور برا (گھر) وہ ہے جس میں یتیم سے بد سلوک ہو رہی ہو۔ (ریاض السنۃ)

ب۔ یتیموں کی عزت: ارشاد الہی ہے **كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرَمُونَ الْيَتِيمَ** (الفجر۔ ۱۷) ترجمہ: ”ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ہو۔“ پھر فرمایا **فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ** ”یتیم کو کبھی نہ جھڑکو (الضحیٰ۔ ۹)

ج۔ کھانے کی امداد: ارشاد خداوندی ہے ”اور اس (خدا تعالیٰ) کی محبت کی وجہ سے (ایمان والے) مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔“ (الذہر۔ ۸)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو کھانے پلانے کے لیے گھر لے جائے گا۔ اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (ترمذی)

د۔ یتیم کی کفالت: حضور کا ارشاد ہے ”میں اور یتیم کا سر پرست نیز دوسرے محتاجوں کا سر پرست ہم دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے۔“ یہ کہہ کر آپ نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔ (بخاری)

ہ۔ یتیم کی جائیداد کی حفاظت: اللہ کا فرمان ہے **وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ** **يَبْلُغَ أَشُدَّهُ** (الانعام۔ ۱۵۲) ترجمہ: ”اور یتیم کے مال کے قریب

بھی نہ پھٹو مگر بہترین طریقے سے حتیٰ کہ وہ جوان ہو جائے۔“ (۱۵۲) مضمون کی آیات سورۃ نساء میں بھی آئی ہیں۔ (دیکھئے رکوع۔ ۱)

و۔ یتیم لڑکیوں کے حقوق کی رعایت: قرآن میں بیان ہوا ہے۔ ”اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے (تو دوسری آزاد عورتوں میں سے) اپنی خواہش کی مطابق دو دو، تین تین، چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔“ (۱)

ز۔ یتیموں کی مالی امداد: ارشاد الہی ہے ”تو آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ تم جو بھی مال خرچ کرو (اس میں) ماں باپ، قریبی رشتہ دار اور یتیموں کا حق ہے اور جو بھلائی بھی تم کرو گے اللہ اسے خوب جانتا ہے۔“ (۲)

یاد رہے کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ خدا، اس کا رسول ﷺ، قرابتدار، یتیموں، محتاجوں اور (بدحال) مسافروں کا حق ہے۔

(انفال۔ ع ۵)

ح۔ یتیم کی خیر خواہی: حکم الہی ہے ”لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ ان کی اصلاح کرنا بہتر ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔“ (البقرہ۔ ع ۲۷)

ط۔ یتیموں کے حقوق کے سلسلے میں انصاف پر قائم رہنے کی تاکید: سورۃ النساء میں ارشاد ہوا ہے ”اور یہ کہ یتیموں کے لیے انصاف پر قائم رہو۔“

۸۔ پڑوسی کے حقوق:

حسن سلوک: ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اور احسان کرو ماں باپ..... قریبی پڑوسی اور دور کے پڑوسی..... کے ساتھ (النساء۔ ۳۶) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”وہ شخص مومن نہیں جس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہیں“ (بخاری) پھر فرمایا: ”جبریلؑ مجھے ہمسایہ کے متعلق اتنا کچھ بار

1- سورۃ النساء۔ ع ۱ (ابتدائی آیات)

2- النساء۔ ۳۶

بار کہتا رہا کہ مجھے خیال آنے لگا کہ شاید وہ اسے شریک وراثت بنا دے گا۔“ (صحیحین)

مدیہ بھیجنا: حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”جب تم گوشت خریدو یا کوئی اور چیز پکاؤ تو شور بہ زیادہ رکھو تا کہ کچھ ہمسایہ کو بھی بھیج سکو۔“ (بخاری)

عزت و احترام: حضور رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے“ (بخاری) پھر فرمایا ”اسے ایذا نہ دے“ (ایضاً)

پڑوسی کے لیے پیار: حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”تم میں سے کوئی شخص ایمان والا ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک وہ اپنے پڑوسی کی جان کے لیے وہی پیار نہ رکھے جو خود اپنی جان کے لیے پیار رکھتا ہے۔“ (مسلم)

پڑوسی کی ضرورتوں کا خیال: ارشاد نبوی ﷺ ہے ”وہ مومن نہیں جو خود تو شکم سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا سوئے۔“ (بیہقی و ادب المفرد)

پڑوسی کے ساتھ برائی کی شناعیت: حضور ﷺ کا فرمان ہے ”زنا حرام ہے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام کیا ہے لیکن دس بدکاریوں سے بڑھ کر بدکاری یہ ہے کہ کوئی اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے۔ چوری حرام ہے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ نے اسکو حرام کیا ہے لیکن دس گھروں میں چوری کرنے سے بڑھ کر یہ ہے کہ کوئی اپنے پڑوسی کے گھر سے کچھ چرالے۔“ (ادب المفرد)

مجموعی حکم: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”پڑوسی اگر تمہاری اعانت کا طالب ہو تو اس کا ہاتھ بٹاؤ۔ اگر تم سے قرض مانگے تو اسے قرض دو اگر وہ محتاج ہو تو اس کی مالی امداد کرو اگر بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرو اگر مر جائے تو اس کے کفن و دفن میں شرکت کرو۔ اگر اسے بھلائی پہنچے تو اسے

مبارکباد دو۔ اگر مصیبت میں گھرا ہو تو اظہار ہمدردی کرو اگر مکان پڑوسی کے مکان سے اونچا کرنا چاہو تو اس کی رضامندی پہلے حاصل کرو۔ اگر کھانے پینے کی چیزیں (بالخصوص پھل) لاؤ تو اسے بھی بھیجو۔ ورنہ راز داری قائم رکھو۔ اسے کسی بھی قسم کی ایذا سے محفوظ رکھو۔“
(بحوالہ غیر فانی تہذیب) (1)

۹۔ مسافروں اور مہمانوں کے حقوق: (2)

الف۔ نیک سلوک: خدا تعالیٰ فرماتے ہیں وَابْنِ السَّبِيلِ (النساء۔ ۳۶) ترجمہ: اور مسافر کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

ب۔ مالی امداد: مال غنیمت میں مسافروں کا حصہ رکھا گیا ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ وَابْنِ السَّبِيلِ (انفال۔ ۴۱) ترجمہ: اور جان لو کہ جو تم فتح پا کر حاصل کرو اس کا مسافروں کے لیے (حصہ ہے) ج۔ تکریم و تعظیم: حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”جو شخص خدا اور قیامت

پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔“ (بخاری) پھر فرمایا ”اپنے مہمان کا جائزہ عزت کیساتھ دے۔“ (ایضاً) د۔ مہمان کی مشالعت: حضور ختم المرسلات ﷺ نے فرمایا ”سنت میں سے ایک بات یہ ہے کہ آدمی (میزبان) اپنے مہمان کے ساتھ اسکی تعظیم کے لیے گھر کے دروازے تک جائے۔“ (ابن ماجہ، بیہقی)

1- حقوق العباد بحوالہ الترغیب والترہیب۔ اس میں پڑوسی کا ایک اور حق بیان ہوا ہے کہ ”اپنے باورچی خانہ کے دھوئیں سے اسے رنج نہ دو“

2- حضرت ابراہیمؑ کی مہمانداری اور مہمان کے حقوق کا مجملہ تذکرہ سورۃ ذاریات آیہ

۲۳ تا ۲۸ ہوا ہے۔ علما نے اس حکایت سے مہمان کے متعدد حقوق ثابت کئے ہیں۔

دیکھئے فقہ القرآن جلد سوم، مصنفہ مولانا محمد عمر عثمانی

۵۔ ایثار: قرآن مجید میں آتا ہے کہ (مسلمان، مہمانوں یعنی مہاجروں کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو (حشر۔ ع ۱) حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”مومن کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور اسکے ساتھ خاطر مدارت کی مدت ایک دن رات ہے“ (صحیحین)

۱۰۔ میزبانوں کے حقوق:

الف۔ بے اجازت گھر میں نہ جانا: ارشاد الہی ہے ”اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں سے پوچھے بغیر اور ان پر سلام بھیجے بغیر نہ داخل ہوا کرو۔“ (نور۔ ع ۴)

ب۔ دسترخوان سے کھائے پیئے بغیر اٹھنے کی ممانعت: حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”جب دسترخوان بچھا دیا جائے تو کوئی شخص نہ اٹھے حتیٰ کہ دسترخوان نہ اٹھایا جائے۔“ (ابن ماجہ)

ج۔ میزبان کے لیے دعائے خیر: حضور ﷺ ایک انصاری کے ہاں مہمان ہوئے طعام کے بعد آپ ﷺ نے ایک چٹائی پر نماز پڑھی اور ان (گھر والوں) کے لیے دعا مانگی۔ (بخاری)

د۔ تین دن مدت قیام: حضور ﷺ وجہ تخلیق کائنات کا ارشاد ہے۔ ”(ضیافت) ایک دن اور ایک رات اور مہمانی تین دن کی ہے اس سے آگے (میزبان کی طرف سے) مہمان پر صدقہ ہوگا۔“ (بخاری)

۵۔ مہمان کا میزبان کو اپنے ساتھیوں کے بارے میں مطلع کرنا: ایک دفعہ حضور ﷺ ایک دعوت میں تشریف لے گئے راستے میں ایک شخص آپ کا ہم جلیس ہوا۔ تو آپ ﷺ نے میزبان کو بتا کر اس کے ساتھ آنے کی اجازت لی۔“

و۔ ہدیہ پیش کرنا: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک دوسرے (مہمان میزبان کو

اور میزبان مہمان کو جواباً کچھ) تحائف دیا کرو اس سے کدورت ختم ہو جاتی ہے۔“ (ترمذی، بخاری)

۱۱۔ محتاجوں کے حقوق: ^(۱)

☆ حسن سلوک: قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے والمساکین (النساء۔ ۳۶) اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرو۔

☆ کھانا کھلانا: ایمان والوں کی ایک صفت بیان کی گئی ہے کہ ”اور اس (خدا تعالیٰ) کی محبت کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔“ (الدہر۔ ۸)

☆ مسکین کی اعانت کے لیے سفارش کرنا: حضور ﷺ کے پاس کوئی محتاج اور سوالی آتا تو آپ ﷺ صحابہ سے فرماتے ”تم (اسکی مدد کے لیے) سفارش کرو تو تمہیں بھی ثواب ملے گا۔“

☆ احسان جتلانے اور ریاکاری کی ممانعت: ارشاد خداوندی ہے ”اے مسلمانو! احسان جتلا کر اور سائل کو تکلیف دے کر اپنی خیرات کو اس شخص کی طرح باطل اور ضائع نہ کرو جو ریاکاری کے لیے خرچ کرتا ہے۔“ (البقرہ۔ رکوع ۳۶)

☆ مسکین کے ساتھ نرمی کا رویہ: قرآن مجید میں آیا ہے ”نرمی سے جواب دے دینا اور (سائل کے اصرار سے) درگزر کرنا اس خیرات سے بہت بہتر ہے جسکے پیچھے تکلیف دی جائے۔“ (ایضاً)

☆ مالی امداد: قرآن کریم میں ارشاد ہے ”بلکہ نیکی تو ان کی ہے..... اور اپنے مال کو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں،

۱۔ محتاج کے ذیل میں سائل، نادار، ضرورت مند، مسکین، غربا، معذور تمام لوگ آگئے ہیں۔

مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور قیدیوں کو چھڑانے میں صرف کیا۔“
(البقرہ۔ ۱۷۷)

☆ جھڑکنے کے ممانعت: قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (واضحیٰ۔ ع ۱) اور سائل کو نہ جھڑکو۔

☆ محتاج کی امداد، اعانت کی فضیلت: ارشاد رسول ﷺ ہے ”بیواؤں اور مسکینوں کی امداد کرنے والے کا مقام وہی ہے جو غازی کا یا شب زندہ دار صائم کا ہے۔“ (بخاری)

☆ مسکین کو خالی ہاتھ لوٹانے کی ممانعت: حضور صاحب قرآن ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”سائل کو کچھ دے کر واپس کیا کرو اگر چہ جلی ہوئی کھری ہی کیوں نہ ہو۔“ (مشکوٰۃ)

۱۲۔ بیمار کے حقوق (۱)

الف۔ دین و عبادات میں آسانی: ارشاد خداوندی ہے۔ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ (نور۔ ۶۱) ”اور بیمار پر کوئی تنگی نہیں۔“ روزے کے سلسلے میں (سورۃ البقرہ) اور غسل وغیرہ کے سلسلے میں (سورۃ المائدہ) بھی مریض کو رعایت دی گئی ہے۔

ب۔ عیادت: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر سات حقوق ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب بیمار پڑے تو اسکی عیادت کی جائے۔“ (بخاری)

ج۔ تسلی و دعا: ختمی مرتبت ﷺ نے فرمایا: ”جب کسی مریض کی عیادت کرنے جاؤ تو اس کے ہاتھ اور پیشانی پر ہاتھ رکھو اسے تسلی و تسفی دو اور اسکی شفا

۱۔ بیمار کے ساتھ معذور بھی شامل ہیں اور انہیں بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت میں شامل کیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھئے سورۃ ۴۸۔ آیہ ۱۷ اور سورۃ ۲۴۔ آیہ ۶۱

کے لیے بارگاہ الہی میں دعا کرو۔“ (سنن ابی داؤد)
 د۔ عیادت کے آداب: خاتم المرسلین ﷺ نے فرمایا ”مریض کے پاس عیادت کرنے کے سلسلے میں شور و شغب نہ کرنا چاہیے اور کم بیٹھنا چاہیے۔ (بروایت ابن عباسؓ، مشکوٰۃ) اور مریض سے اپنے لئے دعا کی درخواست کرنی چاہیے اس لئے کہ مریض کی دعا فرشتوں کی طرح ہوتی ہے۔ (ایضاً)

ملازم کے حقوق (1)

الف۔ مسلمانوں کے بھائی: حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”لوٹھی اور غلام تمہارے بھائی ہیں انہیں اللہ نے تمہارے تصرف میں دے رکھا ہے۔“ (بخاری)

ب۔ مجموعی حکم: حضور ﷺ کا حکم ہے ”(تو آقا کو چاہیے کہ) اسے (ملازم یا غلام کو) وہ کپڑا پہنائے جو خود پہنتا ہے اس پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے زیادہ کام کی صورت میں اس کی مدد کرے۔“ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ج۔ کھانے میں شرکت: ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ”جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے..... تو مالک کو چاہیے کہ اسے ساتھ بٹھا کر کھلائے۔“ (مسلم)

د۔ حسن سلوک: حضور صاحب معراج ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”پس تم اپنی اولاد کی طرح ان کی (ملازموں اور غلاموں) کی خاطر کرو اور ان کو بھی وہ کھانا کھلاؤ جو تم کھاتے ہو۔“ (ابن ماجہ)

1- ابتدائے اسلام کے وقت میں غلام اور کنیزیں ہوا کرتی تھیں۔ آج تنخواہ دار نوکر، ملازم گھریلو خادم یا خادمہ ہوتے ہیں۔ جو عنوان زیر بحث میں شامل سمجھے جائیں۔

۵۔ خوش گفتاری: خادم کو الٹ پلٹ ناموں سے نہیں پکارنا چاہیے۔^(۱) اس کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے^(۲) طعنہ زنی اور عیب جوئی و نکتہ چینی سے بچنا چاہیے۔^(۳)

۶۔ مارنے کی ممانعت: حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ”میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عرصہ گزارا۔ آپؐ نے تمام عمر مجھے اف تک نہ کہا (مارنا تو کجا)^(۴) حضرت علیؓ کو آپؐ نے ایک غلام بخشا تو ساتھ ہی ہدایت کی کہ ”اسے مارنا مت“^(۵)

۷۔ درگزر و معافی: صحابہؓ کے سوال پر کہ ”ہم اپنے خادموں کی غلطیوں سے کتنا درگزر کریں“ آپؐ نے ارشاد فرمایا ”اگر دن میں ستر مرتبہ بھی غلطی کرے تو بھی معاف کر دو۔“ (مشکوٰۃ - ابوداؤد)

۸۔ نرمی و آسانی: حضور خاتم المرسلین ﷺ کا ارشاد ہے ”تم اپنے ملازموں سے جتنی ہلکی خدمت لو گے اتنا ہی اجر و ثواب تمہارے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔“ (ترغیب و ترہیب)

۹۔ آزاد کرنا: غلاموں کی آزادی پر بڑے اجر و ثواب کا تذکرہ آیا ہے۔^(۶) آزادی کے بہت سے راستے بتائے گئے ہیں۔^(۷) متعدد گناہوں کا کفارہ غلاموں کی آزادی بتایا گیا ہے۔^(۸)

۱۰۔ غلاموں کے متعدد معاشرتی حقوق: غلاموں کے نکاح کیے جائیں۔^(۹) ان سے حرام کاری نہ کروائی جائے۔^(۱۰) غلام ماں باپ اور ان کی اولاد میں تفریق نہ پیدا کی جائے۔^(۱۱) تہمت نہ لگائی جائے۔^(۱۲)

۱- الحجرات - ۱۱ ۲- ایضاً ۳- الہمزہ - ۱

۴- صحیح بخاری کتاب الادب ۵- مشکوٰۃ المصابیح ۶- سورة البلد ۱۲-۱۳

۷- مثلاً مکاتبت، تدبیر، ام ولد وغیرہ

۸- مثلاً قتل خطا، کفارہ ظہار، کفارہ یمین، روزہ توڑنے کا کفارہ وغیرہ

۹- سورة نورع - ۴ ۱۰- ایضاً ۱۱- ترمذی ۱۲- مسلم، بخاری

ک۔ غلام یا نوکر کہنے کی ممانعت: حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”کوئی آقا اپنے غلام کو میرا عبد نہ کہے بلکہ فتامی (میرا جوان) کہے۔“ (صحیح بخاری)

۱۴۔ آقاؤں یا مالکوں کے حقوق

الف۔ میرا آقا یا مالک کہنے کی ممانعت: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”غلام (یا نوکر) اپنے آقاؤں کو ”میرا رب“ نہ کہیں بلکہ مولیٰ کہیں۔“ (صحیح بخاری)

ب۔ مجموعی حقوق: نوکر یا غلام فرائض کو محنت سے ادا کریں خیانت نہ کریں، آقا کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں، آقا کی عدم موجودگی میں اس کے مفادات کا خیال کریں۔ (بحوالہ حقوق العباد، ص ۱۷۳)

۱۵۔ معلم کے حقوق:

الف۔ تعظیم و توقیر: قرآن کی متعدد آیات^(۱) اور احادیث مبارکہ میں^(۲) عالم کی تعظیم و فضیلت کثرت سے بیان ہوئی ہے۔ جو اس بات کو مستلزم ہے کہ جس کے لیے وہ احترام و اکرام ثابت ہو۔ اسکی دوسرے انسان بھی توقیر و تعظیم کریں۔

ب۔ اقتداء: حدیث شریف میں آیا ہے العلماء امتی کا نبیا ہے۔ اسرائیل۔^(۳) ان العلماء ورثة الانبیا^(۴) قرآن و حدیث میں جگہ جگہ انبیا کی اقتداء کا حکم آیا ہے۔ انبیا بنی اسرائیل کے مماثل اور انبیا کا ورثہ ہونے کے سبب علماء بھی یقیناً لائق تقلید ہیں۔ (بشرطیکہ

1- مثلاً النساء ۵۸، فاطر ع-۴، مجادلہ ع-۲

2- مثلاً ترمذی، ابوداؤد، مسند امام احمد، ابن ماجہ میں بیان ہے۔

3- ترجمہ: میرے امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیا کی مماثل ہیں۔

4- ترجمہ بے شک علماء انبیا کے وارث ہیں۔

ان کا علم درست ہو اور عمل مسلسل ہو) دیکھئے گفتگو الحقوق والفرائض
اسلام ص ۲۳۴)

ج۔ ممانعت توہین: حضور پر نور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”تین آدمیوں کو صرف
منافق ہی حقیر سمجھتا (اور ان کی توہین کرتا) ہے۔ ان میں سے ایک
”عالم“ بھی ہے۔“ (بحوالہ طبرانی)

د۔ مالی خدمت: ارشاد نبوی ﷺ ہے ”اے لوگو! جن چیزوں پر تم اجرت لیتے
ہو (ان میں) سب سے زیادہ اجرت کا استحقاق کتاب اللہ (اور اس
کے عالم) رکھتی ہے۔“ (بخاری)

ہ۔ عالم کی طرف سفر: شاگرد پر فرض ہے کہ وہ علم کے حصول کی خاطر عالم
(استاد) کی طرف جائے۔ فقہائے حدیث نبوی ”علم حاصل کرو خواہ
اس کے لیے تمہیں چین جانا پڑے“^(۱) عالم کا شاگرد کے پاس آنا اس
کے اپنے حق کی پامالی ہے۔

و۔ بے کار سوالات سے پرہیز: شاگرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ بے کار
سوالات سے بچے، قرآن و حدیث میں حضور ﷺ سے فضول و بے کار
سوالات پوچھنے کی ممانعت آئی ہے۔

ز۔ سوال پوچھنے کا احسن طریقہ: حضور صاحب علم خدائی ﷺ کا ارشاد ہے کہ
احسن السؤال نصف العلم (مشکوٰۃ) ”اچھے انداز میں سوال
پوچھنا نصف علم ہے۔“

۱۔ بعض محققین نے اس حدیث مبارکہ کو وضعی قرار دیا ہے اور اپنے موقف کے حق میں
پر زور دلائل دیئے ہیں مگر راقم کا نظریہ اس سے مختلف ہے۔ اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو
کے لیے دیکھئے ”مقالات حدیث“

۱۶۔ معلم کے حقوق

الف۔ پاکردار ہو: حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ ”میں ایک معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ (مشکوٰۃ) حضور ﷺ ”تلمیذ الہی“ تھے آپ ﷺ کا کردار بے مثال اور آپ کا طریقہ اخذ و ماخوذ احسن نمونہ ہے۔

ب۔ معلم کے لئے علم کی حفاظت: علم کی حفاظت تین طریقوں سے ممکن ہے۔ (۱) مصروف مطالعہ رہ کر (۲) علم پر عمل کر کے (۳) علم کی تشہیر کر کے۔ (۲، ۱) علم کی حفاظت کر کے ہی عالم اسے آگے شاگردوں کو منتقل کر سکتا ہے۔

ج۔ حسن سلوک: حضور ﷺ کا حکم ہے ”بہت سے لوگ زمین کے دو دروازوں سے تمہارے پاس آئیں گے پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے اچھا سلوک کرنا۔“ (ترمذی کتاب العلم) پھر فرمایا۔ ”تعلیم دو اور سختی نہ کرو کیونکہ علم سختی سے بہتر چیز ہے“ (جمع الجوامع للسیوطی) عالم کا حلم اسکے علم کی زینت ہے (مسند الفردوس) آپ ﷺ کا ارشاد عالی ہے ”آسانی کرو اور سختی نہ کرو لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور تنفر نہ کرو“ (بخاری کتاب العلم) (۳)

1- دوسروں کو پڑھانے والا اور اس (علم) پر خود عمل نہ کرنے والا اس چراغ کی طرح ہے جو صرف دوسروں کو روشنی دیتا ہے خود روشنی کے فائدہ سے محروم رہتا ہے۔ (حدیث بحوالہ طبرانی) جس علم سے فائدہ نہ اٹھایا جائے وہ اس خزانے کی طرح ہے جو کہیں خرچ نہ ہو۔ (عسا کر) تعلیم کو روکنا خیانت ہے، تعلیم دینا گناہوں کا کفارہ ہے۔ (مسند الفردوس) حضور کا ارشاد ہے۔ ”علم سیکھو اور آگے سکھاؤ“ (مسند داری)

2- احیاء العلوم جلد اول، مشکوٰۃ، کتاب العلم، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ

3- یسروا ولا تعسروا وبشرا ولا تنفروا (مشکوٰۃ المصابیح)

د۔ تفہیم: استاد کا فرض ہے کہ جب وہ علم دے تو اچھی طرح سمجھائے۔
حضور ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی بات کہتے تو تین مرتبہ
دہراتے تاکہ سننے والوں کی سمجھ میں اچھی طرح آجائے۔ (بخاری)

۷۱۔ مطلقہ کے حقوق:

● طلاق میں عدل و انصاف قائم رکھنا: جب کوئی عورت ”ناپسندیدہ“ ہو جائے اور اس کو طلاق دینے کا ارادہ ہو جائے تو طلاق دے دی جائے اور طلاق کے تمام تقاضے بحسن و خوبی پورے کیے جائیں۔ مثلاً حق مہر کی ادائیگی جو مال ان کو طلاق سے پہلے دے دیا ہے اس کا واپس نہ لینا۔ تفصیل سورۃ النساء میں بیان ہوئی ہے۔

● ظلم کی ممانعت: عورت کو طلاق دیتے وقت کسی طرح کا ظلم روا نہ رکھا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ نہ تم اسے طلاق دو اور نہ ہی معروف طریقہ کے مطابق بساؤ۔ اس پر کسی قسم کی ناروا پابندی بھی نہ لگاؤ۔ تفصیل سورۃ نساء میں ہے۔

● حسن سلوک: اگر طلاق دیتے وقت عورت کی ”کچھ“ دل جوئی کر دی جائے۔ (مال اور کپڑوں وغیرہ سے) تو یہ ضرور کی جائے۔

● طلاق حسنہ: عورت کو طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بطریق احسن دی جائے۔ اس طرح عورت کے لیے بھی گنجائش ہوگی کہ اگر وہ ضد یا غلط رویہ اپنائے ہوئے ہے تو شاید اس سے رجوع کر سکے۔

● بعد از طلاق تعلقات: قرآن کریم نے لَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (البقرہ۔ ۲۳۷) کے حکم سے بعد از طلاق اچھے تعلقات (رشتہ دار یا واقف کار کئی حیثیت سے) قائم رکھے جانے پر زور دیا ہے۔

۱۸۔ مزدور (محنت کش) کے حقوق:

الف۔ آقائے نامدار رضی اللہ عنہم کا ارشاد ہے ”مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔“ (ابن ماجہ)

ب۔ ختمی مرتبت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”قیامت کے روز میں تین آدمیوں سے جھگڑا کروں گا۔ جن سے ایک وہ جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا اور اس سے پورا پورا کام لیا۔ مگر پھر (پوری) مزدوری ادا نہ کی۔“ (بخاری)

ج۔ مزدور کی ضرورت کا استحصال کرتے ہوئے ایسا نہ ہو کہ اس سے کام تو زیادہ لیا جائے لیکن مزدوری کام کے اعتبار سے معقول و موزوں نہ ہو۔ یہ مزدور کے حق مزدوری کا غصب ہے۔

۱۹۔ آجر کے حقوق:

محنت و دیانتداری: مزدور محنتی اور دیانتدار ہو قرآن کریم میں ہے ”بے شک بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو مضبوط اور ایماندار ہو۔“ (القصص ۳۶)

دانستہ سستی و عدم توجہی کی ممانعت: قرآن کریم میں ”ویل للمطففین“ (۱) کے الفاظ سے ایسے تمام افراد کے لیے شدید وعید آئی ہے جو (i) کام چور ہوں۔ (ii) وقت ٹالیں، (iii) دانستہ سستی کا مظاہرہ کریں (iv) آجر کے وقت میں نجی امور انجام دیں۔^(۲)

1- ترجمہ: ”ویل“ (جہنم کا ایک طبقہ) ہے کام میں ڈنڈی مارنے والوں کے لئے۔

2- بحوالہ حقوق العباد، ص ۳۹۸

۲۰۔ حاکم کے حقوق:

اطاعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول کی اور (ایسے ہی فرمانبردار رہو) ان لوگوں کے جو تم میں سے حاکم ہوں۔ (النساء۔ ۵۹) (۱)

حضور شافع یوم النشور ﷺ کا ارشاد بامراد ہے ”خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کے لیے کوئی اطاعت نہیں۔ (۲) (خواہ وہ حاکم کی اطاعت ہی کیوں نہ ہو) پھر فرمایا ”خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں اطاعت امر معروف میں ہے۔“ (مسند بزار، مستدرک حاکم، احیاء العلوم، تعظیم: حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے ”جس نے خدا کے مقرر کردہ حاکم کی بے عزتی کی اللہ تعالیٰ اس کی بے عزتی کرے گا۔“ (مشکوٰۃ، ترمذی)

تخریص مال اور بری سفارش کی ممانعت: رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت کی ہے (ترمذی) دونوں کو جہنمی بتایا ہے۔ (بخاری) برائی کی سفارش کرنے والے کو قرآن میں برائی کی سزا میں حصہ دار قرار دیا گیا ہے۔ (النساء۔ ۸۵)

عذر اور نقض عہد کی ممانعت: خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے الفتنۃ اشد من القتل (البقرہ۔ ۱۹۱) ”(ایک صالح حکومت میں) فتنہ پیدا کرنا قتل سے بھی شدید تر ہے۔“ حضور ﷺ نے منافق کی خصلت بتائی ہے کہ جب وعدہ

1- یہاں لفظ اولی الامر استعمال ہوا ہے۔ اس میں وہ سب اشخاص شامل ہیں جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام و ذمہ داری ہو۔ وہ اجتماعی معاملات کے سربراہ کار ہوں یا ذہنی و فکری رہنمائی کرنے والے علماء و سیاستدان یا ملکی انتظام کرنے والے حکام، عدالتی فیصلہ کرنے والے جج یا قوم اور قبیلہ کے سردار (حقوق العباد ص ۳۵۹)

2- مسلم کتاب الامارت

کرتا ہے تو توڑ دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)
بغاوت اور فساد کی ممانعت: قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔ وَلَا تَعْتُوا فِي
الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (البقرہ۔ ۶۰) ”اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔
 یہی حکم سورۃ الاعراف ۷۴ میں بھی آیا ہے۔

۲۱۔ رعایا کے حقوق:

☆ عدل: ارشاد خداوندی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ
 (النحل۔ ۹۰) بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔ پھر فرمایا
 اعدلو (ماندہ) عدل (ضرور) کرو۔ هو اقرب للتقوى (یہ تقویٰ
کے قریب ہے)

☆ خوش اخلاقی: خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔
 (البقرہ۔ ۸۳) ترجمہ: اور لوگوں سے بھلی بات کہو۔ حضور اکرم و اعظم
 ﷺ کا ارشاد ہے ”ایک میٹھا بول صدقہ ہے۔“ (بخاری) (۱)

☆ احساس فرض: رعایا کا یہ حق ہے کہ حکام اپنے سرکاری وقت کو ان کی
بھلائی اور خدمت میں صرف کریں حضور اکرم ﷺ نے بیکار باتوں کا
 مشغلہ ترک کرنے کی تعلیم دی ہے۔ (مشکوٰۃ، ترمذی، ابن ماجہ، مسند
 احمد، موطا امام مالک)

☆ خبر گیری: حضور خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے ”جس بندے کو اللہ
 اپنے بندوں کا محافظ و نگہبان ٹھہرائے اور وہ رعیت کی خیر خواہی اور
 خیر اندیشی کے ساتھ حفاظت و نگرانی نہ کرے۔ تو وہ بہشت کی بو بھی
 نہ سونگھ سکے گا۔“ (بخاری و مسلم)

1- یہی بات قرآن مجید میں بھی کہی گئی ہے۔ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ
 (البقرہ۔ ۲۶۳) ترجمہ: اچھی بات صدقہ ہے

☆ حرص منصب سے بچنا: حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”تم لوگ عنقریب حکومت کی حرص کرو گے حالانکہ وہ قیامت کے دن ندامت اور پشیمانی کا باعث ہوگی۔“ (بخاری) حضرت ابوذرؓ غفاری کو آپ نے نصیحت کی کہ ”تو دو شخصوں پر بھی امیر نہ بن“ (مسلم)

☆ درست فیصلہ: درست فیصلہ کرنا عوام کا حق اور حاکم کا فرض ہے۔ فیصلہ کرتے وقت عدل پیش نظر ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”قیامت کے روز عادل حاکم عرش الہی کے سائے تلے ہوگا“

☆ خیر خواہی: حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”(عوام کے ساتھ) آسانی کرنا (انہیں) مشکل میں نہ ڈالنا (انہیں) خوشخبری سنانا۔ نفرت نہ دلانا باہم ایک دوسرے کی اطاعت کرنا۔ تفرقہ اور پھوٹ نہ ڈالنا“ (صحیحین) پھر فرمایا ”بدترین امرا وہ ہیں جو رعیت پر ظلم کریں“ (مسلم) پھر ارشاد ہوا ”اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی کام کا حاکم مقرر کیا جائے اور وہ انہیں مشقت میں ڈالے تو تو اسے مشقت میں ڈال“ (مسلم) (۱)

☆ بنیادی ضروریات کی فراہمی: حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”بنیادی ضرورتیں چار ہیں۔ رہنے کے لیے گھر، جسم ڈھانپنے کو کپڑا، کھانے کے لیے روٹی، اور پینے کے لیے پانی“ (ترمذی) ان کی فراہمی حکام کا فرض ہے۔

۲۲۔ بیوہ کے حقوق:

مرحوم شوہر کے ترکہ میں حصہ داری: بیوہ کو اس کے مرحوم شوہر کے

1۔ ایک حدیث پاک میں فرمایا ”اچھے حاکم وہ ہیں (جو اپنی رعایا پر نرم ہوں اور) رعایا ان کے لیے دعا کرے اور برے حاکم وہ ہیں (جو اپنی رعایا پر سختی کریں اور) رعایا ان کے لیے بددعا کرے۔“

ترکہ میں حصہ دار قرار دیا گیا ہے۔ (تفصیل سورۃ النساء میں دیکھئے) (۱)
 ایک سال تک نان و نفقہ: سورۃ البقرہ میں ارشاد الہی ہے کہ ”انہیں
 (بیوہ) ایک سال تک خرچ (نان نفقہ) دیا جائے گھر سے نکالے بغیر۔
 پھر اگر وہ عدت گزار کر (نکل جائیں اور دوسرا نکاح کر لیں..... تو تم پر
 کوئی گناہ نہیں۔“ (البقرہ۔ ۲۴۰)

نکاح ثانی: ارشاد خداوندی ہے ”اور اپنے میں سے بیوہ عورتوں کا نکاح
 کرادیا کرو“ (النور۔ ۳۲) حضور ﷺ کی ایک (سیدہ عائشہ صدیقہؓ) زوجہ
 کے علاوہ اکثر ازواج مطہرات بیوہ تھیں۔

بیوہ کے لیے دوڑ دھوپ کی فضیلت: صحیحین میں ارشاد نبوی ﷺ ہے
 ”بیوہ عورتوں اور مسکینوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہی ہے
 جیسا کہ جہاد میں دوڑ دھوپ کرنے والا“

۲۳۔ احباب کے حقوق:

الف۔ اتحاد و بے تکلفی: قرآن کریم میں ارشاد ہے ”کوئی مضائقہ نہیں اگر
 کھایا جائے..... اپنے دوستوں کے گھروں سے“ (النور ع ۸)
 ب۔ ایثار: مومنوں (انصار مکہ) کی قرآن میں یہ ایک صفت بیان کی گئی
 ہے کہ ”وہ ایثار کرتے ہیں (مہاجر دوستوں کے لیے) اپنی ذات پر“
 (حشر ع ۱)

ج۔ احسان و سلوک: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”سب سے بڑھ کر نیکی آدمی
 کا اپنے باپ (اپنے تو ترجیحا ہوئے) کے دوستوں کے ساتھ (اچھا)

۱۔ اولاد والی ہو تو قرض وغیرہ کی ادائیگی کر کے شوہر کے ترکہ میں آٹھواں حصہ اور بے
 اولاد ہو تو قرض وغیرہ کی ادائیگی کر کے شوہر کے ترکہ میں چوتھا حصہ ملے گا۔ (سورۃ
 النساء آیت۔ ۱۲)

سلوک کرنا ہے۔“ (الاحزاب ع - ۱) حدیث شریف میں بھی دوستوں کے ساتھ (اچھے) سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

د۔ تعارف: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”جب ایک شخص دوسرے شخص سے دوستی اور بھائی چارہ کرے تو چاہیے کہ اسکا اور اسکے باپ کا نام پوچھ لے اور دریافت کرے کہ وہ کن لوگوں میں سے ہے۔“ (ترمذی)

۵۔ دوستوں میں باہمی حقوق: مجموعی طور پر باہمی حقوق کا تذکرہ یہ ہے

- (i) مال کو اپنے دوست سے عزیز نہ رکھے، (ii) ایثار کرے اور اپنا حصہ اسے دے دے، (iii) دوست کی خدمت گزاری میں مصروف ہو، (iv) دوست کے حق میں ہمیشہ اچھی بات کہے، (v) اس کے عیب چھپائے، (vi) دوست کے لیے اپنی محبت اور شفقت کو اس پر ظاہر کرے، (vii) اسے علم دین کی تعلیم دے، (viii) قصور پر مواخذہ نہ کرے، (ix) اگر گناہ کرے تو نرمی سے نصیحت کرے، (x) زندگی میں اور موت کے بعد دوست کو اچھے لفظوں سے یاد کرے، (xi) اسکی دوستی اور وفاداری کو فراموش نہ کرے، (xii) دوست سے تکلف نہ کرے، (xiii) اپنے آپ کو دوست سے کم تر سمجھے، (xiv) اس سے کوئی غلط امید نہ رکھے۔“ (۱)

۲۴۔ دشمن کے حقوق:

الف: عدل و انصاف: خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لیے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص (یعنی دشمن) قوم کی عداوت تمہارے لیے اس بات کا باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو کہ وہ

تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔“ (المائدہ ۲)

ب۔ ظلم و زیادتی کی ممانعت: باری تعالیٰ کا فرمان ہے ”جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ خدا کے راستے میں لڑو لیکن زیادتی نہ کرو زیادتی کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا“ (بقرہ۔ ع ۲۳) پھر ارشاد ہوا ”اور اگر وہ (دشمن) فساد سے باز آجائیں تو ان پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔“ (ایضاً)

ج۔ دشمن کے قاصد، عورتوں اور بچوں کی رعایت: حضور ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے ایتچی سے فرمایا: اگر میں قاصد اور ایتچی کو مار ڈالنے والا ہوتا تو تم کو ضرور قتل کر دیتا۔“ (مسند احمد) حضرت عبدالرحمن بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”(دشمن کے) عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا“ (بخاری و مسلم)

د۔ عہد کی پابندی: حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جس شخص میں اور کسی قوم میں عہد ہو تو اسے چاہیے کہ نہ کھولے اور نہ باندھے (یعنی اس میں تغیر و تبدل نہ کرے)

ہ۔ صلح کی طرف سبقت: قرآن مجید کا فرمان ہے ”اگر کفار صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس (صلح) کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔“ (انفال ع ۸)

و۔ پناہ دینا: ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اگر مشرکوں میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ چاہے تو اس کو پناہ دے دو..... پھر اس کو اس کی امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔“ (توبہ ع ۱)

ز۔ دین کے بارے میں زبردستی نہ کرنا: پروردگار عالم کا فرمان ہے ”دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں“ (بقرہ ع ۲۳) حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”دین خیر خواہی کا نام ہے اس میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔“

۲۵۔ غیر مسلموں کے حقوق:

غیر مسلم رعایا کی دو قسمیں ہیں ایک ذمی جو کسی صلح نامہ یا معاہدہ کے ذریعہ اسلامی حکومت کے زیر اثر ہوں۔ دوسرے مفتوحین جو جنگ میں مغلوب ہوئے ہوں۔ دونوں گروہوں کے حقوق درج ذیل ہیں:

الف: معاہدین کے حقوق:

حضور ﷺ نے اہل بخران (یہ لوگ عیسائی تھے) کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا جس میں ان کے مذہبی، معاشرتی، معاشی اور شہری حقوق کی حفاظت کی گئی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے اسلام کے کارہائے نمایاں مصنفہ پروفیسر چوہدری غلام رسول، ص ۲۶۹) حضور صاحب مرتبت عظیمہ ﷺ کا فرمان ہے ”خبردار جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کریگا یا اس پر ناروا بوجھ ڈالے گا یا اسکی مرضی کے خلاف کوئی امر انجام دے گا میں اس کے خلاف مستغیث بنوں گا۔“ (بحوالہ ایضاً)

ب۔ مفتوحین کے حقوق:

- 1- روزی اور کفاف: اسلامی حکومت میں ضعیف، بے کار اور معذور ذمیوں کے گزارہ کے لیے بیت المال سے وظیفہ دیا جائے گا۔ (کتاب الاموال از ابو عبیدہ اندلسی)
- 2- فدیہ کی ادائیگی: اگر ذمی دشمن کے قبضہ میں آجائے اور فدیہ دے کر چھڑانے کی ضرورت پیش آئے تو اس کا فدیہ بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔ (بحوالہ ایضاً)
- 3- جان کی حفاظت: ذمیوں کی جان مسلمانوں کی جان کے برابر ہے۔ اس کے قاتل کو یا تو قتل کیا جائے گا یا اس کا خون بہا ادا کیا جائے گا۔^(۱)

1- بحوالہ اسلام کے کارہائے نمایاں ص ۲۷۰

- 4- مال کی حفاظت: ذمی کے مال کی حفاظت بھی اسلامی حکومت کے ذمہ ہے اور اس کے مال یا جائیداد کے نقصان کی تلافی کرنا ضروری ہے۔
(کتاب لاموال از ابو عبیدہ اندلسی)
- 5- شرعی آزادی: ذمیوں کو اسلامی ریاست میں مکمل شرعی آزادی کے ساتھ رہنے کا حق ہے ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ (ایضاً)
- 6- تحفظ عزت: ذمی کو تکلیف دینا ویسے ہی ناجائز ہے جیسے ایک مسلمان کو اور اس کی برائی کرنا بھی ایک مسلمان کی طرح ممنوع و حرام ہے۔
(در مختار جلد ۲)
- 7- جزیہ اور خراج کی وصولی میں نرمی: ذمیوں سے جزیہ اور خراج کی وصولی میں سختی سے منع کیا گیا ہے اور ان کا مال ناجائز طریقہ سے کھانے اور ان پر ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (کتاب الخراج مصنفہ امام ابو یوسف)

۲۶۔ حقوق اہل کتاب:

☆ بحث میں نرمی: فرمان الہی ہے ”اور ان (اہل کتاب) کے ساتھ بحث کرو تو پسندیدہ طریقے سے کرو۔ (نخل ع - ۱۶) اے مسلمانو! اہل کتاب کے ساتھ جھگڑانہ کیا کرو مگر عمدہ طریقے سے“ (العنکبوت ع - ۵)

☆ زیادتی کی ممانعت: حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”پیشک خدا نے اس بات کو حلال نہیں کیا کہ اہل کتاب کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل ہو جاؤ۔ اور نہ یہ حلال کیا ہے کہ ان کی عورتوں کو مارو۔ اور نہ یہ کہ ان کے پھل کھاؤ جب وہ تم کو وہ چیز دیتے ہیں جو ان پر مقرر ہے۔“
(یعنی جزیہ) (ابوداؤد)

☆ میل جول: فرمان خداوندی ہے ”اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لیے

حلال ہے اور وہ پارسا عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں..... جو اہل کتاب میں سے ہوں جبکہ تم ان کو معاوضہ (مہر) دیدو۔“ (المائدہ ع-1)

☆ فیصلے میں انصاف کرنا: فرمان الہی ہے ”(اے پیغمبر ﷺ) اگر یہ یہودی آپ ﷺ کے پاس آئیں..... اور اگر آپ ﷺ فیصلہ کریں تو انصاف سے فیصلہ کریں۔“ (المائدہ ع-۷)

۲۷۔ حقوق اہل معاملہ:

ناپ تول میں انصاف: ارشاد خداوندی ہے ”اور انصاف کے ساتھ سیدھی تول تولو اور کم نہ تولو (الرحمن ع-۱) پھر ارشاد ہوا ”کم دینے والوں کے لیے بڑی تباہی اور بربادی ہے کہ لوگوں سے ماپ کر (پورا) لیتے ہیں اور جب لوگوں کو دیتے ہیں تو (کم ماپ یا کم تول کے ساتھ) کم (کر کے) دیتے ہیں۔“ (التطفیف ع-۱)

ادھار تحریری شکل میں: فرمان خداوندی ہے ”اے ایمان والو! جب تم ایک معیاد معین تک ادھار کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔“ (مکمل تفصیل کے لیے سورۃ البقرہ ع-۳۹-۲۸۳ دیکھیں)

خوش معاملگی: حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”جو شخص لوگوں کے مال لیتا ہے اور اس کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو خدا اس کو ادا کرا دیتا ہے۔ (بخاری) ”قرض کی تلافی بس یہی ہے کہ قرضہ ادا کر دیا جائے اور قرض دینے والے کا احسان مانا جائے۔“ (نسائی)

قرض کی واپسی میں رعایت: حضور ﷺ نے فرمایا ”مالدار آدمی کا اپنے قرض (کی واپسی) میں دیر کرنا ظلم ہے“ (بخاری، مسلم) حضور ﷺ نے ایک تباہ حال قرض دار کے بارے میں قرض خواہوں سے فرمایا۔ ”جو کچھ تم نے پالیا ہے اس پہ کفایت کرو“ (مسلم)

قرآن مجید میں آیا ہے ”اور اگر کوئی (قرضدار) تنگ دست ہو تو فراخی تک کی مہلت دینا (قرض خواہ پر ضروری) ہے۔“ (البقرہ۔ ع۔ ۳۸)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ (بخشش اور آسانی کا خواہشمند تاجر) تنگ دست مقروض کو مہلت دے یا سارا قرض اسے معاف کر دے۔“ (مسلم)

سختی کرنے کا حق: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”حقدار کو سختی کرنے کا حق ہے۔“ (صحیحین)

معاملات میں سہولت و آسانی: حضور ﷺ نے فرمایا ”خدا اس شخص پر رحم کرے جو خریدنے اور تقاضا کرنے میں فیاضی کرنے والا ہو“ (بخاری)

اس کے علاوہ بھی سیرت طیبہ اور اسلامی تعلیمات سے ہمیں معاشرے کے متعدد اصحاب کے متعدد حقوق کے نمونے ملتے ہیں۔ مثلاً رضاعی بہن بھائیوں کے حقوق، سفر کے ساتھی کے حقوق، تاجر اور خریدار کے حقوق، مردہ کے حقوق، بیوی بچوں (اہل و عیال) کے حقوق، تنگ دست مسافر کے حقوق، لاوارث اور بے سہارا لوگوں کے حقوق، نوجوانوں کے حقوق، حقوق الصبیان (بچوں کے حقوق)، تجارت کے حقوق، قاضی اور فریقین کے حقوق، خود اپنی جان کے حقوق، کاروباری ساتھی کے حقوق، حتیٰ کہ پیدا ہونے والے بچے کے قبل از پیدائش اور بعد از پیدائش حقوق بھی ذکر ہوئے ہیں۔ جن کی تفصیل و تشریح کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ عمومی طور پر انسانوں پر عالمی برادری کے حقوق اور عورتوں کے مختلف حقوق بھی بیان ہوئے ہیں غرضیکہ انسانوں کے حقوق کا تحفظ کر کے خاتم النبیین ﷺ نے قیامت آنیوالہ انسانوں کی مکمل دستگیری کی ہے۔ اس لیے کہ آپ کے بعد نہ کسی نبی نے آنا ہے اور نہ کسی امت نے کہ جو آپ ﷺ کی تعلیمات میں اضافے کی گنجائش باقی رہتی۔

حجۃ الوداع کا خطبہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے بلاشبہ انسانی حقوق کا عالمی منشور ہے۔^(۱) انسانوں کے حقوق کے محافظ ﷺ نے آج سے پندرہ صدیاں پیشتر ہی انسانی حقوق کا اتنا عمدہ اور مکمل تحفظ کیا کہ آج کا اقوام متحدہ کا ہیومن چارٹر آپ ﷺ کے قائم کردہ منشور کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس مختصر تحریر میں خطبہ حجۃ الوداع کے حوالے سے انسانی حقوق پر گفتگو کرنا ممکن نہیں۔ لیکن دو باتیں ضرور کہی جاسکتی ہیں۔

اول: خطبہ میں اپنوں اور غیروں کے حقوق کا تحفظ بے مثال انداز میں کیا گیا ہے۔

دوم: خطبہ کا اختصار اور اس سے مترشح احکام و تفصیلات کا اقتضا حضور صاحب جوامع الکلم ﷺ کی معجز بیانی پر شاہد ہے۔ قوانین کی چودہ سو سالہ مسلم و غیر مسلم تاریخ ان دونوں کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔
تحریر زیر نظر شاہد ہے کہ واقعی انسانی حقوق کے حوالے سے سرور کائنات اپنوں اور غیروں کے لیے رحمت ابدی ثابت ہوئے۔



مآخذ و مصادر

- | | |
|--|--------------------------------------|
| نزل من الله على النبي الامي الكريم | ☆ القرآن الحكيم |
| چوہدری نذر محمد (ترجمہ: مولانا مودودی) | ☆ احکام القرآن |
| مولانا حامد الانصاری غازی | ☆ اسلام کا نظام حکومت |
| پروفیسر چوہدری غلام رسول | ☆ اسلام کے کارہائے نمایاں |
| خورشید احمد | ☆ اسلامی نظریہ حیات |
| مرتبہ | ☆ اسوۂ حسنہ |
| مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری | ☆ اصلاحات کبریٰ |
| سر عبد الرحیم | ☆ اصول فقہ اسلام |
| مولانا جلال الدین امجدی | ☆ انوار الحدیث |
| ڈاکٹر غلام جیلانی برق | ☆ تاریخ حدیث |
| سید اوصاف علی | ☆ حقوق العباد |
| مولانا محمد فیروز الدین | ☆ حقوق و فرائض اسلام |
| محمد رسول اللہ | ☆ خطبہ حجۃ الوداع |
| شاہ معین الدین احمد ندوی | ☆ دین رحمت |
| مولانا کوثر نیازی | ☆ ذکر رسول ﷺ |
| مولانا جلیل احسن ندوی | ☆ راہ عمل |
| سید اسعد گیانی | ☆ رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب |
| دینی صفحات | ☆ روزنامہ "جنگ" لاہور/راولپنڈی |
| دینی صفحات | ☆ روزنامہ "مشرق" لاہور |
| دینی صفحات | ☆ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور/راولپنڈی |
| مولانا جلیل احسن ندوی | ☆ زادراہ |

- | | | |
|---------------------------------|-----------------------------|---|
| سید سلیمان ندوی | سیرت النبی ﷺ (جلد سوم) | ☆ |
| مولانا نور بخش توکلی | سیرت رسول عربی ﷺ | ☆ |
| مولانا مودودی | سیرت سرور عالم ﷺ | ☆ |
| پروفیسر سعید احمد | غیر فانی تہذیب | ☆ |
| مولانا محمد عمر عثمانی | فقہ القرآن (جلد سوم) | ☆ |
| پیر کرم شاہ الازہری | ماہنامہ ”ضیائے حرم“ لاہور | ☆ |
| محمد رضا مصری / محمد عادل قدوسی | محمد رسول اللہ ﷺ | ☆ |
| سید شبیر حسین شاہ زاہد | مصباح اسلامی تہذیب و تمدن | ☆ |
| مولانا اشرف علی تھانوی | نشر الطیب فی ذکر نبی الحبیب | ☆ |
| ادارہ فروغ ادب لاہور | نقوش رسول ﷺ نمبر | ☆ |
| سیرت نمبرز | ہفت روزہ ”بلال“ راولپنڈی | ☆ |



اسلامی فلاحی مملکت اور اس کے قیام کے لئے عملی تجاویز، اسوہ نبویؐ کی روشنی میں[☆]

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام از ابتدا تا انتہا فلاح و صلاح کا دین ہے اسلام میں بحیثیت دین اور بحیثیت نظام زندگی انفرادی و اجتماعی، خانگی و مجلسی اور حکومتی ورعایا کی سطح پر ہر طرف فلاح و بہبود کا دور دورہ ہے۔ حدیث شریف میں اسلام کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ *الدین النصیحة* یعنی دین (اسلام) نصیحت (بھلائی) ہے۔ بھلائی و بہتری کا یہی وہ عنصر ہے۔ جو اسلامی ریاست کے ایک عام آدمی کی زندگی سے لے کر حکمرانوں تک کی زندگی میں ”حقوق و فرائض“ کی شکل میں ہر جگہ نمایاں، تاباں، بلکہ غالب نظر آتا ہے۔

☆ اس مقالہ کو وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور حکومت پاکستان اسلام آباد کے سالانہ مقابلہ مضمون نویسی ۱۹۹۲ء کے لیے لکھا گیا اور اسے وفاقی علاقہ اسلام آباد اور ملحقہ علاقوں سے اول انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔ اور سیرت کانفرنس ۱۹۹۲ء میں صدر پاکستان جناب غلام اسحاق خان نے راقم مقالہ ہذا کو اپنے ہاتھوں سے تین ہزار روپے (نقد) کے انعام اور تعریفی سند سے نوازا۔ (سند کی فوٹو کاپی مقالہ کے آخر میں لف ہے)

پروردگار عالمین کی طرف سے انبیاء کی تبعیث لاریب عالم انسانیت کے لیے نعمت و احسان ہے۔ * اور دوسری مخلوقات کے لیے رحمت کی نوید۔ مگر بالخصوص طبقہ انسانیت کے لیے انبیاء کی آمد دو طرح سے رحمت و برکت ہے۔

اول: ہدایت و اطاعت کا راستہ معین کیا۔

دوم: مکمل اور بے عیب نظام زندگی (مع اصول ہائے جہانبانی) عطا فرمایا۔ **

گنتی کے انبیاء کرام مسند جہانبانی پر فائز نظر آتے ہیں۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام (1)، حضرت داؤد علیہ السلام (2)، حضرت سلیمان علیہ السلام (3)، حضرت موسیٰ علیہ السلام (4) اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے قبیلہ کے شیخ ہونے، چار سو غلاموں کی فوج رکھنے، شام و بابل کے اطراف کئی بادشاہوں سے جنگیں کرنے اور وعدہ

* جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا (آل عمران - 163)

** جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً بِقَرَّةٍ - 1 خواجہ نظام الملک طوسی نے ”سیاست نامہ“ میں ایک حدیث بیان کی ہے کہ حضرت یوسف کو بموجب وصیت جب ان کے جد امجد حضرت ابراہیم کے پہلو میں دفن کیا جانے لگا تو حضرت جبرائیل آئے اور اس دفن پر اعتراض کیا۔ اس لیے کہ حضرت یوسف نے پیغمبری کے علاوہ بادشاہی بھی کی ہے۔ لہذا انہیں حضرت ابراہیم کے روضہ میں نہیں دفنایا جاسکتا۔ (دیکھئے اردو ترجمہ ص 17)

2- قرآن کریم میں ارشاد الہی ہے وشدونا ملکہ واتینہ الحکمة وفصل الخطاب (ص 20) ہم نے ان کی حکومت کو مضبوط کیا اور انکو حکمت (سیاست) اور سمجھانے کا بہترین طریقہ عنایت کیا۔ مزید دیکھئے سورۃ یسین آیہ 17- آیہ 26، سورۃ انبیاء آیہ 49

3- دیکھئے سورۃ نمل آیہ 15 تا 43، سورۃ البقرہ - 102، انبیاء - 48، 49، 81

4- دیکھئے قصص القرآن جلد اول از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

خداوندی کہ ”ان کی اولاد کو ارض مقدس کی حکومت عطا کرے گا۔“ کے باعث ایک حد تک مسند حکومت پر براجمان تصور کیے جاسکتے ہیں۔⁽¹⁾

اسلام کا نظریہ حکمرانی بہت زیادہ واضح اور اصولی ہے۔ حضور رسالتاً ﷺ نے اپنے طرز عمل اور حکیمانہ ارشادات سے اسلام کے تصور حکمرانی کو بین و معین کر دیا ہے۔ آپ ﷺ سے ابدی و سرمدی تعلیمات اور ان کی عملی شکل درج ذیل ذرائع سے ہم تک پہنچی ہے۔

اول: تعلیمات قرآن کے ذریعے، جس کی آپ ﷺ نے تبلیغ و تشہیر اور نفاذ میں سرگرم کوششیں کیں اور اپنے پیروکاروں کو ان کی اطاعت کا خوگر بنایا۔

دوم: آپ ﷺ کے اپنے حکیمانہ، مدبرانہ اور اصلاحانہ ارشادات عالیہ، جو حدیث و فقہ کی سینکڑوں کتابوں میں گوہر تابدار کی طرح ہمارے لیے نشان منزل ہیں۔

سوم: عہدیداروں کے لیے آپ ﷺ کے فرامین و ہدایات، معاہدے اور متعدد دوسرے احکامات جو ایک فلاحی اسلامی ریاست کے خدوخال کو عیاں و نمایاں کرتے ہیں۔

چہارم: مدینہ میں آپ ﷺ کی قائم کردہ ابتدائی اسلامی ریاست جو اپنی ہیئت میں بہت زیادہ مکمل، منضبط اور اصولی تھی۔

پنجم: خلفائے راشدینؓ کے دور کی اسلامی ریاست جو تعلیمات قرآن، ارشادات نبوی ﷺ اور عوام کی فلاح و خدمت کے نکتہ نظر سے اسلام کا درخشاں اور منضبط عہد کہلاتی ہے۔

ششم: مسلم علماء، محدثین، فقہا اور فلاسفہ کے اصول جہان بینی کے سلسلے میں اقوال و تشریحات، جو اسلامی فلاحی ریاست کی مثالی ہیئت کو مزید واضح

1- تورات۔ سفر تکوین بحوالہ سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی جلد دوم ص ۵۸ (حاشیہ)

کرتے ہیں۔

ہفتم: دور نبوی ﷺ، عہد خلافت راشدہ اور تعلیمات قرآنی و ارشادات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کئی مسلمان حکمرانوں کے عہد کی نظریں جو اسلامی تصور حکمرانی کا زندہ ثبوت ہیں۔ اور ایک فلاحی ریاست کی بہترین مثال، مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ریاست، محمود غزنوی، ایک وائٹمنش اور سوری و عالمگیری حکومتیں۔

جس دور اور جس علاقے میں حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے وہ دور فترت و جاہلیت اور وہ علاقہ بدترین وحشت ناک کی کا مظہر کہلاتا تھا یوں کہا جا سکتا ہے کہ پورا عرب انارکی (Anarchy) کا گہوارہ تھا۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا دشمن تھا۔ ایک گروہ دوسرے گروہ سے خار کھاتا تھا۔ اور معمولی رنجشیں سینکڑوں سالوں کی لڑائی پر پھیل جاتی تھیں۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ لوٹ کھسوٹ عام تھی غلامی اور بردہ فروشی کا بہت غالب رواج تھا۔ داخلی و خارجی اطمینان مفقود تھا۔ جنگ کی تلوار ہر وقت عربوں کے سر پر لٹکتی رہتی تھی۔ سیاسی نظام سرے سے ناپید تھا۔ نہ صرف عرب بلکہ دنیا کے ہر خطہ میں نہ کوئی اصولی سیاست تھی۔ نہ کوئی نظام جہان بینی، نہ کوئی حکومت تھی اور نہ کوئی طرز زندگی۔ قبائل کا انفرادی تشخص پھر ہر شخص کا انفرادی تشخص نمایاں رہتا تھا۔ شیوخ قبائل اگرچہ متعدد اجتماعی امور نمٹاتے تھے اور صلح صفائی کرواتے تھے مگر اقتدار و اختیار سے وہ محروم تھے اور کسی فیصلے پر عملدرآمد نہ کروا سکتے تھے۔ (1)

اسلامی سیاسیات میں سلطنت کے تنظیمی ڈھانچے کو ریاست، سلطنت یا حکومت کے نام سے یاد نہیں کیا گیا بلکہ خلافت، امامت اور امارت کی اصطلاحات اختیار کی گئی ہیں۔ اور جو فرق سٹیٹ (STATE) اور گورنمنٹ

1- دیکھئے اردو ڈائجسٹ رحمتہ للعالمین نمبر حصہ دوم ص 151 تا 156 مئی 1989ء

(Govt.) میں ہے وہی خلافت اور امامت اور امارت کے درمیان قائم کیا گیا ہے۔⁽¹⁾ حکومت قانون کی متحرک قوت ہے سلطنت یا ریاست اس رقبہ زمین کو کہا جاتا ہے جس پر حکومت قائم ہو اور جہاں انسانوں کی سیاسی تنظیم ایک اجتماعی بیعت اختیار کر لیتی ہے۔⁽²⁾ اسلامی اصطلاحات میں نظم مملکت سے مراد ہے سیاسی، ملکی، مالی اور عدالتی نظام⁽³⁾ اسلامی نظام حکومت میں معمولی فرق کے ساتھ خلافت امامت اور امارت کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یعنی شرعی اصولوں کے مطابق قائم کی گئی حکومت اور اس حکومت کے سربراہ کو خلیفہ، امام اور امیر میں سے کچھ بھی کہا جاسکتا ہے اور اسلامی حکومت کا رئیس بھی جو تینوں خطابات کو حاوی ہے۔ اب موجودہ تحریر میں خلافت کا ذکر ہو یا خلیفہ کا امارت کا لفظ آئے یا امیر کا، امامت پر گفتگو ہو یا امام پر۔ مطلب ایک ہی سمجھا جائے گا یعنی اسلامی ریاست کا انتظام اور اس کا رئیس۔

قرآن مجید میں اللہ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔⁽⁴⁾ اور خلافت کو زمین پر نظام ربوبیت کا مظہر قرار دیا ہے اس سے روگردانی کرنے والوں کو مجرمین کہا ہے اور گروہ مجرمین کی ہلاکت و عذاب کی خبر دی ہے۔⁽⁵⁾ قرآن مجید نے خلافت اور خلیفہ کے لیے درج ذیل عناصر کو ضروری قرار دیا ہے۔

۱۔ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل و انصاف کیا جائے۔
(سورۃ ص - ۲۶)

- 1- اسلامی ریاست از امین احسن اصلاحی ص ۸، ۹
- 2- اسلام کا نظام حکومت از مولانا حامد الانصاری غازی ص ۵
- 3- مسلمانوں کا نظم مملکت از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن ص ۱۴
- 4- سورۃ البقرۃ - ۳۰
- 5- سورۃ یونس ۱۳، ۱۴

- ۲۔ سربراہ علم و حواس اور اعضاء سے سلامت ہو۔ (البقرہ۔ ۲۴۷)
- ۳۔ خلافت کے حقدار وہ ہیں جو ایمان لائیں اور لوگوں کی خیر خواہی کے کام کریں (سورۃ النور۔ ۵۵)
- ۴۔ متقی ہوں (الحجرات۔ ۱۳)
- ۵۔ خلافت کے حقدار وہ ہیں جو حکومت ملنے کے بعد عبادت الہی کریں مستحقین کی مالی اعانت کریں۔ لوگوں کو نیکیوں کی تاکید کریں اور برائیوں سے روکیں۔ (سورۃ الحج)
- ۶۔ روئے زمین کے وارث وہ لوگ ہوں گے جو صالح و صلاحیت مند بندے ہوں گے۔ (سورۃ الانبیاء)
- ۷۔ حکومت و سلطنت کا وارث وہی ہو سکتا ہے جو ملک کے خزانوں کی حفاظت بھی کرے اور (امور سلطنت کا) علم بھی رکھنے والا ہو۔ (سورۃ یوسف ۵۵-۵۴)

قرآن مجید نے وارثان حکومت و حقداران نیابت کی بیسیوں صفتیں بیان کی ہیں۔ جن سب کا احصاء ممکن نہیں۔ درج بالا بارہ صفات سمجھنے کو کافی ہیں۔ خلافت کے لغوی معنی ہیں جانشینی کے اور اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کے جانشین کی حیثیت سے شرعی اصولوں کے مطابق دینی اور دنیاوی امور میں فرمانروائی کرنا اور شرعی نکتہ نظر سے یہ فرمانروائی شریعت کے دستور اور قوانین کی پابند ہوتی ہے۔^(۱)

خلافت کا حقیقی مقصد ناموس اسلام کا تحفظ اور شرعی زاویہ نگاہ سے حکومت کے نظم و نسق کی تنظیم اور اس کا قیام ہوتا ہے۔ علامہ الماوردی نے خلیفہ کی یہ خصوصیات بیان کی ہیں:

”خلیفہ کے لیے علم، عدالت، کفایت اور ان اعضاء اور

۱۔ مقدمہ ابن خلدون بحوالہ اسلام کا نظام مملکت از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن

حواس صحت و سلامتی ضروری خیال کی جاتی ہے جن کا اثر رائے و عمل پر پڑتا ہو خلیفہ میں کم سے کم اتنی علمی استعداد لازمی خیال کی جاتی تھی کہ وہ نئے نئے مسائل کا اپنی اجتہادی قابلیت سے فیصلہ کر سکے عدالت سے مراد بلند سیرت اور معاصی سے اجتناب ہے۔ کفایت کا مفہوم یہ ہے کہ آئین اور حدود اسلام کے نافذ کرنے کی قوت رکھتا ہو فوجی بصیرت ہو وقت پر جہاد کا جوش و ولولہ پیدا کر سکے۔ مدبر اور صاحب فہم و درایت ہو۔“ (1)

خلیفہ اور خلافت کے سلسلے میں درج بالا قرآنی و تشریحی گفتگو سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسلامی سیاست میں دینی حکومت دنیاوی حکومت پر حاوی ہے۔ (تھیا کریسی) حقیقت یہ ہے کہ اسلامی سیاست میں دین و دنیا بین چلتے ہیں۔ (2) رسول مقبول ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

”اسلام اور حکومت و ریاست دو جڑواں بھائی ہیں دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی سی ہے اور حکومت گویا اس کی نگہ بان ہے جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہ بان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔“ (کنز العمال) (3)

1- الاحکام السلطانیہ ص ۱۳ (اردو ترجمہ) مزید دیکھئے مقدمہ ابن خلدون، ص ۱۵۲ (اردو ترجمہ)

2- اسی عنوان پر حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کا یہ شعر بصیرت کا حامل ہے۔

نظام پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو

جدا ہو دیں سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی

3- دیکھئے اسلامی نظریہ حیات مرتبہ خورشید احمد ص ۴۰۵

فکر اسلامی میں ریاست کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ خود خالق ارض و سموات اپنے نبی کریم حبیب عظیم ﷺ کو یہ دعا سکھاتا ہے:

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجِ صِدْقٍ
وَاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (بنی اسرائیل: ۸۰)

ترجمہ: اور (اے نبی ﷺ) دعا کرو کہ اے پروردگار مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے۔ (۱)

خدائے پاک نے اپنے رسول مقبول ﷺ کی بعثت کو تمام ادیان پر (بزور) غالب کرنے کی نوید بھی سنائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَاَلُوْكَرِهَ الْمَشْرِكُوْنَ (التوبہ: ۳۳)

ترجمہ: وہ اللہ جس نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ یہ مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

یہ آیت ہجرت نبوی ﷺ سے کچھ پہلے نازل ہوئی تھی جسے آپ ﷺ اکثر دعا کے طور پر تلاوت کیا کرتے تھے اور یہ دعا کیا کرتے تھے۔ کہ ”اے اللہ! یا تو مجھے خود اقتدار عطا کر دے یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنا دے تاکہ میں طاقت سے دنیا کے بگاڑ کو

1- ابن جریر اور ابن کثیر نے اپنی تفسیروں میں لکھا ہے ان اللہ ليزع بالسلطان مالا يسزع بالقرآن ترجمہ: اللہ تعالیٰ حکومت کی طاقت سے ان چیزوں (برائیاں، منکرات) کا سدباب کر دیتا ہے جن کا سدباب قرآن سے نہیں کرتا۔ بحوالہ اسلامی نظریہ حیات ص ۴۰۵

درست کر سکوں برائیوں کے سیلاب کو روک سکوں نیکیوں کو قائم کر سکوں اور تیرے قانون عدل کو جاری کر سکوں“

مدینہ کی اسلامی ریاست جسے رحمۃ للعالمین ﷺ نے قائم کر کے کائنات کی تڑپتی، سسکتی، مظلوم، مجبور، مقہور مخلوقات کی تکلیف کو راحت میں بدل دیا، پر دو پہلوؤں سے گفتگو ہوگی۔

اول حضور اکرم ﷺ کی انتظامی ہیئت حاکمہ جو کہ اصل و بنیادی اسلامی ریاست ہے۔

دوم آپ ﷺ کے انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کارنامے جو مذکورہ ریاست کے توسط سے اور بعد کی مسلم ریاستوں کی مثالوں سے بحسن و خوبی قائم کیے گئے۔

یہی اصل روح ہے اسلامی فلاحی ریاست کی۔ اور یہی اس مقالہ کا موضوع ہے۔

مدینہ بھی باقی خطہ عرب کی طرح لا قانونیت اور سیاسی عدم استحکام کا شکار تھا۔ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو وہاں آپ نے ایک اسلامی تشخص کی بنیاد رکھی مسجد نبویؐ ابتدائی اسلامی ریاست کا پہلا دربار تھی۔ جہاں نزاعات کے فیصلے کئے جاتے تھے اور بلاشبہ آپ ﷺ سارے معاملات کے نگران اعلیٰ تھے۔ اسی استحکام سازی میں پانچ چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا اور رسالت مآب ﷺ نے مہاجرین و انصار میں ”مواخاۃ“ کا رشتہ قائم فرمایا۔^(۱) چنانچہ ارشاد ہوا۔

۱۔ علامہ شبلی نعمانی نے ”سیرت النبیؐ“ جلد اول ص ۲۷۷، محمد رضا مصری نے ”محمد رسول اللہ“ ص ۲۸۹، ۹۰، اور قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے ”رحمتہ للعالمین“ دوم ص ۶۳، ۶۴ میں اور پیر کرم شاہ الازہری نے ”ضیاء النبیؐ“ جلد سوم، ص ۱۷۵ پر ”مواخاۃ“ میں شامل صحابہ کی فہرست دی ہے۔

تا خوا فی اللہ اخوین اخوین (راہ خدا میں دو دو کس بھائی بھائی بن جاؤ) نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے مرحلہ میں پچاس جوڑے بنے۔ بعد ازاں بقول حضرت انسؓ ہمارے گھر میں نبی اکرم ﷺ نے دو یا تین بار مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت کو باہمی حلف کے ذریعہ قائم فرمایا۔^(۱) پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت انسؓ بن مالک کے مکان میں مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ کل نوے آدمی تھے بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غم خوار ہونگے اور موت کے بعد نسبی قرابتداروں کی بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔ وراثت کا یہ حکم غزوہ بدر کے بعد ختم کر دیا گیا۔ اور دور جاہلیت کے رسم و رواج مٹا دیئے گئے۔^(۲)

جب مدینہ میں مہاجرین و انصار (مسلمانوں) کے درمیان داخلی و سیاسی امن قائم ہو گیا تو سرور کائنات ﷺ نے مدینہ کی مختلف اقوام و قبائل کے درمیان ایک اور باہمی معاہدہ کیا۔ جو آپؐ کے پاکباز صحابہ کرامؓ کی منتخب اور ممتاز جماعت (مہاجرین و انصار) مدینے کے قدیم اور اعلیٰ قبائل سے تعلق رکھنے والے مشرکین اور یہود مدینہ کے درمیان طے پایا۔ اس معاہدہ کو ”میثاق مدینہ“ کہا جاتا ہے۔ لیکن تاریخ اور سیرت کی کتب میں اسے ”صحیفہ“ کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ تریپن دفعات پر مشتمل یہ معاہدہ گونا گوں سیاسی اہمیت کا حامل ہے۔ مثلاً دفعہ نمبر ۱ میں مسلمانوں کو ایک علیحدہ سیاسی وحدت (امت) قرار دیا گیا ہے۔ دفعہ نمبر ۲ تا نمبر ۱۰ میں معاہدہ میں شامل تمام مدنی قبائل کے سابقہ خون بہا کے طریقہ کو برقرار رکھا گیا ہے۔ شق نمبر ۱۱ تا نمبر ۲۴ میں اہل ایمان کی ذمہ داریاں گنوائی گئی

۱- رحمۃ للعالمین جلد دوم ص ۳۶۲

۲- اردو ڈائجسٹ رحمۃ للعالمین نمبر دوم ۹۰-۸۷ میں ابن ہشام کے حوالے سے اس معاہدہ کی سولہ دفعات نقل کی گئی ہیں۔ واللہ اعلم

ہیں۔ شق نمبر ۲۵ تا نمبر ۳۶ میں یہودیوں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔ شق نمبر ۳۷ تا نمبر ۵۳ میں معاہدہ کے تمام فریقوں کی سلطنت مدینہ کے سلسلہ میں قیام امن اور دفاع کی مشترکہ ذمے داریوں کو واضح کیا گیا ہے۔ حضور سرور عالمین ﷺ کو آخری منصف مانا گیا ہے۔ اس میں میثاق مدینہ کی رو سے جو منظم ریاست قائم ہوئی وہ صرف ڈیڑھ سو مربع کلومیٹر پر محیط تھی۔ جس کے صرف گنتی کے محلے تھے اور آبادی صرف چند ہزار تھی۔ مگر حضور اکرم ﷺ کی زیر نگرانی سیاست اسلامیہ کے تحت یہ اسلامی سلطنت صرف دس سال کے عرصے میں اتنی پھیلی کہ پندرہ لاکھ مربع کلومیٹر کے وسیع علاقے میں اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ اور دورِ فاروقی تک یہ رقبہ اکیس لاکھ مربع کلومیٹر سے بڑھ گیا تھا۔ ظاہر ہے اسلامی ریاست کے پھیلاؤ کا نقطہ آغاز میثاق مدینہ ہے۔ جو مدنی رعایا کی فلاح و صلاح کا ضامن ٹھہرایا جاتا ہے۔ مثلاً:

☆ اس معاہدہ پر تمام مدنی قبائل بشمول یہود نے برضا و رغبت صاد کیا اور متفقہ طور پر اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔ کسی کو مجبور کیا گیا نہ کسی کو لالچ دیا گیا۔

☆ قبائل کے انتشار کو ختم کر کے انہیں اس معاہدہ کے ذریعے متحد کیا گیا۔ اگرچہ ان کا علیحدہ تشخص بھی تسلیم کیا گیا۔ مگر ہر فریق کو مساوی حیثیت دے کر بھی سلطنت مدینہ کے حوالے سے انہیں ایک کر دیا۔

☆ اس معاہدہ کے تحت محمد ﷺ کو یہودیوں اور مشرکین سے بھی رسول اللہ تسلیم کروالیا گیا۔ دفعہ ۲۴ کے تحت آخری فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہوگا۔ دفعہ ۳۷ کے تحت آپ ﷺ کو منصف اعلیٰ (Final Authority) یا (Chief Authority) قرار دیا گیا ہے۔

☆ معاہدہ کی دفعہ ۱۶ اور دفعہ ۲۶ کے تحت غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا۔

انہیں سیاسی حیثیت سے مساوی اور دینی حیثیت سے آزاد قرار دیا گیا۔

☆ صحیفہ کی شق نمبر ۱۳ کے تحت تمام اہل ایمان کو ظالم کی مخالفت کرنے کا

پابند بنایا گیا۔ دفعہ ۱۱ کے تحت مفلس، قلاش اور مقروض کو مدد دینے کا

پابند بنایا گیا ہے۔

☆ معاہدے کی دفعہ ۴۵ کے تحت یہ لازم قرار دیا گیا کہ کسی عورت کو اس

کے خاندان والوں کی اجازت کے بغیر (دوسرا قبیلہ یا خاندان) پناہ

نہیں دے گا۔

☆ میثاق کی شق نمبر ۴۳ کے تحت مدینہ کو ”حرم“ قرار دیا گیا اس طرح مدینہ

کے دفاع کی ذمہ داری فریق قبائل پر ڈال دی گئی۔ دفعہ ۴۲ میں جنگی

مصارف ہر قبیلہ کو خود برداشت کرنے کا پابند بنایا گیا۔

☆ میثاق مدینہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی سیاسی فہم و بصیرت کا پہلا کارنامہ

تھا۔ جو بعد کی درخشندہ و تابندہ اور ہمیشہ بے مثال (Unique) رہنے

والی اسلامی فلاحی ریاست کا تہ قرار پایا۔

اس سے پہلے کہ اسلامی ریاست کی خصوصیات اور دور نبوی ﷺ

میں ابتدائی ریاست کے خصائص بیان کیے جائیں اور اسلامی ریاست میں

انسانی فوز و فلاح کے کارنامے صفحہ قرطاس پر بکھیرے جائیں۔ مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کے انتظامی خدوخال مختصراً پیش کئے

جائیں تاکہ فلاحی اقدامات کے پس منظر میں ان کی بنیادی اہمیت نمایاں

ہوتی رہے۔

خلافت عظمیٰ:

دنیا میں صرف ایک خدا کی عالمگیر عظمت قائم کرنا اسلام کا مقصد

وحید ہوتا ہے۔ بقول علامہ آلوسی ”آدم اور تمام پیغمبر خلیفۃ اللہ کا عہدہ رکھتے ہیں اور روئے زمین پر عمرانی سیاسی اجتماعی اور حکومتی سرگرمیوں میں خدا کی نیابت کرتے ہیں۔“ (1)

خلافت عامہ:

اسلامی خلافت عامہ کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ ”دنیا میں ایک عام طرز کی حکومت قائم کرنا تاکہ صحیح تمدن پھیلے اور بد امنی دور ہو۔“ (2)

بقول شاہ ولی اللہ ”یہ بات ایک حقیقت کے طور پر جان لینی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ خلافت (الہی) کا منصب دے کر بھیجے گئے ہیں دنیا میں ان کے دینی نظام کا غلبہ دو باتوں پر موقوف ہے۔ (1) جنگ و جہاد (2) اسلحہ و جنگ کی تیاری“ (3)

خلافت راشدہ:

بہتر سے بہتر طرز حکومت جسمیں تمام خوبیاں موجود ہوں اور تمام خرابیاں خارج ہوں خلافت راشدہ کہلاتی ہے بقول امام راغب اصفہانی خلافت راشدہ ”رشد و ہدایت“ ہے۔ لہذا خلافت راشدہ مکمل طور پر ہدایت یاب حکومت ہے ارشاد رسالت ہے ”تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کے (قانون) کی اطاعت واجب ہے۔“ (4)

1- تفسیر روح المعانی جلد اول، ص ۲۰۲

2- تفسیر ابن کثیر سورۃ نور

3- حجتہ اللہ البالغہ بحث جنگ و جہاد

4- حدیث کے یہ الفاظ خطیب حضرات خطبات جمعہ میں اکثر دہراتے ہیں۔

”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين“ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ صحیح بخاری)

حضور اکرم ﷺ کی اسلامی ریاست میں اور خلافت راشدہ میں مندرجہ بالا تینوں قسم کی حکومتیں پائی جاتی ہیں۔ اب ریاست اسلامی کے خال و خط نمایاں کیے جاتے ہیں۔

حاکمیت کبریٰ:

حاکمیت کبریٰ صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ **إِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ (انعام ۵۷) فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (مومن ۱۲) وَاللَّهُ يُحْكُمُ لَا مُعَقَّبَ لِحُكْمِهِ (رعد ۴۱) (۱)**

تمسک بالقرآن:

اسلامی حکومت میں قرآن سے رجوع ایک ناگزیر امر ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ ”ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔ جو کچھ سمجھا دے آپ کو اللہ“ (النساء - ۱۰۵) حجتہ الوداع کے موقع پر آں حضرت ﷺ نے فرمایا علیکم بالقرآن (قرآن پر کار بند رہنا)۔

نمائندہ نظام ربوبیت (رسول اللہ) کی اطاعت:

قرآن مجید کا ارشاد ہے **مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (حشر - ۷)** (ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ من اطاعنی فقد اطاع اللہ۔ ترجمہ: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) (رواہ الشیخان

1- تینوں آیات کے ترجمے ذیل میں درج ہیں۔

(۱) بے شک حکم اللہ کا ہے۔

(۲) پس حکم اللہ بلند و بزرگ کا ہے۔

(۳) اور اللہ حکم کرتا ہے اس کے حکم کے بعد کچھ (کوئی حکم) نہیں ہے۔

2- ترجمہ: جو کچھ رسول تمہیں دے، لے لو اور جس سے روکے، رُک جاؤ۔

فی الصحیحین والنسائی)

اولوالامر کی اطاعت:

حاکم وقت نبی ہو یا رسول، خلیفہ ہو یا سلطان اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے سورۃ النساء آیت - ۵۹ میں ارشاد ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم^(۱) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے صاحب امر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے صاحب امر کی نافرمانی کی۔ اس نے میری نافرمانی کی۔ (بخاری کتاب الاحکام)

مشورت:

حضور صاحب لولاک ﷺ نے اپنی انتظامی سلطنت میں مشورت (صلاح ورائے وغیرہ) کو شامل کیا۔ ارشاد خداوندی ہے وَشَاوِرْهُمْ فِی الْأَمْرِ (آل عمران - ۱۵۹)^(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ”میں نے نبی ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ لیتے رہنے والا کبھی کسی شخص کو نہیں پایا۔“^(۳)

قانون بیعت:

اسلامی حکومت میں بیعت کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے۔ مکی زندگی میں بیعت عقبہ اور مدنی زندگی میں بیعت الشجرہ (معاہدہ حدیبیہ

1- ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور جو تم میں سے حاکم وقت ہو۔ (اس کی بھی)

2- اور معاملہ (قضیہ) میں ان سے مشورہ کیا کرو۔

3- رواہ احمد و الشافعی

سے پہلے) اسکی واضح مثالیں ہیں۔ فتح مکہ کے بعد بھی آپ ﷺ نے ایک بیعت عامہ لی۔ مردوں سے آپ ﷺ نے اور عورتوں سے حضرت عمر فاروقؓ نے۔

قانون کی بالادستی:

اسلامی حکومت میں ہر حالت میں قانون و اصول کو بالادستی حاصل ہے قانون کے ماخذ چار ہیں۔ (۱) قرآن (۲) حدیث و سنت (۳) تعامل صحابہ (اجتہاد) (۴) قیاس شرعی^(۱)

رئیس مملکت کا انتخاب:

عہد نبوی میں تو آپ ﷺ بلا مقابلہ خلیفۃ اللہ تھے اور پہلی اسلامی حکومت کے رئیس بھی۔ مگر عہد خلافت راشدہ میں انتخاب کے مختلف جمہوری و عوامی طریقہ ہائے کار اختیار کیے گئے۔ مثلاً حضرت ابو صدیقؓ کا انتخاب سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے بالمقابل ہونے پر آپ کے ساتھی مہاجرین نے کر دیا۔ جس کی بیعت عامہ کے ذریعے توثیق ہو گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو صدیق اکبرؓ نے نامزد کر دیا۔ جسے عوام نے قبول کر لیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کو ایک مشاورتی کمیٹی نے منتخب کیا اور بیعت عامہ کے ذریعے اس انتخاب کی توثیق ہو گئی اور مولا علی کرم اللہ وجہہ کو عوام الناس نے ہی خلیفہ چنا۔

۱- بعض علماء کے نزدیک تعامل صحابہ ایک علیحدہ ماخذ ہے اور اجتہاد علیحدہ۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو تعامل صحابہ دراصل اجتہاد ہی کی ایک قسم ہے صحابہ کا اجتہاد تعامل صحابہ کہلاتا ہے تعامل صحابہ کے بعد بھی اجتہاد کے دروازے کھلے ہیں مفہوماً تعامل صحابہ اور اجتہاد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

انتظام سلطنت:

اسلامی سلطنت میں انتظامی خاکہ بہت واضح اور عوامی ہے۔ جس پر فرداً فرداً مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے اسلام کا نظام حکومت از حامد الانصاری۔)

(الف) امامت کبریٰ: حکومت و ریاست کی اعلیٰ انتظامی مشینری جس کے عناصر ترکیبی یہ تھے۔ (۱) امام ملت (۲) امین المملت (۳) اولوالامر (۴) کاتب (۵) ترجمان (۶) امین الخاتم

(ب) مجلس وزراء: دور نبوی ﷺ میں یہ دراصل مجلس شوریٰ تھی۔ اور موقع و محل کے مطابق انہی میں سے اہل لوگوں کو مختلف امور کی ذمہ داریاں سونپ دی جاتی تھیں۔

(ج) صیغہ دینی: یہ وزارت صیغہ ان امور کی نگرانی کرتا تھا۔ (۱) امر بالمعروف و نہی عن المنکر (۲) دعوت و تبلیغ (۳) احتساب (۴) تعلیم و تربیت۔ اس صیغہ کا امیر ہر زمانہ میں امام ہوتا ہے۔ وزارت دینی میں یہ عہدیدار تھے۔ (۱) امام (۲) امین الامت (۳) نقیب (۴) داعی (۵) محتسب (۶) علماء امت

(د) صیغہ امن عامہ: امن و امان کا قیام اس صیغہ کی ذمہ داری ہے اسکی تشکیل اس طرح سے ہے۔ (۱) امام، (۲) امین الامت (۳) امیر الرایۃ (جھنڈے کا امیر) (۴) امیر الامن

(ہ) صیغہ خارجہ: یہ صیغہ دنیا میں عالمگیر امن کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے اسلامی ریاست کی طرف سے خارجی معاملات کا ذمہ دار ہے۔ سفارتی تعلقات، معاہدات اور دوسرے امور انجام دیتا ہے اس کے عہدیدار یہ ہیں۔ (۱) امام (۲) وزیر (خارجہ) (۳) دفتر خارجہ

(۴) سفر مملکت (۱)

(و) صیغہ امور داخلہ: اسلامی ریاست میں اندرونی نظم و نسق اور امن کی ذمہ داری اس صیغہ پر ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ کے داخلی امن اور بہتر نظم و نسق کے لیے یہ اقدامات کیے۔

- ☆ داخلی نظام کے تمام شعبوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔
- ☆ یہود مدینہ کو میثاق مدینہ کے ذریعہ دفاع مدینہ کی ذمہ داریوں میں پابند کیا۔
- ☆ سرحدی دفاع کا نظام مضبوط کیا اور گشتی دستوں کا باقاعدہ انتظام کیا۔ یہ گشتی دستے ”سریہ“ مہموں کو سر کرتے تھے۔
- ☆ مدینہ سے عدم موجودگی کی صورت میں آپ ﷺ مدینہ میں داخلی انتظام اپنے نائب الحکومت کے سپرد کرتے تھے۔ (۲)
- ☆ آں حضرت ﷺ نے مدینہ کو داخلی نظم و نسق کے سلسلے میں بارہ

۱- عہد نبوی ﷺ میں اس صیغہ کے تحت مختلف ملکوں اور حکمرانوں کی طرف اسلامی حکومت کی طرف سے گیارہ سفارتیں بھیجی گئیں۔ انیس سفیر مقرر کیے گئے۔ یہ مشہور معاہدے ہوئے۔ (۱) معاہدہ عقبہ (بیعت عقبہ اول و دوم) قبل از ہجرت (۲) معاہدہ جہنیہ (۳) معاہدہ بنی ضمرہ (۴) میثاق مدینہ (۵) معاہدہ حدیبیہ (۶) معاہدہ تبوک (۷) معاہدہ ثقیف (۸) بخران کے عیسائیوں سے معاہدہ اور دفاع مدینہ کے سلسلہ میں مدینہ کے اردگرد کے قبائل سے دفاعی معاہدات یا غیر جانبدار رہنے کی تحریریں لکھی گئیں۔ مزید برآں: مندرجہ ذیل حکمرانوں کو سرکارِ دو عالم ﷺ نے دعوتی مکتوب روانہ کیے (۱) مقوقس شاہ مصر (۲) ہرقل قیصر روم (۳) خسرو پرویز شاہ ایران (کسریٰ) (۴) نجاشی والی حبش (۵) والی دمشق (۶) والی عمان (۷) والی یمامہ (۸) والی بحرین (۹) شاہان عمیر (۱۰) (۱۱) شام کے قبائلی حکمران (۱۲) پاپائے روم

۲- چودہ غزوات کے موقع پر آپ ﷺ نے مدینہ میں اپنے نائب مقرر فرمائے۔ دیکھئے

اسلام کا نظام حکومت از مولانا حامد انصاری غازی ص ۷۱-۷۰-۳

صوبوں میں تقسیم کیا اور ہر صوبہ میں ایک امیر عامل مقرر فرمایا۔^(۱) دور صدیقی اور دور فاروقی میں جو صوبے اور عامل بنائے گئے ان کی تفصیل اسلام کا نظام حکومت مؤلفہ مولانا حامد الانصاری غازی کے ص ۳۷۲ پر دیکھئے۔

(ز) صیغہ دفاع و جہاد: دفاع دشمنوں سے اور جہاد ظالموں، بے دینوں، فاسقوں، باغیوں اور مرتدین سے کیا جاتا ہے۔ صیغہ دفاع و جہاد مذکورہ دونوں امور کا ذمہ دار تھا۔ قرآن میں لاتعداد مقامات پر جہاد و قتال کے احکامات آئے ہیں اور حضور ﷺ کے ارشادات بھی موجود ہیں جو آگے ذکر کیے جائیں گے۔ فوج کی تشکیل دور نبوی ﷺ میں یہ تھی۔

☆ اسلامی فوج کا پہلا دستہ۔ بیس مجاہدین سپاہی (ان یکن منکم عَشْرُونَ)

☆ اسلامی فوج کا دوسرا دستہ۔ سو مجاہد سپاہی (ان یکن منکم مِائَةٌ)

☆ اسلامی فوج کا تیسرا دستہ۔ ایک ہزار مجاہد سپاہی (فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ الْف)

☆ اسب سوار فوج۔ قرآن مجید میں اسے ”رباط الخیل“ کہا گیا ہے (وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ)^(۲)

☆ فولاد پوش فوجی دستے۔ فتح مکہ کے وقت تمام مسلمان فوج آہن پوش تھے۔ جسے دیکھ کر ابوسفیان نے کہا تھا۔ ”اب محمد کی حکومت زبردست ہوگئی ہے“

☆ ایک مکمل فوج۔ غزوہ بدر (۲ ہجری) کے موقع پر مکمل اسلامی

1- عہد نبوی ﷺ میں اسلامی سلطنت کے صوبوں اور ان کے عاملین کے نام کے لیے دیکھئے اسلام کا نظام حکومت مؤلفہ مولانا انصاری ص ۳۷۱

2- یہ تینوں آیات سورۃ انفال میں آئی ہیں۔

فوج تین سو تیرہ تھی اور ۹۰ھ میں غزوہ تبوک کے موقع پر فوج تیس ہزار تھی۔ مکمل فوج میں یہی ترقی ہوئی۔

علاوہ ازیں اسلامی ریاست کی فوج کے حوالے سے عہد نبوی ﷺ میں فوج کی عام لام بندی اور فوجی لباس کا بھی رواج تھا۔ علمبرداران بھی ہوتے تھے۔ اور امیر الافواج بھی ہوتا تھا۔ دوران جنگ امیر الافواج کا مستقر اہم اور محفوظ جگہ پر ہوتا تھا۔* سالار فوج کی ہر حال میں حفاظت کی جاتی تھی۔ سالار کا ہر فوجی حکم مانا جاتا تھا۔ محاذ جنگ کا نقشہ ہر وقت سالار فوج کے پیش نظر رہتا تھا۔ فوجی جاسوسی اور جارحیت کا رواج بھی عام تھا۔ فوج کی باقاعدہ صف بندی ہوتی تھی اور قلب، میمنہ، میسرہ کے ناموں سے محاذ کی تشکیل بھی ہوتی تھی۔ جنگ و قتال میں قلعہ بندی، خندقیں اور کمین گاہوں کا قابل عمل تصور بھی موجود تھا۔ دستہ دستہ کی شکل میں اور جمیع فوج کی شکل میں حملہ ہوتا تھا۔ جنگی قیدی اور تاوان برائے آزادی پر بھی عمل ہوتا تھا۔ غرضیکہ ابتدائی اسلامی ریاست میں جنگ و جنگی ضروریات پر مکمل ہدایات اور انکی عملی صورتیں موجود تھیں۔^(۱)

(ح) صیغہ عدل و انصاف: عدل و انصاف کے بغیر ایک فلاحی و دینی سلطنت کا تصور محال ہے۔ قرآن و سنت میں لاتعداد نظیریں اور احکامات اس سلسلے میں موجود ہیں۔ یہاں صرف مذکورہ صیغہ کے انتظامی ڈھانچہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو اس طرح ہے۔

۱۔ عدالت عالیہ مراۃ امامت کبریٰ ۲۔ عدالت عالیہ وزارت عدل
۳۔ عدالت عالیہ ولایت
ابتدائی عدالتیں یہ تھیں۔

۱۔ عدالت اصلاح
۲۔ عدالت تحکیم

۱۔ دیکھئے اسلام کا نظام حکومت ص ۳۷۲ تا ۳۸۵

* جسے ”عرش“ کہا جاتا تھا۔

۳۔ عدالت حاکمہ ابتدائیہ ۴۔ عدالت حاکمہ مصر
 (ط) صیغہ نظام اقتصادی: اس صیغہ کے ذمہ ارضی پیداوار کا انضباط، محاصل کی تحصیل اور جمع آوری، سرمایہ اور محنت کی متوازن شیرازہ بندی، زراعتی، صنعتی، تجارتی اور مالی امور کی نگہداشت، بیت المال کے مددات آمدنی، اسلامی ریاست میں ضروریات زندگی کی مساوی تقسیم، برابر کی خوشحالی کی کفالت اور دوسرے اقتصادی و معاشرتی امور تھے صیغہ نظام اقتصادی کے مطابق اسلامی ریاست میں انسان کے چار بنیادی معاشی حقوق ہیں۔

- ۱۔ بیت یسکنہ (رہنے کے لیے گھر)
 - ۲۔ ثوب یواری عورتہ (تن ڈھکنے کے لیے کپڑا)
 - ۳۔ جلف الخبز (پیٹ کے لیے روٹی)
 - ۴۔ والماء (پانی)
- معاشی ذرائع یہ ہیں:

۱۔ زراعت ۲۔ تجارت ۳۔ صنعت و حرفت ۴۔ وراثت
بیت المال۔ مال کی تقسیم کے بارے میں سرکار رسالت مآب ﷺ کا یہ حکم مشعل راہ ہے ”کتاب اللہ کے مطابق اپنا مال ان لوگوں میں تقسیم کرو جن کا حق مقرر کر دیا گیا ہے۔“ (۱)

(ی) انتظام آبادی: حضور اکرم ﷺ نے انتظام آبادی کے سلسلے میں چار نکات کو ہدف بنایا۔

- ۱۔ تنظیم
 - ۲۔ تعلیم و تحقیق
 - ۳۔ اشتغال و استعمال اراضی
 - ۴۔ امداد باہمی و اپنی مدد آپ۔
- آپ ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے پہلے ہی سال مردم شماری کروائی۔ اور

۱۔ اسلام کا نظام حکومت ص ۴۰۴، بحوالہ مسلم و ابوداؤد

مدینہ کے انتظامی ڈھانچہ کو چار خطوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ نقابت: نظام حکومت میں سب سے چھوٹی اکائی جو آٹھ کنہوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ جن میں سے ایک کنہ کا سربراہ قائد منتخب کیا جاتا۔ جو نقیب کہلاتا اور حکومت کے مختلف امور کی انجام دہی کا فریضہ اس کی ذمہ داری ہوتی۔

۲۔ عرفت: بارہ نقابتوں پر مشتمل ایک اکائی (چھیانوے کنہوں کا مجموعہ) جس کا قائد عریف کہلاتا تھا۔ سرکاری امور کی انجام دہی اور بیت المال کی نگرانی عرفا کی ذمہ داری ہوتی تھی۔

۳۔ نظارت: ابتدائی اسلامی نظام میں اضلاع کی تقسیم کا انتظام نہیں تھا۔ بلکہ نظارت کا نظام رائج تھا۔ جو چوبیس عرفتوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس کا سربراہ ناظر کہلاتا تھا جو سرکاری افسر ہوتا تھا۔ یہ عہدہ موجودہ دور کے کمشنر کے عہدے کے برابر ہوتا تھا۔ یہ بھی سرکاری امور کی انجام دہی کے سلسلے میں عوام کے ردعمل کا ذمہ دار ہوتا تھا۔^(۱)

۴۔ عمالت: کئی نظارتوں کو ملا کر ایک عمالت بنائی جاتی تھی۔ صوبے یا عمالت کے سربراہ کو عامل کہتے تھے۔ اور موجودہ دور کے گورنر کی طرح عامل کا تقرر مرکزی اسلامی حکومت کرتی تھی۔

(ک) رفاہ عامہ کے کام: ابتدائی اسلامی ریاست میں نظام تعلیم پوری طرح منضبط و مدون تھا۔ تبلیغ دین کے علاوہ آں حضرت ﷺ نے تعلیم کے کئی درجے بنائے تھے۔ مثلاً تعلیم السنہ (مختلف زبانوں کی تعلیم) تعلیم عسکری (فوجی تعلیم) تعلیم الصنعت و حرفت (مختلف دستکاریوں

۱۔ دیکھئے مقالہ ”جدید فلاحی مملکت کی بنیاد حضور ﷺ پر نور نے رکھی“ راقم محمد احسن مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی مورخہ ۱۸، ۲۵، جون ۱۹۹۲ء (ملی ایڈیشن)

اور فنون کی تعلیم (زرعی تعلیم و تحقیق (زراعت کی تعلیم) اور تعلیم
التجارت (تجارت کی تعلیم) وغیرہ اوقات کار کے لحاظ سے تین طرح
کی کلاسز ہوتی تھیں۔ (۱) یومیہ، (۲) اسبوعیہ، (۳) فصلیہ۔ یاد
رہے کہ دینی و دنیاوی قیادت سو نپتے وقت عہدیدار کی تعلیمی حیثیت بھی
دیکھی جاتی تھی۔

(ل) شہری نظام: اسلامی فلاحی ریاست میں شہروں کے قیام اور یہاں کی
ضرورتوں کی مکمل منصوبہ بندی کی گئی اور شہری نظام کو وسیع، فعال، اور
فلاحی بنانے کے لیے یہ اصول مقرر کئے گئے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ”اپنے شہروں کو بہت پھلنے نہ دینا۔“
☆ شہروں میں مقامی حکومتیں قائم کی گئیں اور ضروری سہولتیں فراہم کی
گئیں۔

☆ احتساب کا محکمہ قائم کیا گیا۔ جس کا فریضہ یہ تھا کہ ”اچھے کام
جاری کرے اور برے کاموں کو روکے“

☆ راستوں کو کھلا رکھا جائے، انہیں صاف رکھا جائے اور آمد و رفت
کو سہل بنایا جائے۔ نہ راستوں پر بیٹھا جائے نہ راستوں پر رفع
حاجت کی جائے نہ وہاں تجاوزات بنائے جائیں۔ اس سلسلہ میں
حضور ﷺ کے واضح ارشادات موجود ہیں۔^(۱)

☆ بلدیات (حکومت) کی ذمہ داری ہے کہ شہریوں کو رہائشی
مکانات بنا کر دے مالداروں کے مکانات ان کے اپنے خرچ پر
اور غریبوں کے مکانات بیت المال سے بنوائے جائیں۔

☆ معاشرے میں ایک دوسرے کو سہولت پہنچائی جائے اور ایذا
دہی سے بچا جائے حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”مسلمان وہ ہے

1- اردو ڈائجسٹ رحمۃ اللعالمین نمبر دوم ص ۱۰۵، ۱۰۴

جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں“ پھر فرمایا۔ ”اپنے ہمسائے کے لیے وہی بھلائی چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو۔“

☆ حفظانِ صحت کے سلسلے میں ارشادِ رسالت ﷺ عام ہیں۔ مثلاً ملاوٹ کی ممانعت، بیماری اور بیماریوں کے سلسلے میں ہدایات وغیرہ۔

☆ مساوات و اخوت کو رواج دیا جائے، خادموں اور غلاموں کو مناسب سہولتیں فراہم کی جائیں۔ ”جان مال اور عزت کو ایک دوسرے کے لیے حرام“ قرار دے کر آپ ﷺ نے شہری نظام کو امن و سکون دیا اور داخلی بے چینی اور عدم اطاعت کا راستہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔^(۱)

(م) متفرق محکمے: (۱) عدلیہ کا محکمہ اپنی باقاعدہ شکل میں دورِ نبوی ﷺ ہی میں قائم ہوا جسے انتظامیہ سے علیحدہ رکھ کر فعال بنایا گیا۔ اس محکمہ کا سب سے بڑا عہدیدار صدر الصدور (چیف جسٹس) ہوتا تھا۔

(۲) محکمہ افتا کے قیام کا واحد مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو قانون سے واقفیت دلانی جائے۔

(۳) محکمہ مال دورِ خلافت راشدہ میں اصلاً قائم ہوا۔ جس کا سربراہ صاحب الخراج کہلاتا تھا۔

(۴) پولیس کی ابتدائی شکل تو عہدِ نبوی ﷺ میں ہی وجود میں آ گئی تھی۔ مگر ایک محکمہ کی حیثیت سے یہ شعبہ دورِ خلافت فاروقی میں قائم ہوا۔ جس کا سربراہ ”احدث“ کہلاتا تھا۔

(۵) سرکاری حکام اور اہلکاروں کے کام کی جانچ پڑتال کے لیے ایک علیحدہ شعبہ قائم تھا۔ جو عوام کے حالات انتظامی افسروں اور عملے کی کارروائیوں

3- دیکھئے خطبہ حجۃ الوداع منقول از شبلی نعمانی فی سیرت النبی جلد دوم، ص ۱۵۲

کا خفیہ طریقے سے پتہ چلا کر خلیفہ کو حالات سے باخبر رکھتا تھا۔
 (۶) محکمہ نظارت نافذ آج کے دور کے پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ کی ابتدائی شکل ہے۔ جس کے ذمہ دفاتر، سرکاری عمارتوں، سڑکوں، پلوں اور نہروں کی تعمیر اور شہروں کی آباد کاری تھی۔ دور خلافت راشدہ میں صرف مصر میں اس محکمہ کے ایک لاکھ بیس ہزار کارکن سال بھر اپنے کام میں مصروف نظر آتے تھے۔ مصر کی ۶۹ میل لمبی نہر ”امیر المومنین“ اسی محکمہ کا شاہکار ہے۔

ابتدائی اسلامی ریاست کے انتظامی و محکمانہ خدوخال کے ایک جامع سے مطالعہ کے بعد اب ان رفاہی کاموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو دور رسالت مآب ﷺ اور خلافت راشدہ میں اسلامی فلاحی مملکت کے حوالے سے کئے گئے۔ یا جن پر باری تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے ارشادات ہماری رہنمائی کو موجود ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے خلیفہ یا رئیس مملکت کا منصب، اس کی ذمہ داریاں اور اسلامی سلطنت میں اس کے حقوق کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ کسی بھی مملکت میں سربراہ مملکت کا کردار مثالی ہوتا ہے جو اپنی قوم کے مجموعی کردار کا نمائندہ ہوتا ہے۔

رئیس مملکت اسلامی: (*)

خلیفہ یا رئیس مملکت اسلامی کے انتخاب کی یہ شرطیں ہیں۔
 1- اسلام: کوئی شخص جو خدا کا حکم بردار (مسلمان) نہیں ہے مسلمانوں کی حکومت کا قائد نہیں ہو سکتا۔ فرمان خداوندی ہے۔ واولوا الامر منکم

* قرآنی آیات اور حدیثوں کے لیے دیکھئے مولانا مودودی کی تصنیف ”اسلامی ریاست“

ص ۳۳۷-۳۵۰

(النساء - ۵۹) ترجمہ: اور جو تمہی میں سے تمہارا حاکم ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”اگر ایک غلام عامل حکومت کتاب اللہ کے مطابق قیادت کرے تو اس کے حکم کو سنو اور اطاعت کرو۔“ (بحوالہ ادب الدنیا والدین ص ۸۱)

2- اخلاق اور کردار: امام رابع اصفہانی فرماتے ہیں لا یصلح لخلافة اللہ تعالیٰ الامن کان طاهر النفس ومن لم یکن طاهر النفس لم یکن طاهر القول والفعل (بحوالہ الذریعہ الی مکارم الشریعہ باب ۸) (۱)

3- آزادی: رئیس حکومت کو شخصی اور اجتماعی طور پر آزاد ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ایک غلام یا غیر آزاد شخص ایک آزاد امت کی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ (در المختار جلد ۱ ص ۵۱۲)

4- مرد ہونا: ارشاد پیغمبر اول و آخر ﷺ اس سلسلے میں حرف آخر ہے۔ لن یفلح قوم ولو امرهم امراة (بخاری) (۲)

5- شجاعت و طاقت: اسلامی حکومت کے رئیس کا شجاع اور طاقتور ہونا ایک ناگزیر شرط ہے۔ (بحوالہ المواقف جلد ۸، ص ۳۴۹) امام کو اتنی طاقت حاصل ہونی چاہیے کہ وہ اسلامی نظام کی حفاظت کر سکے اور اپنے احکام جاری کر سکے (بحوالہ السیاست الشرعیہ از ابن تیمیہ ص ۷)

6- قریشی ہونا: ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ الائمة من القریش (حاکم قریش میں سے ہیں) پھر فرمایا ان هذا الامر فی قریش (بے شک یہ

1- ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کو صحیح نہیں رکھ سکتا مگر جو کوئی پاکیزہ نفس ہو۔ اور جو کوئی پاکیزہ نفس نہیں ہے وہ پاکیزہ کردار اور پاکیزہ قول بھی نہیں ہو سکتا۔

2- ترجمہ: ایسی قوم فلاح (کامیابی) نہیں پاسکتی اگر اس کی حاکم کوئی عورت ہو۔

حاکمیت قریش میں ہے) (۱)

اطاعت کی شرطیں:

حاکم کی اطاعت کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تمہارے اوپر ایک چھوٹے سروالے حبشی غلام کو امیر مقرر کر دیا جائے۔ جب تک وہ تمہارے اندر اللہ کی کتاب کو قائم رکھے“ (بخاری) حاکم کی مخالفت کے سلسلے میں صحابہؓ نے استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب تک وہ نماز پڑھیں“ (اس وقت تک جنگ نہ کرو) رسول اللہ ﷺ نے ایک اچھے امیر کی یہ صفت بیان کی ہے کہ ”تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور جو تم سے محبت کریں وہ تمہارے لیے دعا کریں اور تم ان کے لیے دعا کرو اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں۔ جن پر تم لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔ (مسلم باب خیار الامتہ و شرارہم)

حضور اکرم ﷺ نے رئیس سلطنت اسلامی کی حیثیت کا تعین یوں کیا۔ سید القوم خادمہم (قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے) اور شہنشاہی نظاموں کے خاتمہ کی یوں خبر دی ”قیصر و کسریٰ کی شہنشاہیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔“ اور یہ بھی اشارہ کیا کہ ”اس قسم کے (جبر و استبداد پر مبنی) شاہی

۱- قریشی کی شرط پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن لکھتے ہیں کہ ”قریشی عصبیت کے لحاظ سے ممتاز تھے اور ان میں مرکزیت قائم کرنے کی صلاحیت تھی اور وہ اتنی طاقت رکھتے تھے کہ ظالم سے مظلوم کا حق دلوا سکیں۔ اس زمانہ میں صاحب عصبیت قبیلہ کا خلیفہ آسانی سے لوگوں کی شیرازہ بندی کرتا تھا اور اندرونی فتنہ و فساد اور اختلافات کو دبا دینے میں اسے کوئی دشواری نہیں تھی۔ شہریوں کو اس کے زیر حکومت جان و مال کے تحفظ کی توقع تھی۔ (اسلام کا نظم مملکت ص ۲۶) ڈاکٹر صاحب کی اس رائے سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا حاکموں کے لیے قریشی کی شرط لگانا بھی اسلامی حکومت کے استحکام اور عوام کی بہبودی کے خیال سے تھا۔

نظام پھر نہ قائم ہونے چاہئیں“ (رواہ البخاری عن ابو ہریرہ) اپنے بادشاہ ہونے کی نفی کرتے ہوئے ایک شخص سے کہا ہوں علیک فانی لست بملک ترجمہ: مجھ سے ڈرو نہیں میں بادشاہ نہیں ہوں (بحوالہ صحیح بخاری) اب آپ ﷺ کی زندگی میں سادگی اور مشقت انگیزی دیکھئے کہ آپ ﷺ قوم کے خادم تھے یا نہیں چنانچہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

”یورپ کی نا آشنا نگاہ میں اگرچہ آپ ﷺ کی زندگی کا یہ دور (جب آپ ﷺ سلطنت اسلامی کی تشکیل میں مصروف تھے صلح حدیبیہ کے بعد) جدید ایشیائی شاہانہ زندگی کا ایک طرب انگیز مظہر تھا۔ لیکن آشنائیان حقیقت کو شہنشاہ عرب پھٹے پرانے کپڑوں میں مدینہ کی گلیوں کے اندر غلاموں اور مسکینوں کے کام کرتا ہوا نظر آتا ہے وہ تاج و تخت سے بے نیاز، قصر و ایوان سے مستغنی، حاجب و دربان سے بے پروا، مال و زر سے خالی اور خدم و حشم کے بغیر دلوں پر حکومت کر رہا تھا۔ نہ اس کی حکومت میں حفاظت حاکم کے لیے پولیس تھی نہ بڑے بڑے انتظامی دفاتر نہ کثیر التعداد ارباب مناصب نہ وزراء شوریٰ نہ امرائے سیاست نہ الگ الگ حکام و قضاة وہ ایک ہی ذات تھی جو ہر فرض ہر خدمت کی خود ہی ذمہ دار تھی۔ لیکن بآئیں ہمہ وہ اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے اونٹ کے ایک بال کے برابر بھی زیادہ مستحق نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے عدل و انصاف کے آگے فاطمہؓ جگر گوشہ نبوت اور عام مجرم برابر تھے۔“ (1)

طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کا دست مبارک

چومنا چاہا تو آپ نے اسے پسند نہ فرمایا اور دست مبارک پیچھے ہٹا کر فرمایا ”یہ اہل عجم کا طریقہ ہے میں بادشاہ نہیں ہوں تم ہی میں سے ایک ہوں“

مسجد قبا اور مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں آپ نے عام مسلمانوں کے ساتھ حصہ لیا۔ عاشق مزاج پیروکاروں کے اصرار کے باوجود بھی آپ ﷺ گارا ڈھوتے اور پتھر اٹھاتے رہے ایک موقع پر جانثار صحابہؓ نے آپ کے حصے کا کام کرنے کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا ”مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم سے اپنے آپ کو ممتاز کروں“ جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا تو آپ ﷺ نے مدد اور خدمت کے باوجود خود اسے جوڑا۔ حضرت خبابؓ بن الارت کی بکریوں کا دودھ ایک عرصے تک دوہتے رہے۔⁽¹⁾ محدثین عظام نے آپ کے مسکن شاہی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

”سید العرب ﷺ کا مسکن چند چھوٹے چھوٹے حجروں پر مشتمل تھا انہی میں ازواج مطہرات رہتی تھیں۔ ہر حجرے کی وسعت تین ساڑھے تین گز تھی۔ ان کی انچائی بس اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر ہاتھ بلند کرتا تو وہ چھت کو چھو جاتا۔ حجروں کی دیواریں مٹی کی تھیں اور ان پر کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں کی چھت تھی۔ ان حجروں کے ساتھ نہ کوئی صحن تھا نہ دالان، مٹی کی دیواروں میں بعض اوقات شگاف پڑ جاتے تھے جن سے دھوپ اندر آتی تھی۔ بارش میں بالوں کے کسبل حجروں کے گرد لپیٹنے پڑتے تھے تاکہ پانی اندر نہ آئے۔ ہر حجرے کے دروازے پر ٹاٹ یا کپڑے کا پردہ یا ایک ایک پٹ کا کواڑ تھا۔ ان حجروں کے علاوہ ایک معمولی سا بالا خانہ بھی تھا۔“⁽²⁾

1- اردو ڈائجسٹ رحمۃ اللعالمین نمبر دوم ص ۱۸۵ تا ۱۸۷

2- مسند ابوداؤد، ادب المفرد للبخاری

اسلامی ریاست کے رئیس اول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دنیا سے بے رغبتی کا یہ حال تھا کہ:

اکثر موٹے اور کھر درے کپڑے کا لباس زیب تن فرماتے (بخاری) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہننے کے لئے کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا ہوتا تھا۔ (ابن ماجہ) کھری چارپائی پہ سوتے جس پر تکیہ ہوتا۔ جسمیں خرے کی چھال بھری ہوئی پشت مبارک پر چارپائی کے بان کی بدھیاں پڑ جایا کرتی تھیں۔ (مسلم) بوریے پر استراحت فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک کی چشم دید شہادت ملاحظہ فرمائیے آپ فرماتے ہیں کہ:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم جو کی روٹی کھاتے تھے یہ روٹی ایسے موٹے آٹے کی ہوتی تھی کہ پانی کے گھوٹ کے بغیر حلق سے نیچے نہ اترتی تھی۔ آپ کے لیے کبھی تلی چپاتی نہ پکائی گئی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہ فرمایا کرتے تھے۔ اور تو اور بقول سیدہ عائشہ صدیقہ ”کے گھر میں مہینوں تک چولہا نہیں جلا کرتا تھا۔“ سوال یہ ہے (☆) کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ زندگی کی یہ غربت اور سختی یقیناً اختیاری تھی۔ حتیٰ کہ ازواج مطہرات نے دنیاوی آسائشوں (ضرورتوں) کا مطالبہ کیا۔ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواہش کو ناپسند فرمایا۔ اور قرآن کریم میں ارشاد ہوا ”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور آسائش و آرائش کی خواہاں ہو تو آؤ میں تم کو تمہارا حق دے کر اچھی طرح رخصت کر دیتا ہوں۔ اور اگر تم خدا، اسکے رسول اور آخرت کی خواہاں ہو تو جان لو کہ اللہ نے تم سے اچھے کام کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔“ (الاحزاب - ۱۸)

غریب تھے؟ ہرگز نہیں آپ ﷺ ایسے حاکم تھے جن کا قومی اموال میں تو بحیثیت پیغمبر حصہ (1) بنتا ہی تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھی بھی آپ ﷺ پر اپنا مال و منال قربان کرنے کو تیار رہا کرتے تھے۔ ہر روز اموال کے ڈھیر مسجد نبوی میں آپ ﷺ کی زیر نگرانی عوام الناس میں بانٹے جاتے مگر آپ ﷺ ایک جبہ بھی لینا پسند نہ فرماتے تھے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس روزانہ کثرت سے مال آتا اور آپ ﷺ تقسیم کر کے سکون کی نیند سویا کرتے ورنہ مسجد میں ہی سو جایا کرتے تو پھر زندگی کی یہ سختی کیوں؟ اس کا واحد جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے سے زیادہ اپنی رعایا کی فلاح و خوشحالی عزیز تھی اور اپنے عزیزوں سے زیادہ ریاست کے ضرورتمندوں کا خیال تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کے بقول ”آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا آں حضرت ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ تو آپ نے جواب دیا۔

حين حطمه الناس (ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ) ”ہاں! لیکن اس وقت جب لوگوں (کی بھلائی کے لیے دن رات کی مشقت) نے آپ ﷺ کو چور چور کر دیا تھا۔“

اسلامی ریاست میں رئیس حکومت کے فرائض و اختیارات بمطابق شرع اسلامی یہ ہیں۔

1- نظم حکومت: تنفیذ امر، حکومت کے قوانین و احکام کا اجرا، حق اور انصاف کی حکومت کو بصورت محکم باقی رکھنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر کار بند رہنا امن عامہ کا قیام اور فساد کا انسداد (2)

1- اموال میں رسول اللہ ﷺ کا خصوصی حصہ یہ تھا۔ فی، خمس الخمس، صفی (کتاب الاموال از ابو عبیدہ ص ۷، ۸) فدک آپ ﷺ کی ملکیت تھا۔ بنو نضیر (یہودیوں) کی املاک اور باغات بھی خاص آپ ﷺ کی ملکیت تھے (ایضاً ص ۱۰ تا ۱۲)

2- قرآن حکیم سورۃ آل عمران، احکام القرآن للجصاص جلد ۲، روح المعانی جلد ۱ ص ۲۰۲

2- حکومت باشوری: شوری حکومت اسلامیہ کے لیے ایک اہم عنصر ہے۔⁽¹⁾

رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے ”خدا کی بالا دست حکومت سے مجھے یہ ہدایت ہے کہ میں تم کو اسکی طرف دعوت دوں مجھے اس کام میں وزرا (مشیروں اور ساتھیوں) کی ضرورت ہے کون ہے جو میرے ساتھ وزیر کی حیثیت سے کام کرے۔“ (بحوالہ تاریخ الکامل ابن اثیر جلد 2 ص ۲۲)

3- حفاظت مذہب: امام مذہب کا محافظ ہے مذہب کے حقوق اور ضابطوں کی حفاظت اس طرح ہونی چاہیے کہ مذہب کی قوت کمزور نہ ہو اور امت زوال اور پستی کی جانب نہ جائے۔⁽²⁾

4- سیاسی انتظام: امت کے اجتماعی نظام کو قائم رکھنا امام کا حق ہے حقوق عامہ کی نگہداشت، سوسائٹی کے اختلافات کی اصلاح اور ظلم و زیادتی کا مداوا امام کی سیاسی ذمہ داریوں میں داخل ہیں۔⁽³⁾ حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے ”اگر دریائے فرات کے کنارے ایک اونٹ بھی پیاسا مر جائے تو اس کی باز پرس مجھ سے ہوگی۔“⁽⁴⁾ اس سے انسانوں کی بھلائی و فلاح کی ترجیح کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

5- عمرانی فرائض: روئے زمین پر تعمیر و تمدن کے واجبات کو پورا کرنا، زراعت کی توسیع، شاداب درختوں، باغوں اور چمنزاروں کی آبیاری، شہروں کا قیام، آبادیوں اور مکانوں کی تشکیل، نہروں کا اجرا، خوشحال زندگی کی تکوین، معاشی اصلاح اور اقتصادی تعاون کا بحال رکھنا۔ یہ

1- اس عنوان پر حدیثیں اور حضور ﷺ کے ارشادات پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

2- احکام السلطانیہ از علامہ الماوردی، ص ۱۳، ۱۴

3- روح المعانی جلد ۱ ص ۲۰۲، فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۰۲، احکام القرآن للجصاص جلد ۲

حجتہ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۱۴۸

4- طبری ج ۸، ص ۲۷۳ التبر المسبوک ص ۶۱

سب دور نبوی ﷺ اور عہد خلافت راشدہ کے حالات سے ظاہر ہے کہ یہ تمام امور باحسن انجام قرار پاتے رہے۔ (اصلاح بین الناس کے لیے حضور اکرم ﷺ کی کوششوں کے لیے دیکھئے سیرت النبی جلد دوم ص ۶۵ از شبلی نعمانی)

6- امور عامہ: اسلامی معاشرہ کی بہتری، رعایا کی اصلاح، حقوق و فرائض کی دستیابی، انسانوں کی فلاح و بہبود، عہدیداروں کے فرائض و اختیارات میں تناسب، کمزوروں اور طاقتوروں کے توازن کی دیکھ بھال، سرحدوں کی حفاظت اور دشمنوں سے برسر پیکار ہونے کے لیے افواج کی تیاری۔ یہ سب امام کا فرض ہے۔^(۱)

امیر و مامور کے تعلق کی نوعیت:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے ہر شخص محافظ و نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیئے گئے ہیں۔ پس امیر جو لوگوں کا نگران ہے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ اور (وہ) امیر (جو) اپنے گھر والوں کا نگران ہے پس اس سے اس کی رعیت (بیوی بچوں) کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔“

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی تصنیف ”البدور البازغہ“ میں مقالہ اول فصل ۱۱ میں امام المسلمین کے فرائض گنواتے ہوئے پانچ ضرورتوں کا ذکر کیا ہے۔ (۱) محکمہ قضاة و عدلیہ (۲) شہری انتظامیہ (۳) جہاد (۴) کوتوال (شہری نظام) (۵) امور مذہبیہ کی نگرانی۔ اور امام کے سات معاونین کا ذکر کیا ہے جو اسلامی سلطنت میں فلاحی حکومت کے بہترین قیام کے لیے ضروری ہیں۔ (۱) وزیر اعظم (۲) سپہ سالار اعظم (۳) امیر البحر (۴) قاضی القضاة (۵) شیخ الاسلام (۶) حکیم و طبیب (۷) ناظر خانہ۔ ان معاونین کی کارکردگی پر نظر رکھنا اور ان کی تنخواہیں ادا کرنا بھی امام المسلمین کی ذمہ داری ہے۔ (دیکھئے دوسرا مقالہ فصل ۱۸)

اور بیوی اپنے شوہر کے کھر اور شوہر کی اولاد کی نگران ہے اور اس سے اولاد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔^(۱)

۲۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے ”جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو اور وہ ان کے ساتھ خیانت کرے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔“ (متفق علیہ)

۳۔ فرمان رسالت ﷺ ہے ”جس کسی شخص نے مسلمانوں کے اجتماعی معاملہ کی ذمہ داری قبول کی پھر اس نے ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی..... تو اللہ اس کو منہ کے بل جہنم میں گرا دے گا۔“

۴۔ ارشاد رسول ﷺ ہے ”جو مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو اور وہ مسلمانوں پر محض رشتہ داری یا دوستی کی وجہ سے کسی کو حکمران بنائے تو اس کے اوپر اللہ کی لعنت ہوگی۔ اللہ اس کی طرف سے کوئی فدیہ قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دے گا۔“
(کتاب الخراج از امام ابو یوسف)

۵۔ ارشاد رسالت ﷺ ہے ”مسلمانوں کو اجتماعی معاملات کے ذمہ دار کی بات سنی اور مانتی ضروری ہے چاہے وہ حکم اپنی طبیعت کے لیے خوشگوار ہو یا نا خوشگوار بشرطیکہ وہ معصیت نہ ہو“ (متفق علیہ)

خليفة کے بغیر اسلامی ریاست:

حاکم کے بغیر حکومت ایسے ہے جیسے روح کے بغیر جسم۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے الوالی من الرعیته کالروح من الجسد (کنوز الحقائق حدیث نمبر ۱۰۲) ”حاکم رعیت میں ایسے ہیں جیسے جسم میں روح“ حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے ”اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امارت کے نہیں۔“

2- راہ عمل از جلیل احسن ندوی، ص ۵۰، ۲۲۸۔ بحوالہ صحیحین

خليفة کے حقوق یا شہریوں کے فرائض:

- ۱۔ سمع و طاعت: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ کارکنان حکومت کے احکام کو ماننا اور ان کی تعمیل کرنا واجب ہے۔ (بخاری) پھر فرمایا انما الطاعة في المعروف (اطاعت صرف نیک کاموں میں ہے)
- ۲۔ خیر خواہی: یہ اسلامی حکومت کا شہریوں پر دوسرا حق ہے جس کے لیے قرآن اور حدیث میں ”نصح“ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ حکومت کی بھلائی چاہنا اور نقصان سے احتراز کرنا۔^(۱)
- ۳۔ تعاون: ارشاد خداوندی ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مائدہ-۲)^(۲) ایک دفعہ حضرت عمر نے محسوس کیا کہ لوگ حکومت کی ذمہ داریوں سے بچنے لگے ہیں تو انہیں اکٹھے کر کے فرمایا۔ ”اگر آپ لوگ میری مدد نہیں کریں گے تو آخر میری مدد کے لیے کون لوگ آئیں گے۔“ (کتاب الخراج ص-۶۵)
- ۴۔ مالی قربانی: قرآن مجید میں زکوٰۃ کا حکم سینکڑوں جگہ آیا ہے جو اسلامی مملکت کے شہری اپنے رئیس مملکت کو ادا کریں گے اس کے باوجود بھی اہل ثروت شہریوں کا فرض ہے کہ وہ بوقت ضرورت ریاست کے لیے اپنے اموال پیش کرتے رہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔ يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ؟ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ-۲۱۹)^(۳)
- ۵۔ جانی قربانی: بوقت ضرورت ریاست کے تحفظ، دفاع اور بقا کی خاطر شہریوں کا اپنی جان پیش کرنا ایک لازمی امر ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے

۱- اسلامی ریاست از مودودی ص ۳۵۹

۲- ترجمہ: نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں آپس میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں آپس میں تعاون نہ کرو۔

۳- ترجمہ: آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، فرمادیتے ہیں جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو۔

”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم کو (ریاست کی حفاظت و دفاع کی خاطر) خدا کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین پر جم جاتے ہو۔ (توبہ۔ ۳۸)

ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے ”تم پر جہاد فرض ہے خواہ تمہارا امیر نیک ہو یا بد“ (ابوداؤد) پھر فرمایا ”تین چیزوں سے جہاد کرو جان، مال اور زبان سے“ (ابوداؤد، نسائی)

خلیفہ کے فرائض یا شہریوں کے حقوق:

سب سے پہلے یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ اسلامی ریاست میں شہری کا درجہ کسے حاصل ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے: **فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ** (توبہ۔ ۱۱) ترجمہ: ”پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی بن گئے۔“ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ یہ باتیں کرنے لگیں تو ان کی جانیں محفوظ ہو جائیں گی۔ (مسلم باب الامر بقتال) یہاں تک وہ ہمارے طریقہ پر نماز پڑھنے لگیں ہمارے قبلہ کی طرف رخ کریں اور ہمارے طریقہ پر اپنے ذبیحہ کو ذبح کریں تو ہمارے اوپر ان کا خون اور ان کا مال حرام ہو گیا۔ (بخاری باب فضل استقبال القبلة) جس نے ہمارے طریقہ پر نماز پڑھی ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا۔ اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلم ہے (ایضاً)“

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف اقدامات کرتے وقت ایک مسلمان شہری کی یہ تعریف کی ”جو اللہ اور ریاست کے حقوق میں سے کسی حق کو تلف نہ کرے“ (1)

اب ذیل میں ایک اسلامی مملکت کے شہریوں کی حیثیت متعین کی جاتی ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد پاک ہے:

۱۔ تمہارے بہترین حاکم وہ ہیں جن کو تم چاہتے ہو اور وہ تم کو چاہتے ہیں تم ان کو دعائیں دیتے ہو اور وہ تم کو دعائیں دیتے ہیں۔ (مسلم عن عوف بن مالک)

۲۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں) (صحیحین)

۳۔ الخلق عيال اللہ (مخلوق خدا کا کنبہ ہے) لہذا ان کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ (ایضاً) (2)

آئیے اب اسلامی ریاست میں خدا کے کنبہ کے حقوق پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ کی زمین پر بلا تفریق تمام مسلم و غیر مسلم رعایا کے مشترک حقوق ذکر کیے جاتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ دوسروں کو روکنا ناجائز ہے نمک اور آگ (اینڈھن) کے استعمال سے۔ (بحوالہ ابو داؤد) چراگا ہوں کا مالک اللہ اور اس کا رسول ہے۔ (ریاض السنۃ) یعنی ان سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ پھر فرمایا ”تین چیزوں میں سب کا حصہ ہے۔ پانی، گھاس، اور ”اینڈھن“ (ابن ماجہ) پھر فرمایا۔ ”تم کنوئیں کا فالتو پانی مت روکو تا کہ گھاس کی نشوونما نہ رک جائے۔“ (مسلم، ابو داؤد، ترمذی) پھر ارشاد ہوا۔ ”انسان

۱۔ اسلامی ریاست از اصلاحی، ص ۱۰۵، ۱۰۴

۲۔ بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

کے بنیادی حقوق چار ہیں^(۱) رہنے کے لیے گھر، تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا، خشک روٹی اور پانی (ترمذی) حضور ﷺ نے پانی بیچنے سے منع فرمایا ہے۔
(ریاض السنۃ)

● حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں ”تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، گھاس (چراگاہ) اور آگ (ایندھن وغیرہ) (بحوالہ حجتہ اللہ البالغہ)

● علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں ”نمک، گندھک (زمینی معدنیات) مومیائی اور مٹی کے تیل میں تمام لوگ برابر کے شریک ہیں۔“ (بحوالہ اسلام کے کاربائے نمایاں، ص ۲۸۸)

حقوق عامہ:

اسلامی ریاست میں لوگوں کے حقوق عامہ ذکر کیے جاتے ہیں جن کو پورا کرنا یا جن کی دستیابی کے لیے موزوں حالات پیدا کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

(الف) جان و مال اور عزت کی حفاظت: قرآن میں ارشاد ہوا وَلَا تَقْتُلُوا
النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (بنی اسرائیل - ۳۳) لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ
بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (بقرہ - ۱۸۸) لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ (حجرات - ۱۱)^(۲)

1- علامہ ابن حزم اندلسی نے ”المحلی“ میں حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے پانچ انسانی ضرورتیں بیان کی ہیں۔ (۱) روٹی کا ٹکڑا (۲) پانی (۳) تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا (۴) رہائش کے لیے مکان (۵) علاج اور تعلیم کی سہولتیں (بحوالہ مقالات سیرت - 1982ء، ص 34 مطبوعہ محکمہ اوقاف حکومت پنجاب)

2- آیات کا بالترتیب ترجمہ درج ذیل ہے۔
(۱) اور کسی جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔
(۲) اپنے اموال کو اپنے درمیان باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔
(۳) کوئی قوم دوسری قوم کا تمسخر نہ اڑائے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”(ایک) مسلمان کی ہر چیز (دوسرے) مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی (صحیح مسلم) (۱)

(ب) شخصی آزادی: رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے لایوسررجل فی الاسلام بغیر عدل (موطا امام مالک) ترجمہ: اسلام میں کوئی شخص بغیر عدل کے قید نہیں کیا جاسکتا۔

(ج) مذہبی آزادی: قرآن مجید میں ارشاد الہی ہے۔ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (بقرہ۔ ۲۵۶) لَكُمْ دِينُكُمْ وَرَبِّي دِينِ (کافرون۔ ۶) مگر ولا تفرقوا سے فرقہ بازی کی ممانعت کی گئی ہے۔ (۲)

(د) قانونی مساوات: ایمان کی سعادت حاصل کرنے میں (قانوناً) سب برابر ہیں۔ (بقرہ۔ ۲۸۵) لوگوں کے درمیان (بلا تفریق) اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم ہے۔ (مائدہ۔ ۴۸)

مدینہ کی ایک معزز عورت (فاطمہ مخزومیہ) نے چوری کی تو قطع پید کی سزا تجویز ہوئی۔ سزا کی معافی کے لیے (حضرت اسامہ بن زید کے ذریعے) سفارش کی گئی تو آں حضور ﷺ نے سخت ناپسند فرمایا اور ارشاد ہوا۔ ”اس ذات کی قسم جس کی مٹھی میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے چوری کی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (بحوالہ مسلم باب قطع السارق الشریف)

1- ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ قتل صرف تین موقعوں پر جائز ہے۔

(۱) شادی شدہ زانی کا (۲) مرتد کا (۳) قاتل کا

(اور وہ بھی عدالت کا کام ہے کہ اس پر عملدرآمد کروائے)

2- آیات کا بالترتیب ترجمہ یوں ہے۔

(۱) دین میں کوئی جبر (تنگی) نہیں ہے۔

(۲) تمہارے لیے تمہارا دین، میرے لیے میرا دین۔

(۳) اور تم تفرقے میں نہ پڑو (اور تم گروہ گروہ نہ ہو جاؤ)۔

(ہ) معاشرتی مساوات: ارشاد الہی ہے۔ ”اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف شاخوں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں وہی عزت والا ہے جو تمہارے درمیان زیادہ متقی ہے۔“ (الحجرات - ۱۳) حضور ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع میں ارشاد فرمایا۔ ”یاد رکھو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے“ (سیرت النبی دوم از شبلی نعمانی بحوالہ مسند احمد)

(و) عدل و انصاف: قرآن میں حکم الہی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (نحل - ۹۰) ^(۱) فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو (نساء - ۵۸) عدل کے ساتھ فیصلہ نہ کرنے والے کو کافر، ظالم اور فاسق کہا گیا ہے۔ (مائدہ) ^(۲)

(ز) تعلیم کا انتظام: عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ (زمر - ۹) علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں (زمر - ۲۸) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے) ایک اور ارشاد میں ”مہد سے لحد تک علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔“

(ح) آزادی اجتماع کا حق ^(۳): قرآن کریم میں ارشاد ہے ”اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیکی

1- ترجمہ: بے شک اللہ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

2- آیات ۲۴-۲۵-۲۷

3- فاروق اعظمؓ کا ارشاد ہے: اسلام جماعت سے، جماعت ریاست سے اور ریاست اطاعت سے زندہ رہ سکتی ہے۔ (مسند دارمی باب فی ذہاب العلم)

کا حکم دے اور برائی سے روکے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (آل عمران - ۱۰۴)

(ط) حجی زندگی کی حفاظت: سورۃ نور میں ارشاد ہوا ہے لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا (۲۷) ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔

(ی) ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق: قرآن مجید میں مظلوم کو یہ حق دیا گیا ہے۔ لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوِّءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ ط (النساء - ۱۴۸) (۱) برائی کے اظہار کو اللہ صرف مظلوم کی حد تک اجازت دیتا ہے۔

(ک) مذہبی دلازاری سے تحفظ: قرآن کریم میں ہدایت آئی ہے کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (انعام - ۱۰۸) ترجمہ: ان بت پرستوں (یا بتوں) کو برا بھلا نہ کہو جنہیں (یا جو) اللہ کے سوا پکارتے ہیں (عبادت کرنے کو)

(ل) آزادی سکونت: رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے ”تم جہاں چاہو رہو ہمارے اور تمہارے درمیان صرف یہ شرائط ہیں کہ نہ تم خونریزی کرو اور نہ تم راہزنی کرو اور نہ کسی پر ظلم کرو۔“ (بحوالہ نیل الاوطار)

(م) کسی کو غلام نہ بنایا جائے: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ان من شرار الناس الذین یبیعون الناس (بخاری) ترجمہ: آدمیوں کو فروخت کرنے والے بہت برے لوگ ہیں۔ پھر فرمایا: اشرار الناس الذین یشترون الناس ویبیعونہم (ترمذی) ترجمہ: برے لوگ وہ ہیں جو

1- ترجمہ: اللہ پسند نہیں کرتا کہ (کسی کی) برائی کا اظہار اعلانا کیا جائے مگر جس کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔

انسانوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔^(۱)
 (ن) ملکیت کا حق: قرآن کریم میں حکم و اجازت ہے ”خدا کے فضل
 (رزق) کی تلاش کے لیے زمین میں پھیل جاؤ“ (جمعہ۔ ۱۰) ہر آدمی
 اپنے کیے کا پھل پانے کا حقدار ہے (طور۔ ۱)

انفرادی ملکیت: ان شرائط کے ساتھ روا ہے۔ (۱) اسراف نہ کرے
 (۲) عیاشی و بدکاری سے بچے۔ (۳) غریب و مساکین کی مدد کرے۔
 (۴) بوقت ضرورت فاضل دولت اسلامی سلطنت (یا قوم) کے حوالے
 کر دے۔ (رمز ایمان از برق ص۔ ۱۴۷)^(۲) اسلام میں نجی ملکیت کے
 ذرائع یہ ہیں۔ جن پر اسلامی ریاست کی کوئی قدغن نہیں۔ بشرطیکہ یہ ہر
 طرح سے جائز و صحیح ہوں اور ان میں کوئی برائی راہ نہ پائے۔ یعنی ان
 ذرائع سے استفادہ کرنے اور محصول شدہ مال و دولت سے اللہ کی مخلوق
 کا حق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی، مجرمانہ غفلت یا ارادۂ برائی نہ ہو۔

۱۔ تجارت: رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”سب سے بہترین
 کمائی تجارت ہے جس میں نافرمانی رب کے طریقے اختیار نہ کیے
 جائیں۔ اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا“ (مسند احمد)^(۳)
 ۲۔ مزدوری محنت: فرمان الہی ہے ”مرد کے لیے حصہ ہے جو اس نے

(۱) ممانعت غلامی اور آزادی غلاموں کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات اتنی وسیع ہیں کہ اس
 جگہ ان کو شامل گفتگو کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

(۲) قرآن و حدیث کے حوالے یہ ہیں اعراف، ۳۱، بنی اسرائیل ۲۷، ۲۶، معجم الصغیر ص ۹۱

اعراف ۹

(۳) نافرمانی رب کے طریقے مثلاً ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، منافع کی زیادتی، خرید و فروخت

کرتے وقت جھوٹ بولنا۔ اور اسی طرح کے دوسرے ناپسندیدہ امور ہیں جن پر

آپ ﷺ نے تہدید بھی کی اور سزا بھی دی اور ان افعال کی برائی کے احکامات بھی

موجود ہیں۔

کمایا اور عورت کے لیے حصہ ہے جو اس نے کمایا۔ (النساء۔ ۳۲)
 لیکن ان کی دولت پر سائل و محروم کا بھی حق ہے۔ (ذاریات۔ ۹)
 ۳۔ بنجر زمین کی آبادی: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے من احب الارضاً
 میتا فہولہ (بحوالہ ”اسلام میں نظام عدل“) ترجمہ: جو شخص کسی
 بنجر زمین کو آباد کرے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔

۴۔ زراعت: پہلے سے حاصل شدہ زمین کی آمدنی بھی نجی ملکیت میں
 شامل ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے ”زمین میں خود کھیتی کرو یا اپنے
 کسی بھائی سے کھیتی کراؤ یا اپنے پاس رکھو“ (کاشتکاری کرنے کو)
 ۵۔ وراثت: ماں باپ یا قریبی عزیزوں کے مال و دولت سے ملنے
 والا حصہ بھی انسان کی نجی ملکیت ہے۔ مکمل احکامات سورۃ النساء
 آیات ۱۱-۱۲ میں دیکھئے۔

۶۔ شکار: شکار سے حاصل کردہ پرندے جانور ان کی قیمتی کھالیں اور
 ہڈیاں بھی نجی ملکیت ہیں۔ موتی، مرجان، گھونگھے اور قیمتی پتھر بھی
 نجی ملکیت شمار ہونگے۔

۷۔ عطیات و ہدایا: کسی کو ملنے والے تحائف، عطیات، ہدیے
 نذرانے خواہ قیمتی ہوں یا غیر قیمتی، نجی ملک شمار ہوں گے۔ (دیکھئے
 رمزایمان ص ۱۵۴)

(س) بیرونی خطرات سے حفاظت: قرآن مجید میں ارشاد ہے ”اے
 لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور مقابلہ میں بڑھ کر صبر دکھاؤ اور اپنی
 سرحدوں کی حفاظت کرو“ (آل عمران۔ ۲۰۰)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”اللہ کی راہ میں ایک دن (سرحدوں
 پر) پہرہ دینا دیگر مقامات پر ہزار دن کے پہرے سے بہتر ہے۔“
 (ترمذی، نسائی)

(ع) حاجتمند کی کفالت: رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ”میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہیں اس کی جانب سے دیت ادا کروں گا۔ (ابوداؤد کتاب الفرائض) پھر فرمایا ”جس نے کوئی بار چھوڑا تو وہ میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا حق ہے“ (ایضاً) پھر فرمایا ”تو اس کا قرض میں (بیت المال سے) ادا کروں گا۔“ (کتاب الاموال) پھر فرمایا ”تین آدمی ایسے ہیں جن کی مدد کرنا اللہ (ریاست) کا حق ہے اول غازی دوم آزادی چاہنے والا غلام سوم نکاح کا خواہشمند“

(ف) استطاعت کے مطابق بوجھ: عن عبد اللہ بن عمر ”ہم اطاعت کی بیعت کرتے تو آپ ﷺ فرماتے کہ ”یوں کہو کہ جہاں تک تمہاری استطاعت میں ہوگا۔“ (مسلم باب البيعت على السمع)

(ث) غیر مسلم رعایا کے حقوق: غیر مسلم رعایا کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) معاهد: جو جنگ کے بغیر کسی معاہدے یا صلح نامہ کے ذریعے اسلامی حکومت کے ماتحت آگئے ہوں ان معاهدین کے حقوق کے لیے بخران کے عیسائیوں کے ساتھ رسول کریم ﷺ کا وہ تحریری معاہدہ درج کیا جاتا ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے معاهدین کے حقوق بیان کیے ہیں۔

”بخران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے قاصد، ان کی مورتیں، اللہ کی امان اور اس کے رسول ﷺ کی ضمانت میں ہیں۔ (ان لوگوں اور ان کے احوال) کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی۔ اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی۔ نہ

کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے ، نہ کوئی راہب اپنی رہبانیت سے نہ کنیسا کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہیگا۔ ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا۔ نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی۔ اور نہ ان پر عشر لگایا جائے گا۔ اور نہ اسلامی فوج ان کی سر زمین کو پامال کرے گی۔ ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے گا تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا۔ ان میں سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے۔ اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفا کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے یہاں تک کہ اس بارے میں خدا کا کوئی دوسرا حاکم نازل ہو۔ جب تک یہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے۔ ان کے ساتھ جو شرائط کئے گئے ہیں (ہم) ان کی پابندی کریں گے ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

خبردار! جو شخص کسی معاہدہ پر ظلم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا۔ یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے گا۔ یا اس سے اس کی مرضی کے خلاف کوئی چیز حاصل کرے گا تو اس کے خلاف قیامت کے دن میں خود مستغیث ہوں گا۔“ (دیکھئے فتوح البلدان از بلا ذری ص ۷۶ مزید دیکھئے کتاب الخراج از قاضی امام ابو یوسف)

مفتوحین: دوسرے نمبر پر وہ غیر مسلم رعایا آتی ہے جو باقاعدہ جنگ و قتال

کے بعد مطیع ہوئی ہو۔ ان کے حقوق کچھ مختلف ہیں۔ مثلاً

(۱) روزی اور کفاف کی ذمہ داری مسلم ریاست کی ہے۔ بشرطیکہ مفتوح غیر

مسلم اپنی روزی کمانے سے معذور ہو (بحوالہ کتاب الاموال ص ۴۶)

(۲) اگر مفتوح غیر مسلم کسی دوسرے دشمن کے قبضہ میں آجائے اور فدیہ

دے کر چھوڑانے کی ضرورت پیش آئے تو اسلامی بیت المال سے اسکا

فدیہ ادا کیا جائے۔^(۱) (ایضاً ص ۱۲۷)

(۳) اسلامی حکومت میں ایک ذمی (مفتوح غیر مسلم) کی جان ایک مسلمان

کی جان کے برابر ہے اور قصاص یا خونبہا دیا جائے گا۔ حضور انور ﷺ

نے اپنے عہد میں ایک ذمی کے مال کے نقصان کا ہر جانہ دلویا تھا۔

(کتاب الاموال ص ۱۵۱) اس کے علاوہ ذمیوں کے مذہبی حقوق بھی ہیں

جن میں تحفظ عزت (درمختار جلد اول ص ۲۷۳) شخصی معاملات میں

آزادی (کتاب الاموال ص ۲۶) اور جزیہ اور خراج کی وصولی میں

زمی کا حق اہم ہیں (کتاب الخراج ص ۸۲) غرضیکہ غیر مسلم رعایا کو

دینی امتیاز کے علاوہ کسی بھی معاملے میں عام مسلم شہریوں سے فرود

نہیں سمجھا گیا۔ اور ان کو مساوی حقوق دیئے گئے ہیں۔^(۲)

خارجہ پالیسی:

کسی بھی حکومت کے محاسن و معائب کا جائزہ لیتے وقت اس کی

خارجہ پالیسی پر نظر ڈالنی ضروری ہوتی ہے اسلامی حکومت کی خارجہ پالیسی کی

۱۔ اگر کوئی ذمی دشمن ملک میں قید ہو جائے تو اس کی رہائی کے لئے جہاد تک کرنے کا حکم

بھی آیا ہے۔ (کتاب الاموال ص ۱۸۸)

۲۔ مولانا مودودی نے غیر مسلموں کو پارلیمنٹ کے ممبر بننے کا حق چند شرائط کے ساتھ دیا

ہے۔ صدر مملکت کا منصب اور کلیدی عہدوں پر نہ آنے کے حق میں ہیں (دیکھئے اسلامی

ریاست ص ۶۰۱ تا ۵۹۸)

اہم خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ معاهدات میں مسلم مفادات کا تحفظ: دوسری غیر مسلم حکومتوں سے اس قسم کے معاهدات نہ کیے جائیں گے جن سے دوسری اسلامی حکومتوں کے مفادات مجروح ہوتے ہوں قرآن فرقان میں کہا گیا ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ
الْمُؤْمِنِينَ (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

۲۔ معاملات صلح و امن کے پیامبر: قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ ”اور اگر وہ (دشمن) صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف جھک جاؤ۔“ (انفال۔ ۶۱) ”اور ان (دشمنوں) سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لیے ہو پھر اگر وہ رک جائیں تو ظالموں کے سوا کسی اور پر کوئی سزا نہیں ہے۔“ (بقرہ۔ ۱۹۳)

۳۔ خارجہ پالیسی، عالمی انسانی برادری کی مظہر: قرآن کریم میں ارشاد ہے ”سب لوگ ایک ہی امت ہیں لیکن وہ آپس میں جھگڑتے ہیں۔“ (یونس۔ ۱۹) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”الخلق عيال الله (مخلوق اللہ کا کنبہ ہے) (نبیہتی)

۴۔ پابندی عہد، خارجہ پالیسی کا بنیادی پتھر: قرآن مجید کا فرمان ہے اَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل۔ ۳۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَوْفُوا بِالْعُقُودِ (مائدہ۔ ۱) (۲)

۱۔ آل عمران۔ ۲۸

۲۔ دونوں آیتوں کا بالترتیب ترجمہ درج ذیل ہے۔

۱۔ وعدے کو پورا کرو بے شک عہد (وعدہ) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

۲۔ اے ایمان والو! اپنے وعدوں کی پابندی کیا کرو۔

۵۔ بین الاقوامی عہد کی پابندی: قرآن فرقان کا ارشاد ہے ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ کے نام پر انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ کسی قوم کی دشمنی تم کو اس امر پر نہ اکسائے کہ عدل کا دامن چھوڑ دو تم بہر حال انصاف کا معاملہ کرو یہ بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔“ (مائدہ-۸)

۶۔ جارج قوم کا ڈٹ کا مقابلہ کرنا چاہیے: فرمان خداوندی ہے ”وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا“ (بقرہ-۱۹۰) ترجمہ: اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔“ دشمن سے بدلہ اتنا ہی لینا چاہیے جتنی اس کی خرابی ہے ظلم و زیادتی کی ممانعت ہے۔ پھر فرمایا ”اور بدی کا بدلہ اس کی مثل سزا ہے۔“ (الشوریٰ-۴۰)

کسی بھی حکومت کے فلاحی اقدامات کا اندازہ کرتے وقت اس کی اقتصادی حالت، مالی آمدن کے ذرائع اور عوام کے لیے اخراجات کی مددات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اسلامی ریاست کی اقتصادی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو فوز و فلاح اور بہبودی انسانیت کا دور دورہ نظر آتا ہے۔ عوام کے لیے حکومت کے فلاحی اقدامات تو موجودہ مقالہ میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں۔ یہاں صرف اسلامی ریاست میں آمدنی اور اخراجات کے عنوان پر مختصر گفتگو کی جاتی ہے۔ چنانچہ اسلامی مملکت میں آمدنی کے ذرائع حسب ذیل ہیں۔

۱۔ زکوٰۃ: بہت معمولی خدائی ٹیکس (اڑھائی فیصد سالانہ) جو ایک سال کے گزرنے پر جمع شدہ مال پر مسلمان شہری سے لیا جاتا ہے۔ یہ سونا چاندی، مویشی، سامان تجارت اور غلہ و پھل پر لگتا ہے۔ نصاب ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی قیمت کا دوسرا مال یا نقدی ہے۔

۲۔ صدقات: یہ وہ مال ہے جو امرا مجموعی طور پر غربا کی امداد کے لیے بیت المال کو دیتے ہیں یا دے رہے کہ اہل ثروت خود بھی غریبوں کی صدقات سے بلا واسطہ مدد کرتے ہیں

۳۔ خمس: مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو بیت المال کو جاتا ہے مال، رکاز، دینوں اور کانوں سے نکلی ہوئی معدنیات کا پانچواں حصہ بھی بیت المال میں آتا ہے۔

۴۔ فتنی: وہ مال جو دشمن سے بغیر جنگ کے حاصل ہوتا ہے۔

۵۔ خراج: سرکار، لگان جو غیر مسلم کاشتکاروں کی مقبوضہ زرعی اراضی پر زمین لی پیداوار، زرخیزی اور وسائل آبپاشی کی آسانیوں کو مد نظر رکھ کر سالانہ شرح سے وصول کیا جاتا ہے۔

۶۔ عشر: اسلامی ریاست کے مسلم کاشتکاروں پر عائد شدہ لگان کو عشر کہا جاتا ہے۔ عشر کی شرح بارانی زمین پر $1/10$ اور چاہی (نہری) زمین پر $1/20$ کے حساب سے ہوتی ہے۔

۷۔ جزیہ: یہ وہ معمولی ٹیکس ہے جو اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندوں سے لیا جاتا ہے اس کے بدلے میں اسلامی حکومت ان کے مال، جائیداد، جان اور عزت کی حفاظت کرتی ہے۔ اس کی شرح حسب ذیل ہوتی ہے۔

(الف) مالداروں سے: ۴۸ درہم سالانہ (بارہ روپے)

(ب) متوسط طبقہ سے: ۲۴ درہم سالانہ (چھ روپے)

(ج) ادنیٰ طبقہ سے: ۱۲ درہم سالانہ (تین روپے)

غربا، اپاہج، اندھوں اور معذور افراد سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے بلکہ اسلامی حکومت ان کی کفالت کرتی ہے۔ (دیکھئے کتاب الخراج از امام ابو یوسف، کتاب الاموال باب ۴ تا ۱۰ از ابو عبیدہ اندلسی)

۸۔ عشور: یہ وہ تجارتی ٹیکس ہے جو غیر مسلم تاجروں کے مال پر وصول کیا جاتا ہے جسے وہ اسلامی ریاست میں بغرض تجارت لے کر آئیں۔

۹۔ کراء الارض: اسلامی مملکت کی اراضیات کا مقررہ لگان جو کاشتکاروں کی باہمی رضامندی سے وصول کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ وقف: وہ سرمایہ یا جائیداد جو اسلامی ریاست کے دولتمند حضرات مفاد عامہ کے لیے اجتماعی ملکیت میں دے دیتے ہیں۔

۱۱۔ ضرائب: یہ وہ ٹیکس ہے جو امراء پر اسوقت عائد کیا جاتا ہے۔ جب وہ اسلامی معاشی قوانین پر عمل نہیں کرتے اور عوام کی غربت اور تنگدستی کا باعث بنتے ہیں۔

۱۲۔ اموال فاضلہ: وہ سرمایہ جس کا مالک اس دنیا میں سے اٹھ جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو۔ بیت المال میں داخل کر لیا جاتا ہے۔

۱۳۔ ضبط شدہ جائیداد: حضور پر نور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”جو شخص اونٹوں کی زکوٰۃ نہ دے اس کے آدھے اونٹ ضبط کر لو“ (ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ) حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے اونٹ ضبط کر لیے کہ اس نے سرکاری چراگاہ میں چرائے تھے۔ (سراج المملوک ص ۱۱۶) آپؐ نے ایک تاجر شراب کے کچھ مویشی اور مال بھی ضبط کر لیا تھا (کتاب الاموال ص ۹۶) حضرت عمرؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے دس ہزار درہم ضبط کر لیے کہ انہوں نے بحرین کا عامل ہوتے ہوئے کمائے تھے۔ (فتوح مصر ص ۱۴۸) فاروق اعظمؓ راشی (تحفہ تحائف لینے والے) حکام کا مال ضبط کر لیا کرتے تھے۔ (ایضاً)

۱۴۔ جرمانہ: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”اگر کوئی شخص باغ سے پھل چرائے تو

اس سے پھل کی دگنی قیمت لے کر صاحب باغ کو دی جائے۔
 (ابوداؤد کتاب الحدود) علامہ شوکانی کے بقول ”گم شدہ اونٹ
 کو بغیر اعلان کیے رکھنے والے سے ایک اونٹ بطور جرمانہ
 وصول کیا جائیگا۔“ (نیل الاوطار جلد ۴ ص ۱۸۱) ترک صلوة،
 شراب نوشی اور رشوت خوری پر بھی جرمانے تجویز کیے گئے ہیں۔

مصارف: اسلامی ریاست کے بیت المال میں سے خرچ کے مدات یہ ہیں:
زکوٰۃ و صدقات: کے مستحقین سورۃ توبہ آیہ ۶۰ کی رو سے حسب ذیل اشخاص
 مستحق زکوٰۃ ہیں۔ (۱) فقرا (۲) عاقلین زکوٰۃ (۳) مولفۃ القلوب
 (نومسلموں کی امداد) وغیرہ (۴) فی الرقاب (غلاموں کی آزادی) (۱)
 (۵) غارمین (۶) فی سبیل اللہ (جہاد، تبلیغ) (۷) ابن السبیل (مسافر
 جو تنگ دست ہو گیا ہو) عشور کے مصارف بھی یہی ہیں۔

مال غنیمت: سورۃ انفال آیہ ۴۱ کے مطابق مال غنیمت کے پانچویں حصہ
 میں یہ لوگ حقدار ہیں وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ
 السَّبِيلِ (قریبی، یتیم، مسکین اور ضرورت مند مسافر)

معاش: ☆ اسلامی ریاست ضرورت مندوں اور مستحقین کی معاش کی کفیل ہے
 اول مالدار حضرات خود (المحلی از امام ابن حزم اندلسی جلد نمبر ۱،
 ص ۱۵۷) دوم اسلامی ریاست (جامع ترمذی کتاب الاحکام)

☆ اسلامی ریاست غریبوں اور ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے
 کی ذمہ دار ہے۔ (قواعد الاحکام فی مصالح الانام جلد ۱ ص ۱۳۸)

☆ اسلامی ریاست بوڑھوں، نابیناؤں اور معذوروں کے لیے سہولتیں فراہم
 کرنے کی پابند ہے۔ (بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز از ابن جوزی و
 سیرت عمر بن عبدالعزیز از عبدالحکم)

۱۔ مقروض و تاوان رسیدہ لوگ (کتاب الاموال ص ۸۵۱)

وظائف: اسلامی ریاست میں لوگوں کو بیت المال سے ان کی کوشش اور کام کی نوعیت کے مطابق وظیفہ ملے گا۔ (کتاب الاموال ص ۶۰۶) وظیفہ بچے کی پیدائش کے دن ہی سے جاری ہوگا۔ (ایضاً ص ۳۵۵) عورتوں اور غلاموں کو بھی بیت المال سے وظائف ملیں گے۔ (ایضاً ص ۳۶۲) نادار لوگوں کا روزینہ بھی بیت المال سے مقرر ہوگا۔ (ایضاً)

متفرق: مفلس مقروض کا قرض بیت المال ادا کرے گا۔ (کتاب الاموال مولفہ امام ابو عبیدہ اندلسی) نادار کنواروں کی شادیاں اور ان کی طرف سے حق مہر بھی بیت المال کی طرف سے ادا ہوگا۔ (ایضاً) غیر مسلم کا شتکاروں کو مالی امداد بھی دی جائیگی جو تنگدستی کی وجہ سے اپنی زمینوں کا انتظام نہیں کر پاتے (ایضاً) انتظامیہ کے عہدیداروں کی تنخواہیں بھی اسلامی ریاست ادا کرے گی۔ (ایضاً ص ۳۹۹) بے گھر کو گھر، ننگے کو لباس اور مسافر کو سواری و رسد زکوٰۃ (بیت المال) سے دی جائیگی۔ (ایضاً ص ۸۳۲)

زرعی فلاح و بہبود:

اسلامی ریاست میں زرعی اصلاحات اور کاشتکاری کے سلسلے میں بھی فلاح و بہبود کا خیال رکھا گیا ہے۔ جس پر ذیل میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔
(الف) زمین و آسمان کا مالک اللہ ہے: سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے۔
وَلِلّٰهِ مِيرَاتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آیہ ۱۸۰) پھر ارشاد ہوا۔ لہ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (۱)

۱- آیات کا ترجمہ بالترتیب درج ذیل ہے۔

۱- اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمینوں کی مالکیت۔

۲- اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں ہے۔

(ب) زمین بے کار نہ رہنی چاہیے: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ”پاگر کسی کے پاس زمین ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کی کاشت کرے ورنہ اپنے کسی بھائی کو دے دے۔“ (بخاری)

(ج) کھیتی باڑی کرنا صدقہ ہے: ارشاد نبوی ﷺ ہے ”جب کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے۔ یا کھیتی باڑی کرتا ہے۔ اور اس میں سے کوئی پرندہ، انسان یا چوپایہ کھاتا ہے۔ تو اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔“ (بخاری)

(د) جو آباد کرے زمین اسکی ملکیت ہے: آپ ﷺ نے فرمایا ہے ”جس شخص نے افتادہ زمینوں کو آباد کیا وہ اسکی ملک ہے جس شخص نے کسی زمین کو گھیر لیا وہ اسکی ملک ہے“

(ہ) رفاہ عامہ کے قابل زمینی ملکیت کی منسوخی:

- (۱) پانی کے چشمے کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتے۔
- (۲) جانوروں کی خوراک والے درخت (پیلو) شخصی ملکیت نہیں ہو سکتے۔
- (۳) چراگاہیں کسی ایک آدمی کی ملکیت نہیں ہو سکتیں۔
- (۴) ایسی زمین جس سے بہت سارے لوگ استفادہ کرتے ہوں ایک آدمی کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔^(۱)

(و) جو زمین کاشت نہ ہو حکومت اسے ضبط کر لے گی: رسول اللہ ﷺ کے دور میں یہ قانون تھا کہ جو شخص تین سال تک اپنی زمین بیکار چھوڑے رکھے تو حکومت اس زمین کو اپنی تحویل میں لے گی (کتاب الاموال ص ۴۳۲) حضور ﷺ نے ایک شخص کو ٹکڑا زمین دیا وہ کاشت نہ کر سکا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اسے واپس لے لیا۔ (ایضاً)

۱- سیرت النبی جلد دوم از شبلی نعمانی ص ۸۱ تا ۸۳

(ز) مالک زمین اپنی ضرورت سے زائد پانی، گھاس، خود رو بوٹیوں اور درختوں کو دوسروں سے نہیں روک سکتا: اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کتاب الاموال ص ۴۴۳ تا ۴۴۷ میں دیئے گئے ہیں۔

جہاد مفاد عامہ کا ایک ذریعہ:

مستشرقین اور معاندین کے نزدیک جہاد قتل و غارت گری کا دوسرا نام ہے۔ تصور جہاد ہی کی وجہ سے یہ لوگ مسلمانوں کو وحشی قوم قرار دیتے ہیں۔ جبکہ حقیقت اس سے مختلف ہے۔ اسلام میں جہاد جنگ و قتال سے ایک علیحدہ چیز ہے اور یہ مفاد عامہ اور تحفظ انسانیت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جس کا ایک مختصر موازنہ درج ذیل ہے:

- ۱۔ جنگ ایک دنیاوی قتل و غارت گری کا نام ہے جبکہ جہاد دین کے لیے لڑنے کا نام ہے۔
- ۲۔ جنگ قوموں، قبیلوں اور خاندانوں کے درمیان ہوتی ہے جبکہ جہاد اللہ کے بندوں اور اللہ کے دشمنوں کے درمیان ہوتا ہے۔
- ۳۔ جنگ کا حکم نہ خدا نے دیا ہے نہ اس کے رسول مقبول ﷺ نے، مگر جہاد کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کی طرف سے ہے۔
- ۴۔ جنگ کرنے سے تمام انبیاء اور ان کی شریعتوں نے منع کیا ہے جبکہ جہاد تمام انبیاء و رسل کسی نہ کسی شکل میں کرتے رہے ہیں۔
- ۵۔ جنگ میں قتل ہونے والا مردہ اور بچ آنے والا ظالم اور لٹیرا ہوتا ہے جبکہ جہاد میں قتل ہونے والا شہید (جسے زندہ کہا گیا ہے) اور بچ جانے والا غازی (بہادر) بن کر واپس آتا ہے۔ یہ دونوں جنتی ہیں۔
- ۶۔ جنگوں سے قوموں کے تمام عام و خاص متاثر ہوتے ہیں، جبکہ جہاد میں صرف لڑ سکنے والے افراد پر ہاتھ اٹھایا جاتا ہے۔

۷۔ جنگ میں تباہی، بربادی اور لوٹ مار ہوتی ہے، جبکہ جہاد زندگی اور حفاظت کا پیغام بر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر نے کہا ہے۔ ع

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

۸۔ جہاد میں بظاہر تلواریں بے نیام ہوتی ہیں اور خون بہتا ہے مگر اس کا انجام آخر کار امن و سلامتی ہوتا ہے، جبکہ جنگ میں انجام کار ایسا نہیں ہوتا۔^(۱) بقول شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ

جنگ شاہاں جہاں غارت گری است

جنگ مومن سنت پیغمبری است^(۲)

جہاد کی اجازت:

جہاد کی اجازت اور مقاصد پر ہی غور و فکر ہمیں اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ آئیے ذرا دیکھیں اس سلسلہ میں اسلام کا کیا نکتہ نظر ہے۔

اول: مدافعت: اگر دشمن حملہ آور ہو تو اس سے اپنے آپ کو، ریاست، رعایا اور مفاد عامہ کو بچانے کے لیے جہاد فرض ہے۔ (سورۃ حج - ۳۹)

دوم: نقض عہد: معاہدوں کو توڑنے والی قوم سے جہاد کرنا ضروری ہے۔ (انفال - ۵۶) عہد شکنوں کو میدان جنگ میں سخت سزا دینے کا حکم ہے۔ (انفال - ۵۷)

سوم: احترام انسانیت اور مظلوموں کی دستگیری: سورۃ نساء میں ارشاد ہوا ”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کرتے کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کے لیے۔“

- 1- مصباح اسلامی تہذیب و تمدن و تاریخ عنوان جہاد
- 2- حضور پاک کا جلال و جمال مولفہ امیر افضل خاں، ص ۱۱
- 3- سورۃ نسا - ۷۵

چہارم: استعماری حکومت کے خلاف: کلام پاک میں کہا گیا ہے ”تم ان سے لڑتے رہو یہاں کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے (خالص) ہو جائے۔“ (بقرہ۔ ۱۹۳)

صرف یہی نہیں کہ جہاد کی اجازت دے دی اور آزاد چھوڑ دیا۔ جہاد میں ہر طرح کی اخلاقی پابندیاں لگا کر اسے مکمل طور پر انسانیت پناہ اور صلہ رحمی کا معاملہ قرار دیا گیا ہے۔

پہلی اصلاح: صرف مدافعت، انسانیت کے احترام، ظالم کے خلاف، ناقض عہد قوم کے خلاف اور لادینی حکومت کے خلاف جہاد کی اجازت دی گئی ہے یہ تمام امور کائناتی (Universal) ہیں۔

دوسری اصلاح: غیر مقاتلین کو قتل کرنے کی ممانعت کی ہے۔ چنانچہ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ (بروایت حضرت انسؓ)

”کسی بوڑھے ضعیف، چھوٹے بچے اور عورت کو قتل نہ کرنا

مال غنیمت میں سے چوری نہ کرنا جنگ میں جو کچھ ہاتھ

آئے ایک جگہ جمع کرنا صلح کی روش اختیار کرنا احسان کرنا

کیونکہ اللہ احسان کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔“

تیسری اصلاح: شب خون مارنے سے احتراز: رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا

کہ جب کسی محارب قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو آپ ﷺ حملہ نہ

کرتے جب تک صبح نہ ہو جاتی۔^(۱)

چوتھی اصلاح: غضب و نہب کی ممانعت: نہی النبی ﷺ عن النہی والمثلة

(صحیح بخاری) رسول خدا ﷺ نے لوٹ مار اور مثلہ سے منع فرمایا ہے۔

پانچویں اصلاح: تباہ کاری اور فساد برپا کرنے کی ممانعت: ارشاد الہی ہے

”ہم آخرت کا گھر جنت میں ان لوگوں کے لیے مخصوص کرینگے جو زمین

۱- جنگ ہو رہی ہو تو رات کو یا صبح منہ اندھیرے حملہ کرنے کی نظر ملتی ہے۔

میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا جانتے ہیں۔ نیک انجام (صرف) متقیوں کے لیے ہے۔“ (قصص - ۸۳)

چھٹی اصلاح: خیانت کی ممانعت: مال غنیمت میں خیانت کی ممانعت کے سلسلے میں ارشاد ہوا۔ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱) (آل عمران - ۱۶۱) اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”مال غنیمت میں خیانت نہ کرو کیونکہ خیانت دنیا کے اندر اور آخرت میں مرتکبین کے لیے عذاب اور شرمندگی ہے۔“

ساتویں اصلاح: سفا اور قاصدوں کے قتل کی ممانعت: مسیلمہ کذاب کے قاصدوں سے آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ کی قسم اگر قاصدوں کا قتل ممنوع نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن الگ کر دیتا۔“ (مسند احمد)

آٹھویں اصلاح: بد نظمی اور سرکشی کی ممانعت: رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا ”من ضيق منزلا او قطع طريقا فلا جهاد له (جوراستے کے لوگوں کو تنگ کرے یا راستے میں لوٹ مار کرے تو اس کا کوئی جہاد نہیں ہے) نویں اصلاح: معاہدات کو توڑنے کی ممانعت: آپ نے فرمایا ”جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو وہ اس وقت تک معاہدے کا بندھن نہ کھولے جب تک اسکی مدت نہ گزر جائے۔ یا وہ برابر کا لحاظ کر کے اس قوم کی طرف پھینک دے۔“ (ابوداؤد - ترمذی)

دسویں اصلاح: اسیروں سے حسن سلوک: ارشاد الہی ہے ”پھر جب کافروں سے مڈھ بھيڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے۔ یہاں تک کہ تم ان (کافروں) پر غالب آ جاؤ۔ پھر قید کے بندھ مضبوط کرو اس کے بعد تمہیں اختیار ہے یا تو احسان کے طور پر یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے (محمد - ۴) حضور ﷺ نے ہر

۱- ترجمہ: اور جو کوئی خیانت کرتا ہے وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کے ساتھ آئے گا۔

غزوہ میں قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ غزوہ مرہ سیح میں ایک سو اسیر خاندانوں کو بغیر کسی فدیہ کے چھوڑا گیا۔ غزوہ حنین بھی اسیروں کی بلا تاوان رہائی جہاد کی برکات کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپؓ کے ابتدائی اقدامات میں لشکر اسامہؓ کی روانگی اہم قدم تھا۔ روانگی کے وقت آپؓ نے افواج سے خطاب کیا اور کہا:

”اے لوگو! ٹھہر جاؤ میں تمہیں دس نصیحتیں کرتا ہوں انہیں یاد رکھو (دوران جنگ) خیانت نہ کرنا۔ بد عہدی نہ کرنا۔ چوری نہ کرنا، مقتولوں کے اعضا نہ کاٹنا، بچے بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ کچھور کے درخت کاٹنا نہ جلانا، پھل والے درخت نہ کاٹنا، کسی بھیڑ، گائے یا اونٹ کو سوا کھانے کے ذبح نہ کرنا تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزر رو گے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت کے لیے گر جاؤں میں وقف کر دیا ہے (رأسب) اور وہ دن رات انہیں میں بیٹھے عبادت کرتے رہتے ہیں۔ تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو گے جو تمہارے لیے برتنوں میں مختلف کھانے لائیں گے۔ جب بھی کھانا شروع کرنا اس پر اللہ کا نام ضرور لے لینا۔“ (1)

اب آخر میں خطبہ حجتہ الوداع سے حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کے امور جہان بینی کے سلسلے میں اسلامی نظریات و احکامات پیش کیے جاتے ہیں۔ تاکہ اسلامی ریاست میں انسانی فوز و فلاح کا یہ باب پایہ تکمیل کو پہنچے اور انگشت نمائی کرنے والوں کے پاس سوائے تسلیم و رضا کے کوئی چارہ نہ

1- ابو بکرؓ از محمد حسنین ہیکل / شیخ محمد احمد پانی پتی ص 140.41

رہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”تمام قوانین اور کالے دستوروں کا خاتمہ: ہاں! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔ مساوات انسانی: لوگو بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے ہاں کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔ اخوت و بھائی چارہ: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ نوکروں اور زیر دستوں کا حکم: تمہارے غلام تمہارے غلام جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پسند کرو وہی ان کو پہناؤ۔ انتقام ختم: جاہلیت کے تمام خون (انتقام خون) باطل کر دیئے گئے۔ سود باطل: جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے۔ عورتوں سے خصوصی حسن سلوک: عورتوں کے بارہ میں خدا سے ڈرو تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ خون اور مال کی ایک دوسرے کے لیے حرمت: تمہارا خون اور تمہارا مال تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔⁽¹⁾ بلا اجازت دوسرے کی چیز لینے کی ممانعت: پس کسی شخص کے لیے کسی بھائی کی کوئی چیز لینا جائز نہیں بجز اس کے جو اس نے اسے خوشدلی کے ساتھ دی ہو۔⁽²⁾ ہر ایک اپنے عمل کا

1- سیرت النبی ﷺ جلد دوم از شبلی ص ۱۴۴ تا ۱۴۸

2- محمد رسول اللہ ﷺ از محمد رضا مصری / اردو ترجمہ: محمد عادل قدوسی ص ۶۷۳

خود ذمہ دار ہے: یاد رکھو! کوئی کسی کے عمل کا ذمہ دار نہیں ہے بچہ باپ کے اور باپ بچہ کے عمل کا جواب دہ نہیں ہے۔“ (1)

حکومت اسلامی ہو یا غیر اسلامی، حکومت کے کارندوں کے رویہ کا اس کے اچھی یا بری ہو جانے میں خصوصی عمل دخل ہوتا ہے۔ اگر ریاست کے قوانین تمام کے تمام اصلاحی و فلاحی ہوں مگر عہدیداران قوانین کی عملی مخالفت کریں تو کاغذی قوانین بے اثر ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً حکومت کی عملی شکل دیکھ کر مدبرین کی اس کے بارے میں رائے منفی ہو جاتی ہے آئیے دیکھیں اس سلسلے میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے۔

الاحد: خلیفہ رسول اللہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی خلافت کے پہلے دن بحیثیت عہدیدار فرمایا:

”اے لوگو! میں اس جگہ اس لیے نہیں مقرر کیا گیا ہوں کہ تم سب سے برتر بن کے رہوں میری خواہش تو یہ تھی کہ کوئی اور جگہ سنبھالتا..... جب تم دیکھو کہ میں سیدھے راستے پر چل رہا ہوں تو میری پیروی کرو اور اگر دیکھو کہ میں کج ہو گیا ہوں تو مجھے سیدھا کر دو۔“ (بحوالہ الامامت والسیاست از ابن قتیبہ اُندلسی جز اول ص ۱۷)

الثانیہ: حضرت عمر فاروقؓ نے بحیثیت عہدیدار (خلیفۃ المؤمنین) لوگوں کو اپنی حیثیت اور ان کے تعاون کی اہمیت یاد دلاتے ہوئے فرمایا۔

”اور تم میرے نفس کے مقابلہ میں میری مدد اس طرح کر سکتے ہو کہ مجھے بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو نیز خدا نے تمہاری ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے اس میں میری خیر

۱- خطبہ حجۃ الوداع مطبوعہ سعودی عربیہ عربی و انگریزی ص ۸

خواہی (نصیحت) کرتے رہو۔“ (الفاروق عمرؓ از محمد حسنین ہیکل ص ۹۶) آپؐ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ ” فان زغت فقومونی“ (اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو) (بحوالہ رمزایمان از ڈاکٹر غلام جیلانی برق ص ۱۸۸)

رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی امت کے جید افراد آپ ﷺ کے مدبرانہ، دوراندیشانہ، ناصحانہ، بزرگانہ، کریمانہ، صالحانہ اور سب سے بڑی بات یہ کہ پیغمبرانہ اقدامات پر استفسار کی جرأت کر بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ انہیں ہر موقع پر مطمئن و مسرور کرتے اور ان کی اس بے باکانہ جرأت پر ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے۔ اس کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ عہدیدار بڑا ہو یا چھوٹا اسے سوال و احتساب سے بالا نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ قوم کو تنقید و اعتراض کی دعوت دیتے رہنا چاہیے۔

اسلامی حکومت اور عہدیدار:

عہدیداروں کے سلسلے میں اسلامی حکومت کا شرعی و انتظامی نکتہ نظر یہ رہا ہے۔

1- عہدے طلب کرنے کی ممانعت: حضور ﷺ نے عہدے طلب کرنے کی ممانعت فرمائی ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے ” اے عبدالرحمن بن سمرہ! امارت کے طالب نہ بنو“ (متفق علیہ) آپ ﷺ نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کو بھی عہدہ دینے سے انکار فرمایا تھا اور اسے ” امانت“ قرار دیا تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب الاموال، امیر اور رعایا کے باہمی حقوق) آپ ﷺ نے عہدہ طلب کرنے والے کو خائن (ابوداؤد) اور اس کی درخواست کو رد کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)^(۱)

1- اسلامی نظریہ حیات از خورشید احمد ص ۴۲۹

2- عہد یدار کے لیے خصوصی ہدایات: حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ایک ہدایت نامہ لکھ کر دیا۔ اس میں آپ ﷺ نے ان امور پر خصوصی توجہ دلائی:

”ہر سال اللہ سے ڈرتے رہنا..... لوگوں کو ان کے حقوق اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے رہنا حق کے معاملہ میں لوگوں کے ساتھ نرم رہنا اور ظلم کے معاملہ میں سختی کرنا..... لوگوں کو جنت کے اعمال کی بشارت دینا اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال سے ڈرانا لوگوں کی دلداری کرنا..... اگر لوگوں میں کوئی جھگڑا اٹھ کھڑا ہو تو اس بات کی نگرانی کرنا کہ قومی اور قبائلی عصبیت کے نعرے بلند نہ ہوں اور اگر ایسا ہو تو تلوار سے ان نعرے بلند کرنے والوں کی خبر لینا۔“ (1)

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا۔

”میں نے ان (عمال) کو صرف اس لیے مقرر کیا ہے..... کہ وہ ان (لوگوں) کے اندر عدل قائم کریں اور ان کی فے ان کے درمیان تقسیم کریں۔ اور اگر ان کو کوئی مشکل پیش آئے تو اسکو میرے سامنے پیش کریں۔“

ایک اور خطبہ میں آپؓ نے فرمایا۔

”میں نے اپنے عمال اس لیے مقرر نہیں کیے کہ وہ تمہیں ماریں پٹیں تمہاری آبروریزی کریں اور تمہارے مال ہڑپ کریں میں نے تو انہیں اس لیے مقرر کیا ہے کہ وہ تم کو تمہارے پروردگار کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ

1- اسلامی ریاست مصنفہ مولانا امین احسن اصلاحی، بحوالہ سیرت ابن ہشام

کے طریقہ کی تعلیم دیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو فاروق اعظمؓ نے لکھا ”لوگوں کو ان کے گھروں میں فراخی دو اور ان کے عیال (گھر والوں) کو کھانا کھلاؤ۔“ (1)

3- بے لاگ عدل: عہد یدار وہ ہو جو عدل و انصاف کی فراہمی میں کسی قسم کی جانبداری اور بے اعتدالی کا مظاہرہ نہ کرے رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”مجھ کو سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے روز مجھ سے قریب تر امام عادل ہوگا۔ اور مجھ کو سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت کے دن امام ظالم ہوگا۔“

4- رعایا کے اثر و رسوخ اور بے وقعتی سے بے پروا: حضرت ابو بکر صدیقؓ (2) کی حکومت کا بنیادی مقصد ان کے اپنے الفاظ میں یہ تھا: ”اور تم میں جو بے اثر ہیں میرے نزدیک وہ بااثر ہیں یہاں تک کہ میں ان کا حق انہیں واپس دلا دوں اور تم میں جو بااثر ہیں وہ میرے نزدیک بے اثر ہیں یہاں تک کہ میں ان سے دوسروں کا حق وصول کر لوں۔“ (3)

5- عزیز و اقارب سے تعمیل قانون: عہد یدار اپنے عزیزوں سے ریاست کے احکامات کی تعمیل کروانے والے ہوں۔ ارشاد فاروقیؓ ہے۔ ”جن باتوں کی میں نے ممانعت کر رکھی ہے اگر تم میں

1- سراج الملوک مصنفہ امام طرطوشی ص ۱۰۹

2- اسی مفہوم کے الفاظ حضرت عمر فاروقؓ سے بھی منقول ہیں۔ دیکھئے اسلامی ریاست از اصلاحی ص ۳۲۸

3- ابو بکر صدیقؓ مصنفہ محمد حسنین بیگل

سے کوئی ان میں مبتلا پایا گیا تو یاد رکھو اس کو دگنی سزا
 دوں گا۔“ آپؐ کی یہ تہدید اپنے رشتہ داروں اور
 قرابت داروں سے تھی۔“

6- خاکساری اور عاجزی کا نمونہ: عہدیداروں کو تنقید برداشت کرنی

چاہیے۔ (الفاروق عمر رضی اللہ عنہ ۱۰۶) نرم اور بردبار ہوں (ارشاد رسالت
 عن عبداللہ بن عباس) رعایا کی خیر خواہی کرنے والے ہوں۔ بدخواہی
 سے بچنے والے ہوں رعایا کے لیے آسانیاں پیدا کرنے والے
 ہوں (مسلم باب فضیلتہ الامام العادل)

7- کروفر اور شان و شوکت سے بچیں: حضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں

بیت المقدس کی چابیاں وصول کرنے گئے تو آپؐ کی قمیض پر اٹھارہ پیوند
 لگے ہوئے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو آپؐ
 امیری سے فقیری کی طرف لوٹ آئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ
 ہوئے تو آپؐ کے گھر میں ایک عام آدمی (بلکہ اس سے بھی کم) کی
 حیثیت کا کھانا پکنے لگا۔

8- عہدیدار کی بنیادی ضرورتیں: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ”جو

ہمارا (حکومت کا) ملازم ہو اگر اس نے شادی نہ کی تو شادی کر لے اگر
 اس کے پاس کوئی خادم نہ ہو تو خادم رکھ لے اور اگر اس کے پاس مکان
 نہ ہو تو ایک مکان بنوالے جو اس حد سے آگے بڑھے وہ خائن ہے یا
 چور“ (ابوداؤد کتاب الخراج والفی والامارة) (☆)

9- ہدیئے اور تحفے قبول کرنے کی ممانعت: حضور رسالت مآب ﷺ کا

ارشاد پاک ہے۔ ہدایا العمال غلول (عمال کا ہدیہ قبول کرنا خیانت
 ہے) (مسند احمد) پھر فرمایا ”تو وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہیں

☆۔ کتب الاموال میں اور اضافہ ہے ”سواری نہ ہو تو سواری رکھ لے (باب ۴۰)

بیٹھے رہے کہ وہیں بیٹھے بیٹھے ان کے پاس ہدیئے آجاتے (بخاری، مسلم، ابوداؤد) یعنی عمال کو ہدیے ان کے عہدوں کی وجہ سے دیئے جاتے ہیں۔

10- متفرق احکامات و ہدایات:

(الف) رشوت کی ممانعت: لعنة الله على الراشي والمرتشي

(مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

(ب) حاجب و دربان رکھنے کی ممانعت: مامن امام اور والی یغلق بابہ

دون ذوی الحاجة والخلة والمسكنته الا غلق الله ابواب

السماء دون خلتہ و حاجتہ و مسکنتہ (مسند احمد، ترمذی)

(ج) جھوٹی وکالت سے احتراز کا حکم: من اعان علی خصومة بظلم فقد باء

بغضب من الله (ابوداؤد) (1)

(د) اقربا نوازی سے پرہیز: ان ولیت من امور الناس شیئا ان تحمل

اقاربک علی رکاب الناس (فرمان عمرؓ) ترجمہ: اگر مسلمانوں

کے معاملات کی کوئی ذمہ داری تم پر ڈالی جائے تو تم اپنے قرابتداروں کو

لوگوں کی گردنوں پر لادنے کی کوشش نہ کرنا۔

11- عمل کا احتساب: دور نبوی ﷺ میں عمال حکومت آتے تو ان کا احتساب

ہوتا۔ ان کی جائیداد اور املاک وغیرہ کا حساب ہوتا۔ اور اگر ان سے

1- احادیث کا ترجمہ بالترتیب درج ذیل ہے۔

(الف) اللہ کی لعنت ہے رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر

(ب) جو کوئی امام (حاکم) یا والی ہو اس نے اپنے دروازے کو حاجت مندوں اور

دوستوں اور مسکینوں سے بند کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے آسمانوں کے دروازے بند

کردے گا اس کی چاہتوں اور حاجتوں اور اس کی مسکینی (سے آنکھ بند کر کے)

(ج) جس نے کسی جھگڑے میں ظلم کی حمایت کی پس وہ اللہ کے غضب میں آ گیا۔

مشکوٰۃ یا ناجائز اموال برآمد ہوتا تو اسے ضبط کر لیا جاتا۔ (مشکوٰۃ)
حضرت عمر فاروقؓ بھی عمال پر کڑی نظر رکھا کرتے تھے۔ مصر کے گورنر عمرو
بن عاص سے اس کا ذاتی مال ضبط کر لیا اور حضرت خالد بن ولید کو اسی الزام
خیانت یا اسراف میں سپہ سالاری سے معزول کیا تھا۔ (مزید تفصیل کے
لیے دیکھئے کتاب الاموال ص ۴۰۲ تا ۴۰۶ باب ۴۰)

12- محصلین (عہدیداروں) کے لیے ہدایات: (۱) وصولی حق کے ساتھ
کی جائے۔ (۲) صرف اچھا اور پسندیدہ مال ہی نہ لیا جائے۔
(۳) لوگوں کو آزمائش میں نہ ڈالا جائے۔ (۴) احسن طریقے سے
وصولی کرنے والا عہدیدار ”غازی“ کی طرح ہے۔ (کتاب الاموال
ص ۵۹۶، ص ۸۹۴) عمال ملکی انتظام قضا اور تحصیل خراج و زکوٰۃ کے
علاوہ تبلیغ اسلام بھی کریں گے۔

موازنہ:

اسلامی سلطنت کا تفصیلی انتظامی خاکہ پیش کرنے کے علاوہ تمام
اصلاحی و رفاہی اقدامات ان کی عملی شکل بالخصوص دور نبوی ﷺ میں اور
ارشادات و نظریات پر تقریباً تقریباً ایک جامع نظر ڈالی جا چکی ہے اور اب کسی
بھی رفاہی و فلاحی ریاست (WELFARE STATE) سے اسلامی
ریاست کا موازنہ باسانی کیا جاسکتا ہے۔ یقیناً اسلام عام فلاحی ریاست سے
بہتر، منظم اور انسان دوست مملکت کا تصور پیش کرتا ہے۔ اب ذیل میں ایک
فلاحی ریاست اور ایک اسلامی ریاست میں موازنہ پیش کیا جاتا ہے۔

(الف) اسلامی ریاست میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تبارک و تعالیٰ کو حاصل ہے (۱)

1- افلاطون نے اپنی ”مثالی جمہوریہ“ میں بہترین مملکت اسے قرار دیا ہے جس کا اقتدار اعلیٰ
فلاسفہ کے ہاتھ میں ہو۔ (بحوالہ مسلمانوں کا نظم مملکت از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن ص ۳۱)

اور خلیفہ، امیر، امام یا سلطان صرف اللہ کے نائب ہونے پر ذمہ داری سنبھالتے ہیں۔ عام فلاحی ریاست میں یہ بات نہیں ہے۔

(ب) اسلامی ریاست میں انسانی اور شہری حقوق دینی نقطہ نظر سے نافذ کیے جاتے ہیں جبکہ فلاحی ریاست میں یہ صورت حال نہیں ہوتی۔

(ج) اسلامی ریاست شریعت کے غالب اثرات لیے ہوئے ہوتی ہے اور کتاب و سنت کو تمام حالات و اوضاع پر مقدم رکھا جاتا ہے جبکہ عام فلاحی ریاست اس پابندی سے آزاد ہوتی ہے۔

(د) ریاست اسلامیہ میں قانون کے ماخذ قرآن و سنت و دیگر جمہوری ذرائع ہوتے ہیں جبکہ عام فلاحی ریاست میں قانون عوام کی خواہشات (نفس) کے تابع ہوتے ہیں۔

(ه) اسلامی ریاست میں قوانین کی تشکیل اور قضیوں کو فیصلہ کرنے کے لیے مجلس شوریٰ ہوتی ہے جبکہ عام فلاحی ریاست میں فیصلے اکثریت (عوام) کے گروہی مفادات (حزب اقتدار) کو مد نظر رکھ کر کیے جاتے ہیں۔

(د) اسلامی ریاست میں قانون الہی اور دینی فکر کے علاوہ کسی اور ازم کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن عام فلاحی ریاست میں بیک وقت کئی ازمز (Isms) جاری ہوتے ہیں۔

(ز) اسلامی ریاست اصولی ریاست ہوتی ہے جو وحی الہی اور اسوہ حسنہ سے ماخوذ ہونے کی وجہ سے ناقابل تغیر اصولوں پر چل رہی ہوتی ہے۔ جبکہ عام فلاحی ریاست میں اصول وقتی تقاضوں کے تحت بدلتے رہتے ہیں۔

(ح) اسلامی ریاست میں تمام دینی احوال میں پختگی کے ساتھ ساتھ دنیاوی فلاح و بہبود کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ جبکہ عام فلاحی ریاست میں

صرف دنیا کی بہتری کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ دینی امور کو یہاں ہر ایک کا ذاتی معاملہ تصور کیا جاتا ہے۔ اسی لیے تقریباً تمام فلاحی ریاستیں دینی روح سے خالی ہیں۔^(۱)

(ط) اسلامی ریاست میں سلطان کا درجہ بھی عوام کی طرح کا ہوتا ہے اور وہ عوام کی بہبود و آسائش کا ذمہ دار ہوتا ہے جبکہ عام فلاحی ریاست میں سہولتوں اور آسائشوں کی فراہمی کی ذمہ داری کے باوجود سربراہ مملکت عوام سے برتر ہوتا ہے۔

(ی) اسلامی ریاست جنگ و امن اور داخلی و خارجی ہر دو جہتوں سے فلاحی و رفاہی ریاست ہوتی ہے عام فلاحی ریاست میں امن میں اور داخلی شعبوں ہی میں فلاح کی ضمانت فراہم کی جاتی ہے۔

تسلک عشرة الكاملة۔ یہ جاننے کے لیے کہ کیا اسلامی ریاست انسان کی فطری خواہشات، ضرورتوں اور کائناتی نظم کی ضرورتوں کے مطابق عام فلاحی ریاست کی بہ نسبت زیادہ مکمل و اکمل اور جامع فلاحی و رفاہی ریاست ہے یا نہیں! چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد قیامت تک اور کسی مرسل نے نہیں آنا لہذا آپ کا پیش کردہ فلاحی مملکت کا تصور ہی ابدی و سرمدی اور جامع و مکمل حیثیت کا حامل ہے۔ جس کا کسی بھی مخصوص فلاحی مملکت کے ساتھ مقابلہ و موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

پاکستان۔ ایک فلاحی ریاست

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کے مطالبہ اور حصول کا مقصد وحید یہی تھا کہ یہاں ہم اسلامی نظام نافذ کر کے خالص دینی ماحول میں اپنی زندگی گزاریں اور اسلامی ریاست میں

۱۔ دیکھئے اسلام کا معاشرتی نظام از اصغر علی شاہ جعفری ص ۳۵-۳۴

مسلم و غیر مسلم رعایا اپنی اپنی حدود میں اپنی دینی زندگی پر عمل کرے اور ان کی عملی (دنیاوی) زندگی پر بھی کوئی ناروا قدغن نہ ہو۔ بد قسمتی یہ ہوئی کہ گزشتہ چالیس پچالیس سال سے ارباب حکومت یورپ کے مخصوص معاشرتی و سیاسی نظاموں کو رائج کیے ہوئے ہیں اس طرح ان کی حکومت تو کچھ عرصہ کے لیے مستحکم ہو جاتی ہے مگر وہ خود اور ان کی اقتدا میں (۱) رعایا دین سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اب تو یہ حال ہے کہ حکمرانوں نے دیکھا ہے اور نہ رعایا نے اس کا تجربہ کیا ہے کہ اسلامی ریاست کیسی ہوتی ہے۔ ذیل میں چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں جن کو اپنا کر پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنایا جاسکتا ہے۔ پھر اسلامی ریاست میں نہ کسی کو کسی طرح کا خوف ہوگا، نہ کسی طرح کا غم، نہ کسی کو کوئی شکایت ہوگی اور نہ کوئی واویلا مچائے گا۔ نہ کسی کے حقوق غصب ہوں گے اور نہ کوئی اپنے فرائض بھول سکے گا۔ غرضیکہ امن و سلامتی ہوگی، صلح و آشتی ہوگی، ایثار و وفا کیشی ہوگی اور اخوت و صلہ رحمی ہوگی۔ ترقی و شہرت ہوگی، دبدبہ و نصرت کا عالم ہوگا۔ یہی اسلامی فلاحی ریاست کا مقصود و مطمح نظر ہے۔

حکام کے لیے تجاویز:

1- پاکستان کے حاکم قوم کے خادم بن جائیں مخدوم بننے کی روش چھوڑ دیں اس لیے کہ فلاح و بہبود کے لیے "خدمت" ایک بنیادی اور اصولی شرط ہے۔ فلجوائے حدیث مبارکہ۔ سید القوم خادماہم (قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے)

2- حکومت امانت ہوتی ہے اور خزانہ کی نگرانی آزمائش (کتاب الاموال ص ۲۰۱) پاکستان کے حاکم مناصب پر امانت سمجھ کر بیٹھیں اور خزانہ کی

1- جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے۔ الناس علی دین ملوکہم (لوگ اپنے حاکموں کے دین پر ہوتے ہیں)

حفاظت ایک کڑی آزمائش سمجھ کر کریں۔ آج تک یہ ہوتا آیا ہے اور یورپ کی اکثر فلاحی ریاستوں میں ہوتا ہے کہ سربراہ حکومت اپنی صوابدید کے مطابق خرچ کرتا ہے سربراہ حکومت کے صوابدیدی خرچ پر قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔ مگر اسلام کا رویہ اس سے مختلف ہے یہاں رعایا امیر کے لباس میں استعمال ہونے والے زیادہ کپڑے کا حساب بھی طلب کر سکتی ہے۔ (دور فاروقی کا واقعہ کہ آپ کی قمیض آپ کے حصے کی ایک چادر میں نہیں بن سکتی مگر آپ نے بنائی ہے فالتو کپڑے کا حساب دیں)

3- پاکستان کے حاکم بادشاہ نہ بنیں بلکہ صرف حاکم بنیں۔ اسلامی نظریات میں ”بادشاہ زبردستی کرتا ہے ایک سے چھین کر دوسرے کو بخش دیتا ہے جبکہ خلیفہ (حاکم) ناجائز طور پر نہ کچھ لیتا ہے اور نہ کچھ خرچ کرتا ہے“ (اس کے لیے دیکھئے محمد حسنین ہیکل کی عمر فاروق ص ۶۶۵ باب حضرت عمرؓ کا اجتہاد)

4- پاکستان کے حاکم قوم کے غم میں جان مارنا اور پریشان ہونا شروع کر دیں اس لیے کہ جب تک یہ لوگ قومی امور پر توجہ و پریشانی کے ساتھ دن رات ایک نہیں کریں گے۔ مسائل کا حال اور قوم کا مفاد ممکن نہیں ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دنیا میں بھی خائب و خاسر رہیں گے اور آخرت میں گوشہ جنت سے محروم۔ (مسلم کتاب الامارۃ)

5- ضروری ہے کہ پاکستان کے حکام وقت بڑے ہوں یا چھوٹے عادل و منصف بنیں کسی طرف ان کا جھکاؤ یا جانبداری روح عدل کے لیے سم قاتل ہے اگر یہ لوگ اب بھی عدل و انصاف کی بلا امتیاز روش پر نہ آئے تو حدیث رسول ﷺ کے مطابق روز قیامت یہ لوگ یقیناً عرش الہی کے سائے سے محروم رہیں گے۔ (مشکوٰۃ باب الزکوٰۃ)

6- قوم کو چاہیے کہ بہادر، دلیر، راست گو اور صحیح العقیدہ نمائندوں کو آگے لائے اور حاکمان وقت کو چاہیے کہ وہ یہ مردانہ صفات اختیار کریں کیونکہ ”الناس علی دین ملوکہم“ کے مطابق ہر ذاتی و اجتماعی معاملہ میں قوم بھی ویسی ہی ذہنیت کی حامل ہوگی جو ذہنیت اور سوچ حکام کی ہے۔ (البدور البازغہ از شاہ ولی اللہ ص ۲۱۳)

7- پاکستان کی پینتالیس سالہ^(۱) تاریخ گواہ ہے کہ اکثر سربراہ اپنی غلطیوں سے کم اور خوشامدی مشیروں کے بیکار اور خوشامدانہ مشوروں پر چلنے کی وجہ سے زیادہ مارے گئے ہیں۔ لہذا ہمارے حاکموں کو چاہیے کہ وہ خوشامدی مشیروں کی صحبت ترک کر دیں اور اپنی عقل و دماغ سے ملی مفاد کو مد نظر رکھ کر فیصلے کریں کیونکہ لوگوں سے تعریف کرانے کا شوق اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے۔ (مسند الفردوس)

8- پاکستان کے حاکموں کو چاہیے کہ شاہ خرچیوں سے پرہیز کریں۔ قوم کے درد کو اپنے سینے میں جگہ دیں۔ قوم نان جویں کو ترستی رہے اور حاکم کے گھر میں نان و کباب کی دعوتیں اڑیں تو یہ عذاب الہی کو دعوت دینا ہے۔ دور رسالت سے دور علیؑ کے واقعات گواہ ہیں کہ نہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ بلکہ آپ کے عمال بھی ایک عام آدمی کی سی زندگی گزارا کرتے تھے۔

9- قوم اور حاکمان وطن عزیز کے درمیان بے اعتمادی کا ایک بہت بڑا سبب ذہنی بعد ہے چھوٹے سے چھوٹے حاکم سے لے کر سربراہ مملکت تک کسی کا دروازہ بھی رعایا کے لیے بے روک ٹوک کھلا نہیں ہے ہر جگہ پہرے، دربان، محافظ، پوچھ گچھ، تلاشی، جانچ پڑتال کا سلسلہ ہوتا ہے۔ یہ سب تصنع ہے اور عوام و خواص میں نفرت و دوری کا سبب۔ ہمارے حکام کو چاہیے کہ یہ روش یک لخت ترک کریں اور ہر وقت دکھی رعایا کو

۱- یہ مقالہ ۱۹۹۲ء میں لکھا گیا۔ اسی حساب سے ”پینتالیس سالہ“ لکھا گیا ہے۔

خوش آمدید کہنے کے لیے تیار رہیں۔ اسلام میں یہ وعید ہے کہ ”عوام کے لیے دروازے بند کرنے والا امیر اپنے لیے اللہ کے دروازوں کو بند پائے گا۔ (احمد، ترمذی)

10- حکام اور مختاران کار کی منصبی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہو جائے کہ لوگوں کو آسانیاں دینی ہیں اور لوگوں کو سختی سے دور رکھنا ہے ہر معاملے میں آخری حد تک سائلوں کو سہولتیں فراہم کرنی ہیں۔ مختلف ہتھکنڈوں سے انہیں بد دل اور ہراساں نہیں کرنا۔ سبھی خوشحالی، امن اور امیر و مامور میں ذہنی ہم آہنگی ہو سکتی ہے۔

11- پاکستان بلاشبہ ایک نظریاتی ریاست ہے مگر افسوس اور حیرت ہے کہ یہاں گزشتہ پینتالیس سال میں اسلامی قانون نافذ نہ ہو سکا۔ یہاں آج تک وہ قوانین نافذ ہیں جنہیں کل بھی کالے قوانین (۱) کہا جاتا تھا اور آج بھی وہ باعث تکلیف قانون نافذ ہیں قانون کو انسان کی سہولت اور فلاح میں تبدیل کیجئے۔ اسے عام آدمی کی تکلیف اور رنج کا باعث نہ بنائیں۔

12- جن لوگوں نے مطالبہ پاکستان کا نعرہ بلند کیا (۲) حصول پاکستان کے لیے جان اور لڑائی اور قیام پاکستان کے سلسلے میں مجاہدانہ و سرفروشانہ کردار ادا کیا۔ بد قسمتی سے وہ لوگ سربراہ بننے سے محروم رہے اور جو لوگ نظریاتی طور پر قیام پاکستان کے مخالف تھے وہ حاکم بن بیٹھے۔ اب پاکستان کی جڑیں کافی جانے لگیں۔ غداروں اور فتنہ پروروں کی

1- ۱۹۱۹ء کے ”رولٹ ایکٹ“ کو ”کالا قانون“ (ظالمانہ) کہا جاتا تھا۔ یہی قانون معمولی ترامیم کے ساتھ ۱۹۳۵ء میں ہندوستان میں اور آج بھی پاکستان میں نافذ ہے۔ (تحریک و تاریخ پاکستان مصنفہ پروفیسر شیخ محمد رفیق ص ۲۰۶ تا ۲۵۸)

2- لے کے رہیں گے پاکستان بٹ کے رہے گا ہندوستان

پشت پناہی ہونے لگی۔ مخلصین اور مہمان وطن کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ ملک توڑنے والوں اور نظریہ پاکستان کے مخالفین کو ہیرو اور محسن قرار دیا گیا۔ اب بھی وقت ہے اگر حکام یہاں امن چین دیکھنا چاہتے ہیں اور باغیانہ روش کا قلع قمع چاہتے ہیں ایک مخلص، محنتی، ایثار پیشہ اور ہر حال میں محبت وطن قوم چاہتے ہیں تو فتنہ پردازوں اور غداروں سے اس سرزمین کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کر دیں۔^(۱)

عوام کے لیے تجاویز:

13- پاکستان کے عوام بھی حکمرانوں کی بے وفائیوں اور ہرزہ سرائیوں (کہنا کچھ، کرنا کچھ) سے بیزار ہو چکے ہیں۔ اور اب نئے نئے حکام بدلنا، نئے نئے چہرے دیکھنا ان کا وطیرہ بن گیا ہے عوام کو چاہیے کہ وہ عوام سے قوم بنیں۔ قوم سے قوت بنیں۔ قوت سے جمعیت بنیں۔ حاکموں کو مناسب وقت دیں کہ وہ اپنے آپ کو حکمرانی کا اہل ثابت کر سکیں۔ اگر پھر بھی وہ ناکام ہو جائیں تو انہیں دوسرا موقع ہرگز ہرگز نہ دیں بلکہ میدان سیاست سے ہمیشہ کے لیے خارج (Out and Oust) کریں تاکہ وہ دوبارہ حکمرانی کا منہ نہ دیکھ سکیں۔ پھر اسی طرح دوسروں کو آنے دیں۔ یہ طریقہ چلتا رہیگا۔ تو آخر کار پاکستان کو محنتی، محبت وطن، دانشمند، دلیر، راست رو اور قومی مزاج رکھنے والے حاکم ضرور مل جائیں گے۔ مگر پاکستانی قوم یہ طریقہ کار صرف اتحاد و اتفاق ہی سے اختیار کر سکتی ہے۔

1- اسلام میں فتنہ کو "قتل" سے بھی بدتر برائی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد رہانی ہے۔

(الف) الفتنۃ اشد من القتل (سورۃ البقرہ - ۱۹۱) ترجمہ: قتل سے شدید ہات ہے۔

(ب) الفتنۃ اکبر من القتل (سورۃ البقرہ - ۲۱۷) ترجمہ: قتل سے بڑی ہات ہے۔

14- عوام کے ہر طبقہ کو دیانتداری، اصول پسندی اور خدمت کو شعار بنانا چاہیے۔ تاجر اپنے شعبہ میں، کسان اپنے شعبہ میں، سرکاری ملازم اپنے احاطہ کار میں، مزدور و دانشور طبقہ اپنے اپنے حلقہ میں دیانتداری کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یہ دنیا بھی ہے اور دین بھی۔ اصول پسندی سے گریز نہ کریں اصولوں پر چلنا ایک منظم قوم کی پہلی شناخت ہوتی ہے اور خدمت گزاری سب سے بڑا کمال ہے۔ خدمت گزاری دلوں کو جوڑتی ہے، محبت پیدا کرتی ہے، ایثار کو ابھارتی ہے، اتحاد و یگانگت پیدا کرتی ہے اور ہر پیشے کی زینت بھی ہے۔ لہذا آپس میں خدمت گزاری کو اپنائیں۔

15- عوام کو طبقاتی کشمکش، عصبیت، فرقہ واریت، نسلی تفاخر، معاشرتی اونچ نیچ عہدوں کی کمی بیشی اور مال و دولت کا تکبر فوری طور پر ترک کرنا ہوگا۔ ان میں سے ایک چیز بھی باقی رہی تو قوم ہمیشہ سر پھٹول میں مصروف، آہ و بکا کا شکار اور مظلومیت و ظلم کی تصویر بنی رہے گی۔ ایک صحیح اسلامی ریاست، ایک مکمل فلاحی ماحول ایک پر امن معاشرہ اور ایک ترقی یافتہ مملکت کبھی وجود میں نہ آسکے گی۔ اسلام میں بھی عصبیت ممنوع (ابوداؤد) نسائی تفاخر جاہلیت (خطبہ حجۃ الوداع) اور فرقہ واریت نعمت اتحاد سے محرومی ہے۔ (قرآن مجید)

16- اگر پاکستان کے عوام صرف ایک چیز کو اپنالیں اور صرف ایک چیز کو چھوڑ دیں تو معاشرہ و مملکت سلامتی اور رفاہ و فلاح کی تصویر بن سکتا ہے اختیار کرنے والی چیز ایثار (اپنے اوپر اپنے بھائی کو ترجیح دینا) اور چھوڑنے والی چیز خود غرضی (صرف اپنا مفاد عزیز رکھنا) ہے۔ آئیے ذرا یہ کر کے دیکھیں۔ وقت آپ کا منتظر ہے۔

حکام و عوام کے لیے مشترک تجاویز:

17- پاکستان میں بد قسمتی سے تعلیم کے کئی نظام رائج ہیں۔ عوام کو تعلیم کی ضرورت ہے اور حکام تعلیمی سہولتیں فراہم کرنے کے پابند ہیں۔ مل بیٹھ کر صرف ایک تعلیمی نظام رائج کیا جائے اور باقی نظاموں کو فوراً ختم کیا جائے۔ تاکہ قوم کی سوچیں اور ترجیحات ایک ہوں۔ ایک عربی، دوسرا مشرقی اور تیسرا یورپی نہ ہو۔ یہ ایک ناگزیر ضرورت ہے پاکستان کی فلاح کے لیے، پاکستان کی بقا کے لئے اور پاکستان کی ترقی کے لئے۔

18- جن قوموں نے ترقی کرنا ہوتی ہے وہ آرام و عیش کوشی کو تیاگ دیتی ہیں قوم اور حکمرانوں کو ہر وقت کام کرنا چاہیے۔ ہر لمحہ ذہنی طور پر خدمت گزاری کے لیے وقف رہنا چاہیے۔ کارخانوں میں دن رات کام ہو۔ دفتروں میں ہر وقت کام ہو، زمینوں پر ہمہ وقت محنت ہوتا کہ کوئی بھی قطعہ زمین کاشتکاری سے خالی نہ رہے۔ سبھی ہم خود کفالت کی نعمت سے آشنا ہو سکتے ہیں۔

19- تعمیر و مرمت میں لگے رہنے سے منصوبے اور قومی اہداف تنزل کا شکار نہیں ہوتے نئے پروجیکٹس کی تعمیر اور پرانوں کی مرمت کرتے رہنے سے ہی قومی ترقی کا گراف اوپر جا سکتا ہے حکام اور عوام دونوں کے لئے یہ مہمنیر ہے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور اس شعر کی تعبیر بن جائیں۔ ع

پلٹنا جھپٹنا جھپٹ کر پلٹنا

لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

20- ایک آخری تجویز حکام و عوام کے گوش گزار کرنا ضروری ہے اور وہ ہے اپنے آپ کو محاسبہ کے لیے تیار رکھنا۔ حکام اپنے آپ کو عوام کے

سامنے برائے محاسبہ پیش کرتے رہیں۔ جیسا کہ رسالت مآب ﷺ کا دستور تھا۔ (حیات محمد از ہیکل ص ۶۶۳) اور حکام بھی عوام کا بھی محاسبہ کریں جبکہ عوام بذات خود اپنے آپ کو حکام کے سامنے برائے محاسبہ پیش کرنے کی عادت ڈالیں۔

آئیے یہ سب کر کے دیکھیں اور اللہ سے مدد طلب کریں۔ ہم انشاء اللہ ضرور فلاح یافتہ قوم ہوں گے۔

وما علینا الا البلاغ



مآخذ و مصادر

- | | | |
|---|---|--|
| ☆ | القرآن الحكيم | كلام الہی |
| ☆ | ابوبكر <small>رضي الله عنه</small> (اردو) | محمد حسين بيگل / شيخ محمد اسماعيل پانی پتی |
| ☆ | احكام السلطانية (عربی / اردو) | غلامہ الماوردی |
| ☆ | اردو ڈائجسٹ (رحمتہ للعالمین <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نمبر) | |
| ☆ | اسلام کا معاشرتی نظام | سید اصغر علی شاہ جعفری |
| ☆ | اسلام کا نظام حکومت | مولانا حامد الانصاری غازی |
| ☆ | اسلامی ریاست | مولانا امین احسن اصلاحی |
| ☆ | اسلامی ریاست | مولانا مودوی |
| ☆ | اسلامی نظریہ حیات | خورشید احمد |
| ☆ | البدور البازغہ (اردو ترجمہ) | شاہ ولی اللہ |
| ☆ | بنیادی حقوق | صلاح الدین |
| ☆ | حضرت عمر <small>رضي الله عنه</small> | محمد حسین بیگل / حبیب اشعر |
| ☆ | حجتہ اللہ البالغہ (اردو) | شاہ ولی اللہ |
| ☆ | خطبہ حجتہ الوداع | محمد رسول اللہ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> |
| ☆ | راہ عمل | جلیل احسن ندوی |
| ☆ | رحمتہ للعالمین <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> | مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری |
| ☆ | رزو نامہ "نوائے وقت" راو پنڈی / لاہور | علی ایڈیشن |
| ☆ | روزنامہ "مشرق" لاہور | دینی صفحات |
| ☆ | روزنامہ "جنگ" لاہور / راو پنڈی | دینی صفحات |
| ☆ | زادِ راہ | مولانا جلیل احسن ندوی |
| ☆ | سیاست نامہ (اردو) | مولانا نظام الملک طوسی |

- ☆ سیرت النبی ﷺ (اول و دوم) علامہ شبلی نعمانی
- ☆ قصص القرآن مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی
- ☆ کتاب الاموال (اردو) امام ابو القاسم ابو عبیدہ اندلسی
- ☆ ماہنامہ "سیارہ ڈائجسٹ" "رسول ﷺ نمبر"
- ☆ ماہنامہ "ضیائے حرم" "سیرت النبی ﷺ نمبر"
- ☆ مسلمانوں کا نظم مملکت (اردو) ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن
- ☆ مقالات سیرت 1982ء مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور
- ☆ نقوش (رسول ﷺ نمبر) ادارہ فروغ ادب، لاہور
- ☆ ہفت روزہ "ہلال" راویپنڈی (سیرت النبی ﷺ نمبرز)

انسدادِ منشیات، تقاضے اور تجاوزِ تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں☆

رب ذوالجلال والا اکرام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو رحمت للعالمین کا تاج پہنا کر مبعوث فرمایا۔ تو مشیت ایزوی کے تقاضوں کے تحت سرکارِ دو عالم ﷺ نے طبقہ انسانیت کو احکاماتِ خداوندی اور اپنی حدیث و سنت کی مہربانیوں سے نواز دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی پاکیزہ تعلیمات اور روشن روشن اسوہ حسنہ سے اس دنیا کو منور فرما دیا کہ قیامت تک آنے والی انسانیت آپ ﷺ کی سدا بہار نورانی تعلیمات کو مشعلِ راہ بناتی رہے گی۔ اس لیے کہ

☆ یہ مقالہ وفاقی وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور پاکستان اسلام آباد کے سالانہ مقابلہ مضمون نویسی برائے سال ۱۹۹۴ء لکھا گیا۔ جسے کل پاکستان سطح پر اول انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔ ۲۲۔ اگست ۱۹۹۴ء کو سیرت کانفرنس منعقدہ اسلام آباد میں صدر پاکستان جناب محمد فاروق لغاری نے راقم مقالہ ہذا کو پانچ ہزار روپے نقد انعام اور تعریفی سند سے نوازا اور پاک بھر یہ اسلام آباد نے بھی راقم کو تعریفی خط اور پانچ ہزار روپے کا نقد انعام دیا۔ (خط اور سند کی فوٹو کاپیاں لف ہیں)

نوٹ: یہ مقالہ ماہنامہ ”ضیائے حرم“ لاہور میں دو قسطوں میں چھپا۔

آپ ﷺ نے حق و باطل اور حلال و حرام کو واضح کر دیا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان الحلال بین وان الحرام بین و بینہما امور
متشابہات (بخاری، مسلم)

ترجمہ: ”حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ان دونوں کے درمیان امور متشابہات ہیں“

سرکارِ رحمت للعالمین، شاہِ دنیا و دین، حاملِ حقِ مبیں، سید المرسلین، حبیبِ رب العالمین ﷺ نے اپنی سرمدی تعلیمات کے ذریعے جہاں کائنات کے کل طبقات کی دستگیری فرمائی وہاں آپ ﷺ نے منشیات و مسکرات، شراب و نشہ آور تمام اشیاء اور ان کے استعمال کرنے والوں نیز حد و سزا اور انسدادی تدابیر کے سلسلے میں کافی، شافی اور وافی تعلیمات دی ہیں۔

نبوت و رسالت کا سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تو حضرت عیسیٰؑ تک برابر جاری رہا۔ ایک نبی کا دور ختم ہوتا تو دوسرے نبی کا زمانہ شروع ہو جاتا۔ ایک الہامی کتاب اٹھتی تو دوسری کتاب کھل جاتی۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد ”دورِ فترت“ آیا جو تقریباً چھ سو سال جاری رہا۔ پوری نسلِ آدمِ جہالت کی تاریکی میں چھپ گئی تھی۔ جو اس قدر دبیز تھی کہ ظَلَمَتْ فَوْقَهَا بَعْضُ عَلٰی بَعْضٍ کی تصویر بن گئی تھی۔ گمراہی، بے راہروی، بد اخلاقی، بغاوت، عداوت، کفر، شرک، بد عملی اور بد کرداری انسانی معاشرے کی پہچان بن گئی تھی۔ زنا، جوا اور شراب سے ترکیب پانے والی معاشرت حلال و حرام کی تمیز کو بھلا بیٹھی تھی۔ ظلم و جور عام تھا اور زبردست، زبردست کو کھا رہا تھا غرض کہ دُنیا ظہر الفساد فی البر والبحر کی تصویر تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر پروردگارِ عالمین نے انسانیت پر احسانِ عظیم فرما دیا۔

دور جاہلیت میں شراب نوشی عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ دیگر نشہ آور اشیاء بھی استعمال کرتے تھے مگر شراب ان کا فخر تھی ان کی زبان میں شراب کے تقریباً ایک سو نام تھے۔^(۱) اور ان کی شاعری میں شراب کی اقسام، اسکی خصوصیات اور جام و مینا کا تذکرہ عام ملتا ہے محافل جام و سبو کثرت سے منعقد ہوتی تھی تمام عرب میں اور خاص طور پر اہل مدینہ میں شراب کا بے حد رواج تھا گھر گھر شراب بنتی اور پی جاتی تھی شراب نوشی کو اخلاقی عظمت اور معاشرتی برتری کا مقام حاصل تھا دولت مند لوگ شراب پی کر نشہ کی حالت میں خوب داد و ہش کرتے اور مال لٹاتے تھے جس سے غریبوں کا بھلا ہوتا تھا اسی وجہ سے عرب معاشرے میں شراب نہ پینا یا کم پینا بخل و کنجوسی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

حضور کریم و رحیم ﷺ نے عربوں کی جہاں دوسری تمام برائیاں اور عیوب انتہائی قلق اور ضیق قلبی سے دیکھے وہاں آپ ﷺ نے ان کی نشہ بازی کو بھی بڑے دکھ سے محسوس کیا۔ خاص طور پر ان کی شراب نوشی کو تو دل کی گہرائیوں سے برا جانا۔ آپ ﷺ نے منشیات کی اہمیت و نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ایسی پر حکمت تعلیمات اور نصائح دیں کہ عادی شراب نوش اور نشہ باز عرب اس فتنہ و ذلیل عادت کو بر غبت چھوڑنے لگے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات صادقہ و اسوہ حسنہ کو تین قسموں میں رکھا جاسکتا ہے۔

اول: قرآنی تعلیمات جنہیں آپ ﷺ نے شب و روز پھیلایا۔
دوم: اپنے اقوال، ارشادات، احکامات، ترغیبات، وغیرہ سے لوگوں کو متنبہ کیا۔

1- اسلام میں حلال و حرام از علامہ یوسف القرضاوی اردو ترجمہ شمس پیرزادہ ص ۹۰، سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی ﷺ جلد چہارم ص ۲۵۴ پر شراب کے دو سو پچاس ناموں کا ذکر کیا ہے۔

سوم: اپنے عہد مبارک میں نشہ بازوں، شراب نوشوں کے ساتھ آپ ﷺ نے جو معاشرتی، انتظامی، قانونی اور تعزیری رویہ اختیار کیا اس سے استفادہ کر کے بھی آپ ﷺ کی مقدس تعلیمات کو سمجھا جاسکتا ہے۔

یاد رہے کہ اگرچہ سرکار رسالت مآب ﷺ کے احکامات و اقدامات اکثر انسداد شراب نوشی کو محتوی نظر آئیں گے مگر درحقیقت آپ ﷺ کے یہ ارشادات و احکامات انسداد نشہ سے متعلق ہیں۔ اگرچہ کہیں کہیں دوسرے نشوں یا نشہ آور اشیاء کا ذکر بھی ہے مگر آپ ﷺ کے دور مبارک میں شراب ہی نشہ کی علامت سمجھی جاتی تھی یہی و با عرب معاشرے میں عام تھی، شراب کی دکانیں بھی کھلی رہتی تھیں جہاں نشان کے طور پر جھنڈا لگا ہوتا تھا جسے ”غایتہ“ کہتے تھے گھروں میں بھی شراب نوشی کی محفلیں جمتی تھیں جہاں عورتیں اور بچے ساقی گری کے فرائض انجام دیا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کہنسی میں اپنے باپ سے یہ الفاظ سنا کرتے تھے۔

اسقا کا سا دھاقا

شراب کا ایک لبریز پیالہ ہم کو پلا (1)

اندریں حالات قرآن و حدیث میں جتنی ممانعت شراب اور اس کے نشہ کی ہوئی ہے دوسرے نشوں اور نشہ آور چیزوں کی نہیں ہوئی۔ اس صورت میں قرین انصاف یہی ہے کہ اسلامی تعلیمات میں شراب کی مذمت، اس کے نشہ کی قباحت اور اثرات فاسد کو دراصل مجموعی منشیات پر محمول کیا جائے اور کیونکہ شراب کی ممانعت و حرمت کا سبب نشہ ہے لہذا شراب کی ممانعت انسداد نشہ ہائے کل کو مستلزم ہوتی ہے۔

1- سیرت النبی ﷺ جلد چہارم از سید ندوی ص ۲۵۴

تفسیر کبیر مولفہ امام فخر الدین رازی کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ خمر (1) (شراب) کے بارے میں سب سے پہلی آیت قرآن مجید میں یہ آئی ہے۔ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا (النحل ۶۷) (ترجمہ: کھجور اور انگور سے تم نشہ آور شراب اور اچھا رزق بناتے ہو) اسی سلسلے کی دوسری آیت سورۃ البقرہ میں آئی۔ جہاں فرمایا گیا۔ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا۔ (البقرہ۔ ۲۱۹) (ترجمہ: کہہ دیجئے کہ شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے ان میں کچھ فائدے (بھی) ہیں (مگر) ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے) ممانعت شراب کی تیسری آیت قرآن مجید میں یہ بیان ہوئی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ (النساء۔ ۴۳) (2) اور آخر کار سورۃ المائدہ کی درج ذیل آیات ۹۰، ۹۱ میں اللہ تعالیٰ نے دوسری چیزوں کے ساتھ شراب کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام و ممنوع قرار دے دیا۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ
وَالْأَزْلَامُ رَجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ
وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ
وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۝“

- 1- خمر: کل شراب مسکر و هذا التسمية لغوية و شرعية
ترجمہ: ہر مدھوش کرنے والی شراب کو خمر کہتے ہیں اور یہ نام لغوی اور شرعی لحاظ سے ہے۔
(تفسیر ضیاء القرآن جلد اول سورۃ المائدہ آیات ۹۱-۹۰)
- 2- ترجمہ: اے ایمان والو! تم نماز کے قریب مت جاؤ جب تم حالت نشہ میں ہو۔

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیرنا پاک شیطانی کام ہیں پس تم ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم (اس عادت بد سے) باز آنے والے ہو (یا نہیں؟) (۱)

ممانعت و حرمت شراب کے ان چار تدریجی احکامات قرآن کے علاوہ نشہ کا کہیں ذکر نہیں ہوا اور شراب کی حرمت کا سبب بھی ”نشہ“ ہی تو ہے چنانچہ علامہ قرطبی نے سورۃ النحل آیہ ۶۷ سے استشہاد کرتے ہوئے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے فان كانت الخمر انما حرمت لانها تسکر فتصد بالاسکار (ترجمہ: پس خمر کی حرمت اس میں نشہ کی موجودگی کی وجہ سے ہے اس طرح خمر کی ممانعت کے ذریعے (در اصل) ”نشہ“ سے روکا گیا ہے۔)

خمر (بمعنی شراب) کا معنی حضرت عمر فاروقؓ یہ بتاتے ہیں کہ خمر ہر اس چیز کا نام ہے جو عقل کو ڈھانپ دے اور اس کو بدل دے (یعنی نشہ لے آئے) (۲) امام راغب اصفہانی ”مفردات القرآن“ (حصہ اول ص ۳۲۰) پر لکھتے ہیں کہ ”خمر کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں اور الخمر کا معنی ہے شراب، نشہ۔ کیونکہ وہ (یعنی شراب) عقل کو ڈھانپ لیتی ہے (اس لیے اسے خمر کہا جاتا ہے) بعض لوگوں کے نزدیک ہر نشہ آور چیز پر خمر کا لفظ بولا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک صرف اسی چیز کو خمر کہا جاتا ہے جو انگور یا کھجور سے بنائی گئی ہو۔ جیسا کہ ایک روایت ہے کہ الخمر من ہاتین الشجرتین النخلة و العنبۃ (خمر (شراب) صرف وہی ہے جو دو درختوں

1- بحوالہ ماہنامہ فکر و نظر جولائی ۱۹۷۳ء مقالہ ”شراب اور جوا“

2- اسلام میں حلال و حرام ص ۹۲، ماہنامہ فکر و نظر جولائی ۱۹۷۳ء مقالہ ”شراب اور جوا“

یعنی انگور اور کھجور سے بنائی گئی ہو۔“

امام فخرالدین رازیؒ حدیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شععیؒ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا ” (جن دنوں) خمر کی تحریم نازل ہوئی تو ان دنوں پانچ چیزوں سے شراب بنتی تھی۔ (۱) انگور سے (۲) کھجور سے (۳) گیہوں سے (۴) جو سے (۵) جوار یا مکئی سے۔“

حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حضور ﷺ سے روایت میں یہ آیا ہے ”شراب انگور کی ہوتی ہے، کھجور کی ہوتی ہے، شہد کی ہوتی ہے، گیہوں کی ہوتی ہے اور جو کی ہوتی ہے۔“ (۱) شراب کسی چیز کی بھی بنی ہو وہ نشہ لاتی ہے اور ہر نشہ لانے والی شراب حرام ہے۔ حضرت ابن عمرؓ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کل مسکر خمر و کل مسکر حرام (ترجمہ: ہر سکر لانے والی چیز ”خمر“ ہے اور ہر ”خمر“ حرام ہے) (صحیح مسلم) (☆)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ہر وہ شراب جو انسان کو مخمور کرے حرام ہے“

حضرت جابر بن عبد اللہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ”ہر وہ چیز جو سکر لائے حرام ہے اور جس چیز کا ایک فرق (ایک وزن) سکر لائے تو اس کا چلو بھر بھی حرام ہے“

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

i- تفسیر کبیر جلد دوم بحوالہ ماہنامہ فکر و نظر جولائی ۱۹۷۳ء مقالہ ”شراب اور جوا“

☆- ابوداؤد و احمد میں یہی حدیث ان الفاظ میں آئی ہے۔ کل مسکر خمر و کل خمر حرام (دیکھئے حدود و تعزیرات ص ۳۰۲) ہر نشہ آور خمر (عقل کو ڈھانپنے والا) ہے اور ہر خمر حرام ہے۔

حرمت الخمر بعينها والمسكر من كل شراب (خمر بعينہہ حرام کی گئی ہے اور دیگر مشروبات اس وقت حرام ہیں جب وہ نشہ آور ہوں) (1)(2) جیسے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ کل شراب اسکر فہو حرام (ترجمہ: ہر نشہ آور شراب حرام ہے) (☆☆)

یہاں تک تو گفتگو تھی شراب کی حرمت بسبب ”نشہ“ کے۔ آئیے اب ایسے ارشادات نبوی ﷺ کا مطالعہ کریں جن میں شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کی ممانعت و حرمت، کراہت و قباحت اور شناخت و دناعت ذکر کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔

شرابی کی نماز اور توبہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبدالرحمن بن ابراہیمؓ، حضرت ولید بن مسلمؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ ”جس شخص نے شراب پی یا نشہ آور شے استعمال کی تو اسکی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو دوزخ میں داخل ہوگا اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا اگر اس

1- حدود و تعزیرات مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ص ۳۰۵

2- خمر کا معنی ہے عقل پر پردہ ڈال دینا۔ چونکہ شراب پی کر عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور وہ (پینے والا) اپنے آپ میں نہیں رہتا اس لیے شراب کو ”خمر“ کا نام دیا گیا ہے اور یہ عام ہے تمام قسم کی شراب کے لیے (دیکھئے ماہنامہ فکر و نظر جولائی ۱۹۷۳ء مقالہ ”شراب اور جوا“) حضرت علی کرم اللہ وجہہ شراب کے نشہ اور سکر پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں ”جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو نشہ میں آتا ہے جب نشہ میں مدہوش ہوتا ہے تو بہکی بہکی باتیں کرتا ہے اور جب بہکتا ہے تو تہمت اور جھوٹے الزام لگاتا ہے“ یہ بات معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے لہذا اسکے انسداد کے لیے ضروری ہے کہ شراب ہی حرام و ممنوع ہو جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کر دی ہے۔ (دیکھئے حدود و تعزیرات مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ص ۳۰۳)

☆☆ - تاریخ حدیث مولفہ ڈاکٹر غلام جبیلانی برق ص ۱۲۵

نے پھر دوبارہ توبہ کے بعد شراب پی لی تو اللہ تعالیٰ اسکی چالیس روز کی نماز قبول نہ کرے گا اور اسی حالات میں مر گیا تو جہنم میں جائے گا۔ اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے پھر اگر اس نے تیسری بار (شراب) پی تو اللہ پر یہ فرض ہے کہ قیامت کے روز اسے ”روغۃ الخبال“ پلائے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ”روغۃ الخبال“ کیا شے ہے آپ ﷺ نے فرمایا ”دوزخیوں کا خون اور پیپ“ (1)

شراب نوشی اور ایمان: رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”شراب نوشی اور ایمان دو متضاد چیزیں ہیں“

شراب نوشی کی ممانعت: حضرت ابو موسیٰؓ اشعری نے نبی کریم ﷺ سے دو قسم کی شرابوں کے بارے میں استفسار کیا ہے جن کا یمن میں عام رواج تھا تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے ہر قسم کی شراب کی ممانعت ان الفاظ میں فرمائی۔

”میں ہر اس شے کی ممانعت کرتا ہوں جو نشہ آور ہو اور

اور نماز سے غافل کر دے۔“ (بخاری و مسلم)

ہر نشہ آور کی ممانعت: حضرت ام سلمیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔

”ہر نشہ آور اور دماغ میں فتور ڈالنے والی شے کے استعمال

کی“ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”کل

مسکر حرام۔ (ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے)“ (ابن ماجہ)

نشہ آور اشیاء ہر مومن پر حرام: حضرت خالد بن حسان اور حضرت سلیمان بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

”کل مسکر حرام علی کل مومن (ہر نشہ آور شے

۱: بحوالہ حرمت مسکرات از سید آل احمد رضوی ص ۸، ۷

ہر مومن پر حرام ہے)“ (ابن ماجہ)

نشہ آور تھوڑی بھی حرام: رسالت مآب ﷺ کا ارشاد پاک ہے (۱) ما اسکر
کثیرہ فقلیلہ حرام (جو شے (مقدار میں) زیادہ نشہ لائے اس کا قلیل بھی
حرام ہے) (ابن ماجہ، ترمذی)

لعنت:

حدیث رسول ﷺ میں شراب کی وجہ سے دس افراد پر لعنت ہوئی
ہے۔ (۱) پینے والے پر (۲) پلانے والے پر (۳) نچوڑنے والے پر
(۴) نچروانے والے پر (۵) مدد دینے والے پر (۶) خریدنے والے پر
(۷) لے جانے والے پر (۸) جس کے لیے لے جانی گئی ہو (۹) اسکی
قیمت کھانے والے پر (۱۰) بیچنے والے پر (ابن ماجہ)

ترمذی شریف میں یہی حدیث وارد ہوئی ہے اور وہاں مدد دینے

۱- سکر لغت میں شراب (خمر) کو کہتے ہیں السکر فی اللغة الخمر (تفسیر البحر المحیط)
سکر سے مراد کھجور اور انگور کا میٹھارس ہے۔ قیل السکر العصیر الحلو
الحلال (تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم تفسیر آیہ ۷۷ سورۃ النحل) السکر اصل میں اس
حالت کو کہتے ہیں جو انسان اور اسکی عقل کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ اس کا عام
استعمال شراب کی مستی پر ہوتا ہے اور کبھی شدت غضب یا غلبہ عشق کی کیفیت کو سکر سے
تعبیر کر لیا جاتا ہے۔ شراب سے انسان اور اسکی عقل کے درمیان بھی چونکہ دیوار کی
طرح کوئی چیز حائل ہو جاتی ہے اس اعتبار سے سکر کے معنی پانی کو بند لگانے اور روکنے
کے آجاتے ہیں۔ (مفردات القرآن (اردو) جلد دوم ص ۲۸۵) سکر صوفیوں کی
اصطلاح میں اس کیفیت بے خبری کو بھی کہتے ہیں جو بحالت مراقبہ وارد ہوتی ہے اور
جس میں وہ لوگ خورد و نوش اور عبادت و ریاضت سے بھی فارغ ہو جاتے
ہیں..... روحانی مشاہدات میں مست رہتے ہیں اور نماز روزہ کی جانب بھی متوجہ
نہیں ہوتے۔ (حلال و حرام، قرآن کی روشنی میں از عطاء اللہ پالوی ص ۹۱) درج بالا
لغوی مفہوم سے یہ نتیجہ نکلا کہ سکر ایک مذموم حالت ہے جسکا سبب شراب نوشی ہوتا ہے۔

والے کی جگہ مفت دینے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ (دیکھئے تاریخ حدیث مولفہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق ص ۱۴۵) ایک اور حدیث میں شراب کے حوالے سے لعنت آئی ہے اور وہاں مدد دینے والے یا مفت دینے والے کی بجائے مطلقاً شراب پر بھی لعنت کی گئی ہے۔ (۱)

شراب کی ممانعت بوجہ نشہ وستی: حضور ﷺ نے ہر اس چیز کے استعمال سے منع فرمایا جو نشہ دے یا ست کر دے۔ (مسکر و مفتور بحوالہ مسند دارمی)
شراب ام الخبائث ہے: (☆) آقائے دو جہاں ﷺ کا ارشاد عالی ہے
 اجتنبوا الخمر فانها ام الخبائث (شراب ام الخبائث ہے اس سے بچو)“ (سنن نسائی)

شرابی ایمان سے محروم: سرکار دو جہاں ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ من شرب الخمر خرج نور الايمان من جوفه (موطا امام مالک) ترجمہ: ”جس نے شراب پی نور ایمان اس کے دل سے نکل گیا۔“

شراب نوش لعنتی ہے: رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے شارب الخمر ملعون۔
 ترجمہ: خمر پینے والا لعنتی ہے۔ (مسند الفردوس)

شراب تمام برائیوں کی جڑ: رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے کہ ”شراب سے بچے رہو کہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔“

منشیات ہر برائی کی کنجی: حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ سرکار رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔ لا تشرب الخمر فانها مفتاح کل شر

۱- بحوالہ ماہنامہ فکر و نظر جولائی ۱۹۷۳ء مقالہ ”شراب اور جوا“

☆- ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے الخمر ام الفواحش و اکبر الكبائر من شربها (شراب تمام فحاشی کے کاموں کی جڑ ہے۔ اور تمام) پینے کے متعلق بڑے) گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ (جامع الصغیر حدیث ۳۳۲۵۔ بحوالہ شراب اور منشیات ص ۹۲)

(ترجمہ: مجھے میرے خلیل حضرت نبی کریم ﷺ نے وصیت فرمائی کہ ”میں نشہ آور چیزوں کا استعمال نہ کروں کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہیں۔ (ابن ماجہ) شراب شرکاء سرچشمہ: خاتم النبیین ﷺ کا فرمان ہے۔ الخمر جماع الاثم (شراب سے پرہیز کرو کیونکہ یہ گناہ کو جمع کر دینے والی ہے)

شراب ہر فائدے سے خالی ہے: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے جب شراب کو حرام کیا تو تمام فائدے اس سے سلب کر لیے۔“ (1)

بت پرستی کے بعد بڑا گناہ شراب نوشی: سید المرسلین ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ”بت پرستی کی ممانعت کے بعد میرے رب نے سب سے پہلے مجھے شراب نوشی اور مردوں کے جھگڑا کرنے سے منع فرمایا۔“ (2)

نشہ باز بت پرست کی مانند: سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے۔ مـرمن الخمر کعابد وثن (ابن ماجہ) ترجمہ: ہمیشہ نشہ کرنے والا بت پرست کی مانند ہے۔

شراب ناپاک اور نجس ہے: ارشاد ہوا کہ ”شراب ناپاک ہے کیونکہ حرام لعینہم ہے اس لیے کہ یہ بھی خنزیر کی طرح نجس ہے“۔ (بحوالہ معنی جلد ۸ ص ۳۱۳) (3) (☆)

شراب نوشی کا کوئی جواز قابل قبول نہیں: حضرت ویلم حمیریؒ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! ہم سرد

1- حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ ان الله حرم الخمر سلبها المنافع

ترجمہ: جب اللہ نے شراب کو حرام کیا تو اس سے نفع سلب کر لیا (بحوالہ سبل السلام جلد ۲)

2- دیکھئے اسلامی تعلیمات از شیخ محمد اسحاق ص ۵۸، ۵۹

3- دیکھئے حدود و تعزیرات ص ۳۱۰

۴- ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ فانه مثله، یہ شراب بھی خنزیر (کے خون)

کی طرح ناپاک ہے۔ (شراب و منشیات ص ۲۰۷)

علاقہ میں رہتے ہیں اور بہت محنت و مشقت کرتے ہیں اس لیے گیہوں کی شراب بنا کر پیتے ہیں اس سے قوت اور طاقت حاصل کرتے ہیں اس طرح ہم محنت طلب کام بھی کرتے اور اپنے علاقہ کی سردی کا مقابلہ بھی کر لیتے ہیں۔“ حضور ﷺ نے پوچھا ”کیا اس سے نشہ ہوتا ہے؟“ میں نے عرض کیا ”ہاں یہ نشہ آور ہے“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”پھر اس سے پرہیز کرو اور بالکل استعمال نہ کرو“ (سنن ابی داؤد)

شراب نوشی کی گمراہی۔ ایک پیش گوئی: سرکار عالمیاں ﷺ نے شراب نوشی اور اسکی گمراہی کے تذکرہ کے ضمن میں فرمایا ”زمانہ ایسے ہی گزرتا رہے گا حتیٰ کہ میری امت میں سے ایک جماعت شراب پیا کرے گی اور اس کا نام تبدیل کر دے گی۔“ (ابن ماجہ) پھر ارشاد ہوا ”میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پیئیں گے اور اس کا نام تبدیل کر دیں گے۔“ (ابن ماجہ) (1) (☆)

۱۔ بحوالہ حرمت مسکرات از سید آل احمد رضوی ص ۱۸، ۳۲

☆۔ حضور ﷺ کی پیشینگوئیوں کے ضمن میں یہ ارشادات بھی ملاحظہ ہوں ”میری امت میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جو (نام بدل کر) زنا کاری، ریشم کا لباس، شراب، ساز و موسیقی کو حلال کر لیں گے“ (صحیح بخاری) ”لوگ شراب پیئیں گے اور اسے اس کے اصل نام کی بجائے کسی دوسرے نام سے پکاریں گے۔“ (سنن ابوداؤد، صحیح ابن حبان) شب و روز کا یہ سلسلہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے نہ پیئیں گے“ (ابن ماجہ، صحیح النسائی) شراب کے یہ مختلف نام مثلاً و سکی، شیمینین، رم، وائن، برانڈی، تازی، جن، دارو، بیئر وغیرہ دراصل شراب ہی کے مختلف نام ہیں ان سب کا شمار خمر میں ہوتا ہے۔ ”اور خمر وہ ہے جو عقل کو زائل کر دے اور وہ نشہ آور شراب ہے۔“ (لسان العرب جلد ۵ ص ۳۳۹) اور خمر قرآن و سنت کی صریح نص سے حرام ہے یہ بھی یاد رہے کہ شراب ہو یا گانجا، ایون ہو یا کوکین، ہیئر وکن ہو یا بھنگ و چرس، حشیش ہو یا ایل ایس ڈی، ٹرنکو لائزر ہو یا الکحل تھوہر کے نشہ آور مرکبات ہوں یا پتھیدرین مارفیا وغیرہ۔ یہ سب خمر ہیں نجس ہیں، نشہ آور ہیں اور خدا اور اس کے رسول نے انہیں حرام قرار دیا ہے۔ (شراب اور منشیات از محمد منیر قمر ص ۲۰، ۳۲، ۱۰۳)

یہاں تک تو سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشادات مبارکہ محض شراب و شراب نوشوں سے ممانعت و نفرت و حرمت کے سلسلے میں تھے۔ اب آپ ﷺ کے وہ ارشادات عالیہ ذکر کیے جاتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے شراب نوشوں کے آخرت میں انجام بد اور ذلت کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:

۱۔ حضرت اسماء بنت یزید روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص بھی شراب پیے گا (یا منشیات استعمال کرے گا) اللہ تعالیٰ اس سے ہر مرتبہ کے چالیس دن تک خفا رہے گا۔ اگر وہ اس دوران مر گیا تو اس کی موت بطور کافر ہوگی اور اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرے گا اور اس کے بعد بھی اس نے وہی حرکت دوبارہ کی تو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے دوزخیوں کے ساتھ رکھے گا اور (دوزخیوں کی) پیپ اور پسینہ (طینۃ النجبال) پلائے گا“ (مسند احمد) (۱)

۲۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ نے فرمایا ”ہر نشہ آور چیز حرام ہے نشہ پینے والے کے لیے اللہ کا یہ عہد ہے جسکو پورا کرنا اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ وہ آخرت میں اس کو ”طینۃ النجبال“ ضرور پلائے گا۔“ لوگوں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! طینۃ النجبال کیا چیز ہے؟“ فرمایا دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا پسینہ یا فرمایا دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا ہوا پیپ۔ (صحیح مسلم) (۲) طینۃ النجبال اہل جہنم کا عرق یا ان کا نچوڑ ہے۔ (الترغیب والترہیب، مشکوٰۃ) (۳)

۱۔ نبی اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات از سیدہ سعدیہ غزنوی ص ۵۹، ۱۵۸

۲۔ معارف الحدیث مرتب مولانا منظور نعمانی کتاب المعاشرہ والمعاملات جلد ۶ ص ۲۳۸

۳۔ شراب اور منشیات از محمد منیر قمر ص ۱۱۲۔ ایک اور روایت میں اسے زنا کار مردوں اور عورتوں

کی شرم گاہوں سے خارج ہونے والی گندگی (منی وغیرہ) کہا گیا ہے۔ (العیاض باللہ)

- ۳۔ حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ ”من شرب الخمر اتی عطشانایوم القیامة (مسند احمد بن حنبل) شرابی قیامت کے دن پیاسا آئے گا۔“ (1)
- ۴۔ طبرانی اوسط میں سرکار مدینہ ﷺ کا فرمان ہے فان مات وہی فی بطنہ مات میتة جاهلیة (صحیح جامع الصغیر لابانی) (2)
- ۵۔ سرکار دو عالم ﷺ نے شرابی کی اللہ پاک سے ملاقات کو یوں بیان فرمایا کہ:

(الف) من لقی اللہ مدمن خمر لقیہ کعابدوثن

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ وہ شراب کا عادی تھا تو وہ اس حال میں ملا کہ گویا وہ بتوں کا پجاری تھا۔
(صحیح ابن حبان)

(ب) مدمن الخمر ان مات لقی اللہ کعابدوثن

ترجمہ: شراب کا عادی جب مر جائے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ گویا وہ بت پرست تھا۔ (مسند احمد) (3)

- ۶۔ فرمان نبوی ﷺ ہے ”جو دنیا میں شراب پیئے گا اللہ تعالیٰ اسے زہر پلائے گا اس کے چہرے کا گوشت (زہر) پینے سے پہلے ہی برتن میں گر پڑے گا اور جب پیئے گا تو اس کا سارا گوشت اور چمڑا گل کر گر جائے گا اور دیگر دوزخی بھی اس سے تکلیف محسوس کریں گے۔“
(العیاذ باللہ)

- ۷۔ فرمان نبوی ﷺ ہے ”جو قوم دنیا میں شراب پر جمع ہوئی اللہ تعالیٰ اسے آگ میں جمع کرے گا پھر وہ ایک دوسرے کو ملامت کریں گے ایک

1- تاریخ حدیث از ڈاکٹر غلام جیلانی برق ص ۱۴۶

2- ترجمہ: جو اس حالت میں مرا کہ اس کے پیٹ میں شراب تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

3- شراب اور منشیات از محمد منیر قمر

دوسرے سے کہیں گے ”اے فلاں! خدا تجھے مجھ سے اچھی جزا نہ دے
تو نے مجھے اس مقام میں دھکیلا ہے دوسرا بھی یہی بات کہے گا۔“ (1)

۸۔ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ارشاد رسالت ﷺ ہے
”اور میرے رب عزوجل نے یہ قسم کھائی ہے کہ میری عزت و جلال کی
قسم! میرے بندوں میں سے جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پئے گا تو
میں آخرت میں اسکو اتنا ہی لہو پیپ ضرور پلاؤں گا اور جو بندہ میرے
خوف سے شراب چھوڑ دے گا اور اس سے باز رہے گا۔ تو میں آخرت
کے قدسی حوضوں کی شراب طہور اپنے اس بندہ کو ضرور نوش کراؤں گا۔
(مسند احمد) (2)

۹۔ بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ من شرب
الخمیر فی الدنيا ثم لم یتب منها حرمها فی الاخرة (جس نے اس
دنیا میں شراب نوشی کی اور توبہ نہ کی وہ آخرت میں اس (جنت کی شراب
طہور) سے محروم رہے گا) (بحوالہ شراب اور منشیات ص ۱۰۷) (3)

۱۰۔ سنن نسائی، مسند احمد، مسند بزار، بیہقی اور مستدرک حاکم میں ارشاد
رسالت ﷺ یوں نقل ہوا ہے۔

”تین قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔

(۱) شراب کے عادی

(۲) ماں باپ کے نافرمان

(۳) دیوث، جو اپنی بیوی میں امور خباثت (بے حیائی و زنا کاری

۱۔ اسلامی تعلیمات از شیخ محمد اسحاق کمالوی ص ۵۹

۲۔ معارف الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانی کتاب المعاشرت و المعاملات جلد ۶

۳۔ مزید دیکھیے معارف الحدیث جلد نمبر ۶، کتاب المعاشرت و المعاملات ص ۲۲۸، صحیح مسلم

حدیث نمبر ۲۲۲

- کے کام) دیکھے اور اسے منع نہ کرے۔⁽¹⁾
- ۱۱۔ صحیح الجامع میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ”تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ والدین کا نافرمان، عادی شراب نوش اور کسی کو کچھ دے کر احسان جتلانے والا“⁽²⁾ ابن عمرؓ سے یہ روایت (ارشاد نبوی ﷺ) بھی آئی ہے۔ فان مات دخل النار (اور اگر وہ (شرابی) مر گیا تو داخل جہنم ہوگا)
- ۱۲۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ لا يدخل الجنة مدمن خمر (ابن ماجہ) ہمیشہ نشہ کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔⁽³⁾
- ۱۳۔ حضور ﷺ کا فرمان مہربان ہے ”جو کوئی مومن شراب پینے لگتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان اس سے رخصت ہو جاتا ہے“⁽⁴⁾ (بخاری)
- ۱۴۔ ”جس نے نشہ کیا اور وہ توبہ کیے بغیر مر گیا اس کا حشر مسلمانوں کے ساتھ نہ ہوگا۔ (بحوالہ نبی اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات ص ۱۶۸)
- ۱۵۔ پھر فرمایا ”جس نے نشہ کیا وہ ایسا ہی ہے جس نے خدا کے سوا کسی بت کی پرستش کی اور وہ کافر ہے“ (ایضاً)
- ۱۶۔ پھر فرمایا ”جس نے توبہ کرنے کے بعد دوبارہ نشہ بازی شروع کر دی تو قیامت کے دن اللہ اسے دوزخیوں کے زخموں سے بہنے والی پیپ (ضرور) پلائے گا“ (ایضاً)
- نشہ و شراب اور نشہ باز و شرابی کے انجام بد اور روز حشر ذلت و عذاب

-
- 1- شراب اور منشیات ص ۱۰۹
- 2- ایضاً ص ۱۱۱، ۱۱۰
- 3- حرمت مسکرات ص ۳۳
- 4- حدود اللہ مرتبہ شہزاد احمد ص ۱۳۶
- شراب اور منشیات ص ۱۰۶

کے اس تذکرہ کے بعد اب وہ روایات درج کی جاتی ہیں جن سے عام و مطلق نشہ کی حرمت و ممانعت اور قباحت و شناعیت ظاہر ہوتی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے متعدد پیرایوں میں ان نشہ آور چیزوں سے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

(الف) ہر نشہ آور کی ممانعت: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”میں ہر اس شے کی ممانعت کرتا ہوں جو نشہ آور ہو اور نماز سے غافل کر دے۔“ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

پھر فرمایا ”نہی رسول اللہ ﷺ عن کل مسکرو مفتر (ابی داؤد) نبی اکرم ﷺ نے ہر نشہ آور اور جسم میں فتور پیا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

پھر فرمایا ”کل مسکر خمرو کل مسکر حرام (سنن نسائی)“ ہر نشہ آور خمر (عقل پر پردہ ڈالنے والی) ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔“

پھر فرمایا ”کل مسکر حرام (ابن ماجہ) ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے“

پھر فرمایا ”کل مسکر حرام علی کل مومن (ابن ماجہ) ہر نشہ آور شے ہر مومن پر حرام ہے“

(ب) منشی جنت سے محروم: آپ ﷺ نے فرمایا لاید خل الجنة مدمن خمرو (ابن ماجہ) ”ہمیشہ نشہ کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔“

(ج) بھنگ پینے والوں سے اظہار بیزاری: اہل بیت اطہار نے حضور ﷺ سے روایت فرمایا ہے:

”میری امت پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ وہ ایک چیز

۱- بحوالہ شراب اور منشیات ص ۳۲۷، بحوالہ حرمت مسکرات ص ۱۸

پئیں گے جس کا نام بھنگ ہوگا اور میں ان لوگوں کے عمل کا ذمہ دار نہیں میں ان سے بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہیں“ (مستدرک الوسائل للنوری جلد ۳)

(د) بھنگ نوش سلامتی سے محروم: فرمایا ”یہودیوں اور نصرانیوں پر سلام کرو لیکن بھنگ پینے والے پر سلام نہ بھیجو“ (ایضاً)
(ه) بھنگ نوش کی دینی حالت: آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو بھنگ پینے کے عمل کو معمولی سمجھے وہ کافر ہے اور اسکو ایسے شخص کی طرح سزا ملے گی جس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ گرایا ہو ستر فرشتوں کو قتل کیا ہو ستر رسولوں کو قتل کیا ہو ستر قرآن مجید جلائے ہوں اللہ کی جانب ستر مرتبہ پتھر پھینکے ہوں۔ بھنگ پینے والا، شرابی، سود خور، اور زانی اللہ کی رحمت سے بہت دور ہوگا۔“ (ایضاً) (۱)

(و) ہر نشہ آور مشروب حرام: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

کل شراب اسکر فہو حرام (صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، صحیح ترمذی)
”ہر وہ مشروب جو نشہ آور ہو حرام ہے“

(ز) نشہ آور روٹی بھی حرام: ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ

۱- حرمت مسکرات ص ۳۵، محذرات مثلاً گانجا، کوکین، ایفون وغیرہ بھی اسی قبیل کی چیزیں ہیں جو عقل پر اس طرح اثر انداز ہوتی ہیں کہ دور کی چیز قریب اور قریب کی چیز دور نظر آنے لگتی ہے جو چیز موجود ہوتی ہے اس کے بارے میں ذہول ہونے لگتا ہے اور جو موجود نہیں اس کا خیال تصور کا روپ دھار لیتا ہے..... ان سے جسم میں فتور اور اعصاب میں بے حسی پیدا ہو جاتی ہے یہ سب ”خمر“ میں شامل ہیں اور خمر وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ دے اس وجہ سے یہ سب حرام ہیں (اسلام میں حلال و حرام از علامہ یوسف القرضاوی ص ۹۷)

عنها فرماتی ہیں کہ لا احل مسکروان کان خبزاً وان کان ماء
 ”ترجمہ: میں کسی نشہ آور چیز کو حلال قرار نہیں دیتی چاہے وہ روٹی ہی کیوں
 نہ ہو چاہے وہ پانی ہی کیوں نہ ہو“ (سنن نسائی)

(ح) دوسری منشیات بھی حرام: متعدد محدثین، فقہا اور مفسرین نے حدیث

رسول ﷺ کی روشنی میں تمام منشیات کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ:

1- علامہ ابن القیم نے حشیش کو خمر میں شامل کر کے اس کی حرمت کو ظاہر
 کیا ہے۔ (زاد المعاد جلد ۲، جلد ۳)

2- علامہ ذہبی نے حشیش کو کل مسکر حرام کے ذیل میں لا کر اس کے
 حرام ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ (کتاب الکبائر)

3- امام نووی اور حافظ عسقلانی نے بھی حشیش کو کل مسکر حرام کے
 ذیل میں لا کر حرام قرار دیا ہے۔

4- علامہ ابن دقیق العید نے الجوزہ میں، ابن بیطار نے عون المعبود میں،
 (ابن حجر نے) بلوغ المرام میں اور معالم السنن اور شرح

السنن میں حشیش کو حرام قرار دیا ہے۔ درمختار میں ہے ”بھنگ و حشیش
 • ایون حرام ہیں کیونکہ یہ عقل کو فاسد کر دیتی ہیں۔“ فقہ السنہ جلد

۲ میں بعض جید حنفی فقہا کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ من قال يحل
 الحشيشة زنديق مبتدع “ جو شخص حشیش کو حلال کہے وہ زندقہ

و بدعتی ہے۔“ (۱)

5- شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ اور النیاستہ الشرعیۃ میں لکھتے ہیں
 کہ ”یہ حشیش (گانجا) حرام ہے خواہ اس سے مدہوشی طاری ہو یا نہ

ہو۔۔۔ اس میں سرور اور نشہ ہوتا ہے۔ اس لیے اسے فاجر لوگ ہی

۱- بحوالہ شراب اور منشیات ص ۷۳، ۷۴

استعمال کرتے ہیں اور یہ اپنی خصوصیت کی بناء پر نشہ آور شراب ہی کے قبیل کی چیز ہے۔ شراب محرک ہے اور خصومت کے جذبات پیدا کرتی ہے۔^(۱) اور گانجا عقل میں فتور پیدا کر کے ذلت کا سامان کرتا ہے..... ان خرابیوں کے پیش نظر گانجا نشہ آور شراب سے بھی بدتر چیز ہے۔^(۲)

6- علامہ یوسف القرضاوی اپنی تصنیف ”اسلام میں حلال و حرام“ میں ایک اسلامی اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”اسلامی شریعت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ مسلمان کے لیے کسی ایسی چیز کا کھانا پینا جائز نہیں ہے (ناجائز و حرام ہے) جو اسے فوراً یا آہستہ آہستہ ہلاک کر دے مثلاً ہر قسم کا زہر یا کوئی اور مضر چیز^(۳)..... اس اصول کی مناسبت سے ہم کہتے ہیں کہ تمباکو اگر استعمال کرنے والے کے لیے مضر ثابت ہو رہا ہو تو حرام ہے۔ اگر بالفرض تمباکو مضر صحت نہ بھی ہو تب بھی وہ مال کا ضیاع ہے جس میں نہ دینی فائدہ ہے نہ دنیوی۔ حدیث میں مال کے ضیاع سے منع فرمایا گیا ہے۔ نہی النبی ﷺ عن اضعاء المال (البخاری) ”حضور ﷺ نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

یہاں تک تو گفتگو تھی شراب کے بوجہ نشہ حرام ہونے کے بارے میں اور اسی قبیل کی دوسری نشہ آور اشیاء کی حرمت کے بارے میں جو قرآن و

1- سند قرآن مجید کی یہ آیت کریم ہے۔ اِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيُضِلُّكُمْ عَنِ الذِّكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ (سورة المائدہ - ۹۱)

2- اسلام میں حلال و حرام ص ۹۸

3- سند قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (النساء - ۲۹) وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ - ۱۹۵) فرمان رسالت بھی وارد ہوا ہے لا ضرر ولا ضرار (مسند احمد و ابن ماجہ) اپنے آپ کو نقصان پہنچانا اپنی تمام صورتوں کے ساتھ ناجائز ہے۔

سنت کے واضح احکامات سے بخوبی ثابت ہو چکی ہے۔ اب وہ ارشادات نبوی ﷺ بیان کیے جاتے ہیں جن سے منشیات کی خرید و فروخت وغیرہ کو بھی شریعت اسلامیہ نے ناجائز و حرام قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے۔

☆ بروایت سیدنا حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

ان الله حرم على قوم اكل شيء حرم عليهم ثمنه (زاد المعاد)

ترجمہ: ”جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر کوئی چیز حرام کرتے ہیں تو اس

کی قیمت کو بھی حرام کر دیتے ہیں۔“ (بحوالہ ابو داؤد بیہقی و

ابن ابی شیبہ)

☆ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مہربان ہے ان الله حرم الخمر و ثمنها

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے خمر (نشہ آور) اور اسکی قیمت کو حرام

قرار دیا ہے۔⁽¹⁾

☆ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بروایت حضرت انس بن مالکؓ لعن الله

الخمر و بائعها و آكل ثمنها الى الاخرة

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اور اس کے

خریدار پر اور اسکی قیمت کھانے والے پر آخر تک⁽²⁾

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا

”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شراب حرام کر دی ہے۔“ اس

1- ماہنامہ فکر و نظر، جولائی ۱۹۷۳ء مقالہ شراب اور جواء

2- لعنت والی حدیث کئی طریقوں سے مروی ہے اور حدیث کے متعدد مجموعوں میں آئی

ہے اس حدیث میں شراب اور اس سے متعلقہ دس افراد پر لعنت کئی گئی ہے۔ اللہ کی،

اس کے رسول کی، اس حدیث میں ”شراب بیچنے والے، شراب خریدنے والے، اور

جس کے لیے خریدی گئی ہو“ ہر سید کے ساتھ ملعونوں میں شامل کیے گئے ہیں۔ حدیث

ان ذخیروں میں موجود ہے۔ ابن ماجہ، ترمذی، ابو داؤد، مستدرک حاکم وغیرہ۔

شخص نے اپنے غلام سے کہا اسے بازار میں لے جا کر فروخت کر دو تو حضور ﷺ نے فرمایا ”جس نے شراب حرام کر دی ہے اس نے اس کی خرید و فروخت بھی حرام کر دی ہے اس شخص نے اپنے غلام سے کہا ”اس مٹکے کو شہر سے باہر لے جا کر پھینک دو“ (ابن ماجہ)

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو خبر ملی کہ سمرہ نے شراب فروخت کی ہے تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ سمرہ کو ہلاک کرے کیا وہ نہیں جانتے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ”یہود پر چربی حرام کی گئی تھی تو انہوں نے پگھلا کر فروخت کرنا شروع کر دیا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی (ابن ماجہ) اس ارشاد رسول ﷺ کی روشنی میں شراب کے مشتری اور بائع پر بھی اللہ کی لعنت ہوگی۔

☆ حضرت انس بن مالکؓ کے والد گرامی ایک یتیم بچے کی پرورش کر رہے تھے انہوں نے بھاؤ مناسب دیکھ کر اس کے مال سے شراب خرید کر ذخیرہ کر لی اس دوران شراب حرام ہوگئی انہوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اب کیا کریں۔ ارشاد ہوا احرقھا (اس کو جلا ڈالو) دوبارہ عرض کی کہ یتیم کا مال ہے وہ نقصان کا متحمل نہ ہو سکے گا۔ کیا میں اس کا سرکہ نہ بنا لوں“ فرمایا ”نہیں“ (اسے ضائع ہی کر دو) (1)

☆ حضرت ابوسعید الخدریؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے شراب سے سرکہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (2)

☆ حضرت انس بن مالکؓ روایت فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کو

1- اسی کی تائید میں حضرت انسؓ سے بھی روایت آئی ہے۔ جسے ترمذی، مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے جس میں شراب سے سرکہ بنانے کی ممانعت آئی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے نبی اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات مولفہ سیدہ سعدیہ غزنوی

2- نبی اکرم ﷺ بطور ماہر نفسیات ص 158 مولفہ سیدہ سعدیہ غزنوی

معلوم ہوا کہ مدینہ کے ایک شخص سمرہ نے شراب فروخت کی ہے تو انہوں نے اس کے لیے باقاعدہ بدعا فرمائی۔⁽¹⁾

☆ ایک اور روایت میں سرکار رسالت مآب ﷺ نے منشیات کی فروخت سے حاصل ہونے والی کمائی کو رنڈی (پیشہ ور۔ زنا کار عورت) کی کمائی کے برابر قرار دیا ہے۔⁽²⁾

☆ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دے دیا ہے اس جس شخص کو یہ آیت (یعنی حرمت شراب والی سورۃ مائدہ کی) پہنچے اور اس کے پاس شراب کی کوئی بھی مقدار موجود ہو تو وہ اسے نہ پئے نہ ہی بیچے۔“⁽³⁾

☆ صحیحین، سنن اربعہ، مسند احمد اور بیہقی میں حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ذی شان نقل ہوا ہے ان اللہ ورسوله حرم بیع الخمر و المیتة و الخنزیر و الاصنام (اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت حرام کی ہے۔)⁽⁴⁾

☆ مسند احمد و طبرانی میں ارشاد نبوی ﷺ نقل ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ثمن الخمر حرام و مہر البغی حرام و ثمن الکلب حرام ”شراب کی قیمت حرام ہے پیشہ ور کسی یا بازاری عورت کی کمائی حرام ہے اور کتے کی قیمت حرام ہے“⁽⁵⁾

☆ علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے ”المحلی“ کے جزو ہفتم کتاب الاشرابہ میں

1- نبی اکرم بطور ماہر نفسیات ص ۱۵۸، مولفہ سیدہ سعدیہ غزنوی

2- نبی اکرم بطور ماہر نفسیات ص ۱۵۸

3- شراب اور منشیات از محمد منیر قمر ۸۰، اسلام میں حلال و حرام، ص ۹۳

4- شراب اور منشیات از محمد منیر قمر ص ۱۱۶، ۱۱۵

5- ایضاً ص ۱۱۶

فرمان نبوی ﷺ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ (اللہ کے رسول ﷺ نے شراب رکھنے، بیچنے اور پینے وغیرہ سب امور کو حرام قرار دیا ہے)⁽¹⁾

☆ امام قرطبی نے اپنی تفسیر قرآن میں قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلمانوں کا یہ اجماع نقل کیا ہے کہ اجمع المسلمون علی تحريم بيع الخمر "شراب کی بیع و شرا یعنی تجارت کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے"⁽²⁾

☆ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں یہ فتویٰ دیا ہے "شراب کی بیع کے حرام ہونے

میں ہر نشہ آور چیز کی بیع کا حرام ہونا شامل ہے وہ چیز سیال ہو یا جامد"⁽³⁾

☆ مصر کے سابق مفتی شیخ عبدالجید سلیم نے قرآن و سنت کی روشنی میں نشہ

آور چیزوں کی حرمت تجارت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "نبی اکرم ﷺ سے شراب کی تجارت کے حرام ہونے کے

بارے میں کثیر احادیث وارد ہوئی ہیں اور مخدرات و منشیات پر بھی شراب کا اطلاق ہوتا ہے لہذا شراب کی تجارت کی ممانعت دیگر منشیات کی تجارت کی ممانعت کو بھی شامل ہے" (شراب اور منشیات ص ۳۸۸)⁽⁴⁾⁽⁵⁾

1- شراب اور منشیات از محمد منیر قمر ص ۱۳۸

3- ایضاً

2- شراب اور منشیات از محمد منیر قمر ص ۳۸۶

4- شیخ عبدالرحمن بن ناصر سعدی اپنے رسالہ "حکیم شرب اللہ خان" میں اسی نکتہ نظر کے تحت لکھتے ہیں "تمباکو پینا (یعنی تمباکو نوشی کرنا) اور اس کی تجارت کرنا یعنی خرید و فروخت کرنا اور اس کی خرید و فروخت پر کسی قسم کا تعاون کرنا یہ سب حرام ہے" (شراب اور منشیات ص ۳۸۹)

5- قرآن و حدیث کی ان تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ شراب کی حرمت کے ساتھ ساتھ اسکی تجارت اور خرید و فروخت ۵۸ ہجری میں مکہ معظمہ کے قیام کے دوران حرام قرار دی گئی۔ (دیکھئے صحیح بخاری کتاب الحدود، صحیح مسلم، سنن نسائی، جامع ترمذی ابواب الحدود) مزید دیکھئے ماہنامہ فکر و نظر جولائی ۱۹۷۳ء مقالہ "شراب اور جوا"

شراب برائے علاج - حرام: آئیے اب خاتم النبیین، سید المرسلین، حبیب رب العالمین، حامل شرع مبین، آقائے مسلمین، ہادی عالمین ﷺ کے وہ ارشادات مبارکہ ملاحظہ کریں جن میں آپ ﷺ نے نشہ آور اشیاء، (خمر و سکر) کا استعمال برائے علاج بھی ممنوع و حرام قرار دیا ہے۔ سب سے پہلے وہ عمومی ارشادات پیش خدمت ہیں جن میں آپ ﷺ نے اشیاء حرام سے علاج کی ممانعت و ناپسندیدگی ظاہر کی ہے بعد ازاں دوسری حدیثیں آئیں گی۔ چنانچہ آپ نے عمومی تلقین کرتے ہوئے فرمایا..... ان الله انزل الدواء والدواء وجعل لكم داء دواء فتداووا ولا تتداووا بحرام (ابوداؤد) (1)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا دونوں چیزیں نازل کی ہیں اور تمہارے لیے بیماری کا علاج بھی رکھا ہے لہذا علاج کرو لیکن حرام چیز سے علاج نہ کرو“

☆ پھر ارشاد ہوا من تداوی بحرام، لم يجعل الله تعالى فيه شفاءً (ابو نعیم) (ترجمہ: جس نے کسی حرام چیز سے علاج کیا وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حرام چیز میں کوئی شفا نہیں رکھی۔) (2)

☆ پھر ارشاد ہوا انه ليس بدواء ولكن داء ترجمہ: ”شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے“ (صحیح مسلم و ابوداؤد و احمد و ترمذی بحوالہ اسلام میں حلال و حرام ص ۹۵)

☆ حضرت وائل بن حجر حضرمی سے روایت ہے کہ طارق بن سوید نے شراب کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ان کو شراب پینے سے منع فرمایا انہوں نے عرض کیا تو اسکو دوا کے لیے استعمال کرتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”وہ دوا نہیں بلکہ وہ بیماری ہے“

1- اسلام میں حلال و حرام ص ۹۵، ۹۶

2- نبی کریم ﷺ بطور ماہر نفسیات ص ۱۶۱

(معارف الحدیث کتاب المعاشرہ والمعاملات حصہ ششم ص ۲۴۱)
☆ مسند امام احمد اور ابن ماجہ کی ایک دوسری روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا۔

”اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے علاقہ میں انگور ہیں جنہیں ہم
نچوڑتے ہیں اور پیتے ہیں“ آپ ﷺ نے اس منع فرمایا تو عرض کیا گیا انا
نستشفى للمریض (*) ہم ان سے بیمار کا علاج معالجہ کرتے ہیں۔ تو
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”ان ذالک لیس بشفاء ولكنہ داء
ترجمہ: انگور کی شراب صحت بخش نہیں بلکہ وہ تو خود ایک بیماری ہے“ (1)

☆ ابو داؤد، ترمذی، صحیح ابن حبان میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ آں
حضرت رسول اللہ ﷺ سے یہ نہی وارد ہوئی ہے۔

نہی رسول اللہ ﷺ عن الدواء الخبیث

ترجمہ: نبی ﷺ نے ہر خبیث دوا کے استعمال سے منع فرمایا ہے (2)
☆ سبل السلام کے حوالہ سے ایک اور روایت بیان کی گئی ہے سرکارِ دو عالم
ﷺ نے فرمایا۔ ان اللہ حرم الخمر سلبها المنافع
ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کیا تو اس سے تمام

* حضرت شاہ ولی اللہؒ حجتہ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ ”آنحضرت ﷺ سے کسی شخص
نے شراب سے سرکہ بنانے کی نسبت سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسکو منع فرمایا اس
سائل نے کہا ”میں دوا کے لیے اسکو بناتا ہوں“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ دوا
نہیں ہے بلکہ بیماری ہے“ میں کہتا ہوں چونکہ لوگ شراب کے حریص تھے اور اس
کے پینے کے لیے حیلے کیا کرتے تھے اس لیے مصلحت تامہ اس میں ٹھہری کہ اس
سے نہی کی جائے“ (ص ۶۰۶)

-1 شراب اور منشیات ص ۲۲۵

-2 ایضاً ص ۲۲۶

منافع (بشمول نفع دوا) سلب کر لیے (۱)

☆ حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے: ان الله لم يجعل شفاء امتي فيما

حرم عليها

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفا کسی ایسی چیز میں نہیں رکھی جو کہ ان پر حرام کی گئی ہو“ (۲)

☆ حضرت ابن مسعودؓ سے تعلقاً روایت ہے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے اپنی حرام کردہ چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی“ (صحیح بخاری) (۳)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ قرآن و سنت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”شراب سے علاج کرنا (مفید کیسے ہو سکتا ہے جبکہ) حرام ہونے کے بعد اس کے منافع سلب کر لیے گئے ہیں“ (۴)

☆ امام نوویؒ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

”اس حدیث میں صراحت ہے کہ شراب دوا نہیں لہذا اس سے علاج کرنا حرام ہے۔“ (۵)

☆ امام شوکانیؒ شرح ”نیل الاوطار“ میں لکھتے ہیں:

”اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ شراب دوا نہیں ہے لہذا اس سے علاج کرنا بھی حرام ہے۔“ (۶)

1- شراب اور منشیات ص ۲۳۲

2- ایضاً ص ۲۵۴

3- اسلام میں حلال و حرام ص ۹۶

4- شراب اور منشیات ص ۲۲۸

5- ایضاً ص ۲۲۹

6- ایضاً ص ۲۳۲

☆ علامہ ابن قیم نے ”زاد المعاد“ جلد ۳ میں لکھا ہے:

”ایک مسلمان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ شراب عین حرام ہے یہ اعتقاد اس کے مفید اور ذریعہ شفا ہونے کے منافی ہے اس اعتقاد کے ساتھ نہ شراب کے بارے میں اچھا گمان پیدا ہو سکتا ہے اور نہ اسے قبولیت کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے بلکہ بندہ میں ایمان جتنا پختہ ہوگا اتنا ہی وہ شراب سے نفرت کرے گا اور اسے برا اور ناگوار خیال کرے گا ایسی صورت میں شراب کا استعمال اس کے لیے بیماری کا باعث ہوگا نہ کہ دوا کا۔“ (۱)

شراب کا ہر استعمال حرام ہے: آئیے چند اور روایات دیکھیں جن میں خمر و سکر (شراب و نشہ آور) کے دوسرے کئی استعمالات کو حرام و ممنوع قرار دیا گیا ہے۔
شراب بطور ہدیہ ممنوع: ایک شخص نے چاہا کہ نبی ﷺ کی خدمت میں شراب ہدیہ پیش کرے آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ نے شراب حرام کر دی ہے“ اس نے پوچھا ”پھر اسے فروخت کر دوں“ فرمایا ”جس ہستی نے شراب کا پینا حرام کر دیا ہے اس نے اس کا فروخت کرنا بھی حرام کر دیا ہے۔“ اس نے پوچھا ”پھر“ فرمایا ”یہود کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا بھی حرام کیا ہے“ اس نے عرض کیا ”پھر“ فرمایا ”اسے بطحا کے راستوں پر بہا دو“ (مسند حمیدی) ایک اور روایت میں فرمایا ”اس کو پھینک دیا جائے اور بہا دیا جائے“ (جامع ترمذی) ایک اور روایت میں فرمایا ”اهرق الخمر واکسر الدما“ یعنی شراب کو بہا دو پھینک دو اور جن مشکوں میں ہے ان کو بھی توڑ دو۔“ (دیکھئے اسلام میں حلال و حرام ص ۹۴ معارف الحدیث کتاب

المعاشرہ والمعاملات جلد ۶ ص ۲۳۷)

۱- اسلام میں حلال و حرام ص ۹۶

شراب جانوروں کے لیے بھی حرام: حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام نے بغرض علاج ان کے اونٹ کو شراب پلا دی انہیں معلوم ہوا تو آپؓ نے غلام کو خوب ڈانٹا اور شراب کی ہر شکل میں استعمال کی حرمت بیان کی۔ یہی نہیں صحابہ کرامؓ نے شراب کی تلچھٹ (جسے طلا کہا کرتے تھے) سے جانوروں کی مالش کرنا بھی حرام قرار دیا اور سنت نبوی ﷺ کو فائق کیا۔⁽¹⁾

خراج و جزیہ میں بھی شراب کی وصولی کی ممانعت: حضرت بلالؓ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ ”آپ کے حاملین خراج میں سور اور شراب وصول کر رہے ہیں“ تو آپؓ نے فرمایا ”تم ان سے یہ چیزیں نہ لو ان کی فروخت کی ذمہ داری ان (غیر مسلم ذمیوں) پر ہی ڈال دو اور تم نقد قیمت وصول کرو“⁽²⁾

شراب کا نہ کوئی ٹیکس نہ عشر: عتبہ بن فرقد نے حضرت عمر فاروقؓ کو شراب کا ٹیکس وصول کر کے چار ہزار درہم بھیجے جس کے جواب میں آپؓ نے لکھا ”تم نے مجھے شراب کا ٹیکس بھیج دیا حالانکہ مہاجرین کے مقابلہ میں تم اس کے زیادہ حق دار تھے۔ پھر کہا ”بخدا: اس کے بعد میں تمہیں کسی چیز کی خدمت کے لیے بھی مامور نہ کروں گا۔“ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک عامل نے شراب کا ٹیکس بھیجا تو انہوں نے کہا۔ ”تم نے اپنے خط میں مجھے شراب کے ٹیکس میں چار ہزار درہم کی وصولی کا لکھا ہے حالانکہ مسلمان نہ شراب کا ٹیکس وصول کرتا ہے نہ اسے پیتا ہے اور نہ بیچتا ہے“⁽³⁾

شراب کے برتن اور متشابہات کی ممانعت:

1- حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میں نے تم

1- حرمت مسکرات ص ۱۷

2- کتاب الاموال از ابو عبیدہ قاسم اندلسی ص ۷۴ تا ۷۷

3- معارف الحدیث کتاب المعاشرہ والمعاملات ج ۶ ص ۲۴۹

کو کچھ برتنوں کے استعمال سے منع کیا تھا (کیونکہ تم ان میں شراب پیا کرتے تھے اس وجہ سے یہ تم کو مطلوب و مرغوب ہوتے تھے اب میں اسکی اجازت دیتا ہوں) کیونکہ صرف برتن کی وجہ سے کوئی چیز حلال یا حرام نہیں ہو جاتی (یہ اقدام صرف شراب نوشی سے تمہارا دھیان و رغبت ہٹانے کو تھا ہاں! یہ ملحوظ رہے) کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے (لہذا پھر سے ان برتنوں میں شراب نوشی شروع نہ کر دینا) (صحیح مسلم)

2- ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ” میں نے تم کو منع کیا تھا کہ چمڑے کے برتنوں (مشکیزوں) کے سوا اور کوئی برتن استعمال نہ کرو (اب میں اجازت دیتا ہوں کہ) ہر قسم کے برتن میں پی سکتے ہو لیکن کوئی نشہ پیدا کرنے والی چیز ہرگز نہ پی جائے۔ (ایضاً)^(۱)

3- علماء نے یہاں تک تصریح فرمائی ہے کہ ” خالص پانی کو دور شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے “ کہ اس سے حرام و نشہ آور کے استعمال کی تحریک ہوتی ہے۔^(۲)

شراب جیسے مشروب کی بھی ممانعت: ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا ” ہمارا علاقہ بہت ٹھنڈا ہے پھر اس نے مشروبات کی بہت سی اقسام کا ذکر کیا اس پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ” منقی“^(۳) یا کشمش یا کھجور اور ہر اس چیز کے مشروب سے دور رہو جو (شراب کی طرح)

1- معارف الحدیث کتاب المعاشرہ والمعاملات ج ۶ ص ۲۴۹

2- احکام شریعت از امام احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۸۶

☆ حضور ﷺ سے وہ روایات بھی نقل ہوتی ہیں جن میں گندم، جو، کھجور، منقی، شہد اور ہر چیز سے کشید شدہ نشہ آور شراب کو نبی اکرم ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی ج ۳) شاہ ولی اللہ نے چھوہاروں کی شراب کو بھی نشہ آور قرار دے کر حرام بتایا ہے۔ (حجتہ اللہ البالغہ عنوان ” مسکرات “)

نشہ آور ہو، (1)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ”میں کسی نشہ آور چیز کو حلال قرار نہیں دیتی چاہے وہ روٹی ہی کیوں نہ ہو چاہے وہ پانی ہی کیوں نہ ہو، (2)

یہاں تک شراب، اس کے متعلقات، شراب نوش اور ان کے حالات و عواقب پر تفصیلاً گفتگو ہو چکی ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں درج بالا گفتگو کو ذہن میں رکھ کر یہ بات بلا خوف و لائم کہی جاسکتی ہے کہ شراب نشہ آور ہے، حرام ہے، نجس ہے، گناہ کبیرہ ہے، مفسد ہے لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ ذیل میں صرف دو اہم واقعات کے حوالے سے شراب کے نشہ آور اس کے اثرات کو مزید ظاہر کیا جاتا ہے۔

اقداح ثلاثہ:

واقعہ معراج کے ضمن میں سرکار رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں کہ ”آسمانوں کی سیر کے دوران میرے لیے تین پیالے لائے گئے جن میں سے ایک میں دودھ، ایک میں شہد اور ایک میں شراب تھی۔ میں نے وہ پیالہ لے لیا جس میں دودھ تھا اور پی لیا مجھ سے کہا گیا ”آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت نے فطرت یعنی دین مستقیم یا دین حق پر استقامت (کو پالیا) بخاری مع فتح الباری جلد ۱۰) ہر قسم کی تعریف اس ذات کے لیے ہے جس نے آپ ﷺ کو دین حق پر استقامت کی ہدایت بخشی اگر آپ ﷺ شراب والا پیالا پکڑ کر پی لیتے تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی“ (ایضاً) (3)

1- شراب اور منشیات ص ۱۱۷

2- ایضاً ص ۱۲۳

3- ایضاً ص ۱۰۴-۱۰۵

ایک عابد کا واقعہ صحیح ابن حبان و بیہقی میں ایک روایت ہے جسے مرفوعاً و موقوفاً دونوں طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ:

”عہد قدیم میں ایک عزلت نشین عابد تھا جسے کسی سیاہ کار عورت نے بہانے سے اپنے گھر بلوایا اور برائی کرنے پر اکسایا۔ عابد و زاہد کے انکار پر اس نے دھمکی دی کہ میں شور مچا کر لوگوں کو اکٹھا کر لوں گی اگر تو نے تین میں سے کم از کم ایک بات میری نہ مانی اول میری خواہش پوری کر، دوم اس بچے کو قتل کر، سوم ایک پیالہ شراب پی۔ زاہد مرتاض نے شراب کو صغیرہ گناہ خیال کر کے شراب کا پیالہ پی لیا۔⁽¹⁾ نشہ ہوا تو عورت سے زنا کا بھی مرتکب ہوا اور معصوم بچے کو بھی قتل کر دیا۔⁽²⁾

ان دو واقعات سے ظاہر ہوا کہ بظاہر سب سے چھوٹا اور ہلکا نظر آنے کے باوجود شراب اپنی قباحت و شناعیت میں سب سے بڑا گناہ بن جایا کرتا ہے۔ صرف شراب نہیں بلکہ ہر نشہ آور۔ ظاہر بات ہے جو انسان سے

1- زاہد مرتاض، عابد گوشہ نشین نے غالباً اس وجہ سے شراب کا انتخاب کیا ہوگا کہ اس مشروب ام النجائت کا نقصان صرف اسے ہوگا جو اس نے قبول کر لیا۔ جبکہ دوسرے دو گناہوں (زنا اور قتل صبیان) کا نقصان دوسروں کو بھی تھا۔ مگر شراب پر فساد نے اسے دوسرے دونوں گناہوں میں بھی ملوث کر دیا۔

اعاذنا اللہ عن هذه المشروبات الخراب يدخل في العذاب الى يوم المعاد

2- شراب اور منشیات ص ۱۶۹ اسی طرح کا ایک اور واقعہ معجم طبرانی اور مستدرک حاکم میں مذکور ہوا ہے جو بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے کسی کا ہے جس میں اس نے کسی کو شراب پینے یا قتل کرنے یا زنا کرنے یا خنزیر کا گوشت کھانے (ایک اور مقام پر بت کو سجدہ کرنے) میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے ورنہ قتل کیے جانے کا حکم دیا تھا شخص مذکور نے شراب کو گناہ صغیرہ سمجھا۔ شراب پی اور باقی تمام گناہ کر گزرا۔ (ایضاً ص ۷۰)

اس کی عقل ہی چھین لے اور اسے زمرہ حیواں میں بلا کھڑا کرے وہ چیز زندگی کے کسی مرحلے پر، معاملات کے کسی موڑ پر، معاشرت میں کسی مقام پر بھی اس کی عزت و وقار کا سبب نہیں بن سکتی۔ شراب کی بد اثری کہاں تک پہنچ سکتی ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیے فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ:

ہی اکبر الكبائر و ام الفواحش من شرب

الخمر ترک الصلوة و وقع علی امہ و حالته و

عمته (طبرانی کبیر اوسط و جامع الصغیر)

”ترجمہ: یہ نشہ آور شراب کبار میں بھی بڑا گناہ ہے اور جو شخص شراب پیتا ہے وہ (ہمیشہ کے لیے) تارک نماز ہو جاتا ہے اور اپنی ماں، خالہ اور پھوپھی سے بھی برائی (یعنی زنا) کر بیٹھتا ہے“ (1)

یہی وجہ ہے کہ نشہ آور شراب کو صرف اسلام نے ہی نہیں بلکہ دوسرے مذاہب نے بھی رد کیا ہے اور اپنے پیروکاروں کو اس سے بچنے کی تلقین کی ہے اور اسکی حرمت ظاہر کی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا

”شراب پی کر مدہوش مت بنو کیونکہ شراب میں بے حیائی اور نفس پرستی ہے“ (پولس کا خط اہل افس کے نام باب ۵ فقرہ ۱۸)

پھر فرمایا: ”نشہ باز لوگ حکومت کے وارث نہیں ہوں گے۔“ (پولس کا خط)

پھر فرمایا: ”ان لوگوں کے لیے تباہی ہے جو صبح کو پیچھے رہ جانے والوں کے لیے شراب تیار کرتے ہیں (وہ شراب) جو انہیں بھڑکاتی رہتی ہے۔“ (صحیفہ اشعیاہ ب ۵ فقرہ ۱۱) (2)

پھر فرمایا: ”تم مے یا کوئی چیز جو نشہ دینے والی ہو نہ پیجیو نہ تو نہ تیرے

1- شراب اور منشیات ص ۱۶۲، ۱۶۱

2- ایضاً ص ۱۶۷، ۱۶۶

بیٹے ایسا نہ ہو کر تم مر جاؤ (یعنی ہلاک ہو جاؤ)“ (احبار، باب ۱۰ آیات ۸، ۹)

پھر فرمایا: ”جب مے لال لال ہو اور اس کا عکس جام پر پڑے اور جب وہ سانپ کی مانند کاٹتی اور بچھو کی مانند ڈنگ مارتی ہے“ (امثال باب ۲۳ آیات ۳۱، ۳۲)

پھر فرمایا: ”کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہت کے وارث نہ ہوں گے نہ حرام کار خدا کی بادشاہت کے وارث ہوں گے نہ بت پرست، نہ زنا کار، نہ عیاش، نہ لونڈے باز، نہ چور، نہ لالچی، نہ شرابی، نہ گالیاں بکنے والے، نہ ظالم (کرنٹھیوں باب ۶ آیت ۹، ۱۰) (۱) (☆)

پھر پڑھینے سوچنے، مکرر سوچنے کیا مذہب کا کوئی قصور ہے تھوڑا اور گہرائی میں جائیں تو بندومت اور مجوسیت کی دینی تعلیمات میں بھی ہر نشہ آور شراب کی ممانعت ہے۔ اب اگر اپنے نفس کی سیری کے لیے پیئیں۔ آسمانی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر پیئیں۔ جواز تلاش کر کے پیئیں تو یہ نری گمراہی، شقاوت قلبی اور عمل شیطانی ہے جس سے قرآن نے فَاجْتَنِبُوہ

۱- ایک اسلام از ڈاکٹر غلام جیلانی برق ص ۱۴۷، حضرت عیسیٰ شرابیوں کے ساتھ ایک دسترخوان پر کھانا کھانا بھی برا سمجھتے تھے۔ دیکھئے متی کی انجیل باب ۲۴ آیت ۵۰، ۴۹ (بحوالہ ایضاً)

☆ کتاب مقدس کتاب پیدائش باب ۱۹ آیات ۳۰ تا ۳۸ میں حضرت لوط علیہ السلام کا ایک قصہ بیان ہوا ہے کہ ان کی بیٹیوں نے انہیں شراب پلائی۔ پھر (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) ان سے زنا کاری کی۔ اگرچہ یہ قصہ بحیثیت مسلمان ہمارے لیے ہرگز قابل قبول نہیں لیکن اگر آیات کو پڑھ کر بیانات پر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نشہ آور شراب ایسی بلا ہے جسے پی کر پیغمبر بھی خدا نخواستہ گناہ سے نہیں بچ سکتا۔ (نقل کفر، کفر نباشد)

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ (المائدہ - ۹۰) ”(پس) اس سے بچو تا کہ تمہاری (دنیا و آخرت میں) نجات ہو سکے۔“ اگلی آیت میں قرآن نے فہل انتم منتہون (المائدہ - ۹۱) (پس پھر کیا تم اس سے باز آتے ہو یا نہیں) ”یہ تہدید، یہ تنبیہ، یہ دھمکی، یہ ڈانٹ، یہ ڈپٹ محض ڈراوا نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے تو واضح الفاظ میں فرما دیا کہ دائمی شرابی لا یدخلون الجنة (جنت میں داخل نہ ہوگا) حرم اللہ علیہ الجنة (اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے) لعن اللہ الخمر (اللہ کی لعنت ہے نشہ آور پر) (۱)

سوال یہ ہے کہ شراب، نشہ آور اشیاء کے استعمال کی حرمت، شرابی کے بارے میں سخت ترین احکامات اور نشہ آور و نشہ بازوں کے بارے میں اتنے زیادہ تہدیدی و تنبیہی احکامات کیوں نازل کیے گئے، اس کی کیا حکمت ہے اور کیا مقصد؟ الہامی تعلیمات نے نشہ و نشئی کا گھیراؤ کس وجہ سے کر لیا ہے؟ اس کا سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی چیز سے منع فرمادیں تو حکمتیں ڈھونڈنا، جواز تلاش کرنا، مقاصد مہیا کرنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ایمان والوں کا تو رو یہ صرف یہ ہوتا ہے امننا و صدقنا (ہم ایمان لائے اور ہم نے تصدیق کی کہ یہ سچ ہے)۔

شراب اور تمام نشہ آور اشیاء کو امت محمدی ﷺ کے لیے حرام و ناجائز کر دینے کی وجہ اللہ و رسول ﷺ کی طرف سے مہربان تقاضا تھا، ہے اور تاقیامت رہے گا۔ جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے بہتر لازمی سمجھا وہ حکم نافذ کر دیا جو رسول ﷺ نے اپنی امت کے لیے موزوں و ضروری خیال کیا اعلان فرما دیا۔ اب اللہ کا حکم ہے کہ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ (الاعراف - ۳۳) ”ترجمہ: اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دیں کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ یہ ہیں بے شرمی کے

۱- شراب اور منشیات ص ۷

کام کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ اور حق کے خلاف زیادتی۔ اور شراب کے بارے میں فرما دیا ہے **قُلْ فِيهَا اِثْمٌ كَبِيرٌ** (البقرہ۔ ۲۱۹) ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اس میں بڑا گناہ (نقصان) ہے۔

آیہ اول میں اللہ تعالیٰ نے ”اِثْمٌ“ کو حرام قرار دیا ہے اور آیہ دوم میں شراب کو ”اِثْمٌ“ قرار دیا ہے۔ اس طرح یہ بھی نتیجتاً حرام قرار دے دی گئی۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ حکم الہی ہے۔

مَا اَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر۔ ۷)

”ترجمہ: جو کچھ رسول کریم ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو (اور

اس پر عمل کرو) اور جس بات سے تمہیں روکیں اس سے

باز آ جاؤ۔“

خود رسول مقبول ﷺ کا فرمان ذی شان ہے فرمایا ”جب میں تمہیں

کسی کام سے روکوں تو اس سے باز آ جاؤ اور جب تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اس پر عمل کرو (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

شراب کے بارے میں رسول کریم ﷺ کا اعلان ہے کل مسکر حرام

(صحیح مسلم) ما اسکرہ کثیرة فقليله حرام (ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

کل مسکر خمرو کل خمرو حرام^(۱) خدا اور اس کے رسول آخر الزماں

ﷺ کے احکامات کی تعظیم و تکریم اور تکمیل و تعمیل کا تقاضا ہے کہ ہم ہر قسم کے

نشہ سے بالعموم اور شراب و خمر سے بالخصوص دور رہیں۔

۱۔ ان تینوں احادیث کا بالترتیب ترجمہ یوں ہے۔

(الف) ہر نشہ آور حرام ہے۔

(ب) جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ آور ہے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔

(ج) ہر نشہ آور شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے، (معارف الحدیث المعاشرہ

والمعاملات جلد ۶، شراب اور منشیات ص ۸۱)

☆ شراب، اس کے پینے والوں، بنانے والوں، پلانے والوں، کشید کروانے والوں، خریدنے والوں، بیچنے والوں، غرضیکہ اس کے تمام متعلقین پر لعنت کی گئی ہے لہذا اب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت ابدی سے محفوظ رہنے کا تقاضا ہے کہ ہم ہر عمومی و خصوصی نشہ سے دور رہیں۔

☆ آسمانی کتابوں اور الہامی صحیفوں میں شراب اور دوسری نشہ آور اشیاء کی جو کراہت و حرمت بیان ہوئی ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم ہر قسم کے نشہ آور مرکبات سے بچیں۔

☆ شراب عقل پر پردہ ڈال کر شرابی کو انسان سے حیوان بنا دیتی ہے پھر وہ اس کے نشہ میں قبیح ترین اور کبار گناہ حتیٰ کہ ماں، خالہ اور پھوپھی تک سے بھی زنا کر بیٹھتا ہے اس ظلم عظیم، واثم عظیم سے، عام حالات میں جس کے سوچنے سے ہی نفرت و کراہیت ہوتی ہے، دور رہنے کا تقاضا ہے کہ ہم تمام منشیات بالخصوص شراب چھوڑ دیں۔

☆ شراب نوشی ایک رجز اور گندہ فعل ہے پھر یہ شیطانی فعل بھی ہے جس سے رب کریم کی ناراضگی، رسول رحیم ﷺ کی خفگی اور شیطانِ رحیم کی رضا حاصل ہوتی ہے جبکہ ہمیں رب کریم کی خوشنودی، رسول رحیم ﷺ کی رضا مندی اور شیطانِ لعین سے فراق درکار ہے اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ہم تمام منشیات و مسکرات سے ہر دم بچیں۔

☆ نشہ آور اشیاء اور شراب کو حضور نبی کریم ﷺ نے بیماری قرار دیا ہے۔ ان کا استعمال کرنا اپنے آپ کو بیمار کرنا، ہلاک کرنا اور مال و دولت کا ضیاع ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مال کے ضیاع، اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت اور اپنے لیے بیماریاں خریدنے سے منع فرمایا ہے ہمارے جسم کا ہم پر حق ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم نشہ نوشی و مسکرات خوری سے بچیں تاکہ صحت تباہ نہ کریں، بیماریوں سے بچیں، ہلاکت سے بچیں اور

مال کے ضیاع کا گناہ نہ کریں۔

☆ شرابی قیامت کے دن بری حالت میں ہوگا۔ وہ جنت سے محروم ہوگا۔ جہنم میں دھکیلا جائے گا اللہ پاک کے غضب اور عذاب کا شکار ہوگا۔ واقعہ یہ بڑی خسارے کی بات ہے اس دن کی ذلت اور عذاب سے بچت کا تقاضا یہی ہے کہ نشہ آور و مسکرات سے بچا جائے۔ تاکہ اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی عنایات ہمیں مل سکیں۔

☆ منشیات و مسکرات کا عادی اپنی ذات کے لیے، اپنے گھر والوں کے لیے، پھر معاشرے کے لیے جتنے زیادہ مفسدات لاتا ہے اس کا اندازہ کرنا ناممکن ہے مختصراً یوں سمجھ لیں کہ منشیات استعمال کر کے وہ صحت تباہ کرتا ہے، مال ضائع کرتا ہے، گھر والوں کا سکون غارت کرتا ہے، شور شرابہ اور ہاؤ ہو کرتا ہے، دوسری بری عادتوں میں مبتلا ہوتا ہے بقول سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ”ایک آدمی جب شراب پیتا ہے تو ہڈیاں بکتا ہے اور ہڈیاں بکتے ہوئے افترا پر دازی کرتا ہے یعنی جھوٹی گہمتیں لگاتا ہے“ (۱) اس سے لاتعداد فتنے پھلتے ہیں۔ معاشرے میں امن و سکون قائم کرنے کا تقاضا ہے کہ نہ صرف یہ کہ ہم منشیات و مسکرات سے بچیں بلکہ دوسروں کو بھی طاقت اور زبان سے اس فعل شنیع سے روکیں۔

☆ منشیات کے استعمال سے انسانی عزت و تکریم ختم ہو جاتی ہے شخصی وقار گم ہو جاتا ہے نہ نشئی کو اپنے آپ کی خبر ہوتی ہے کہ وہ اپنی ظاہری حالت کو ٹھیک کر سکے نہ ہی دوسروں کو اس کے حال سے دلچسپی ہے اس طرح ذلت و خواری، مسکینی اور گداگری کی عادت اس کو دبوچ لیتی ہے ان شخصی عیوب سے بچنے کا واحد راستہ ترک منشیات ہے۔

حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے اقدامات برائے انسداد منشیات

کا تذکرہ کرنے سے پہلے چند سعید روحوں کے تاثرات پیش کرتا ہوں کہ وہ شراب و نشہ کو کیسا سمجھتی ہیں ان کے نزدیک اس کا استعمال کیسا ہے اور اس سے بچنے میں کیا فائدے مضمحل ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، منقی یا کشمش یا کھجور اور ہر اس چیز کی شراب سے دور رہو جو نشہ آور ہو“ (شراب اور منشیات ص ۱۱۷)

۲۔ حضرت انسؓ کا عقیدہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کا ہے یعنی ”جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔“ (ایضاً ص ۱۲۲)

۳۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد مبارک ہے ”جو چیز تم میں سے کسی کو نشہ دے اس سے دور رہو“ (ایضاً ص ۱۲۲، ۱۲۳)

۴۔ حضرت عباس بن مرداسؓ سلمی سے دور جاہلیت میں پوچھا گیا ”تم شراب کیوں نہیں پیتے“ فرمایا ”میں اپنی قوم کا بیوقوف ترین آدمی نہیں بنتا چاہتا“ (ایضاً ص ۱۵۱)

۵۔ حضرت عدی بن حاتمؓ سے قبل از اسلام پوچھا گیا ”تم شراب کیوں نہیں پیتے ہو“ جواب ملا ”میں کوئی ایسی چیز نہیں پیتا جو میری عقل کو پی جائے۔“ (ایضاً ص ۱۵۲)

۶۔ حضور ﷺ کے ایک پر دادا قصی بن کلاب نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا۔ اجتنبوا الخمر فانها تفسد العقول والاذھان ”شراب نوشی سے کلی اجتناب کرو کیونکہ یہ عقلوں اور ذہنوں کو فاسد کر دیتی ہے۔“ (ایضاً ص ۱۵۳)

انسداد شراب نوشی کے نبوی طریقے:

وعظ و تبلیغ: حضور نبی کریم، صاحب لطف عمیم، احسان رب کریم، صاحب رحمت عظیم ﷺ نے اپنے دور کے معاشرے میں تبلیغ و وعظ کا وہ عظیم الشان

سلسلہ قائم کیا کہ آہستہ آہستہ تمام لوگ منشیات بالخصوص شراب کے شر سے واقف ہو گئے جو نیک طبائع تھیں انہوں نے حکم حرمت آنے سے پہلے ہی شراب چھوڑ دی اور جو زیادہ عادی تھے وہ اعلان حرمت کے بعد تائب ہو گئے اور شراب بہا دی گئی شراب کے برتن توڑ دیئے گئے جس کا نقشہ امام بخاری نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ فحرت فی سلک المدینة (مدینہ کی گلیوں میں شراب بہتی پھرتی تھی) (1) حضور ﷺ کی وعظ و نصیحت ہی کا یہ اثر تھا کہ صدق دل پیروان حکم صریح نازل ہونے سے پہلے یہ دعا کیا کرتے تھے اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا (اے اللہ! ہمیں شراب کے بارے میں صریح و واضح حکم عطا فرما) جب حکم آیا کہ فہل انتم منتہون (پس کیا تم ان چیزوں سے باز ہو گئے) تو جواب آیا انتہینا انتہینا (ہم باز آئے ہم باز آئے) اور پھر حضور ﷺ نے یہ منادی کرا دی الا ان الخمر قد حرمت (خبردار! بے شک نشہ آور شراب حرام قرار دے دی گئی ہے) اس حکم پر سب نے آمنا و صدقنا کہہ دیا۔ (2)

آخرت کا خوف: حضور ﷺ نے جہاں اپنی وعظ و تبلیغ کے ذریعے شراب کی برائیاں اور مفسدات ذکر کر کے مسلمانوں کے دلوں میں شراب سے نفرت پیدا کی۔ کہ حکم تحریم کے نزول کے بعد ان کے لیے شراب ترک کرنا آسان ہو گیا۔ وہاں سرکار رسالت مآب ﷺ نے لوگوں کو خوف آخرت یاد دلایا۔ موت کا بار بار ذکر کیا۔ قیامت کے دن محض نشہ بازی کی وجہ سے ہونے والی سختی کا ذکر کیا۔ مثلاً یہ کہ شرابی قیامت کے روز پیاسا آئے گا“ پھر فرمایا ”شرابی قیامت کے روز اللہ سے ایک بت پرست کی حیثیت سے ملے گا۔“ پھر فرمایا ”شرابی کے لیے جنت حرام ہے“ پھر فرمایا ”شرابی کو جہنم میں داخل

1- بخاری کتاب المظالم بحوالہ سیرت النبی ﷺ جلد چہارم ص ۲۶۲ مصنفہ سید سلیمان ندوی

2- شراب اور منشیات ص ۴۳، ۴۴۔ انتہینا انتہینا یہ حضرت عمر فاروق کے الفاظ ہیں

کیا جائے گا۔“ پھر فرمایا ”شرابیوں کو جہنم میں طینۃ النخبال اور روغۃ النخبال پلایا جائے گا۔ اس سے بھی شرابی شراب نوشی کی ذلت آمیز و تکلیف دہ سزا سے ڈر کر اس کے استعمال سے باز آ گئے۔

شراب نوشوں کا دسترخوان: سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے ”جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جا رہی ہو“ (شراب اور منشیات ص ۱۰۱)

حضور ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا ”جو شخص ~~دسترخوان~~ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ شراب نوشی کی مجلسوں اور محفلوں میں نہ بیٹھے“ (ایضاً) پھر فرمایا ”جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نہ تو شراب پئے اور نہ اس مجلس میں بیٹھے جہاں شراب پی جا رہی ہو۔“ (اسلامی حدود ص ۸۹ ، حرمت مسکرا ص ۶۵)

اس طرح معاشرتی بائیکاٹ کے ذریعے بھی آپ ﷺ نے شراب نوشوں میں احساس کراہیت کو اجاگر کیا اور وہ آہستہ آہستہ خود شراب ترک کر کے جمہور مسلمانوں میں آئے۔

شرابیوں کی عیادت نہ کی جائے: حضرت عبد اللہ بن عمر سے ایک اثر مروی ہے فرماتے ہیں کہ ”شراب پینے والے جب بیمار پڑیں تو ان کی عیادت کو بھی مت جاؤ“ (حدود اللہ مرتبہ شہزاد احمد ص ۱۴۶) یہ بھی شراب نوشوں اور نشہ بازوں سے معاشرتی بائیکاٹ کی تہدید اور میل جول کی ممانعت تھی جس نے شرابیوں و نشہ بازوں کو ترک نشہ پر مجبور کر دیا۔

نشہ بازوں کو سلام بھی نہ کیا جائے: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”یہودیوں اور نصرانیوں پر سلام کرو لیکن بھنگ پینے والوں پر سلام نہ بھیجو“ (گناہان کبیرہ)

جب نشئی جمہور مسلمانوں کے سلام و آداب سے بھی محروم ہو جائے

تو معاشرے میں اس کی کیا قدر رہ جاتی ہے اب اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ نشہ چھوڑ دے یا پھر معاشرہ چھوڑ دے۔ ہر شخص اپنے گھر، شہر، وطن اور معاشرے کو نہیں چھوڑ سکتا۔ لازماً وہ شراب اور نشہ چھوڑ کر واپس صالح معاشرے میں آ جاتا ہے۔

نشہ باز عبادت نہ کریں:

دنیا کے معاملات میں تو نشہ بازوں کو صالح اور عام مسلمانوں سے الگ کر دیا گیا جیسا کہ گزشتہ اقدامات سے واضح ہوا۔ اب اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ نے انہیں ادائیگی عبادت سے بھی منع کر دیا چنانچہ قرآن میں فرما دیا گیا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ
حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ (النساء-۴۳)

ترجمہ: اے مومنو! نماز کے قریب بھی مت جاؤ جب تم نشے میں ہو (ہاں! جب تم پر سے نشہ اتر جائے) حتیٰ کہ تم سمجھنے لگو جو تم کہہ رہے ہو۔ (پھر نماز پڑھ لو)

یہاں اجتماعی و انفرادی عبادتوں کی ممانعت ہے۔

شرابی قوم سے جنگ کا حکم: حضرت ویلم حمیریؓ نے حضور ﷺ سے اپنے علاقہ کی شراب کے بارے میں گفتگو کی اور بتایا یہ نشہ بھی دیتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس سے بچو بالکل استعمال نہ کرو، ویلم حمیریؓ کے عرض کرنے پر کہ ان کی قوم کے لوگ محض کہنے سننے سے شراب کو چھوڑنے والے نہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ”ان لم یتروہ قاتلوہم“ (ابوداؤد) ترجمہ: اگر وہ (تمہاری قوم کے لوگ) اسے (شراب کو) نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرو“ (معارف الحدیث کتاب المعاشرہ والمعاملات)

شرابی کو شرعی سزا:

نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شرابی لایا گیا جسے آپ نے دو چھڑیوں (*) سے چالیس دفعہ کوڑے مارے پھر اس پر صدیق اکبرؓ کے زمانے میں بھی عمل رہا (1) حضرت عمر فاروقؓ کے دور سے اسی کوڑے مارے جانے لگے (2) وجہ حضرت علیؓ کی زبانی یہ ہے ”جب کوئی شراب پیتا ہے تو نشہ میں ہوتا ہے ہڈیاں بکتا ہے اور ہڈیاں میں افترا پردازی کرتا ہے یعنی تہمت لگاتا ہے اور تہمت لگانے والے کی سزا اسی کوڑے ہے“ (تفسیر المنارج ۷) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا فیصلہ بھی یہ ہے اخف الحدود ثمانین (کم از کم حد اسی کوڑے ہے)

نبیذ نوش پر بھی حد: حضرت عمر فاروقؓ نے ایک ایسے آدمی پر بھی حد جاری کی تھی جسے نبیذ پینے سے نشہ آیا ہوا تھا۔ (حدود تعزیرات ص ۲۹۴، حوالہ ہدایہ جلد ۲) کیونکہ حضور ﷺ نے گھڑے کے نبیذ سے منع کیا ہے۔ نہی رسول اللہ عن نبیذ الجمر (حوالہ الفتح الربانی ترتیب مسند احمد) (3)

کوڑوں کی سزا:

حضور ﷺ نے فرمایا ہے اذا شرب الخمر فاجلدوه ترجمہ: اگر کوئی شخص شراب پیئے تو اس کے کوڑے مارو“ (حدود تعزیرات

* حضور ﷺ نے اس کے علاوہ بھی شرابی کو مختلف سزادی مثلاً چھڑی سے پیٹا، بل دیئے ہوئے کپڑے سے بھی پیٹا اور حاضرین سے بھی مار پٹوائی۔ دیکھئے دربار رسول ﷺ کے فیصلے از عبد اللہ بن محمد فرج المالکی ۵۸، ۵۷

- 1- شراب اور منشیات ص ۱۳۶
- 2- ایضاً ص ۱۳۷، ۱۳۶ حضور ﷺ نے جو چالیس کوڑے مارے وہ دراصل دو شاخہ لکڑی یا دو لکڑیوں سے مارے گئے مجموعاً یہ اسی کوڑے ہی بنتے ہیں۔ (تعلیمات السلفیہ علی النسائی)
- 3- شراب و منشیات ص ۱۱۸، ۱۱۷

ص ۳۱۰ بحوالہ مغنی جلد ۷)

آخری سزا۔ شرابی کا قتل:

حضور ﷺ نے فرمایا ” جو شخص شراب پیئے اسے کوڑے لگاؤ اگر دوبارہ پیئے تو اسے کوڑے لگاؤ اگر وہ سہ بارہ پیئے تو اسے کوڑے لگاؤ اور وہ چوتھی مرتبہ پیئے تو اسے قتل کر دو“ (نسائی و مستدرک حاکم) ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا ” (اگر چوتھی مرتبہ پیئے) تو اس کی گردن مار دو“ (1)

ان شرعی انسدادی تدابیر اور سزاؤں کے علاوہ آج کے زمانے میں مزید جو تدبیریں آزمائی جاسکتی ہیں وہ ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ آج میڈیا کئی تیز ترین قسموں میں ترقی کر چکا ہے شراب اور اسکی خباثوں سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے ہر روز ایک عنوان اس موضوع پہ ضرور ہو۔

۲۔ شراب کے طبی نقصانات اگرچہ ظاہر و معلوم ہیں مگر عوام الناس ابھی تک ناواقف ہیں شراب کے طبی نقصانات کی تشہیر و وسیع پیمانے پر کی جائے۔

۳۔ علمائے دین، خطیب و مقرر حضرات ہفتے میں کم از کم ایک دفعہ منشیات و مسکرات کی خباثوں اور برائیوں پر ضرور خطاب کیا کریں۔

۴۔ سکولوں اور کالجوں کی سطح پر ہر ماہ ایک جلسہ منشیات و مسکرات کی برائیوں پہ منعقد کیا جائے جہاں ماہرین اپنی رائے کا اظہار کریں۔ اور نئی نسل کو مسکرات و منشیات (شراب، افیم، گانجا، کوکین، تمباکو، ہیروئن، نبیذ، قات، مارفیا، پیتھیڈرین، چائے، حقہ) کی ضرر رسائیوں سے آگاہ کریں۔

۱۔ ایضاً ص ۱۳۲ یہ روایت سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں بھی آئی ہے۔ دیکھئے ماہنامہ

فکر و نظر جولائی ۱۹۷۳ء ”مقالہ شراب اور جوا“

۵۔ عام طور پر ہمارے وطن پاکستان میں شراب عام مسلمانوں کے لیے ملکی قانون کے مطابق بھی ناجائز ہے مگر یہ ایک غلط تعلیم پھیلائی گئی ہے کہ غیر مسلموں کے لیے جائز ہے جبکہ یہ بات غلط ہے غیر مسلم بغیر کسی شرعی جواز کے شراب پیتے ہیں اور مسلمانوں کو بگاڑتے ہیں۔ لہذا عیسائیوں، یہودیوں، مجوسیوں، ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ میں (نشہ آور) شراب کے بارے میں جو تعلیمات ہیں ان کی تشہیر کی جائے۔

۶۔ نشہ آور چیزوں کی تجارت کرنے والوں سے سختی سے نمٹا جائے ان کا مال و اسباب ضبط کیا جائے ان کی جائیداد بحق سرکار چھین لی جائے اور اگر ضروری ہو تو انہیں سخت، فوجداری (Criminal) عدالتوں سے سزائیں ملنی چاہئیں تاکہ یہ کاروبار پھل پھول نہ سکے۔

۷۔ منشیات و مسکرات پر ایک علیحدہ مضمون متعارف کروا کر اسے کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر رواج دیا جائے۔

۸۔ نشہ فروشوں اور نشہ بازوں دونوں کا معاشرتی مقاطعہ کیا جائے یعنی ان کا حقہ پانی بند کر کے میل جول ختم کر دیا جائے۔

اب مانیں یا نہ مانیں تمہیں اختیار ہے

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں



ماخذ و مصادر

احکام البیہ	القرآن مجید	☆
امام احمد رضا خان بریلوی	احکام شریعت	☆
علامہ یوسف القرضاوی	اسلام میں حلال و حرام	☆
شیخ محمد اسحاق کمالوی	اسلامی تعلیمات	☆
مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری	اصلاحات کبریٰ	☆
مولانا جلال الدین امجدی	انوار الحدیث	☆
ڈاکٹر غلام جیلانی برقی	ایک اسلام	☆
مولانا امجد علی اعظمی	بہار شریعت (دوم) (باب پانزدہم)	☆
ڈاکٹر غلام جیلانی برقی	تاریخ حدیث	☆
پیر کرم شاہ الازہری	تفسیر ضیاء القرآن (اول)	☆
مولانا عبدالماجد دریابادی	تفسیر امجدی (اردو)	☆
مفتی محمد شفیع دیوبندی	تفسیر معارف القرآن	☆
مفتی احمد یار خان نعیمی	تفسیر حاشیہ نور العرفان	☆
شاہ ولی اللہ	حجتہ اللہ علیہ	☆
شیرادہ احمد	حدود اللہ	☆
سید آل احمد رضوی	حرمت مسکرات	☆
ادارہ تحقیقات اسلامی	حدود و تعزیرات	☆
عبداللہ بن محمد فرج الممالکی	در بارہٴ سواغہ کے فیصلے (اردو)	☆
سید سلیمان ندوی	سیرت النبی (چہارم)	☆
محمد منیر	شراب اور منشیات	☆
(مقالہ شراب اور جوا)	فکر و نظر جولائی 1973ء	☆
ابوجبیدہ القاسم اندلسی	کتاویں حدیثیں (اردو)	☆
مولانا منظور احمد نعمانی	معارف الحدیث جلد ششم	☆
سیدہ سعدیہ غزنوی	نبی اکرم بطور ماہر نفسیات	☆



عصر حاضر کے مسائل کا حل

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں ☆

اللہ تبارک و تعالیٰ نے صرف انسان ہی کو زمین پر نہیں بھیجا بلکہ اسکی ہدایت اور اصلاح و درستی کا ایک مسلسل اور مربوط انتظام بھی کیا۔ اسے عقل و دانش اور تدبیر و تفکر سے بھی نوازا تاکہ وہ خود اپنے نفع و نقصان میں تمیز کر سکے اچھائی اور برائی میں سے اپنی لیے بہتر طریقہ زندگی کو اختیار کر سکے۔ انسان کی رہنمائی کے لیے انبیاء و رسلؑ بھیجے۔ صحائف و کتب نازل کیں تاکہ پیغمبروں کی مقدس سیرتوں کی روشنی میں اور وحی الہی کو سامنے رکھ کر اپنے طرز زندگی کو زیادہ بہتر، زیادہ مناسب اور زیادہ صالح انداز میں اختیار کر سکے۔ اس کے علاوہ کائنات کے مظاہر اور قدرت خداوندی کے آثار و شواہد کو بھی انسان

☆ یہ مقالہ وفاقی وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور پاکستان (اسلام آباد) کے زیر اہتمام سالانہ مقابلہ مضمون نویسی برائے سال ۱۹۹۵ء میں لکھا گیا۔ مگر بروقت جمع نہ کروا سکنے کے سبب مقابلے میں شامل نہ کیا گیا۔

نوٹ: غیر مطبوعہ

کی رہنمائی کے لئے معاون و موید بنایا۔ تاکہ انسان اللہ پاک کی مقرر کردہ حدود و قیود سے تجاوز نہ کرے انبیاء علیہم السلام کی سنتوں سے روگردانی نہ کرے کتب حقہ بالخصوص کتاب مبین، مہیمن (1) و مصدق کی ابدی و روشن تعلیمات سے اعراض نہ کرے۔ تمام لایعنی قوانین، تکلیف دہ رسم و رواج، بے کار عادات اور نفع و نقصان کی طاقت سے محروم خداؤں، ہوا و ہوس، تہذیب و روایات اور طاغوت کی اطاعت کو چھوڑ کر صرف شریعت انبیاء بالخصوص شرع محمدی ﷺ کو اختیار کرے سنت کی پیروی کو اپنا شعار بنائے احکامات ربانی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے دنیاوی عادتوں کو عبادتوں میں بدل لے اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جائے جیسا کہ سرکار رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لا یومن احد کم حتی یکون هواہ تبعاً لما جنت بہ (مشکوٰۃ)
ترجمہ: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا ارادہ اور اسکی خواہش میری لائی ہوئی (ہدایت) کے تابع نہیں ہو جاتی۔

ابتدائے آفرینش کے وقت انسان کے مسائل محدود اور بالکل سادہ نوعیت کے تھے اس لیے احکام الہی بھی تھوڑے اور وقتی ہوتے تھے مگر جب انسانی شعور پختہ ہو گیا اور پہلے آنے والے انبیاء کی تعلیمات انسانی ضرورتوں کے سلسلے میں مکمل رہنمائی نہ کر سکیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے برگزیدہ، آخری، ابدی اور سید و امام پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ جو تمام جہانوں، تمام قوموں اور تمام زمانوں کی طرف آئے، یہ اعلان کرتے ہوئے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سبا- ۲۸)

ترجمہ: ہم نے تم کو سارے لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

پھر یہ اعلان کیا:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
جَمِيعًا (اعراف-۱۵۸)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ میں تم سب لوگوں کی طرف خدا کی طرف سے (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں۔

ارشاد رسالت ﷺ اس پر توثیق یوں کرتا ہے۔

كان كل نبي يبعث الى قومه خاصة وبعثت الى
كل احمر واسود (مسلم)

ترجمہ: ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف خدا کی طرف سے بھیجا جاتا تھا اور میں تمام سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

یہی نہیں کہ حضور ﷺ اکیلے تشریف لائے بلکہ وہ آخری کتاب بھی

لائے جو انسان کی مادی (دنیاوی) اور روحانی (دینی) ضروریات کو قیامت تک پورا کرنے کو کافی ہے۔ چنانچہ خود قرآن ہی کا ارشاد ہے۔

لَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (1)

ترجمہ: کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں مگر اس کتاب مبین میں موجود ہے۔

قرآن کریم کی اتباع دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے جیسا کہ فرمایا:

فَمَنْ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى (2)

ترجمہ: جو میرے ہدایت نامہ کی پیروی کرے گا۔ وہ

1- انعام-۵۹

2- طہ-۱۲۳

دنیا میں بھٹکے گا نہ آخرت میں بدبختی سے دوچار ہوگا۔
حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

من اقتدی بکتاب اللہ لا یضل فی الدنیا

ولا یشقی فی الاخرة (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جو شخص اللہ کی کتاب کی پیروی کرے گا وہ نہ تو
دنیا میں بے راہ ہوگا اور نہ آخرت میں (کامیابی سے)
محروم رہے گا۔⁽¹⁾

حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق مسائل، مشکلات اور مصیبتیں اسی
وقت کھڑی ہوتی ہیں جب خدا اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے احکام سے
روگردانی ہوتی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”فحاشی اور وہ بھی اعلانیہ کرنے پر قوم طاعون اور
دوسری بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ناپ تول میں
کمی کرنے کے سبب قوم پر قحط سالی، گرانی، جانکسل
محنت و مشقت اور حکمرانوں کا ظلم و جور مسلط کر دیا جاتا
ہے۔ زکوٰۃ دینا بند کر دیں تو قحط اور بارش کا سلسلہ
روک دیا جاتا ہے۔ عہد شکنی کی جائے تو غیروں کو مسلط
کر دیا جاتا ہے جو قوم سے کمائی کا ایک حصہ چھین لیتے
ہیں۔ قوم کے بڑے اور مذہبی پیشوا کتاب اللہ کے
احکام کے بجائے اپنے احکام نافذ کرنا شروع کر دیں
تو اللہ کی طرف سے جدال و قتال اور دوسری دشواریاں
پیدا کر دی جاتی ہیں۔“⁽²⁾

1- بحوالہ راہ عمل مرتبہ مولانا جلیل احسن ندوی

2- سیرۃ ابن ہشام دوم بحوالہ رسول رحمت از مولانا ابوالکلام آزاد ص ۶۹۶، ۶۹۵

مسائل اور مشکلات اس دور میں بھی تھیں جب ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام اپنے مختصر کنبہ کے ہمراہ زمین پر اترے اور مسائل آج بھی ہیں جب کہ دنیا چاند پر پہنچنے کے لیے پر تول رہی ہے کچھ مسائل کلی طور پر بدل گئے کچھ کی شکلیں بدل گئیں اور کچھ بعینہ پہلے کی طرح آج بھی موجود ہیں۔ آج کے دور کے مسائل بے شمار ہیں اور ان کی جزئیات بے حساب ہیں کہیں امن کو خطرہ لاحق ہے کہیں رنگ و نسل کے امتیازات ہیں۔ معاشی ناہمواری بھی ہے اور سماجی بے راہروی بھی۔ انسانی حقوق کی پامالی بھی ہے اور غصب و نہب بھی، بھوک اور ننگ بھی ہے اور بے روزگاری بھی۔ ظلم بھی ہے اور استحصال بھی، طبقات (Blocs) بھی ہیں اور گروہ بندیاں بھی، عداوت و شقاوت بھی ہے اور تعصب و عصبیت بھی، جنگیں اور نفرتیں بھی ہیں اور قحط الرجال بھی، وطن پرستی بھی ہے اور لوٹ کھسوٹ بھی، انسانیت کی بے قدری بھی ہے اور ایمان کی کمی بھی مذہبی منافرت بھی ہے اور دہشت گردی بھی۔ غرضیکہ ایک طویل فہرست موجود ہے سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان تمام مسائل و مشکلات کا حل پہلے ہی پیش کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات عالیہ و کافیہ کے ذرائع چار ہیں۔ جو یہ ہیں۔

اول: قرآن پاک کی تعلیمات (إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ) (التکویر ۲۸، ۲۷)

دوم: رحمتہ للعالمین ﷺ کے اقوال و ارشادات (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) (الحشر۔ ۷)

سوم: حضور ﷺ کی عملی سیرت، سنت، حیات طیبہ، نمونہ زندگی (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) (الاحزاب۔ ۲۱)

چہارم: آپ ﷺ کے صحابہ کرام کا اسوہ مبارکہ، طریق زندگی (اصحابی

كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم (مشکوٰۃ کتاب الفتن) (1)

حضور ﷺ نے اپنی تعلیمات عالیہ اور سیرت مقدسہ کو عالمین کے لیے اس طرح رہنما نمونہ بنایا کہ کہیں تو صاف الفاظ میں کسی سوچ یا عمل سے منع کر دیا۔ کہیں کسی اچھی چیز کی خوبی اور بری چیز (یا عمل) کی برائی ظاہر کر دی۔ کسی مقام پر کسی عمل کو اپنی پسندیدگی سے نواز کر اچھا کر دیا اور کسی جگہ اپنی ناپسندیدگی، ناراضگی اور بے زاری سے اسکی برائی ظاہر کر دی۔ کسی عمل کا عذاب، ثواب ذکر کر کے اسے اچھایا برا ظاہر کیا اور کسی فکر و عمل کے فوائد یا نقصانات گنوا کر اس کی اچھائی اور برائی ظاہر کر دی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں آگے چل کر اس طرح کی خوش رنگیاں بیان کی جائیں گی۔

موجودہ دور کو اگر ”مسائلستان“ کا دور کہا جائے تو کوئی عجب نہیں ہر طرف افراتفری اور نفسا نفسی کی کیفیت ہے انسان اتنی جدید اور عیاشیانہ سہولتوں کے باوجود اندر سے بے چین ہے شکایات کا پشتارہ ساتھ لیے پھر رہا ہے خود سے بھی مطمئن نہیں اور دوسروں پر بھی اعتبار نہیں بے کیفی کی کیفیت ہے دنیا دنیا اور میرا مال میرا مال اس کا شعار ہے اللہ سے دور ہے اور لذات ایمان سے محروم ہے بنیادی طور پر آج کے دور کے مسائل کو چار قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1- انسان کے ذاتی مسائل: مثلاً دل کی بے اطمینانی، دین سے دوری،

1- چاروں آیات و حدیث کا ترجمہ بالترتیب درج ذیل ہے۔

(1) یہ (قرآن) جہانوں کے لیے ذکر (ڈراوا) ہے اس کیلئے جو کوئی چاہے تم میں سے کہ وہ سیدھے راستے میں ہو۔

(2) جو کچھ رسول تمہیں دے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

(3) بے شک رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

(4) میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

- حالات سے مایوسی، مال کی محبت، اولاد کی نافرمانی وغیرہ وغیرہ
- 2- پاکستان کے حوالے سے مسائل: مثلاً چھینا جھپٹی، معاشرتی طبقات، قبضہ و تسلط فرقہ بندی، غربت، جہالت، بے روزگاری، وغیرہ وغیرہ
- 3- اسلامی دنیا کے حوالے سے مسائل: مثلاً نا اتفاقی، شہنشاہیت، حب مال، دینی بے غیرتی، طبقہ بندی، غیروں کے درپہ ناصیہ فرسائی وغیرہ وغیرہ
- 4- باقی دنیا کے حوالے سے مسائل: مثلاً گروہ بندی، تعصب، عصبیت، لادینیت، بغض و دشمنی، استحصال، رزق پر قبضہ، سیاسی طبقات، انسان کی تذلیل، اسلام کے خلاف اجتماع کفر، بنیاد پرستی، اسلحہ کی دوڑ، دنیا داری، دنیاوی وسائل پر قبضہ، ظلم و ستم، غصب و نہب، عیش کوشی، منافقت، سود، منشیات اور قرضے وغیرہ وغیرہ

ان کے علاوہ بے شمار مسائل ہیں جن کا استقصا یہاں ممکن نہیں مختصراً تمام مسائل کو چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

معاشرتی مسائل: مثلاً معاشرتی اونچ نیچ، فرقہ بندی، بدکاری، بے حیائی، یورپ کی نقالی کا رجحان، مادر پدر آزادی، نشہ، ناخواندگی اور بے روزگاری وغیرہ

معاشی مسائل: مثلاً رزق کے وسائل پر مخصوص لوگوں کا قبضہ، عام آدمی کی ضروریات زندگی میں رکاوٹیں، سود، سوشلزم، کمیونزم، کپٹالزم، سودی سکیمیں اور قرض وغیرہ

سیاسی مسائل: مثلاً سیاسی طبقہ بندیاں، سیاسی الٹ پلٹ، سیاسی رشوتیں، جمہوریت، مغربی جمہوریت، آمریت، سیکولرازم، تھیا کریسی سیاسی پروپیگنڈہ وغیرہ

مذہبی یا دینی مسائل: مثلاً لادینی نظریات کا فروغ، دینی بڑوں پر سب و شتم، اللہ اور رسول ﷺ سے دوری، ایمان سے محرومی، بنیاد پرستی کا ہوا، فرقہ بندی اور مذہبی نفرتیں وغیرہ

غرضیکہ لا تعداد مسائل اور ان کے جزئیات ہیں جن پر فرداً فرداً گفتگو کرنا اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں تاہم اسلامی تعلیمات اور سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے دس عظیم مسائل پر گفتگو پیش کی جاتی ہے۔ جو بنیادی بھی ہیں۔ عام بھی۔ یہ مسائل مسلم و غیر مسلم دنیا میں ایک جیسے مشکل ہیں اور ان کے بالآخر خاتمہ کے بعد دنیا یقیناً سکھ کا سانس لے سکتی ہے وہ دس مسائل یہ ہیں۔

- 1- دنیا داری اور حب مال
- 2- اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان
- 3- معاشرتی بے چینی و بد امنی
- 4- فحاشی و بے حیائی
- 5- تعصب و عصبیت
- 6- نشہ
- 7- ایک مثالی و عملی حکومت کا نہ ہونا (اسلامی فلاحی ریاست)
- 8- اخلاقی زوال
- 9- حقوق انسانی
- 10- معاشی ناہمواری۔

دنیا داری اور حب مال:

اسلام میں دنیا داری سے نفرت نہیں کہ انسان رہبانیت اختیار کر لے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ لا رہبانیۃ فی الاسلام (اسلام میں رہبانیت یعنی ترک دنیا نہیں (مسند احمد) اور نہ ہی دنیا میں کھو جانا ہے کہ انسان اپنے مقصد زندگی سے ہی غافل ہو جائے۔ جیسا کہ قرآن کا بیان ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (المُنْفِقُونَ - ۹)** ترجمہ: اے ایمان والو! تمہاری اولاد اور مال (کی محبت) تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔

اسلام کا نظریہ حیات دین و دنیا کا امتزاج ہے ہر مومن مسلمان روزانہ پانچ وقت اللہ سے یہ دعا کرتا نظر آتا ہے: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا

حَسَنَةٌ وَفِي الْأُخْرَةِ حَسَنَةٌ (البقرہ-۲۰۱) (ترجمہ: اے ہمارے رب ہمارے لیے دنیا کی اچھائی نصیب فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما) دنیا میں مال اور اولاد سے محبت کو فتنہ (آزمائش) قرار دیا گیا ہے۔

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن-۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے۔

دنیا داری اور حب مال آج کے معاشرہ کا ایسا مسئلہ ہیں جس نے پوری انسانیت کو غم و الم سے دو چار کیا ہوا ہے انسان ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہا ہے۔ لوٹ کھسوٹ اور بے چینی عام ہے۔ جمع مال کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ حلال حرام کی تمیز نہیں رہی۔ بڑی بڑی عمارتیں اور محل رہنے کے لیے بنائے جا رہے ہیں دنیاوی لذات اور عیش کو ہی سب کچھ سمجھ لیا گیا ہے۔ مغل بادشاہ بابر کے الفاظ میں آج کی دنیا کا نظریہ حیات ”بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست“ ہو گیا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشادات دنیا داری اور حب مال کے سلسلے میں اس طرح ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ فرمایا:

1- حب الدنيا راس كل خطيئة - (دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے) (مشکوٰۃ)

2- ”جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے تو (اے مسلمانو!) فنا ہونے والی چیز (یعنی دنیا) کو بچ کر باقی رہنے والی چیز (یعنی آخرت) کو اختیار کر لو۔“ (مسند احمد، مشکوٰۃ) (۱)

3- الدنيا سجن المومن وجنة للكافر (ترجمہ: دنیا مومن کا قید خانہ

1- عربی عبارت کے لیے دیکھئے انوار الحدیث ص ۴۳۱

- ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔ (مسلم) (1)
- 4- عرض کیا گیا ”سب سے اچھا انسان کون ہے؟“ فرمایا ”جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو“ پھر عرض کیا گیا ”سب سے برا انسان کون ہے؟“ فرمایا ”جس کی عمر لمبی اور اعمال برے ہوں۔“
- 5- حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے کندھے کو پکڑ کر فرمایا ”تو دنیا میں اس طرح زندگی گزار گویا کہ تو اجنبی ہے یا مسافر“ (بخاری، ترمذی، احمد) (2)
- 6- ”مجھے دنیا سے کیا سروکار میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے سایہ میں تھوڑی دیر ستانے کے لیے ٹھہرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر آگے چل پڑتا ہے۔“ (ترمذی) (3)
- 7- ”میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا تو (اب) قبروں کی زیارت کرو کیونکہ زیارت قبور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد کو تازہ کرتی ہے“ (ابن ماجہ) (4)
- 8- ”دنیا بڑی لذیذ و رنگین ہے اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں حاکم بنا دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے کام کرتے ہو (لہذا) تم دنیا کی رنگینیوں سے پرہیز کرو“ (مسلم)
- 9- ”جو شخص دنیا کے عیش پر مر مٹنے کا فیصلہ کر چکا ہو اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کو مسلط کر دیتا ہے اور اس کے سلجھے ہوئے معاملات کو پراگندہ کر کے الجھا دیتا ہے۔“ (ترمذی)

- 1- مقصد یہ ہے کہ مومن دنیا میں محض حکم خداوندی کی تعمیل اور سنت نبوی ﷺ کی اتباع میں رہتا ہے۔ لہذا وہ یہاں خوش نہیں رہتا۔ جب کہ کافر یہاں کے مزے اڑاتا ہے اور آخرت کی زندگی کا انکار کر کے موت اور احتساب حشر سے ڈرتا ہے
- 2- حدیث مبارکہ کے عربی الفاظ یہ ہیں۔ کن فی الدنيا کانک غریب او عابر سبیل۔
- 3- برائے عربی عبارت دیکھئے ترجمان الحدیث مرتبہ سید محمود حسن حصہ اول
- 4- عربی عبارت کے لیے دیکھئے انتخاب حدیث مرتبہ عبدالغفار حسن عمر پوری

10- ”دانا وہ ہے..... (جو) دنیا میں اپنے نفس کا احتساب کرتا رہے قبل اس

کے کہ قیامت کے دن اس کا محاسبہ کیا جائے۔“ (ترمذی) (1)

11- ”تم دنیا کو اس طرح حاصل نہ کرو کہ اس میں منہمک ہو جاؤ (ترمذی)

(لاتتخذوا ضیعة فترغبوا فی الدنیا) (2)

12- ”قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ برا آدمی وہ ہے جو

دوسرے کی دنیا بنانے کے لیے اپنی آخرت برباد کر لے۔“ (مشکوٰۃ،

ابن ماجہ)

13- ایک آدمی نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا کام بتائیے کہ جب

میں اسے کر ڈالوں تو اللہ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت

کریں۔“ فرمایا ”تو دنیا میں رغبت نہ کر اللہ تجھ سے محبت کرے گا

لوگوں کے مال و متاع سے بے نیاز ہو جا ان سے طمع نہ رکھ وہ تجھ سے

پیار کریں گے۔“ (مشکوٰۃ، ابن ماجہ)

14- حضرت عمر فاروقؓ نے حضور اکرم ﷺ کے جسم مبارک پر چٹائی کے

نشانات دیکھ کر فرمایا (روتے ہوئے) ”چٹائی کے نقوش آپ ﷺ کے

پہلو پر ثبت ہو گئے ہیں آپ ﷺ کا مال گودام بھی میرے سامنے ہے

حالانکہ آپ ﷺ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں دوسری طرف روم اور

ایران کے بادشاہوں کو میں عیش و نعمت کی بہاروں میں دیکھتا ہوں“

فرمایا ”اے عمرؓ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ ہم آخرت کو پائیں

اور وہ (روم و ایران کے بادشاہ) دنیا کی نعمتیں لوٹیں“ (مسلم) (3)

1- عربی عبارات (حدیث نمبر ۸، نمبر ۹، نمبر ۱۰) کے لیے دیکھئے ترجمان الحدیث حصہ اول

2- ضیعة عربی میں (۱) غیر منقولہ جائیداد مثلاً باغ، زمین، مکان (۲) تجارت (۳) فن

اور پیشہ کے معنوں میں آتا ہے (ترجمان الحدیث حصہ اول ص ۵۷)

3- عربی عبارت کے لیے دیکھئے حدیث نمبر ۱۳، ۱۴ ترجمان الحدیث حصہ اول

15- ”تم اپنی دنیا کے لیے اس طرح کام کرو گویا تم کو کل ہی مر جانا ہے“
(جامع صغیر)

16- ”سب سے عالی ہمت وہ ہے جو اپنی دنیا اور آخرت دونوں کے معاملہ میں پوری توجہ سے کام لے“ (ابن ماجہ) ^(۱)

17- ”میں اپنی امت کے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میری امت خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائے گی اور دنیاوی توقعات کے لمبے چوڑے منصوبے بنانے لگ جائے گی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حق سے دور جا پڑے گی اور آخرت سے غافل ہو جائے گی (اے لوگو!) یہ دنیا کوچ کر چکی ہے اور جا رہی ہے اور آخرت کوچ کر چکی اور آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے ماننے والے ہیں جو اس سے محبت کرتے ہیں تو یہ اچھا ہوگا کہ تم دنیا کے پرستار نہ بنو“ (مشکوٰۃ)

18- ”میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری امتیں اس پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی کہ جس طرح کھانے والے لوگ دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں“ عرض کیا گیا ”کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟“ فرمایا ”نہیں! بلکہ اس وقت تم تعداد میں کثیر ہو گے لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے کوڑا کرکٹ اور جھاگ سے زیادہ نہ ہوگی اس وقت اللہ کا فیصلہ یہ ہوگا کہ دشمن قوموں کے دل سے تمہارا رعب ختم ہو جائے گا اور تمہارے دل ”وہن“ کا شکار ہو جائیں گے۔“
عرض کیا گیا ”یا رسول اللہ ﷺ وہن کسے کہتے ہیں۔“ فرمایا ”دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کو“ (ابوداؤد) ^(۲)

19- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو وصیت کی ”اے عائشہ! خبردار!

1- عربی عبارت کے لیے دیکھئے دین رحمت از شاہ معین الدین احمد ندوی

2- عربی عبارت کے لیے دیکھئے (حدیث نمبر ۱۷، ۱۸) راہ عمل مرتبہ جلیل احسن ندوی

دنیا کے طلبگار مالداروں کے پاس مت بیٹھنا“ (ترمذی) (۱)

20- ”اللہ کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم مفلس ہو جاؤ گے میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دولت دنیا تم پر کشادہ ہو جائے گی۔ جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر یہ کشادہ ہوئی تھی اور ان ہی کی طرح تمہیں مال و دولت کی طرف رغبت ہوگی اور اس کے حصول کے لیے تم ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرو گے۔ اور یہ..... دنیا کی فراوانی، وسعت اور اسکی طرف بے انتہا رغبت..... تمہیں تباہ کر کے رکھ دے گی جیسا کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو بربادی اور ہلاکت کے غار میں دھکیل دیا تھا۔“ (بخاری، مسلم، ترمذی) (۲)

21- ”سن لو دنیا ملعون ہے اور جو چیزیں اس میں ہیں وہ بھی ملعون ہیں مگر ذکر الہی اور وہ چیزیں جنہیں رب تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اور عالم یا متعلم بھی“ (ترمذی) (۳)

22- ان النبی ﷺ نہی عن التبطل (ترمذی، نسائی) حضور ﷺ نے تجرد کی زندگی سے منع فرمایا ہے۔ (۴)

23- سرکارِ مدینہ ﷺ نے پوچھا جانتے ہو مفلس کسے کہتے ہیں“ لوگوں نے عرض کیا ”جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ ہو نہ مال و اسباب“ ارشاد فرمایا ”نہیں بلکہ مفلس وہ ہے جو قیامت کو اپنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر بہتان لگایا ہوگا کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان

1- زادراہ ص ۲۲۸

2- ترجمان الحدیث حصہ اول ص ۲۲

3- انوار الحدیث مرتبہ مولانا جلال الدین امجدی

4- نقوش رسول ﷺ نمبر ششم ص ۴۴

(مظلوموں) میں سے کسی کو فلاں نیکی دے دی جائے گی کسی کو فلاں (اسی طرح ہوتے ہوتے) اس کے ذمے جو حق آتا ہے اگر اسے چکانے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان (مظلوم) لوگوں کی خطائیں اس کے حصے میں آتی جائیں گی اور آخر کار اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا“ (مسلم، ترمذی) (۱)

24- ”بیشک اللہ انہیں عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں“ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ جلد دوم حدیث نمبر ۶۶۳۳ ص ۱۵۸)

25- ”لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جبکہ آدمی پروا نہیں کرے گا کہ وہ جو کچھ حاصل کر رہا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام ہے“ (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ)

26- ”جس نے دنیا میں شہرت حاصل کرنے کے لیے لباس پہنا تو قیامت کے روز اللہ اسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔“ (احمد، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)

27- ”آدمی (دنیا میں کئے گئے) گناہ کے باعث روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے جو اس سے سرزد ہوتا ہے“ (ابن ماجہ)

28- ”آخرت کے بیٹے بنو دنیا کے بیٹے نہ بنو (حلیہ) تم آخرت کے بیٹے بنو۔“ (بخاری) (۶۵)

۱- نقوش رسول ﷺ نمبر ششم ص ۶۵۴

☆ مزید فرمایا ”دنیا کی رغبت رنج و غم کو بڑھاتی ہے اور بے کاری انسان کو سنگدل بنا دیتی ہے“ (نقوش رسول ﷺ نمبر ششم ص ۵۶۵) پھر فرمایا ”واللہ! مجھے تمہارے بارے میں یہ خدشہ نہیں کہ تم شرک کرنے لگو گے ہاں! البتہ یہ کھٹکا ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے۔“ (بخاری شریف بحوالہ نقوش رسول جلد نمبر ہشتم ص ۴۱)

29- ” (اے لوگو!) تم دنیا کو جاگیر نہ بناؤ ورنہ تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے۔“ (ترمذی، بیہقی) (۱)

30- ”درہم و دینار کے بندے پر لعنت کی گئی ہے“ (ترمذی)

31- ”آدمی بوڑھا ہوتا ہے مگر اسکی دو باتیں جوان ہوتی ہے مال کا لالچ اور عمر کی زیادتی“ (بخاری، مسلم)

32- ”دنیا کا مال سبز، رنگین، تروتازہ اور لذیذ ہے تو جو شخص اس کو جائز طریقہ سے حاصل کرے اور جائز مصارف میں صرف کرے تو ایسا مال بہترین مددگار ہے۔“ (بخاری، مسلم)

33- ”اگلے زمانہ میں مال کو برا سمجھا جاتا تھا لیکن آج کل مال مومن کی ڈھال ہے..... حلال مال فضول خرچی میں ضائع نہیں ہوتا“ (شرح السنۃ) (۲)

34- ”ہر قوم کے لیے ایک مخصوص فتنہ ہوا کرتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔“ (ترمذی) (۳)

35- ”دنیا کی طلب خوبی کے ساتھ کرو جس کا جو حصہ مقرر ہو چکا ہے وہ اسے ضرور ملے گا۔“ (ابن ماجہ)

36- ”مذہبی فرائض کی ادائیگی کے بعد رزق حلال کی طلب فرض ہے۔ حلال روزی کی تلاش ہر مسلمان پر واجب ہے۔“ (جامع صغیر) (۴)

37- ”جس آدمی نے سوال کا دروازہ کھولا اور ارادہ مال کو بڑھانے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال میں قلت کو بڑھائے گا۔“ (احمد بحوالہ مشکوٰۃ)

1- یہ تمام حدیثیں (حدیث ۲۷ تا حدیث ۲۹) مشکوٰۃ المصابیح حصہ دوم سے لی گئی ہیں۔

2- یہ تمام حدیثیں (حدیث نمبر ۳۱ تا نمبر ۳۲) انوار الحدیث مرتبہ مولانا جلال الدین امجدی سے ماخوذ ہیں۔

3- ترجمان الحدیث حصہ اول

4- حدیث نمبر ۳۷، ۳۶ ”دین رحمت“ مصنفہ معین الدین احمد ندوی سے لی گئی ہیں۔

(جلد دوم)

38- لاتدعوا علی انفسکم ولا تدعوا علی اولادکم ولا تدعوا علی خدامکم ولا تدعوا علی اموالکم (ابوداؤد) ترجمہ: اپنی جانوں، اپنی اولاد، اپنے خدام اور اپنے مال کے حق میں بددعا نہ کیا کرو۔

39- ”سب سے زیادہ پاک و حلال کمائی آدمی کا اپنے ہاتھوں سے کام کرنا (اور کمانا ہے) اور سب سے زیادہ پاک بات وہ ہے جس میں بھلائی (تقویٰ) ہو“ (مسند احمد، کبیر، مسند بزار)

40- ”دو خونخوار بھیڑیوں کا کسی زخم کو چاٹ چاٹ کر خراب کرنا زخم کے لیے اتنا منفر نہیں جتنا ایک مسلمان کے دین کے لیے حب جاہ و مال ہے۔“ (مسند بزار)

41- ”چار باتیں بڑی بدبختی کی ہیں جن میں سے ایک ”دنیا کی ہوس“ ہے۔“ (مسند بزار)

42- حضرت انس بن مالک کا ارشاد ہے ”کہ نبی اکرم ﷺ کل کے لیے کچھ بھی ذخیرہ (جمع مال) نہ رکھتے تھے۔“ (جامع ترمذی)

43- ”زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال قیامت کے دن سانپ بن کر اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اس کے جبرٹوں کو بار بار ڈسنے کے بعد کہے گا ”میں ہوں تیرا مال، میں ہوں تیرا خزانہ“ (بخاری)

44- خیار المؤمنین القانع وشرارہم الطامع (الجامع الکبیر)
ترجمہ: قانع اچھا مسلمان ہے اور طامع برا۔

درج بالا تمام ارشادات خاتم النبیین ﷺ سے واضح ہوا کہ اگر زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق بسر ہو تو دنیا اچھی۔ اگر اس کے خلاف ہو تو دنیا بری۔ اسی طرح اگر مال دنیا کی ضرورت سمجھ کر کمایا

جائے اس سے حقداروں کا حصہ ادا کیا جائے تو یہ مستحسن اور مبارک ورنہ باعث عذاب و لعنت۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان:

آج کی دنیا اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے دور ہو چکی ہے سینے ایمان سے خالی ہو گئے ہیں۔ عیسائی ہوں یا یہودی، مجوسی ہوں یا ہندو، بدھست ہوں یا دہریے۔ سب نے ایمان اور دین کو ذاتی مسئلہ قرار دے کر اپنی زندگی سے نکال دیا ہے اب چرچ کی علیحدہ حکمرانی ہے اور حکمرانوں کی علیحدہ حکومت۔ نہ چرچ حکومت کے معاملات میں دخل دیتا ہے نہ حکومت چرچ کے معاملات میں دخل ہوتی ہے نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا میں انسانوں پر رحم دل اور خدمت گزار حکمرانوں کی حکومت نہیں ظالم، لشرے اور ”دنیا کے بندے“ حاکموں کا تسلط ہے۔

بقول حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ

نظام پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

لہذا ضروری ہے کہ لوگوں کو ایمان با اللہ اور ایمان بالرسول ﷺ کی طرف دعوت دی جائے لوگوں کی زندگیوں میں ایمان کے ذریعے انقلاب لایا جائے۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے فرمایا ”اے چچا! میں لوگوں سے صرف ایک کلمہ کا مطالبہ کرتا ہوں وہ کلمہ ایسا ہے کہ اگر لوگ مان لیں تو پورا ملک عرب (آج کے دور کے تمام عرب ممالک) ان (ایمان والوں) کے ماتحت آجائے گا اور غیر عرب یعنی (غیر مسلم) تو میں ان کو جزیہ دیں گی۔“ لوگ چونک اٹھے اور کہا ”تم ایک کلمے کا مطالبہ کرتے ہو تمہارے باپ کی قسم! ہم بیسیوں باتیں ماننے کے لیے

تیار ہیں بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے“ ابو طالب نے بھی کہا ”اے بھتیجے بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے“ فرمایا ”وہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ ہے“ (1) (مسند احمد، نسائی)

صرف کلمہ کا اقرار کرنے سے ہی مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ ایمان باللہ تقاضا کرتا ہے ایمان بالرسالت کا اور ایمان بالرسالت کا تقاضا ہے اتباع نبی ﷺ کا۔ اتباع نبی ﷺ کا مطلب ہے کہ حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنا اور آپ ﷺ کی زندگی کو اپنی زندگی کے لیے نمونہ عمل بنانا۔ یہی مقصد ہے اس حدیث کا جس میں سید المرسلین ﷺ نے فرمایا۔ قل امنتم باللہ ثم استقم (کہہ میں ایمان لایا اللہ پر پھر اس پر ثابت قدم ہو جا)

حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد مبارک ہے۔ لا یقبل الایمان بلا عمل ولا عمل بلا ایمان (ایمان عمل کے بغیر اور عمل ایمان کے بغیر مکمل نہیں ہوتا) (2)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ”جسے اس کی نیکی اچھی لگے اور برائی بری لگے وہ ایمان والا ہے“ (مسند احمد) (3)

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایمان کی بہترین خصلتیں کیا ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ”کسی سے دوستی کرے تو اللہ کے لیے دشمنی کرے تو اللہ کے اور تیری زبان پر اللہ کا ذکر جاری رہے“ پوچھا گیا اس کے بعد کیا ہے فرمایا ”تو دوسروں کے لیے اس چیز کا خواستگار ہو جسے اپنے لیے چاہتا ہے اور دوسروں کے لیے اس چیز کو گوارا نہ کر جسے اپنے لیے پسند نہیں کرتا۔“ (مشکوٰۃ)

1- لا الہ الا اللہ کے ساتھ ہمیشہ محمد رسول اللہ لازم (Understood) سمجھا

جاتا ہے یہاں بھی اسے لازم سمجھا جائے۔

2- بحوالہ کیہ نقوش رسول ﷺ نمبر جلد ششم ص ۲۸۰

3- نقوش رسول ﷺ نمبر جلد ششم ص ۳۵

حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل سے پوچھا ”اے معاذ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کے اللہ تعالیٰ پر کیا حقوق ہیں؟“ حضرت معاذ بن جبل عرض گزار ہوئے ”اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جاننے والے ہیں۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق رب عظیم یہ ہے کہ جو شخص شرک کا ارتکاب نہ کرے (اللہ) اس کو بتلائے عذاب نہ فرمائے“ (متفق علیہ)

ایمان باللہ کا زبان سے اقرار کرتے ہی اور دل سے تصدیق کرتے ہی (1) مومن پر دو قسم کے حقوق فوراً واجب ہو جاتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد، درج ذیل چند حدیثوں میں ایسے ہی حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق ایمان سے، ایمان کی کاملیت سے اور ایمان کے ذائقہ سے ہے۔ چنانچہ نبی آخر الزماں، صاحب کون و مکاں، سرورِ دل و جاں، آقائے ایں و آں، راحت صاحب دلاں، شاہ ہر جہاں، جن و انس پہ مہرباں، عمل و ایمان کی جاں ﷺ فرماتے ہیں۔

اول: ”ایمان کی کچھ اوپر ستر یا ساٹھ شاخیں ہیں..... ان میں سب سے چوٹی کی چیز لا الہ الا اللہ کا قائل ہونا ہے اور معمولی درجے کی چیز زاتے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے۔“ (مؤطا امام مالک)

دوم: ”جس شخص کی محبت اور بغض، عطا اور ترک عطا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو وہ اپنے ایمان کو مکمل کر لیتا ہے (ابوداؤد)

سوم: ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی ذات سے لوگوں کے جان و مال کو کوئی خطرہ نہ ہو۔“ (ترمذی، نسائی، بخاری)

چہارم: ”تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں (۱) کلمہ گو سے ہاتھ روک لینا (۲)

اس کی کسی لغزش پر اسکی تکفیر نہ کرنا (۳) اس کے کسی عمل کی وجہ سے اسے خارج از اسلام نہ کرنا“ (ابوداؤد) (۱)

پنجم: ”کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس

کے ماں باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ اسے محبوب نہ ہو جاؤں“ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) (۲)

ششم: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک

کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (بخاری، مسلم، ترمذی)

ہفتم: ”جب کوئی برائی ہوتی دیکھو تو اسے ہاتھ سے روکو یہ نہ کر سکو تو زبان

سے روکو، یہ بھی نہ ہو سکے تو دل ہی میں برا جانو یہ ایمان کا سب سے چھوٹا درجہ ہے۔“ (ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

ہشتم: ”تین باتیں ایمان میں شامل ہیں۔ (۱) افلاس میں خیرات دینا

(۲) انسانوں کی سلامتی کے لیے تڑپنا (۳) اپنے آپ سے انصاف کرنا“ (بزار)

نہم: عرض کیا گیا ”ایمان کیا ہے“ فرمایا ”صبر و سخا“ (طبرانی)

دہم: ”وہ شخص قرآن پر ایمان نہیں لایا جو اس کے محارم (حرام کردہ

اشیاء) کو حلال سمجھتا ہے۔“ (ترمذی) (۳)

یازدہم: ”جس کے اندر امانت نہیں اس کے اندر ایمان نہیں اور جس کو عہد کا

1- بحوالہ نقوش رسول ﷺ نمبر جلد ششم حدیث نمبر ۴۲۲

2- آج کے دور میں حضور ﷺ کی حدیث اور سنت کو عمل میں اپنی جان اور قریبوں سے زیادہ محبوب رکھنا مراد ہے۔ (انوار الحدیث)

3- تاریخ حدیث از ڈاکٹر جبیلانی برق مرحوم (حدیث ششم تا دہم)

پاس نہیں اس کے پاس دین نہیں۔“ (مشکوٰۃ) (۱)
 دوازدهم: فرمایا ”جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا“ عرض کیا گیا ”اخلاص کا مطلب کیا ہے“ فرمایا ”
 اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ توحید پڑھنے کے بعد وہ شخص اللہ کی تمام حرام کی ہوئی چیزوں سے رُک جائے۔“ (ترمذی) (۲)
 سیزدهم: میں جب تمہیں کسی چیز سے روک دوں تو اس سے اجتناب کرو اور جب کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اس پر عمل کرو۔
 (بخاری) (۳)

چہارم دہم: النکاح نصف الايمان (مشکوٰۃ جلد دوم) ترجمہ: نکاح نصف ایمان ہے۔

پانزدہم: الحياء من الايمان (ابوداؤد) ترجمہ: حیا ایمان کا حصہ ہے۔

بد مذہب

قابل غور بات یہ ہے کہ درج بالا خصائص اور تقاضوں کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان و ایقان ہمارے بہت سے ذاتی اور اجتماعی مسائل کا حل ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ یہ بہت زیادہ شافی و کافی حل ہے۔ بس آزمائش شرط ہے ثمرات خود بخود ظاہر ہو جائیں گے۔ اب ذرا چند ارشادات بد مذہبوں کے بارے میں، جو دین کا حلیہ بگاڑتے ہیں ان کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہیں کہ ایمان کے ساتھ جو عزت و وقار اور کامیابی ہے بد دینی کے ساتھ اسی سطح کی شناعیت و قباحیت ہے۔

1- راہ عمل ص ۳۰

2- زادراہ، ص ۳۱، ۳۰

3- ترجمان الحدیث حصہ اول

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”جس کسی نے بد مذہب کی تعظیم و توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد دی۔“ (مشکوٰۃ)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”جب تم کسی بد مذہب کو دیکھو تو اس سے ترش روئی سے پیش آؤ کیونکہ خدا تعالیٰ ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا ہے۔“ (صحیح ابن عساکر)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”بد مذہب دوزخ والوں کے کتے ہیں۔“ (مسند دارقطنی)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”خدا تعالیٰ کسی بد مذہب کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ نفل نہ فرض۔“ (سنن ابن ماجہ)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر مر جائیں تو جنازہ میں شرکت نہ کرو ملاقات ہو تو سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو“ (مسلم) (۱)

معاشرتی بے چینی اور بد امنی:

معاشرے میں بے چینی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دنیاوی زندگی کے لیے دوڑ لگی ہوئی ہو، نفسا نفسی کا عالم ہو، طمع اور خود غرضی غالب ہو، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش ہو، منفی جذبات مثبت خیالات پر حاوی ہوں، مال و دولت ہی معیار زندگی ہو اور عزت کا باعث ہو۔ تقویٰ، علم، حلم، صدق، زہد، عبادت جیسی مستحسن خصوصیات معاشرتی رذائل تلے دب جائیں اور پھر یہ بے چینی بد امنی کا باعث بنتی ہے زبردست زیر دست کو کھانے لگتا ہے۔

1- بد مذہبوں کے بارے میں پانچوں حدیثوں کی عربی عبارت اور ترجمہ کے لیے دیکھئے

انوار الحدیث مرتبہ مولانا جلال الدین احمد امجدی ص ۱۰۲

چوریاں، ڈاکے، بد امنی، قتل و غارت، نا انصافی، فساد عام ہو جاتا ہے غرض ہر طرف لاقانونیت اور لوٹ کھسوٹ کا عالم نظر آنے لگتا ہے عدم تحفظ کا احساس ابھرتا ہے یہ افسوسناک صورت حال آج کی دنیا میں ہر طرف عام ہے ترقی یافتہ ممالک ہوں یا ترقی پذیر، پسماندہ ہوں یا حواری (ALLIANCE) تمام ممالک میں کم و بیش معاشرتی بے چینی اور بد امنی عام ہے۔ آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے معاشرتی بے چینی کو دور کرنے اور بد امنی کو امن میں بدلنے کے لیے نہایت موثر ہدایات دی ہیں مثلاً:

۱۔ اکمل المؤمنین ایمانا احسنہم خلقاً (سیرت النبی جلد ششم بحوالہ بخاری شریف) ترجمہ: مسلمانوں میں کامل الایمان وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

۲۔ الا لا یجنی جان علی ولدہ ولا مولود علی والدہ (ابن ماجہ) ترجمہ: ہاں! باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور نہ بیٹے کے جرم کا باپ (ذمہ دار ہے)۔

۳۔ ”وہ مسلمان جو لوگوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ان کی تکلیف دہی پر صبر کرتا ہے اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے نہیں ملتا اور ان کی تکلیف دہی پر صبر نہیں کرتا ہے۔“ (بیہقی، ترمذی)

۴۔ ”قرابت کا حق ادا کرنے والا وہ نہیں جو احسان کے بدلہ میں احسان کرتا ہو بلکہ وہ ہے جو بد سلوکی پر بھی حسن سلوک کرتا ہو“ (صحیح بخاری)

۵۔ المؤمن القوی خیر و احب الی اللہ من المؤمنین الضعیف (صحیح مسلم) ترجمہ: کمزور مسلمان سے طاقت ور (قوی) مسلمان زیادہ بہتر اور خدا کو پیارا ہے۔

۶۔ ”آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو اور سب مل کر خدا کے بندے اور

آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔“ (بخاری) (۱)

۷۔ لا تعذبوا خلق الله ترجمہ: اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔ (مشکوٰۃ حصہ دوم، ص ۱۲۶)

۸۔ سباب المسلم فسوق وقتاله كفرا (مسلم)

ترجمہ: مسلمان کو گالی دینا گناہ کا کام ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

۹۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (صحیح بخاری)

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۱۰۔ ”ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال اس کی آبرو اور اس کا خون حرام ہے۔“ (ابوداؤد)

۱۱۔ ترجمہ: کسی مسلمان کے لیے یہ برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ (ابوداؤد) (۲)

۱۲۔ الخلق كلهم عيال الله فاحب الخلق عند الله من احسن الى عياله (جامع طبرانی و بیہقی) ترجمہ: ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ نیکی کرے۔

۱۳۔ ”تم لوگ جنت میں نہیں جا سکتے جب تک مومن نہیں بنتے اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو۔“ (مشکوٰۃ المصابیح)

۱۴۔ ”متکبر آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا اور نہ وہ جو جھوٹی شیخی بگھارتا ہے۔“ (ابوداؤد)

۱۵۔ ”ظلم قیامت کے دن ظالم کے لیے سخت اندھیرا بنے گا۔“ (بخاری و مسلم)

1- حدیث نمبر ۶۱ تا ۶ سیرت النبی ﷺ جلد ششم سے لی گئی ہیں۔

2- حدیث نمبر ۱۲ تا ۱۱ دین رحمت سے لی گئی ہیں۔

۱۶۔ ”جب فاسق (نافرمان، برائیاں، پھیلانے والے) کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے۔“ (مشکوٰۃ) (۱)

۱۷۔ ”اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کر دیتا ہے جس طرح آگ (خشک) لکڑی کو بھسم کر دیتی ہے۔“
(ابوداؤد)

۱۸۔ ”رضائے الہی کے لیے غصہ کے گھونٹ کو پی جانے سے بڑھ کر کوئی دوسرا گھونٹ نہیں ہے۔“

۱۹۔ ”آدمی کے لیے یہی جھوٹ کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات آگے کرے۔“ (صحیح مسلم) (۲)

۲۰۔ ”بہترین شخص وہ ہے کہ اس کا ہمسایہ اس پر خوش ہو اور اس سے اسے کبھی ایذا نہ پہنچے۔“

۲۱۔ بنی عمر اور بنی عوف دو مشہور قبیلوں میں باہم نزاع ہو گیا۔ حضور ﷺ ان کی صلح کے لیے تشریف لے گئے اس میں آپ ﷺ کی نماز کا وقت بھی تنگ ہو گیا۔

۲۲۔ حضور ﷺ بیعت لیتے تو عورتوں سے بالخصوص یہ عہد کرواتے کہ: (۳)

- ☆ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی۔
- ☆ چوری نہ کریں گی۔
- ☆ زنا نہ کریں گی۔
- ☆ اولاد کو قتل نہ کریں گی۔
- ☆ کسی پر بہتان نہ لگائیں گی۔
- ☆ میری نافرمانی نہ کریں گی۔
- ☆ بین نہ کریں گی۔
- ☆ بال نہ نوچیں گی۔
- ☆ کپڑے نہ پھاڑیں گی۔
- ☆ سینہ کو بی نہ کریں گی۔

1- حدیث نمبر ۱۶ تا ۱۷ ”رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب“ سے لی گئی ہیں۔

2- حدیث نمبر ۱۹ تا ۲۰ ”رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب“ سے لی گئی ہیں۔

3- حدیث نمبر ۲۲ تا ۲۴ ”رہبر کامل“ مولفہ مولانا عبدالمجید سوہدروی سے لی گئی ہیں۔

☆ کسی غیر محرم کے ساتھ سفر نہ کریں گی۔ ☆ خاوند کی اطاعت کریں گی۔
۲۳۔ ”کسی کو ملعون نہ بناؤ کہ تم پر خدا کی لعنت ہو یا تم پر خدا کا غضب ہو یا
تم دوزخ میں جاؤ۔“ (ابوداؤد)

۲۴۔ ”مومن نہ طعنے دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنتیں کرنے والا، نہ فحش بکنے
والا، نہ زبان درازی کرنے والا“ (ترمذی)

۲۵۔ ”اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ وہ شخص ہے جو سخت جھگڑالو
ہو۔“ (صحیح بخاری)

۲۶۔ ”ہمارے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ خائن وہ ہے جو عہدہ
مانگے۔“ (ابوداؤد)

۲۷۔ ”اگر آدم کے بیٹے کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری تلاش
کرے گا اور آدم کے بیٹے کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔“
(بخاری) (۱)

۲۸۔ ”تم اپنی اولاد کے ساتھ رحم و کرم کا برتاؤ کرو اور ان کو اچھی تعلیم
و تربیت دو۔“ (ابن ماجہ) (۲)

۲۹۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ:

(الف) ”(ہر حال میں) اللہ سے ڈرو۔

(ب) (اسلامی ریاست کے سربراہ کی بات) غور سے سنو اور اسکی
فرمانبرداری کرو۔

(ج) دین میں نئی رسمیں نکالنے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ گمراہی ہے۔“
(ترمذی، ابوداؤد) (۳)

1- حدیث نمبر ۲۳ تا ۱۲۷ سوہ حسنہ حصہ دوم سے لی گئی ہیں۔

2- ترجمان الحدیث حصہ دوم ص ۱۱۳

3- اسلامی نظام (ایک مطالعہ) از پروفیسر عطاء اللہ حسینی، ص ۲۲۷

۳۰۔ حضور ﷺ نے عورت کی ذمہ داری کو گھر کے اندر تک محدود کیا ہے مثلاً:
 تربیت اولاد، خاوند کے گھر اور مال کی دیکھ بھال، امور خانہ داری کی
 انجام دہی، پھر بھی اگر فراغت ہو تو ”عورت کو گھر میں بیکار بیٹھے
 رہنے کی جگہ چرخہ کا تنا چھپی کمائی کا مشغلہ ہے“ (حدیث نبوی)
 ۳۱۔ ”تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اسکی رعیت
 کے بارے میں باز پرس ہوگی۔“ (بخاری و مسلم) (۱)
 اگر ہم اپنے معاشرے کو ان ہدایات حدیث و سنت سے آویزاں
 کر لیں تو یقینی طور پر ہمارے معاشرتی مسائل اور بد امنی ختم ہو جائے گی اور
 دنیا پھر سے امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے گی۔ اللہ کرے ہم ایک بار پھر
 سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کر لیں۔

فحاشی و بے حیائی:

فحاشی اور عریانی کا ایک سیلاب ہے جو پورے معاشرے کو اپنے
 اندر خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جا رہا ہے۔ یہ فحاشی اور بے حیائی
 اخبارات، رسائل، فلموں، ٹیلی ویژن اور ناولوں وغیرہ کے ذریعے بھی
 پھیل رہی ہے اور جدید فیشن، مغربی تہذیب اور مالی ریا کاری کی وجہ سے
 بھی۔ فحاشی و عریانی نظریاتی بھی ہے مثلاً سگمنڈ فرائڈ کا نظریہ جنس اور
 موجودہ یورپ کا نظریہ حیات (Life is sex)۔ یہ فحاشی و عریانی عملی بھی
 ہے مثلاً قحبہ خانے، کلب، رنڈی گھر (۲) وغیرہ۔ فحاشی و عریانی کا چسکا لازماً
 بے حیائی کو دعوت دیتا ہے جس کا نتیجہ زنا کاری اور بد کاری ہوا کرتا ہے فحاشی

1- اسلامی نظام (ایک مطالعہ) از پروفیسر عطاء اللہ حسینی، ص ۲۲۷

2- ہمارے ہاں معروف زبان میں رنڈی گھر کو ”ہیرا منڈی“ کہا جاتا ہے۔ اب تو پوش
 علاقوں تک میں بھی ہیرا منڈی کے یہ ہیرے بکھر گئے ہیں۔

میں فحش گفتگو، بدزبانی، عریاں فلمیں، جنسی کہانیاں، عیاشی کا رجحان اور شہوت پرستی شامل ہے۔ جبکہ بے حیائی، دیوثی، دلالی، بے باکی، نظر بازی، بد اخلاقی اور جھگڑا فساد بلکہ قتل و غارت کو بھی شامل نتیجہ کرتی ہے فحش گوئی میں رقت، فسق اور نفاق کی ایک قسم (مظاہر قدرت کو برا بھلا کہنا) بھی شامل ہے۔⁽¹⁾

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں بڑی موثر، اہم اور نتیجہ خیز ہدایات سے انسانیت کو نوازا ہے کوئی ان پر عمل کر کے تو دیکھے۔ آئیے دیکھیے سرکار عالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے میں کیا فرما رہے ہیں:

فرمایا: ”کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنی بی بی کے پاس جاتا ہے تو دروازہ بند کر لیتا ہے اور اس پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ اس طرح وہ خدا کے پردہ میں چھپ جاتا ہے اس کے بعد لوگوں کی صحبتوں میں بیٹھتا ہے تو کہتا ہے میں نے یہ کیا میں نے یہ کیا“ اس پر سب حاضرین خاموش رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے پوچھا ”کیا تم سب اس قسم کے واقعات بیان کرتی ہو؟“ ایک عورت نے کہا ہاں! مرد اور عورت دونوں اس قسم کے واقعات بیان کرتے ہیں“ فرمایا ”کیا تم لوگ جانتے ہو کہ اسکی کیا مثال ہے اس کی مثال اس چڑیل کی سی ہے جو گلی میں ایک شیطان سے ملی اور اس (شیطان) نے اس سے مباشرت کی حالانکہ لوگ اس کو دیکھ رہے تھے“ (ابوداؤد)⁽²⁾

فرمایا: ”مومن وہ ہے جو طعن و تشنیع نہیں کرتا لعنت نہیں بھیجتا بدزبانی اور فحش کلامی نہیں کرتا۔“ (ترمذی، بخاری)

فرمایا: ”جب اللہ کسی قوم کو تباہ کرنا چاہے تو اس کی حکومت عیاشوں کے حوالے کر دیتا ہے۔“ (مسند فردوس)

1- فحش گوئی کی ان قسموں کی تفصیل کے لیے دیکھئے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ششم، ص ۶۷۹

2- سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ششم، ص ۶۸۰

فرمایا: ”لعنت اس مرد پر جو عورتوں کا لباس پہنے اور لعنت اس عورت پر جو اپنے لیے مردوں کا لباس پسند کرے۔“ (متدرک حاکم)

فرمایا: ”بدترین شخص وہ ہے جس کی زبان سے لوگ ڈریں..... خوش بخت ہے وہ جو زبان کو قابو میں رکھے“ (کنوز المحقائق)

فرمایا: ”مومن فحش گو، لعنت کرنے والا، طعنہ دینے والا اور بے غیرت نہیں ہوتا۔“ (ترمذی)

فرمایا: ”سخت دل اور سخت کلامی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔“ (شرح السنۃ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح)

فرمایا: ”عیش پسندی سے بچنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندے عیش پسند نہیں ہوتے۔“ (مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ)

فرمایا: ”اللہ نے لعنت فرمائی ہے (عریانی) دیکھنے والے پر اور جس کی طرف دیکھا جائے۔ (لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ) (بیہقی)

فرمایا: ”کوئی قوم ایسی نہیں جس میں زنا بڑھے مگر وہ قحط سے پکڑے جاتے ہیں اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں رشوت پھیل جائے مگر وہ رعب سے پکڑے جاتے ہیں“ (احمد)

فرمایا: ”تم فحش گو نہ بنو کیونکہ اللہ بد زبانی اور بے ہودہ گفتگو کو پسند نہیں کرتا“ (مسلم)

فرمایا: ”تین آدمی ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے (۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲) ماں باپ کا نافرمان (۳) وہ بے حیا جو اپنے گھر میں بے غیرتی کے کاموں کو برقرار رکھے“ (احمد، نسائی، بحوالہ مشکوٰۃ) (۱)

فرمایا: (ایک بڑی عمارت کو دیکھ کر) ”یہ کس کا مکان ہے“ بتایا گیا ایک

۱- یہ ساتوں حدیثیں مشکوٰۃ المصابیح حصہ دوم سے لی گئی ہیں۔

انصاری صحابی کا۔ آپ ﷺ اس سے ناراض ہو گئے جب تک اس نے اسے منہدم نہ کر دیا۔ (ابوداؤد)

فرمایا: (ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مخاطب ہو کر) ”خدا نے ہمیں مٹی اور پتھر کے آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔“ (ابوداؤد)⁽¹⁾

☆ ایک شخص کو برہنہ کھلے عام نہاتے دیکھا تو فرمایا ”خدا صاحب حیا کو پسند کرتا ہے پس تم میں سے جو غسل کرے اسے چاہیے کہ پردہ ڈال لیا کرے۔“ (ابوداؤد)⁽²⁾

☆ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ ایک دفعہ باریک کپڑا پہن کر آئیں تو آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا ”عورت بلوغ کے بعد صرف منہ اور ہاتھ کھلا رکھ سکتی ہے“ (ابوداؤد)⁽²⁾

فرمایا: ”اللہ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں یہی وجہ ہے جو اس نے ظاہری اور باطنی بے حیائی کو حرام کیا ہے“ (شیخین، ترمذی)

فرمایا: ”جو مرد بیخبرے بنتے ہیں اور جو عورتیں مردانی بنتی ہیں ان پر لعنت ہے انہیں اپنے گھر سے باہر نکال دیا کرو“ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد)

فرمایا: ”آنکھوں کا زنا نظر بازی ہے، زبان کا گناہ شہوانی گفتگو، دل تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اسکی تصدیق و تکذیب کرتی ہے“ (شیخین)

فرمایا: ”اللہ تعالیٰ بے حیا اور بے ہودہ گو سے بغض رکھتا ہے“ (ترمذی)⁽³⁾

فرمایا: ”اے قریشی نو جوانو! تم لوگ زنا کا ارتکاب نہ کرنا جو لوگ عفت و پاک دامنی

1- یعنی ان سے خوبصورت اور بڑی بڑی عمارتیں بنائیں یا ان کو رنگین پردوں سے سجائیں

سیارہ ڈائجسٹ رسول ﷺ نمبر دوم ص ۴۲۴

☆ رسول رحمت ﷺ از ابوالکلام آزاد، ص ۷۱

2- ایضا

3- یہ چاروں حدیثیں نقوش رسول ﷺ نمبر چہارم سے لی گئی ہیں۔

کے ساتھ جوانی گزاریں گے وہ جنت کے مستحق ہوں گے“ (حاکم، بیہقی)

☆ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم، نابینا صحابی رسول اللہ ﷺ کے ہاں تشریف لائے تو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ نے ان سے پردہ نہ کیا۔ حکم ہوا ”پردہ کرو“ تو بولیں ”کیا وہ نابینا نہیں وہ تو ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے“ فرمایا ”وہ اندھے ہیں تم تو اندھی نہیں ہو“ (ابوداؤد، ترمذی)

☆ پوچھا گیا ”دیور کا بھاج کے ہاں تنہا جانا کیسا ہے؟“ فرمایا ”دیور تو بھاج کے لیے موت ہے۔“^(۱) تم اکیلی عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو“ (صحیحین)

فرمایا: ”جن عورتوں کے شوہر گھر میں موجود نہ ہوں..... اور وہ اکیلی ہوں..... ان کا کوئی محرم بھی ان کے ساتھ نہ ہو..... تم ان کے پاس نہ جاؤ“ (ترمذی)

فرمایا: ”میں اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں کوئی اور فتنہ چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں“ (بخاری، مسلم)

فرمایا: ”جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرتی ہے تاکہ وہ اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوں وہ زانی ہے“ (نسائی، ابوداؤد)

فرمایا: ”جب (کوئی غیر) عورت تم میں سے کسی کو پسند آ جائے..... تو وہ اپنی بیوی کے پاس جائے اور اس سے ہمبستری کرے اس کی آتش شوق بجھ جائیگی۔“ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ)^(۲)

1- حدیث میں لفظ ”حمو“ استعمال ہوا ہے جو ان رشتہ داروں کے لیے آتا ہے۔ دیور، جیٹھ، بھتیجا، چچا، عم زاد بھائی، ماموں، ماموں زاد بھائی، خال زاد بھائی، بھانجہ، پھوپھی زاد بھائی (ترجمان الحدیث دوم، ص ۲۲۰)

2- اس سے اوپر سات حدیثیں ترجمان الحدیث حصہ دوم سے لی گئی ہیں۔

اس عنوان پر سینکڑوں موثر ہدایات حدیث کی کتابوں میں ہمارے
یہ مینارہ نور ہیں اور اگر عالمی سطح پر ان تعلیمات کو عام کر کے عام لوگوں میں
ان کی تفہیم کی کوشش کی جائے تو کوئی بڑی بات نہیں کہ فحاشی، بدکاری، حرام
کاری، زنا کاری، بد خوئی، بد گوئی اور عریانی کا سیلاب رک جائے۔

تعصب و عصبیت:

تعصب حمایت، طرفداری، پیچ، ہٹ بے جا حمایت کو اور عصبیت
طرف داری، رشتہ داری، قرابت، مضبوطی، طاقت کو کہتے ہیں۔⁽¹⁾ مفردات
القرآن کے مطابق ”العصبۃ“ کا معنی ہے ”وہ جماعت جس کے افراد ایک
دوسرے کے حامی اور مددگار ہوں۔“⁽²⁾ تعصب اور عصبیت کا مکروہ نظریہ
ہماری موجودہ دنیا کے امن کو خطرات سے دو چار کیے ہوئے ہے یورپ
والے عربوں کے مقابلے میں متعصب ہیں عرب ہندیوں کے مقابلے میں
متعصب ہیں گورا کالے کو اپنے برابر کا نہیں سمجھتا اور کالا گندمی کو اپنے برابر
نہیں جانتا۔ اسی طرح تہذیب و ثقافت کا تعصب ہے ایسے ہی علاقوں،
قوموں، رنگ، نسل، زبان، دین غرضیکہ لاتعداد تعصبات نے انسان کو انسان
کا دشمن بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بوسنیا، کشمیر، چیچنیا، افغانستان، عراق میں
خونریزی جاری ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں پنجابی، سندھی، سرحدی
بلوچی، کشمیری (صوبائیت کا زہر) پھر زبان پھر معاشرت اور پھر روایات کے
تعصب قومی جمعیت کے لیے زہر قاتل ہیں انہی تعصبات نے مشرقی پاکستان
کو بنگلہ دیش بنایا۔ یہی تعصبات کراچی کو خاک و خون میں نہلا رہے ہیں۔
یہی تعصبات آج کے دور جدید کی ترقی کے منہ پر کلنک کا ٹیکہ ہیں حضور ﷺ

1- فیروز اللغات (اردو)، ص ۳۶۵، ص ۸۹۷ (جامع)

2- جلد دوم ص ۸۰۱

فرماتے ہیں ” (جو لوگ دین میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں اور مختلف ٹولیوں میں بٹ جاتے ہیں) یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بدعت ہیں اور اپنی خواہشوں کے بندے ہیں۔ (جامع الصغیر)

پوچھا گیا ”عصیت کیا ہے“ فرمایا ”اپنی قوم کے ظلم کی تائید و حمایت کرنا“ (ابوداؤد) پھر فرماتے ہیں ”خوب یاد رکھو کہ نا اتفاقی برباد کر دینے والی چیز ہے۔“ (بحوالہ اسلام ہمارا دین مصنفہ مولانا کوثر نیازی)

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا ”کیا اپنے لوگوں سے محبت کرنا عصیت ہے؟“ فرمایا ”نہیں بلکہ عصیت یہ ہے کہ آدمی ظلم کے معاملہ میں اپنی قوم کا ساتھ دے“ (مشکوٰۃ) پھر فرمایا ”باہمی مخالفت سے بچو کیونکہ اس سے خوبیاں مرجاتی ہیں اور عیوب زندہ ہو جاتے ہیں۔“ (بحوالہ نقوش رسول ﷺ نمبر ہشتم، ص ۵۵۴)

فرمایا: ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصیت کی دعوت دے وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصیت کی بنیاد پر جنگ کرے اور ہم میں سے وہ بھی نہیں ہے جو عصیت کی حالت میں مرے“ (ابوداؤد) ^(۱) پھر فرمایا ”جو خروج کرے اور میری امت میں تفرقہ ڈالے اسکی گردن اڑادو“ (نسائی)

فرمایا: ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی قوم سے ظلم کو دفع کرے اور جب تک کہ (بے جا طرف داری کرے) گنہگار نہ ہو۔“ (ابوداؤد) ^(۲) ایک غزوہ میں گھوڑوں کو پانی پلاتے ہوئے دو افراد (مہاجر اور انصاری) کے درمیان تو تکار ہوگئی جس کے نتیجے میں دونوں نے اپنے اپنے ساتھیوں کو یا معشر الانصار اور یا معشر المہاجرین کہہ کر پکارنا شروع کیا

۱- راہ عمل ص ۲۱۶

۲- اصلاحات کبریٰ از ابوالقاسم رفیق دلاوری ص ۳۴۱

حضور ﷺ نے یہ سنا تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا ”میری موجودگی میں یہ جاہلیت کی پکار تم کیسے لگا رہے ہو؟“ (1)

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا ”اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم“ عرض کیا گیا ”یا رسول اللہ ﷺ! مظلوم ہونے کی صورت میں تو اپنے بھائی کی مدد کی جا سکتی ہے مگر ظالم کی مدد کیسے کریں“ فرمایا ”اس کو ظلم کرنے سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔“ (مشکوٰۃ) (2)

کیا آج کے دور میں فلسطینیوں کے مقابلے میں امریکہ کی اپنے ”نا جائز نیچے“ اسرائیل کی بے جا حمایت و پشت پناہی، یورپین انگریزوں کی مظلوم بوسنیا کے مقابلے میں ظالم سربیا اور یوگوسلاویہ کی نا جائز حمایت، مظلوم کشمیریوں کے مقابلے میں ظالم بھارت کی آشیر باد، مظلوم چیچنیا کے مقابلے میں حملہ آور روس کی باطل حمایت وغیرہ کیا یہ عصبیت نہیں ہے جس کی اوپر زبان رسالت سے مذمت کی گئی ہے اور قرآن کا اس سلسلے میں حرف آخر فیصلہ یہ ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلٰى
الْبُرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلٰى الْاِثْمِ
وَ الْعُدُوْانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ (المائدہ-۲)

ترجمہ: اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر نہ ابھارے کہ تم انہیں مسجد حرام (جانے) سے روکو اس طرح کہ زیادتی کرو اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور زیادتی اور گناہ کے کاموں

1- رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب از سید گیلانی ص ۶۳۶

2- انتخاب حدیث مرتبہ عبدالغفار حسن عمر پوری، ص ۲۵۱

میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو اور اللہ سے
ڈرتے رہو۔ (1)

نشہ و نشہ آور (مسکرات)

موجودہ زمانے میں نشہ، نشہ آور اور شراب کا فساد سب سے بڑا فساد ہے جس سے آج کا مدبر انسان بہت زیادہ خائف بھی ہے اور نقصان میں بھی۔ یورپ کی تہذیب میں تو شراب و کباب (حرام کاری) عام سی باتیں ہیں جن پہ نہ کوئی اعتراض کرتا ہے نہ ان سے بچتا ہے۔ اس کے علاوہ چرس، انیم، بھنگ، ہیروئن، مارفیا، پتھئیڈرین، گانجا، سگریٹ، برانڈی، تاڑی، ایل ایس ڈی، ٹرنکولائزر، الکحل، تھوہر کے نشہ آور مرکبات اور تمباکو نوشی کے تمام ذرائع خواہ وہ حقہ ہو یا چلم، سلفہ ہو یا نسوار، پان ہو یا تمباکو کا کوئی مرکب، یہ سب کے سب نشے عہد حاضر کے لیے نقصان و خطرہ ہیں۔ یورپ ہو یا عرب، مشرق ہو یا مغرب، گورے ہوں یا کالے، مسلم ہوں یا غیر مسلم سب ان مسکرات سے ڈرتے ہیں مگر حیرت ہے کہ یورپ کی کلہم تہذیب میں نشہ عام ہے اور اسے ذاتی معاملہ قرار دے کر نشی (نشہ کرنے والا) سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ دوسری طرف اس کا کاروبار کرنے والوں سے سختی سے نیٹا جاتا ہے اور یہ عجیب منافقت ہے کہ یورپین ممالک اسے اپنے ممالک اور تہذیبوں سے نکال دینا چاہتے ہیں مگر دوسری طرف اسے پسماندہ، غیر ترقی یافتہ اور سیاسی و مذہبی مخالف ممالک میں رواج بھی دینا چاہتے ہیں۔ یہ موجودہ ترقی یافتہ دنیا کی تضاد عملی ہے اور انسان دشمنی بھی۔ اسلام ہر قسم کے

1- کیا امریکہ کا سعودی عرب کو مشورہ دینا کہ وہ ایران اور لیبیا کے حاجیوں کو حج کے لیے سعودی عرب نہ آنے دے اور سعودی عرب کا ان پر کچھ پابندیاں لگانا عرب و عجم اور کفر و اسلام کی دشمنی کا ثبوت نہیں ہے؟

نشہ سے بلا امتیاز مسلم و غیر مسلم، گورا و کالا سب کو منع کرتا ہے فرمان الہی ہے:

”اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہیں پس تم ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم (اس عادت بد سے) باز آنے والے ہو (یا نہیں؟) (سورۃ المائدہ ۹۱، ۹۰) (۱)

کیونکہ قرآن مجید عربوں کے تہذیبی و معاشرتی پس منظر اور ان کی اصلاح کے حوالے سے نازل ہوا لہذا شراب کو ہر قسم کے ”نشہ“ کی علامت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور اس کی ممانعت ہر قسم کے نشہ کی حرمت کو شامل ہے۔ یہی وجہ سے کہ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں شراب کی حرمت اور وجہ حرمت کا سبب اس کا نشہ ذکر کیا گیا ہے۔ شراب کا نشہ دوسرے تمام نشوں (گناہوں) پر بھاری ہے اس کے ثبوت کے طور پر بعض تفسیروں میں یہ اسرائیلی قصہ نقل ہوا ہے کہ:

”ہاروت اور ماروت دو فرشتے اللہ سے انسان کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے کا عزم کر کے اس زمین پر انسانی شکل میں آئے تو ان کو صرف ایک کمزوری طمع یا ہوس یا حرص دی گئی تھی۔ زمین پر اترتے ہی ان کی نظر

۱- نشہ کی صریح ممانعت (فاجنبوہ) اور دھمکی آمیز انتباہ (فہل انتم منتہون) شراب کی حرمت کو کافی ہے سبب ممانعت دشمنی اور فساد اور اللہ کا ڈر اور عبادت سے دوری بھی آیت میں واضح کر دی گئی ہے۔ پھر بھی کئی ”ماڈرن اسکالرز“ ڈرنگرڈز (Drunkards) اور متاثرین شراب (Liberals) کہتے ہیں کہ اللہ نے شراب کو کہیں حرام قرار نہیں دیا۔

ایک نہایت خوبصورت اور نوجوان عورت پر پڑی بے قرار ہو کر اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ عورت بھی ان کے تعاقب کرنے کا ”مقصد“ بھانپ گئی۔ خواہش وصل کو اس نے تین شرطوں میں سے کسی ایک سے مقید کر دیا۔

اول: میں ایک بت پرست عورت ہوں مجھ سے وصال کرنا چاہتے ہو تو بت کو سجدہ کرو۔

دوم: میرا خاوند بھی ہے جسے میں پسند نہیں کرتی۔ وہ اندر سو رہا ہے اسے قتل کر دو اور مجھ سے وصال کے مزے لوٹ لو۔

سوم: یہ شراب کا پیالہ پڑا ہے اسے پی جاؤ پھر میں ”تمہاری“ انہوں نے نہ تو شرک کیا کہ یہ گناہ عظیم ہے نہ قتل کیا کہ یہ بھی شرک کی قبیل کا ہی کبیرہ گناہ ہے۔ ”شراب“ یہ سمجھ کر پی لی کہ یہ پینے والے کے لیے ”ظلم علی نفسہ“ (صرف اپنی جان پر ظلم) ہی ہوگا۔ دوسرے کسی کا نقصان تو نہیں۔ جو نبی نشے میں آئے بت کو سجدہ بھی کیا۔ محبوبہ کے خاوند کو بھی قتل کر دیا اور محبوبہ سے زنا کاری بھی کی۔ (نعوذ باللہ من ذالک)⁽¹⁾

بہر حال آقائے دو جہاں، رحمت رحماں، سرور دل و جاں، ہادی دوراں، کل پر مہرباں، محبوب رب انس و جاں ﷺ کے چند ارشادات حاضر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

۱۔ ”ہر سکر لانے والی چیز خمر (جو عقل کو ڈھانپ دے) ہے اور ہر خمر حرام ہے۔“ (مسلم، ابوداؤد، احمد)

۱۔ صحیح ابن حبان اور بیہقی میں یہ واقعہ کچھ اختلاف کے ساتھ آیا ہے۔ اسرائیلی روایات کو ہم عقیدۃ تسلیم نہ بھی کریں تو بھی فساد شراب کی حقیقت کشائی کے لیے یہ واقعہ خوب ہے۔

۲۔ ”ہر وہ چیز جو سکر (عقل و شعور سے غفلت) لائے کثیر ہو یا قلیل حرام ہے۔“ (مسند دارمی)

۳۔ ”میں ہر اس شے کی ممانعت کرتا ہوں جو نشہ آور ہو اور نماز سے غافل کر دے۔“ (بخاری، مسلم)

۴۔ ”میری امت پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ وہ ایک چیز پیئیں گے جس کا نام بھنگ ہوگا میں ان لوگوں کے عمل کا ذمہ دار نہیں ہوں۔“ (مستدرک الوسائل)

۵۔ (قول سیدہ عائشہ صدیقہؓ) ”کسی نشہ آور چیز کو حلال قرار نہیں دینا چاہیے۔ چاہے وہ روٹی ہی کیوں نہ ہو چاہے وہ پانی ہی کیوں نہ ہو۔“ (نسائی)

۶۔ ”میری امت میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جو (نام بدل کر) زنا کاری، ریشم کا لباس، شراب اور ساز و موسیقی کو حلال کر لیں گے۔“ (بخاری) (☆) ”لوگ شراب پیئیں گے اور اسے اس کے اصل نام کی بجائے کسی دوسرے نام سے پکاریں گے۔“ (ابوداؤد، ابن حبان)

۷۔ ”شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔“ (مسلم، ابوداؤد، احمد، ترمذی)

۸۔ ”جو شخص شراب پئے اسے کوڑے لگاؤ (۱) دوبارہ پئے تو کوڑے لگاؤ سہ

☆ غیر مسلم حضرات کے لیے شراب کو جائز سمجھا جاتا ہے مگر تورات، انجیل اور ہندوؤں کی تعلیمات میں بھی اسے حرام قرار دیا گیا ہے (اس سلسلے میں دیکھئے ایک اسلام از ڈاکٹر غلام جیلانی برق، ص ۱۴۹)

۱۔ حضور ﷺ نے ایک شرابی کو دو شاخہ چھڑی سے چالیس دفعہ مارا جس سے اسی کوڑوں پر استشہاد کیا گیا ہے۔ (دیکھئے تفسیر حقانی جلد دوم ص ۱۹۳) اسی سزا پر دور صدیقی ”وفاروقی“ میں عمل کیا گیا اور آج تک مسلم امت کا اس سزا پر اتفاق ہے۔

بارپے تو کوڑے لگاؤ چوتھی بارپے تو قتل کر دو۔“ (نسائی و حاکم)
 علامہ ابن القیم نے حشیش کو خمر کی تعریف میں داخل کیا ہے (زاوا
 المعاد جلد دوم) علامہ ذہبی نے اسے ”کل مسکر حرام“ کے تحت حرام قرار دیا
 ہے۔ (کتاب الکبائر) امام نووی اور حافظ عسقلانی نے بھی حشیش کو
 مسکرات میں شمار کیا ہے (فتح الباری) ”در مختار“ میں بھنگ، حشیش اور افیون
 کو مسکرات میں شمار کر کے حرام قرار دیا گیا ہے۔ علامہ یوسف القرضاوی نے
 ”حلال و حرام“ میں تمباکو کو ”مضر صحت“ اور ”ضیاع مال“ کے امتناعی احکام
 کے تحت حرام قرار دیا ہے۔ (ص ۹۹) عہد حاضر کا انسان اگر ”نشے“ کے
 عفریت سے بچنا چاہتا ہے تو اسے لازماً رسول آخر الزمان ﷺ کی روشن روشن
 ہدایات سے استفادہ کرنا ہوگا۔

ایک مثالی ریاست (فلاحی ریاست)

افلاطون کی ”مثالی جمہوریہ“ ہو یا نکولومیکیا ولی کی ”دی پرنس“
 (The Prince) چانکیہ کے اقوال ہوں یا ”تالمود“ کی تعلیمات، کارل
 مارکس کی سرمایہ دارانہ جمہوریت (Capitalism)، ہو یا اشتمالی فلسفہ
 حیات (Communism)، جمہوری حکومت (Democracy)
 ہو یا آمریت ہو (Dictatorship)، پارلیمانی نظام حکومت
 (Presidential Govt. System) ہو یا معززین کی حکومت
 (Aristocracy)، اسلامی ریاست (Islamic State) کے مقابلے
 میں ان کی اہمیت و حیثیت صفر ہے۔ اسلام میں نہ تو نسلیت اور وطنیت کے
 راگ ہیں نہ بادشاہ ابن بادشاہ کا تصور، نہ زمینوں سے رشتہ ہے نہ زبانوں
 اور تہذیبوں سے تعلق، یہی علامہ اقبالؒ بھی فرما رہے ہیں ذرا کان لگا کر
 سنئے تو:

اپنی ملت پر قیاس اقوال مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی!
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری (1)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیا
ہے۔ (البقرہ۔ ۳۰) اور خلافت الہیہ یا نیابت الہی کے لیے درج ذیل عناصر
کو ضروری قرار دیا ہے:

- ۱۔ عدل و انصاف (سورۃ ص۔ ۲۶)
 - ۲۔ سربراہ مملکت کی جسمانی و ذہنی تندرستی (سورۃ البقرہ۔ ۲۳۷)
 - ۳۔ خلفاء ایمان والے اور لوگوں کے خیر خواہ ہوں (سورۃ النور۔ ۵۵)
 - ۴۔ متقی ہوں (سورۃ الحجرات۔ ۱۳)
 - ۵۔ عبادت کرنے والے، مستحقین کی مالی امداد کرنے والے، امر بالمعروف
و نہی عن المنکر پر کار بند (سورۃ الحج)
 - ۶۔ صالح و صلاحیت مند (سورۃ الانبیاء)
 - ۷۔ ملک کے خزانوں کی حفاظت کرنے والے اور اہل علم (سورۃ یوسف
۵۴، ۵۵)
 - ۸۔ حاکمیت الہی کو قائم کرنے والے (سورۃ آل عمران۔ ۱۸۹)
 - ۹۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے (سورۃ النساء۔ ۵۹)
 - ۱۰۔ قانون الہی پر کار بند (سورۃ الحج۔ ۳۰) (2)
- رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے ”اسلام اور حکومت و ریاست دو

۱۔ اسلامی ریاست از مودودی، ص 241.42

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے احکام القرآن (حصہ سوم) مولفہ چوہدری نذر محمد ص

جڑواں بھائی ہیں دونوں میں کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی سی ہے اور حکومت گویا اسکی نگہ بان ہے جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہ بان نہ ہو تو وہ لوٹ لیا جاتا ہے“ (کنز العمال) (1)

حضور شافع محشر ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے مجھے غم پہنچانے والا اور غم میں گھلانے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ (عوام کے لیے) معلم اور مشکل کشا بنا کر مبعوث کیا ہے۔“ (2)

اسلامی فلاحی ریاست میں ”سید القوم خادمہم“ کے ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق ”حاکم قوم (جو کہ) ساری قوم کا خادم ہوتا ہے“۔ ”الناس علی دین ملوکہم“ کے مطابق اسے درست عقیدہ و نظریات کا حامل ہونا چاہیے کیونکہ ساری قوم نے اسکی اتباع کرنا ہوتی ہے۔ حضور سرور کائنات کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ”مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے اولی الامر کی بات سنے اور مانے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند“ (بخاری) (3) فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة (مشکوٰۃ) ترجمہ: پس اگر خدا کی نافرمانی کا حکم دے تو پھر نہ سنا (فرض) ہے۔ اور نہ اطاعت کرنا (فرض) ہے۔ (4) ”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ“ (بخاری) ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق امیر اپنے فرائض کا ذمہ دار ہے اور شہری اپنے فرائض کا۔ ”من حمل علینا السلاح فلیس منا“ کے مطابق اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت دین و ایمان سے محرومی اور گردن زدنی ملک بدری کا باعث ہے۔ ”اعمالکم عمالکم“ کی

1- اسلامی نظریہ حیات مولفہ خورشید احمد، ص ۳۰۵

2- مشکوٰۃ شریف دوم ص ۱۰۱، حدیث نمبر ۳۱۱۱

3- اسلامی نظریہ حیات ص ۲۱۲

4- انتخاب حدیث ص ۳۱۸

روشنی میں رعایا کو اپنی اصلاح خود کرنی چاہیے حکمران خود بخود اچھے ہو جائینگے۔ حضور ﷺ نے بنیادی طور پر مسلمان حاکم کے فرائض اس طرح گنوائے ہیں۔ (مشتے از خروارے)

الف۔ ”جو حکمران حاجتمندوں، غریبوں اور محتاجوں پر اپنا دروازہ بند کر لے گا اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات اور محتاجی پر آسمان کے دروازے بند کر دے گا۔“ (ترمذی)

ب۔ ”تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں تم ان کے لیے دعا کرو اور وہ تمہارے لیے دعا کریں۔“ (مسلم)

ج۔ ”جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی امان میں لے رکھا ہے اس لیے تم اسکی حق تلفی کر کے اللہ کے ساتھ خیانت نہ کرو۔“ (بخاری)

د۔ ”جو شخص ہمارا ”عائل“ ہو وہ شادی کے اخراجات بیت المال سے حاصل کرے نو کر نہ ہو تو وہ رکھ لے اور گھر نہ ہو تو وہ بھی (حکومت کی طرف سے) حاصل کر لے۔“ (مشکوٰۃ)

ہ۔ ”لوگو! تم سے پہلی امتوں کی گمراہی کا سبب یہ ہے کہ جب معزز آدمی نے چوری کی (یعنی جرم کیا) تو اسے چھوڑ دیا اور جب کمزور آدمی نے چوری کی تو اس پر حد قائم کر دی۔“ (بخاری، مسلم) (۱) (☆)

۱۔ ترجمان الحدیث حصہ اول

☆ آپ ﷺ تقرر فرمانے سے پہلے ہر نائب کو ہدایت کرتے کہ (۱) ہر ایک سے خوش اخلاقی سے پیش آنا (۲) سختی نہ کرنا (۳) لوگوں کو وحشت زدہ نہ کرنا (۴) دشواری پیدا نہ کرنا (۵) اتفاق قائم رکھنا (بحوالہ ماہنامہ ”درویش“ لاہور انسان کامل، نمبر، ص ۱۲۲)

جن حاکموں اور رعیت کے رویے درج بالا اسلامی احکام کے مطابق ہو جائیں وہ ریاست فلاحی نہ ہوگی تو کیا ہوگی۔ آزما کر تو دیکھیں۔

اخلاقی زوال:

موجودہ دور اپنی بے بہا ترقی اور چکا چوند کے باوجود تا حال اخلاقی پستی کا دور ہے۔ عزت، مروت، شرم و حیا، اچھی عادتیں، شریفانہ اطوار، اصول پسندی، اعلیٰ ظرفی، الفت و محبت، مواسات رواداری اور انسانی شرف ہم سے رخصت ہو چکا ہے۔ غیر مسلم قوموں کا حال ہم سے بھی گیا گزرا ہے۔ حضور معلم اخلاق ﷺ کے اخلاق بھی اعلیٰ تھے۔ (وانک لعلی خلق عظیم) اور آپ ﷺ کا شرف صاحب مکارم اخلاق بھی ہے (بعثت لاتمم مکارم الاخلاق) (☆) آپ ﷺ نے اخلاق کو ایمان کے کمال کی نشانی قرار دیا ہے۔ (1) اور بد اخلاقی کو نامرادی سے (2)۔ آپ ﷺ کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں:

”خیانت سے بچو کہ وہ بدترین ساتھی ہے ظلم سے بچو کہ وہ قیامت کے دن اندھیروں کا باعث ہوگا طمع اور لالچ سے بچو کہ اسی چیز نے تم سے پہلوں کو غارت کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہانے لگے اور انہوں نے اپنے رشتے ناطے توڑ ڈالے۔“ (طبرانی، اوسط، وکبیر)

پھر فرمایا: ”خدا کی قسم! جو شخص ناجائز طور پر (کسی سے) کوئی چیز لے گا قیامت کے دن اسے اٹھائے ہوئے دربار خداوندی میں داخل ہوگا۔“

☆ حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد مبارک ہے ”لوگوں کو تم دولت سے اپنا گرویدہ نہیں کر سکو گے اس لیے انہیں اپنے (عمدہ) اخلاق سے (اپنا) گرویدہ کرو“ (بحوالہ نقوش رسول ﷺ نمبر ہشتم، ص ۵۶۳)

1- ابوداؤد، مشکوٰۃ بحوالہ انتخاب حدیث، ص ۱۳۴

2- سورة الشمس - ۱۰ بحوالہ اسلام کے کارہائے نمایاں، ص ۱۸۷

(مسلم شریف)

پھر فرمایا: ”تم میں سے جو یہ چاہتا ہو کہ وہ کل (قیامت کو) مجھ سے حوض کوثر پر ملے اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ اور اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھے سوائے نیک کاموں کے ان سے کوئی کام نہ لے“ (سیرت النبویہ و آثار الحمدیہ)

پھر فرمایا: ”تین باتیں نجات دینے والی ہیں۔ (۱) چھپے اور کھلے میں اللہ کا خوف (۲) خوشی اور ناراضگی کی حالت میں عدل (۳) تنگی اور خوشحالی میں میانہ روی۔ تین باتیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ (۱) ایسا بخل کہ آدمی جس کے پیچھے پڑا رہے۔ (۲) ایسی خواہش نفس کہ جس کی پیروی کی جائے (۳) خود پسندی اور غرور نفس“

پھر فرمایا: ”چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا“ پھر فرمایا ”تم حسد سے بچو“ پھر فرمایا ”تم بدگمانی سے بچو“ پھر فرمایا ”لڑکیوں کو گھروں میں پابند کرنا عزت کی بات ہے“ پھر فرمایا ”جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا“

پھر فرمایا ”اچھا گمان رکھنا اچھی عبادت ہے“ پھر فرمایا ”مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے“ پھر فرمایا ”بے شک بہادر وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھے“ پھر فرمایا ”مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے

اللہ نے منع فرمایا ہے“ پھر فرمایا ”مومن دھیما اور نرم مزاج ہوتا ہے۔“

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا میں تمہیں نہ بتا دوں کہ تم میں برے لوگ کون ہیں جو اکیلے کھائیں برتنے کی چیزیں دینے سے منع کریں اور اپنے غلام کو ماریں۔“ اس سے بھی بدتر شخص وہ ہے جو لغزش سے درگزر نہ کرے معذرت قبول نہ کرے اور گناہ معاف نہ کرے۔“ اس سے بھی بدتر شخص وہ ہے جو لوگوں سے نفرت کرتا ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں۔“

(الکامل للمبرود)

حضور صاحب خلق عظیم و لطف عمیم ﷺ نے جن اخلاقِ حسنہ کو پسند فرمایا ہے ان میں صدق، صبر، حیا، احسان، احسان، امانت و دیانت، وفائے عہد، شکر، عفو، عدل و انصاف، تواضع و انکساری، حلم و بردباری، رحم، سخاوت، شجاعت، ایثار، حق گوئی، اعتدال، رفیق و نرمی، حسن معاملہ، اچھا مشورہ، حفاظت راز، گناہوں پہ پردہ ڈالنا، پردہ، غصہ بصر، نگاہ کی حفاظت، مہمان نوازی، عیادت، تعزیت، خدمت خلق، شفقت، قناعت، سیر چشمی، زہد، تحصیل علم، خاموشی، ادائیگی حق، پاکیزگی، سکون و وقار اور ترک لالیعی (تفصیل کے لئے اخلاقِ حسنہ حصہ دوم، اسلام کے کارہائے نمایاں)

حضور ﷺ نے جن اخلاقِ شنیعہ کو ناپسند فرمایا ہے اور انہیں چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے ان میں کذب، وعدہ خلافی، خیانت، کبر، حسد، خود ستائی، غیبت، تمسخر، بدظنی، بخل، چغتل خوری، ظلم، منافقت، خوشامد، فحش گوئی، حرص و طمع، ریاکاری، غیظ و غضب، عیب لگانا، بدزبانی، بہتان، جھوٹی قسم، نوحہ گرنا، افواہ سازی، جھگڑالو پن، غصب و نہیب، لوٹ کھسوٹ، ذخیرہ اندوزی، قتل، خودکشی، شراب خوری، عیش پسندی، تجسس، بے صبری، اسراف، کثرت سوال، دریوزہ گری، پیٹو پن، خفیہ سرگوشیاں، لعنت بازی، انتقام جوئی، عدم مساوات، بد نظری، بے حجابی، چوری و نقب زنی، قمار بازی، سود، رہزنی، ناپ تول میں کمی، نام و نمود، راگ رنگ، افراط و تفریط، منافقت، کینہ، رعونت، بے مقصد شاعری، فساد انگیزی، حق تلفی، خود غرضی، تنگ دلی، نقالی وغیرہ⁽¹⁾ جس قوم کی زندگی میں اتنے زیادہ اخلاق شامل ہو جائیں اور

1- دیکھئے اخلاقِ حسنہ حصہ دوم، دیکھئے انتخاب حدیث مولفہ مولانا عبدالغفار حسن، دیکھئے اسلام کے کارہائے نمایاں مولفہ پروفیسر غلام رسول چودھری، دیکھئے اصلاحات کبریٰ از مولانا داوری، دیکھئے سیرت رسول عربی ﷺ مولفہ علامہ نور بخش توکلی حصہ دوم، دیکھئے نقوش رسول ﷺ نمبر حصہ ششم

جو قوم اتنے گونا گوں رذائل سے پاک ہو جائے اس کی کامیابی اور فلاح میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

حقوق انسانی:

اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ ڈھنڈورہ حقوق انسانی کا پیٹا جا رہا ہے۔ اقوام متحدہ، ایمنٹسی انٹرنیشنل، ایشیا و اچ اور دوسری بہت سی تنظیمیں اس وقت عالمی سطح پر کام کر رہی ہیں مگر حال یہ ہے کہ عہد حاضر میں سب سے زیادہ انسانی حقوق ہی پامال ہو رہے ہیں نظریاتی لحاظ سے بھی اور عملی انداز میں بھی۔ ہر طرف حقوق حقوق کا داویلا مچ رہا ہے مگر فرائض سے جان بوجھ کر چشم پوشی کی جا رہی ہے کسی کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے کسی کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دیا جاتا ہے، کسی ملک کا نظام زیر تنقید ہے، کسی ریاست کی خوشحالی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ درحقیقت ہر زبردست کمزور کو دبانے کے چکر میں ہے اسے مزید کمزور رکھنے کی تگ دو کر رہا ہے۔ ظلم کا دور دورہ ہے اجتماعی قتل، اجتماعی عصمت دری، قتل، ڈاکے، دھوکہ دہی، طبقات میں تقسیم، اجارہ داری، قبضہ، چھینا جھٹی، لوٹ کھسوٹ، کیا یہ سب انسانی حقوق کی پامالی نہیں ہے؟ یقیناً ہے اور عہد حاضر کا ہر ذی شعور اس صورت حال سے بہت پریشان ہے۔ اگر آج انسانی ناقدری کا یہ عالم ہے تو آنے والے کل کے بھیانک ہونے کا کتنا کر یہ تصور کیا جا سکتا ہے؟

امام احمد رضا خان بریلویؒ لکھتے ہیں ”حقوق العباد (حق العبد) ہر وہ مطالبہ (مالی) ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لیے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان و آزار ہے جو بغیر اجازت شرعیہ کسی قول، فعل، ترک سے کسی کے دین، آبرو، جان، جسم، مال یا قلب کو پہنچایا جائے۔⁽¹⁾ حضور محافظ حقوق انسانی ﷺ

۱- نقوش رسول ﷺ نمبر حصہ ہشتم، ص ۶۵

فرماتے ہیں:

”یعنی دفتر تین ہیں ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ کو کچھ پروا نہیں اور ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے (وشرک) کہ کسی طرح بخشا نہ جائے اور وہ دفتر جس کی اللہ عزوجل کو کچھ پروا نہیں وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کا معاملہ میں کہ کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے اور درگزر فرمائے اور وہ دفتر جس میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (مسند احمد، مستدرک حاکم) (1)

فتح مکہ کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے سرکارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

”انسانوں کی اب دو ہی قسمیں ہیں یا تو وہ نیک اور پرہیزگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز، یابد اور غیر منقہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلیل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مردِ عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت اور پہچان رہے تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف اور معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ (ابن کثیر) (2)

1- بحوالہ معارف رضا مجلہ ۱۹۹۱ء، ص ۲۱، ۲۰

2- نقوش رسول ﷺ نمبر حصہ ہشتم ص ۶۵

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے سرکارِ مدینہ ﷺ

نے فرمایا:

”لوگو! ہاں بے شک تمہارا رب ایک ہے، ہاں! عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے (مسند احمد) تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ (مستدرک حاکم و طبری) (☆) تمہارے غلام، جو خود کھاؤ، وہی ان کو کھلاؤ جو خود پہنو، وہی ان کو پہناؤ (ابن سعد)

عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو، تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے (صحیح مسلم، ابو داؤد) عورتوں پر جسمانی تشدد سے منع کیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ) تمہارا خون، تمہارا مال (اور تمہاری جان ایک دوسرے پر) تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر (بخاری و مسلم) (1)

حضور نبی کریم ﷺ نے قرآن کی تعلیمات، اپنے اقوال و ارشادات اور اسوہ حسنہ کے ذریعے کائنات کے تمام طبقوں، انسانوں کے تمام گروہوں اور کل مخلوقات کے حقوق، (ماں، باپ کے علیحدہ علیحدہ بھی) اولاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق (خاوند اور بیوی کے علیحدہ علیحدہ حقوق بھی) رشتہ داروں کے حقوق، یتیموں کے حقوق، پڑوسی کے حقوق، مسافر کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، میزبانوں کے حقوق، محتاجوں کے حقوق، بیمار کے حقوق، ملازم کے حقوق، مساکین کے حقوق، ذکور و اناث کے علیحدہ علیحدہ حقوق،

☆ ملامہ اقبال فرماتے ہیں:

تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے
حذر اس چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

۱- سیارہ ذابجست رسول ﷺ نمبر حصہ اول، ص ۳۲۹

معلم کے حقوق، متعلم کے حقوق، بیوہ کے حقوق، مطلقہ کے حقوق، محنت کش کے حقوق، آجر کے حقوق، حاکم کے حقوق، رعایا کے حقوق، احباب کے حقوق، اہل کتاب و اہل معاملہ کے حقوق، دشمن کے حقوق، غیر مسلم رعایا کے حقوق، قیدیوں کے حقوق، نوزائیدہ کے حقوق، سرداروں (شیوخ) کے حقوق، سفید پوشوں کے حقوق، مردہ کے حقوق، ضعیفوں کے حقوق، ناداروں کے حقوق، انسان کے جسم کے اس پر حقوق، اسی طرح ہر ایک کے فرائض بھی۔⁽¹⁾ کیا اقوام متحدہ کا تیس دفعات پر مشتمل حقوق انسانی کا محدود و مشروط چارٹر اسلام میں محفوظ انسانی حقوق سے مقابلہ کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں (تفصیل کے لیے دیکھئے بنیادی حقوق از محمد صلاح الدین)

اسلام کے عطا کردہ عمومی، بنیادی حقوق ذیل میں مندرج ہیں۔

- | | |
|---------------------------|--|
| ۱۔ تحفظ جان | ۲۔ تحفظ ملکیت |
| ۳۔ تحفظ آبرو | ۴۔ نجی زندگی کا تحفظ |
| ۵۔ شخصی آزادی کا تحفظ | ۶۔ عمل غیر سے برأت |
| ۷۔ ظلم کے خلاف احتجاج | ۸۔ آزادی اظہار رائے |
| ۹۔ آزادی ضمیر و اعتقاد | ۱۰۔ حق مساوات |
| ۱۱۔ حق عدل | ۱۲۔ معاشی تحفظ کا حق |
| ۱۳۔ معصیت سے اجتناب کا حق | ۱۴۔ آزادی تنظیم و اجتماع |
| ۱۵۔ سیاسی آزادی | ۱۶۔ آزادی نقل و حرکت |
| ۱۷۔ حق اجرت و معاوضہ | ۱۸۔ تعلیم کا حق |
| ۱۹۔ بیت المال میں حق | ۲۰۔ اپنی صلاحیتوں کے مطابق روزگار کا حق ⁽²⁾ |

۱۔ دیکھئے اس عنوان پر مختلف کتابیں

۲۔ بنیادی حقوق از محمد صلاح الدین مرحوم، ص ۳۱۵ تا ۳۲۱

جہاں حقوق انسانی کا اتنا تحفظ ہو اور عام آدمی کو اس کا حق گھر پر مل رہا ہو کیا وہاں کوئی مشکل ”مشکل“ رہ سکتی ہے؟ کوئی محرومی، محرومی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں!!

معاشی ناہمواریاں:

عہد حاضر میں معاشی ناہمواریاں بہت زیادہ ہیں روپے پیسے کے لیے دوڑ لگی ہوئی ہے انسانی شرف و وقار بک گیا ہے۔ اب معیار تقویٰ اور کردار نہیں رہا بلکہ پیسہ بن گیا ہے سرکار ﷺ کا فرمان ذی شان ہے ”لوگوں پر وہ زمانہ بھی ضرور آئے گا جس میں فائدہ نہیں پہنچائیں گے مگر درہم و دینار“ (مشکوٰۃ کتاب البیوع) مہاتما بدھ کے قول کے مطابق کہ ”خواہشیں کم کر لو تمہارے غم خود بخود کم ہو جائیں گے“ خواہشوں کی زیادتی نے غموں اور مشکلات میں اضافہ کر دیا ہے آج کا انسان رزق کے ذرائع پر قبضہ کر کے بیٹھا ہوا ہے سہولیات زندگی کی فراوانی نے بھی انسان کی مالی ضرورتوں کو بڑھا دیا ہے مشینی زندگی نے بھی اہل حرفہ کی آمدن کو متاثر کیا ہے یہ سب نتیجہ ہے انبیاء کی تعلیمات سے روگردانی کا۔

اس وقت اسلام کے معاشی نظام کے مقابلے میں دنیا میں دو معاشی نظام چل رہے ہیں بلکہ ناکام ہو چکے ہیں ایک اشتراکیت (Communism) اور دوسرا سرمایہ داری (Capitalism)۔ دراصل ان نظاموں کی بنیاد فلسفہ مادیت پر قائم ہے جبکہ اسلام کا معاشی نظام مادی کم ہے اور روحانی و انسانی زیادہ ہے۔⁽¹⁾ اس کے علاوہ جاگیردارانہ نظام بھی چل رہا ہے (Feudal System) جس میں اقتدار کی بنیاد زمین کی ملکیت اور قبضہ ہے یہ بھی فلسفہ مادیت پر چل رہا ہے۔⁽²⁾ اسلام میں اصل ملکیت تو اللہ کی

1- اسلام کا معاشی نظام از ڈاکٹر اسرار احمد ص ۴۲

2- اسلامی نظام (ایک مطالعہ) ص ۲۶۷

ہے۔ فحوائے آیہ قرآنی لِّلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
(ترجمہ: اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے)۔
بقول شیخ سعدی شیرازی

ایں امانت چند روزہ نزدماست درحقیقت مالک ہر شے خداست
یا بقول حکیم الامت:

رزق خود را از زمین بردن رواست ایں متاع بندہ ملک خداست!
مگر اسلام میں نجی ملکیت، ذاتی اکتساب اور آزاد معیشت کے
اصول سے گانہ کو قانونی سطح پر برقرار رکھا گیا ہے اسلام میں روزی کی تلاش کا
حکم موجود ہے۔

فَانْتَشِرُوا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (جمعہ)
ترجمہ: تو پھیل پڑ زمین میں اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

☆ ایک آدمی مزدوری کرتا تھا پھاوڑا چلاتا تھا جس کی وجہ سے اس کے
ہاتھ سیاہ ہو گئے تھے حضور ﷺ نے دیکھا، پوچھا عرض کیا پتھر پر پھاوڑا
چلاتا ہوں اور اس سے اپنے بال بچوں کے لیے روزی کا سامان پیدا
کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ چوم لیا۔ (بحوالہ تعلیم القرآن
مولفہ محمد اویس ندوی ص ۸۲)

☆ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”تم میں سے کسی کو زیب نہیں دیتا کہ ہاتھ
پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور رزق کی تلاش نہ کرے“ (بحوالہ اسلامی
نظام، ایک مطالعہ ص ۲۸۳)

☆ پھر فرمایا ”جو شخص دنیا کو جائز طریقے سے حاصل کرتا ہے تاکہ
مانگنے سے بچے اور اہل و عیال کی کفالت کرے اور ہمسائے کی مدد
کرے“ (بحوالہ اساس تہذیب)

☆ حضور ﷺ نے ابن آدم کا بنیادی حق (ضرورت) یہ بتائی (۱) ایک

مکان رہنے کے لئے (۲) پہننے کے لیے کپڑا (۳) کھانے کے لیے روٹی (۴) پینے کے لیے پانی (ترمذی)

☆ حضور ﷺ نے مالداروں کو بکریاں پالنے، غریبوں کو مرغیاں پالنے اور عورت کو چرخہ کاتنے کی صلاح دی (ابن ماجہ و کنوز الحقائق) تاکہ کام سے لگے رہیں اور افلاس و تنگدستی سے بچے رہیں کیونکہ كساد الفقران يكون كفرا (بیہقی) کے مطابق انسان کا تہی دست ہونا سب سے بڑی برائی (کفر) ہے یہ بھی فرمایا۔ الید العلیا خیر من ید السفلی (ترجمہ: دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے) (۱)

ایک صحابی نے افلاس کا رونا رویا تو آپ ﷺ نے اس کا پیالہ اور کمبل نیلام عام کے ذریعے بیچ کر اسے کلہاڑی اور رسی لے کر دی کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچے۔ محنت کے اثرات ظاہر ہوئے وہ خوشحال ہو گیا فرمایا: ”یہ گداگری سے بہتر ہے گداگری تو آدمی کے چہرے کا داغ ہے جو صرف اپانج لوگوں کے لیے جائز ہو سکتی ہے۔“ (۲)

اسلام میں ایک طرف تو ”قل العفو“ کا حکم ہے یعنی جو مال ضرورت سے زیادہ ہو وہ اللہ کی راہ میں دوسروں کو دے دو اور دوسری طرف ”جمع مال“ کی بھی رعایت ہے تاکہ ”(وفات کے بعد) جب تقسیم کے موقع پر کنبہ کے لوگ اور یتیم اور مسکین لوگ آئیں تو اس میں سے کچھ ان کو بھی دو“ (سورۃ النساء - ۸) تاکہ ”رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا“ (سورۃ بنی اسرائیل - ۲۶) اجتماعی طور پر نظام زکوٰۃ قائم کر دیا تاکہ

1- اسلامی نظام از پروفیسر عطاء اللہ حسینی، رسول رحمت از ابوالکلام آزاد، ص ۶۸۹

2- سیارہ ڈائجسٹ رسول ﷺ نمبر دوم ص ۴۲۲ (بحوالہ سنن ابن ماجہ)

تو خدمن اغنیائہم وتردالی فقراء ہم کا فریضہ پورا ہو سکے صدقات و زکوٰۃ اور امداد باہمی کا نظام اس وجہ سے قائم کیا تاکہ کسی لایکون دولتہ بین الاغنیاء منکم دولت صرف ایک طبقے میں ہی نہ رہے۔⁽¹⁾

ایک اور معاشی خوشحالی کا قدم جو رسالت مآب ﷺ نے اٹھایا یہ ہے کہ اگر کبھی گردش دوراں سے برے دن آجائیں اور افلاس و فاقہ آجائے تو غریبوں اور امیروں میں رشتہ مواخات قائم کر دو یہ رشتہ مواخات مکہ میں بھی قائم ہوا اور مدینہ میں بھی حتیٰ کہ مسلمان مالی لحاظ سے مستحکم ہو گئے۔ (ضیاء النبی سوم، ص ۱۷۵) اسلام کے معاشی نظام میں سود (ربا)، ذخیرہ اندوزی، سٹہ، انشورنس، مزارعت، آڑھت، ٹھیکے پر زمین کی مکمل طور پر ممانعت اور حرمت آئی ہے۔ ارتکاز، اکتناز اور اختکار بھی اسلام میں مکمل طور پر حرام ہے۔ اسراف اور ضیاع مال، بخل اور دنائیت کی بھی ممانعت ہے مضاربت جائز تو ہے مگر بری بات ہے۔⁽²⁾

اسلام کے معاشی نظام میں انفرادی ملکیت، اجتماعی ملکیت اور ذاتی اموال و جائیداد کی گنجائش تو موجود ہے مگر اسلام میں حکومت مالی لحاظ سے جتنی مستحکم اور مضبوط ہوگی فرد کے لیے اتنی ہی زیادہ اچھی پناہ گاہ اور سرپرست ہوگی۔ اور اس کی اور اس کے افراد کی حالت یہ ہوگی جس کا سرکار عالمین ﷺ نے تذکرہ یوں فرمایا ہے۔

کہ لوگو! صدقہ دو کیونکہ تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ

1- اسلام کا معاشی نظام از ڈاکٹر اسرار احمد

دونوں آیات کا بالترتیب ترجمہ درج ذیل ہے۔

(الف) ان کے مالداروں سے وصول کرو اور ان کے غربا کو دے دو۔

(ب) تاکہ دولت تمہارے مالداروں کے پاس ہی نہ رہے۔

2- دیکھئے اسلام کا معاشی نظام از ڈاکٹر اسرار احمد

آدمی صدقہ لیے لیے پھرے گا مگر وہ کسی ایسے شخص کو نہ پائے گا جو اسے قبول کرے۔ (بخاری) اور تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہوا۔^(۱)

نظرے خوش گزرے:

یہاں تک تو دس مختلف موجودہ مشکلات پر اسلامی تعلیمات کا خلاصہ تھا۔ جو دراصل نکتہ ہے مشکلات کے حل کا، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ساری دنیا تو مسلمان نہیں کہ وہ رحمت للعالمین ﷺ کے احکامات و اقدامات کو ماننے اور ان پر عمل کر گزرے۔ مگر انسانیت کی بھلائی اور امن عالمی کا تقاضا یہی ہے کہ ان اقدامات و اصلاحات کو لازماً رائج کیا جائے اگرچہ حضور ﷺ پر ایمان ہو یا نہ ہو اس لیے کہ:

- (۱) آپ ﷺ تمام دنیا کی طرف رسول ہیں۔
- (۲) آپ کے ہاں معیار عزت رنگ، نسل، وطن، قوم یا نظریات نہیں بلکہ تقویٰ ہے۔
- (۳) آپ کے پیش کردہ نظام کا مقصد وحید صرف اور صرف انسان کی فوز و فلاح اور نجات ہے۔
- (۴) شریعت محمدی ﷺ عالمگیریت کی حامل ہے۔^(۲) وہ جاہلیت جو حضور ﷺ کے درود مسعود سے پہلے عربوں کا خاصہ تھی اور اس کے علاوہ اس دور کی متمدن قوموں کا طرہ امتیاز تھی۔ حضور ﷺ نے اس بارے میں فرمایا۔ الاکل شی من امر جاہلیة تحت قدمی موضوع (ترجمہ) جاہلیت کے دستور میرے قدموں کے نیچے ہیں۔

1- اسلامی نظام ایک مطالعہ، ص ۲۹۴

2- دعوت نبوت کی آفاقی خصوصیات (مضمون) از مولانا محمد الیاس مقالات سیرت شائع

کردہ محکمہ اوقاف پنجاب ۱۹۸۲ء، ص ۲۲۸

وہی جاہلی دستور آج بھی زندہ ہیں اگر تقابل کرنا منظور ہو تو مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی ”اصلاحات کبریٰ“ اور محمد قطب مصری کی ”جاہلیت جدیدہ“ دیکھ لو۔ فوری ضرورت ہے کہ جن جاہلی دستوروں کو حضور کریم، رؤف الرحیم ﷺ نے اپنے پاؤں تلے روندنا تھا۔ آج پھر ان کو مٹی میں ملا دیا جائے اس کے لیے آپ ﷺ کے اوپر پیش کردہ نورانی نورانی احکامات، اقدامات اور اصلاحات کو اپنانا ضروری ہے۔ اس کے لیے چند اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً

اسلامی تعلیمات کی اشاعت:

مغرب باوجود جدید ترین ترقی کے ابھی تک ”اسلام“ کی حقیقت سے جاہل ہے تعلیمات کی مسلسل اشاعت اخبارات، ریڈیو، رسائل، کتب، تبلیغی جماعتوں، وفود علماء امت اور حکومتی نمائندوں کے ذریعے ہونی چاہیے۔

متنازع مسائل میں اسلام کا نکتہ نظر:

متنازع مسائل مثلاً اسلام اور غلامی، اسلام اور جاگیرداری، اسلام اور سرمایہ داری، اسلام اور ذاتی ملکیت، اسلام اور طبقاتی نظام، اسلام اور صدقات، اسلام اور عورت، اسلام اور حدود و تعزیرات، اسلام اور تہذیب، اسلام اور رجعت پسندی، اسلام اور مسئلہ جنس، اسلام اور آزادی فکر، اسلام اور غیر مسلم اقلیتیں، اسلام اور بنیاد پرستی، اسلام اور جہاد اور اسلام اور سائنس وغیرہ کے بارے میں حقیقی اسلامی تعلیمات دنیا کے سامنے لائی جانی چاہئیں تاکہ آج کا مضطرب اور نا آسودہ انسان خود ہی حق و باطل یا زیادہ بہتر اور کم بہتر میں تمیز کر سکے اور اسلام کی طرف رجوع کرے۔⁽¹⁾ اسلام اور سوشلزم،

1- دیکھئے اسلام اور جدید ذہن کے شبہات از محمد قطب مصری، مزید دیکھئے اسلام اور جدید

مادی افکار از محمد قطب مصری

اسلام اور کمیونزم، اسلام اور مادیت، اسلام اور لادینیت پر حقیقی تعلیمات اسلامی کو بھی وسیع سطح پر پھیلانے کی ضرورت ہے۔^(۱)

مشترک تعلیمات کا فروغ:

آج سے چودہ سو سال پہلے پروردگار عالم نے اپنے نبی اکرم رسول معظم ﷺ کی زبان سے اہل کتاب کو ”مشترکہ کلمات“ پر اکٹھے ہونے کی دعوت دی تھی (سورۃ آل عمران - ۶۴) کہ ”ایک اللہ کی عبادت کریں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہی غیر اللہ کو رب بنائیں۔“ آج بھی ضرورت ہے کہ اقوام عالم کو مشترکہ نکات و تعلیمات پر اکٹھا کیا جائے اور ان کی دینی کتابوں سے مشترکہ تعلیمات کی تشہیر کی جائے۔ کیونکہ وہاں مذہب ہر ایک کا ذاتی مسئلہ ہے اور ذاتی طور پر کسی کو بھی اپنی دینی تعلیمات سے واقفیت نہیں۔

روحانی تربیت کے ادارے:

اسلام کے ”خانقاہی نظام“ میں ”روحانی تربیت“ کا وافر حصہ تھا۔ مگر جب سے انگریزوں (میکالے) کا دیا ہوا نظام تعلیم رائج ہوا ہے ہر قوم اور ہر ملک میں بندے کا روح سے رشتہ ٹوٹ گیا ہے نتیجتاً بندے کا اپنے رب سے ناتا کمزور ہو گیا ہے۔ انبیاء کی تعلیمات سے دوری ہو گئی ہے روح تشنہ ہو تو انسان غم اور بے اطمینانی کا شکار ہو جاتا ہے سکون قلب سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسلام میں اس کا علاج موجود ہے اور وہ ہے ”ذکر الہی“ (الْأَبْدِ كُرَّ اللَّهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ)^(۲) روحانی تربیت کے اداروں میں روح کی سرشاری اور فضولیات سے بیزاری کی تعلیم و تربیت ملے گی تو انسان خود

۱- رسول عربی ﷺ اور عصر حاضر از علامہ سید محمد اسماعیل

۲- ترجمہ: سنو کہ اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا اطمینان ہے۔ (سورۃ الرعد، آیت - ۲۸)

بخود مطمئن اور آسودہ ہو جائیگا۔

عقیدہ آخرت اور موت کی یاد:

عقیدہ آخرت پر تمام دنیا کے مذاہب کی تعلیمات اور سائنس کی تائیدی تبلیغ و تشہیر کا بندوبست کیا جائے اور موت و مابعدالموت پر دینی کتب کے حوالوں سے مزین تحریریں لوگوں میں پھیلائی جائیں۔ کیونکہ موت کا تصور اور قیامت کے دن کی یاد انسان کو ظلم، تکبر، برائی، جمع جائیداد اور دوسری برائیوں سے باز رکھتی ہے۔

مذہب کی ضرورت:

آج کے مادہ پرستانہ دور میں انسان سمجھتا ہے کہ مذہب کی ضرورت نہیں رہی اسی کا نتیجہ ہے کہ انسان خدا کا ہی منکر ہو گیا ہے⁽¹⁾ لادینیت فروغ پا رہی ہے جو کہ مادی طرز فکر کا نتیجہ ہے شہادت انبیاء کا طرز فکر عام ہے لوگوں میں دینی حمیت و غیرت ختم ہو رہی ہے انسان کو دوبارہ مذہب کی طرف لانے کے لیے ایک مربوط فکری و عملی پروگرام بنانے اور اس پر عمل کی ضرورت ہے۔ جب لوگ خود مذہب کی طرف رجوع کر لیں گے تو ”اسلام“ کی طرف ان کا رجوع اگلا قدم ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب



1- مذہب اور سائنس از مولانا عبدالباری ندوی

مآخذ و مصادر

- ☆ القرآن المجید
- ☆ کلام الہی نازل شدہ بر نبی آخر الزمان ﷺ
- ☆ احکام القرآن
- ☆ اسلام اور جدید مادی افکار
- ☆ اسلام اور جدید ذہن کے شبہات
- ☆ اسلام اور سائنس
- ☆ اسلام کا معاشی نظام
- ☆ اسلام کے کاربائے نمایاں
- ☆ اسلامی ریاست
- ☆ اسلامی نظام ایک مطالعہ
- ☆ اسلامی نظریہ حیات
- ☆ اسوۂ حسنہ (حصہ دوم)
- ☆ اصلاحات کبریٰ
- ☆ انتخاب حدیث
- ☆ انوار الحدیث
- ☆ بنیادی حقوق
- ☆ ترجمان الحدیث (حصہ اول، دوم)
- ☆ تفسیر حقانی (دوم)
- ☆ جاہلیت جدیدہ (اردو)
- ☆ دین رحمت
- ☆ راہ عمل
- ☆ رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب - سید اسعد گیلانی
- ☆ چوہدری نذر محمد (ترجمہ مولانا مودودی)
- ☆ سید محمد قطب
- ☆ سید قطب شہید
- ☆ مولانا عبدالباری ندوی
- ☆ ڈاکٹر اسرار احمد
- ☆ پروفیسر چوہدری غلام رسول
- ☆ مولانا مودودی
- ☆ پروفیسر عطاء اللہ حسینی
- ☆ خورشید احمد
- ☆ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری
- ☆ عبدالغفار حسن عمر پوری
- ☆ جلال الدین امجدی
- ☆ محمد صلاح الدین
- ☆ سید حامد علی
- ☆ ابو محمد عبدالحق حقانی
- ☆ سید قطب شہید
- ☆ شاہ معین الدین ندوی
- ☆ مولانا جلیل احسن ندوی

- ☆ رسولِ رحمت ﷺ ابو اکام آزاد
- ☆ رسولِ عربی اور عصرِ جدید علامہ سید محمد اسماعیل
- ☆ رہبرِ کامل عبد المجید سوہدروی
- ☆ زادہٴ راہ مولانا جلیل احسن ندوی
- ☆ سالانہ مجلہ ”معارفِ رضا“ 1991ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی
- ☆ سیارہٴ ڈائجسٹ (رسول ﷺ نمبر)
- ☆ سیرت النبی ﷺ (جلد ششم) سید سلیمان ندوی
- ☆ سیرتِ رسولِ عربی ﷺ مولانا نور بخش توکلی
- ☆ فیروز اللغات مولوی محمد فیروز الدین
- ☆ ماہنامہ ”درویش“ (انسانِ کامل نمبر) ایڈیٹر عبدالکریم عابد
- ☆ مشکوٰۃ المصابیح (اول) (اردو ترجمہ) ولی الدین خطیب
- ☆ مقالاتِ سیرت 1982ء، شائع کردہ محکمہ اوقاف پنجاب
- ☆ نقوشِ رسولِ رحمت ﷺ نمبر (ششم و ہشتم) ادارہ فروغِ ادب لاہور

☆ عید میلاد النبی ﷺ اور جمہور امت

عید میلاد النبی ﷺ کے ماننے والے کہتے ہیں کہ عیدین تین ہیں۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ اور عید میلاد النبی ﷺ جبکہ منکرین عید میلاد النبی ﷺ کہتے ہیں کہ عیدیں صرف دو ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ تیسری عید جو دراصل عید العید ہے، کو وہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ عید میلاد النبی ﷺ کو ”بارہ وفات“ کا نام دیتے ہیں۔ اور بھول جاتے ہیں کہ فرمان رسالت ﷺ ”حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم“⁽¹⁾ (میری زندگی تمہارے لئے خیر ہے اور میری وفات ہی تمہارے لئے خیر ہے) کے مطابق بارہ ربیع الاول کا صبح صادق⁽²⁾ بھی ہمارے لئے عید ہے کہ اللہ کی نعمت ہم پر نازل ہوئی اور بارہ ربیع الاول⁽³⁾ دو پہر کا وقت بھی ہمارے لئے اس لحاظ سے عید ہی ہے کہ آپ ﷺ کی اس وقت میں وفات ہوئی جو ہمارے لئے خیر ہے۔ ظاہر ہے خیر کے اظہار یا خیر کے عطا پر خوشی ہی منائی جاتی ہے غم اور افسوس نہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم عید میلاد النبی ﷺ کی مشروعیت، استحباب اور رونق و مسرت پر گفتگو کریں، قرآن کریم میں لفظ ”عید“ کے لغوی و اصطلاحی معانی پر غور کرتے ہیں۔

☆ غیر مطبوعہ

صاحب مفردات القرآن علامہ امام راغب اصفہانی نے ”العود“ پر گفتگو یوں کی ہے۔ ”العود“ لفظ عید کا مصدر ہے۔ کسی کام کو ابتداء کرنے کے بعد دوبارہ اس کی طرف پلٹنے کو عود کہا جاتا ہے خواہ وہ پلٹنا بذاتہ ہو یا قول و عزم سے ہو۔ (4) لفظ ”عید“ پر گفتگو کرتے ہوئے امام ہمام فرماتے ہیں۔

”العید وہ ہے جو بار بار لوٹ کر آئے اصطلاح شریعت میں یہ لفظ یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ پر بولا جاتا ہے چونکہ یہ دن خوشی کے طور پر مقرر کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ایام اکل و شرب و بعال کہ عید کے دن کھانے پینے اور جماع سے لطف اندوز ہونے کے دن ہیں۔ اس لیے ہر وہ دن جس میں کوئی شادمانی حاصل ہو اس پر عید کا لفظ بولا جانے لگا۔ چنانچہ آیہ کریمہ انزُلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا (المائدة ۱۱۴) (اے اللہ! ہم پر آسمان سے خوان (نعمت) نازل (عطا) فرماتا کہ ہمارے لیے (وہ دن) عید قرار پائے۔ میں عید سے شادمانی کا دن ہی مراد ہے اور العید اصل میں (خوشی یا غم کی) اس حالت کو کہتے ہیں جو بار بار انسان پر لوٹ کر آئے اور المائدہ ہر اس منفعت کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی چیز سے حاصل ہو“ (5)

صاحب ”لغات کشوری“ نے عید کے معانی کی وضاحت اس طرح کی ہے: ”عید (ع) خوشی اور جشن کا روز جو کہ بار بار آوے وہ چیز، چونکہ روز جشن ہر سال عود کرتا ہے یعنی پھر آتا ہے اس لیے عید کہا“ (6)

صاحب لغت ”فرہنگ عامرہ“ نے عید کے معانی کی وضاحت اس طرح کی ہے: ”عید مسلمانوں کے خوشی منانے کا ایک معین دن، فرحت، نشاط

انبساط، سرور، خوشی، جمع ہے اعیاد۔“ (7)

انسائیکلو پیڈیا شاہکار کے مولف نے عنوان ”عید“ پر گفتگو یوں کی ہے:
 ”عید کا لفظ عود سے ہے جس کے معنی ہیں لوٹنا، یہ آرا می
 زبان کا لفظ ہے خوشی کا وہ دن جو بار بار آئے۔ اہل اسلام
 کے نزدیک سب سے بڑا تہوار عید ہے۔“ (8)

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا تعارف کروانے کے بعد عید میلاد النبی ﷺ
 کے عنوان کو ”بارہ وفات“ کے تحت بیان کیا ہے۔ چنانچہ ”بارہ وفات“ کے
 عنوان کے تحت دو حصوں میں گفتگو کی گئی ہے حصہ اول میں ”آں حضور ﷺ کا
 یوم وفات“ کے تحت لکھا گیا ہے اور حصہ دوم میں عید میلاد النبی ﷺ کے
 بارے میں مولف مضمون نے اس طرح خامہ فرسائی کی ہے۔

”اس دن کو یوم عید میلاد النبی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ عام یہ
 خیال ہے کہ اس روز آں حضور ﷺ کی پیدائش مبارکہ بھی ہوئی
 تھی مسلمان اب اس دن کو ایک خوشی کے طور پر مناتے ہیں
 جگہ جگہ آں حضور ﷺ کی سیرت پر جلسے منعقد ہوتے ہیں۔“ (9)
 جلوس نکلتے ہیں مساکین اور یتیموں میں کھانے تقسیم کیے
 جاتے ہیں۔ بازاروں، اور راستوں کو خوب آراستہ و پیراستہ
 کیا جاتا ہے اور بہترین طریقے سے سجایا جاتا ہے۔ پاکستان
 میں اس روز عام تعطیل ہوتی ہے آپ ﷺ کی وفات کے دن
 کی طرح آپ ﷺ کی پیدائش کے دن میں بھی اختلاف ہے
 بعض کے نزدیک آپ ﷺ کا یوم پیدائش ۹ ربیع الاول (10)
 ہے۔“ (11)

خود رب کریم، رؤف الرحیم جل مجدہ نے وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ
 النَّبِيِّينَ (12) سے آمد مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے انبیاء کرام و رسولان عظام کا

جلسہ خاص منعقد کیا جس میں آمد نبی ﷺ کی اطلاع دینے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا ادب و احترام، عزت و وقار، نصرت و حمایت اور اطاعت و اتباع پر عہد لیا گیا۔ رب کریم نے خود اس عہد خصوصی پر اپنی پر جلال شہادت ثبت کی اور عہد کی پابندی نہ کرنے والوں کو تہدید و توبیخ کی گئی ہے۔ رب جلیل کو بھی معلوم تھا اور رب جلیل کے حبیب جمیل ﷺ کو بھی معلوم تھا کہ عید میلاد النبی ﷺ کو برا سمجھنے والے بھی آئیں گے، اس کا انکار کرنے والے بھی آئیں گے اور اس کی مخالفت کرنے والے بھی آئیں گے۔ (13) اس کو ضلالت و گمراہی کہنے والے بھی نمودار ہوں گے بلکہ شبہ کفر میں ڈال دینے کو بھی تیار ہوں گے۔ (14) لہذا رب کریم جل مجدہ رحیم نے قرآن فرقان میں چند ایسے ”شواہد حق“ بیان فرمادئے جن کی بنیاد پر قائلین عید میلاد النبی ﷺ اس جشن شکر و شادمانی کو خوب خوب اہتمام سے مناسکیں اور زمانے کو بتاسکیں کہ آمد محبوب الہی ﷺ پر ہر کوئی یہی کرے کہ:

بے حجابانہ در آ از در کاشانہ ما

کہ کسے نیست بجز ورد تو درخانہ ما

وہ شواہد حق اور بینات برحق یہ ہیں۔

اول: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا

(سورة آل عمران - ۱۶۴)

دوم: وَمَبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (سورة الصف - ۶)

سوم: تَمَدَّ جَاءَكُمْ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (سورة المائدہ - ۱۵)

چہارم: قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا (سورة یونس - ۵۸)

پنجم: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (سورة انبیا - ۱۰۷)

ششم: وَلَكِنْ رَسُولٌ لِّلَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (سورة احزاب - ۴۰)

ہفتم: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا**

(سورة احزاب - ۵۶)

ہشتم: **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ**

عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (سورة التوبة - ۱۲۸)

نہم: **وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا**

(سورة احزاب - ۴۷)

دہم: **النَّبِيِّ أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجَهُ أُمَّهَاتُهُمْ**

(سورة احزاب - ۶) (15)

قرآن مجید کی بیشمار آیات نعت النبی ﷺ میں سے یہ چند آیات مبارکہ بطور سند پیش کی گئی ہیں جن میں سے ہر ایک میں آل سرور ﷺ کا مومنوں کے لیے احسان ہونا، آپ ﷺ کا مومنوں کے لیے بشارت ہونا، آپ ﷺ کا ایمان والوں کے لیے نور ہدایت ہونا، آپ ﷺ کا مومنین کے لیے اللہ کا فضل اور اللہ کی رحمت ہونا، آپ ﷺ کا اہل ایمان کے لیے بالخصوص اور تمام انسانوں کے لیے بالعموم رحمت عامہ و خاصہ ہونا آپ ﷺ کا اللہ کا رسول (ایک عمومی خصوصیت) اور خاتم النبیین (ایک خصوصی فضیلت) ہونا، آپ کا خدا اس کے فرشتوں اور امت مسلمین کے افراد کے ہر ایک کے حسب حال درود و سلام کا حقدار ہونا، آپ کا لوگوں کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص اندھیرے سے روشنی کی طرف رہنمائی کرنے والا ہونا، آپ کا اللہ کی طرف سے (صرف) فضل (نہیں) بلکہ عظیم فضل (فضلاً کبیراً) ہونا، آپ کا اپنے امتیوں کے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہونا اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا مومنوں کی ماؤں (امہات المؤمنین) کے درجے پر فائز ہونا۔ غرض کیا کیا عرض کیا جائے ایک ایک خوبی سینکڑوں فضیلتوں کو حاوی اور ایک ایک وصف، بیسیوں اوصاف کا حامل بس یہی کہا جاسکتا ہے۔

خوبی ہو ایک بھی تو وہ ہے وہ باعث خوشی

ہوں بے عدد اوصاف تو عیدوں کی عید ہو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سورۃ مریم کی آیہ۔ ۳۳ میں اپنی ولادت،

موت اور بعثت حیا کے دن کی مناسبت سے اپنے آپ کو سلام (سلامتی امن

خوشی، مسرت) کا حقدار ٹھہرا رہے ہیں اور رب کریم آپ علیہ السلام کے ان

الفاظ پر مسرت کو خاص انداز بیاں سے بیان فرما رہا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ
أُبْعَثُ حَيًّا

ترجمہ: اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس

دن مجھے موت آئی اور جس دن میں زندہ اٹھایا

جاؤں (گا)

سید الانبیاء سرور کائنات ﷺ اپنے ”یوم ولادت“ کے بارے میں

فرماتے ہیں:

”میں اس دن (سوموار کو) پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی

نازل ہوئی۔“ (16)

یہی وجہ ہے کہ آں جناب ﷺ ہر سوموار کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور

جب آپ ﷺ سے اس اکرام خصوصی کا سبب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (17)

”میں دو شنبہ ہی کے دن پیدا ہوا ہوں اور دو شنبہ ہی کے

دن مجھ پر وحی نازل ہوئی اور دو شنبہ ہی کے دن (میں

نے) ہجرت کی ہے“ (18)

مولانا اشرف علی تھانوی نے آں جناب ﷺ کے وجود مسعود اور

آپ ﷺ کی بعثت کو باعث خوشی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”دوسرے مقام پر اس سے بھی زیادہ صاف ارشاد ہے

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی خوشی کی شے دنیا میں اگر کوئی ہے تو وہ حضور ہی ہیں (ﷺ)“ (19)

ملا علی قاری امام ابن جوزی کا یہ قول نقل فرماتے ہوئے اپنی تصدیق مثبت فرماتے ہیں:

”جب نصاریٰ اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو عید اکبر مناتے ہیں تو اہل اسلام کو ان سے زیادہ اپنے نبی کی تکریم و تعظیم کرنی چاہئے۔“ (20)

ابن عباد نے رسائل کبریٰ میں عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوشیوں اور مسرتوں کے جواز کو یوں واضح کیا ہے:

”حضور ﷺ کی پیدائش کا دن مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید ہے اور تقاریب میں سے ایک تقریب ہے اور وہ چیز جو فرحت و سرور کا باعث ہو آپ ﷺ کی ولادت کے دن مباح ہے مثلاً روشنی کرنا، اچھا لباس پہننا، جانوروں پر سواری کرنا، اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔“ (21)

مولانا رشید احمد گنگوہی کے استاد حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی میلاد النبی ﷺ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں۔

”حق یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت کے ذکر کرنے میں اور فاتحہ پڑھ کر آپ ﷺ کی روح مبارکہ کو ثواب پہنچانے میں اور میلاد شریف کی خوشی کرنے میں ہی انسان کی کامل سعادت ہے۔“ (22)

شراح صحیح بخاری علامہ قسطلانی نے عید میلاد النبی ﷺ کے تذکرہ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

”حضور ﷺ کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں۔ اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوت طعام کرتے رہے اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرور ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔ اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور ﷺ کے مولد کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے..... اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ماہ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنا لیا۔“ (23)

علامہ ابن جوزی نے بلاد عرب میں عید میلاد النبی ﷺ کی تفصیلات

ان الفاظ میں بیان کی ہیں۔

”یہ عمل ہمیشہ حرمین شریفین یعنی مکہ و مدینہ میں، مصر و یمن میں، شام میں، تمام بلاد عرب میں اور مشرق و مغرب ہر جگہ رہنے والے مسلمانوں میں جاری ہے اور لوگ میلاد النبی ﷺ کی محفلیں قائم کرتے اور جمع ہوتے ہیں..... اور ماہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے، غسل کرتے، عمدہ عمدہ لباس پہنتے، زیب و زینت اور آراستگی کرتے، عطر و گلاب چھڑکتے، سرمہ لگاتے اور ان دنوں خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ میسر ہوتا ہے نقد و جنس وغیرہ میں شے خوب دل کھول کر لوگوں پر خرچ کرتے ہیں..... اور میلاد سننے اور پڑھنے پر زیادہ تزک و احتشام کرتے ہیں اور اس اظہار مسرت و خوشی کی

بدولت خوب اجر و ثواب اور خیر و برکت، سلامتی و عافیت،
کشادگی رزق، مال و دولت اولاد، پوتوں، نواسوں میں
زیادتی ہوتی ہے۔ آباد گھروں میں امن و امان اور سلامتی
اور گھروں میں سکون و قرار نبی کریم روف الرحیم کی محفل
میلاد کی برکت سے رہتا ہے۔“ (24)

علامہ سخاوی محافل میلاد النبی ﷺ کے رواج پر گفتگو کرتے ہوئے

لکھتے ہیں:

”اس کے بعد سے برابر تمام ملکوں اور شہروں میں اہل
اسلام عید (میلاد النبی ﷺ) مناتے رہے ہیں۔ اس رات
لوگ مختلف صدقہ دیتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی ولادت
باسعادت کے واقعات سناتے ہیں جس کے برکات ان
پر ظاہر ہوتے آئے ہیں۔“ (25)

شیخ قطب الدین احنفی جشن میلاد النبی ﷺ کے بارے میں اپنے

مشاہدات یوں بیان فرماتے ہیں:

”بارہ ربیع الاول کی رات ہر سال مسجد حرام میں باقاعدہ
اجتماع کا اعلان ہو جاتا تھا تمام علاقوں کے علما، فقہا گورنر
اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد
حرام میں اکٹھے ہو جاتے۔ ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل
(بازار) سے گزرتے ہوئے مولد النبی ﷺ (وہ مکان
جہاں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی) کی زیارت کے لیے
جاتے۔ ان کے ہاتھوں میں کثیر شمعیں، فانوس اور
مشعلیں ہوتیں۔ (گویا وہ مشعل بردار جلوس ہوتا) وہاں
لوگوں کا اتنا کثیر اجتماع ہوتا کہ جگہ نہ ملتی۔ پھر ایک عالم

دین وہاں خطاب کرتے۔ تمام مسلمانوں کے لیے دعا ہوئی اور تمام لوگ پھر دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے۔ واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت مسجد حرام اور ایسی محفل کے انتظام کرنے والوں کی دستار بندی کرتا۔ پھر عشا کی اذان اور جماعت ہوتی اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا تھا کہ دور دور کے دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔“ (26)

شیخ جمال الدین محمد بن جارا اللہ بن طہیرہ اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”ہر سال مکہ شریف میں ۱۲ ربیع الاول کی رات کو (اہل مکہ کا) معمول ہے کہ قاضی مکہ جو کہ شافعی المذہب ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں..... ان لوگوں میں تینوں مذاہب فقہ کے آئمہ، اکثر فقہاء، فضلا اور اہل شہر ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ ہوتا ہے اور پھر بادشاہ وقت، امیر مکہ اور قاضی شافعی (منتظم ہونے کی وجہ سے) کے لیے دعا کی جاتی ہے اور یہ اجتماع عشا تک جاری رہتا ہے اور پھر عشا سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آجاتے ہیں..... مقام ابراہیم پر اکٹھے ہو کر دوبارہ دعا کرتے ہیں اس میں تمام قاضی اور

فقہا شریک ہوتے ہیں۔ پھر عشا کی نماز ادا کی جاتی ہے اور پھر وداع ہو جاتے ہیں۔ (27)

عید میلاد النبی ﷺ کے ماہ ربیع الاول (28) میں ہر سال جشن کی تاریخی حیثیت پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے یوں روشنی ڈالی ہے: معلومہ تاریخ کے مطابق عوامی سطح پر عمر بن ملا محمد موصلی نے باضابطہ محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ قائم کی یہ ایک نیک اور متقی انسان تھے اور ان کا شمار علمائے امت میں ہوتا تھا۔ (29)

مولانا حسن ثنی ندوی نے سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر جلد دوم میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ”عہد عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج حاصل ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آبق خوارزمی نے ۴۲۸ھ میں دشمن کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدی بامر اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام کا خطبہ پڑھوایا یہ وہی خلیفہ ہے جس کے زمانے میں دوسری طرف یوسف بن تاشقین کو عروج حاصل ہوا اور اس نے درخواست بھیجی کہ جس قدر ملک میرے قبضے میں ہے اس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کا لقب مرحمت ہو مقتدی نے اسے سند بھیجی سلطان کا لقب اور امیر المومنین کا خطاب عطا کیا اسی یوسف بن تاشقین نے شہر مراکش کی بنیاد رکھی جو آج تک اس کی یادگار ہے بلکہ اس دور کی بھی۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنی مہمات سے فارغ ہو کر ساہا سال کے بعد جب بغداد پہنچا تو یہ ۴۸۴ھ تھا۔ اس نے ۴۸۵ھ میں

ایک میلاد کی محفل بڑی دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چرچا ہوا یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی۔ (30)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی پروقار تصنیف ”جان جاناں“ میں لکھا ہے کہ:

”ملک معظم ابو سعید مظفر الدین اپنے والد زین الدین کے جانشین تھے اور سلطان اربل کہلاتے تھے۔ بہت ہی سخی اور فیاض تھے اور خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے ان کا سب سے اہم کارنامہ شاہی پیمانے پر محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد ہے۔“ (31)

ابن خلکان اربلی شافعی نے ابو سعید مظفر کے جشن عید میلاد النبی ﷺ منائے جانے کا احوال درج کیا ہے جس کے مطابق:

(۱) اس جشن عید میلاد النبی ﷺ میں شرکت کے لیے ہر سال قرب و جوار کے شہروں سے لوگ بکثرت آتے تھے جن میں علماء، صلحاء، واعظین، حفاظ و شعرا سب ہی ہوتے تھے۔

(۲) آغاز محرم سے ربیع الاول کے آغاز تک آنے والوں کا تانا باندا رہتا تھا۔

(۳) سلطان ایک وسیع و عریض میدان میں لکڑی کے خوبصورت قبة اور خیمے بنواتا تھا جن میں امراء اور ارکان حکومت قیام کرتے تھے۔

(۴) ولادت باسعادت کی رات بکثرت جانور ذبح کراتا، قسم قسم کے کھانے پکواتا۔

(۵) ۱۲۔ ربیع الاول کی شب یعنی ولادت کی رات مغرب کے بعد قلعہ میں مجلس منعقد ہوتی تھی۔

- (۶) بادشاہ شمع بردار جلوس کے ساتھ محفل میں آتا تھا۔
 (۷) ساری رات محفل ہوتی اور صبح کو فرش و فرش بچھتے اور محتاجوں کو کھانا کھلایا جاتا۔ عوام و خواص سب ہی کھاتے اور یہ سلسلہ عصر تک جاری رہتا۔ (32)

شاہ مصر نے دھوم دھام سے مصر میں جشن عید میلاد النبی ﷺ منایا اور دور و نزدیک سے لوگ اس میں شرکت کے لیے آئے اس جشن عید میلاد النبی ﷺ میں اس نے ایک عظیم الشان شامیانہ بنوایا جس کے نیچے بارہ ہزار آدمی آتے تھے۔ یہ شامیانہ صرف بارہ ربیع الاول کی رات لگایا جاتا تھا۔ باقی دنوں میں لپیٹ کر رکھ دیا جاتا تھا۔ اس لیے کہ وہ اسی جشن کے لیے مخصوص تھا۔ علامہ ابن جزری اس تقریب سعید میں شریک ہوئے انہوں نے اس جشن کی جو تفصیلات لکھی ہیں ان کے مطابق:

- (الف) محفل کی شان و شوکت حیران کر دینے والی تھی۔
 (ب) اس محفل میں دس ہزار مثقال سونا خرچ کیا گیا۔
 (ج) کھانے پینے کی چیزیں، خوشبوئیں، شمعیں اتنی مقدار کثیر میں تھیں کہ

سبحان اللہ، ماشاء اللہ

- (د) صرف قرآن پڑھنے والے چھوٹی عمر کے بچوں کے پچیس حلقے تھے۔ (33)

سلطان ابوحمو موسیٰ شاہ تلمسان بھی عید میلاد النبی ﷺ بڑی دھوم دھام سے مناتے تھے کہ ان کے زمانے میں اور ان سے قبل مغرب اقصیٰ میں اور اندلس کے سلاطین منایا کرتے تھے سلطان ابوحمو موسیٰ شاہ تلمسان کے جشن عید میلاد النبی ﷺ کی شان و شوکت اور کروفرفر کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے۔

- (۱) انواع و اقسام کے کھانے پکوائے جاتے اور خاص و عام کی دعوت

ہوتی۔

(۲) اعلیٰ قسم کے قالین اور پھولدار چادریں بچھائی جاتی تھیں۔

(۳) بڑے بڑے شمع دان روشن کیے جاتے تھے۔

(۴) بڑے بڑے بخور دان جلانے جاتے تھے جن کی خوشبوؤں سے فضائیں مہک جاتی تھیں۔

(۵) علماء کرام سرکارِ دو عالم رحمتِ ہر دم ﷺ کی صفت و ثنا کرتے اور فضائل و شمائل بیان کرتے تھے۔⁽³⁴⁾

اس کے علاوہ سب حاضرین کے چہروں پر وقار اور احترام کی روشنی چمک رہی ہوتی تھی اس کے بعد بارگاہِ رسالت ﷺ میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے کے لیے مدحیہ قصائد پڑھے جاتے تھے اور ایسے مواعظ اور نصائح کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ جو لوگوں کو گناہوں سے برگشتہ کر کے عبادت و اطاعت کی طرف راغب کرتے تھے۔⁽³⁵⁾

منشی محبوب عالم ہندوستان میں عید میلاد النبی ﷺ کی تاریخ و روایت بیان کرتے ہوئے ”اسلامی انسائیکلو پیڈیا“ میں لکھتے ہیں کہ:

”آں حضرت ﷺ کی ولادت کی تاریخ بھی ۱۲۔ ربیع الاول ہے گویا مسلمانوں کا تہوار ۱۲۔ ربیع الاول آں حضرت ﷺ کی ولادت اور وفات دونوں واقعات کی یادگار ہے مگر مسلمانان ہند وغیرہ نے وفات کی حیثیت کو غالب رکھ کر اس کا نام بارہ وفات رکھ لیا ہے۔ ۱۳۲۷ھ میں ملک شام و عرب میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس دن کو ”عید المولود النبی الانور ﷺ“ کے نام سے تمام اسلامی تہواروں سے زیادہ شاندار تہوار بنایا جائے اس تحریک کی گونج ہندوستان اور دیگر ممالک اسلام میں بھی پہنچی اور مسلمانان ہند نے ۱۳۲۸ھ میں مختلف شہروں

میں اس روز (۱۲۔ ربیع الاول) عید میلاد النبی ﷺ منائی تو تعلیم یافتہ حضرات اور قدامت پسند بزرگوں نے متفقہ جلسے کئے اور آنحضرت ﷺ کی مقدس لائف پر پُر زور سپیچیں (Speeches) دی گئیں اور اس تہوار کا نام ”بارہ وفات“ کی بجائے ”عید مولود“ مشہور کرنے کی کوشش کی گئی بعض اخبارات نے اس عید کی خوشی میں رنگین لباس پہنے (رنگین صفحات شائع کیے) اور زبردست مضامین شائع کیے۔“ (36)

مولانا سید حسن ثنی ندوی نے ہندوستان میں ”تحریک سیرت ﷺ“ کے عنوان سے عید میلاد النبی ﷺ کے برصغیر پاک و ہند میں رواج و روایت پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

”۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کا جو شیرازہ بکھیر دیا گیا تھا اس کو سمیٹنے کے لیے کئی تحریکیں یکے بعد دیگر وجود میں آئیں ایک تحریک دیوبند، ایک تحریک علی گڑھ، ایک تحریک ندوہ اور ایک تحریک سیرت ﷺ۔“

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواری نے ۱۳۰۲ھ میں یہ تحریک باقاعدہ شروع کی اب سے کوئی اکانوے سال قبل (مولانا نے یہ مضمون ۱۹۷۳ء میں لکھا تھا) یعنی ۱۸۸۰ء کے لگ بھگ اپنی بستی پھلواری شریف میں اس کا آغاز کیا لیکن اس سے پہلے بھی مولوی خدا بخش خان وکیل نے محفل میلاد کا اہتمام کیا تھا اور وہاں حضرت شاہ صاحب نے پہلی مرتبہ سیرت طیبہ زبانی بیان کی اسے بسم اللہ کہیے خدا بخش کا بڑا احسان جہاں علمی دنیا پر یہ ہے کہ ایسا نادر کتب خانہ (پٹنہ میں) قائم کر دیا وہاں یہ احسان بھی کم نہیں ہے اس اہم اسلامی مہم میں وہ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ آگے بڑھے اور اصلاح کی بنیاد قائم کرنے میں پیش پیش رہے۔

ان دو بزرگوں (شاہ سلیمان پھلواری اور مولوی خدا بخش خان وکیل) نے اصلاح کا قدم اٹھایا اور تذکار رسول ﷺ کا وہ مفید طریقہ وضع کیا جس سے حضور اکرم ﷺ کی ولادت، بچپن اور جوانی، حضور اکرم ﷺ کے اخلاق و اوصاف، نبوت و رسالت، حضور اکرم ﷺ کا بلند مرتبہ سیرت طیبہ اور سنت و طریقت وغیرہ کا علم ہر مسلمان کو ہو جائے کیونکہ جب تک اس پر نظر نہ ہوگی خود اس کی سیرت درست نہ ہو سکے گی۔ انہوں نے طے کیا کہ مجلس میلاد بار بار ہو اور حضور ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلو اچھی طرح نظروں کے سامنے آئیں اور آتے رہیں۔

حضرت شاہ سلیمان پھلواری نے ۱۳۰۲ھ میں زبانی بیان کا سلسلہ ماہ مبارک ربیع الاول سے شروع کیا چاند رات سے شب دوازہم تک ہر روز بیان سیرت ہوتا تھا اور اس لگن کے ساتھ اس کا اہتمام کیا کہ ۱۳۰۲ھ سے ۱۳۹۳ھ تک اس کا سلسلہ ٹوٹا نہیں..... قصبہ پھلواری تحریک سیرت کا مرکز بن گیا اور وہاں سے آواز سارے صوبے میں اور پھر سارے برعظیم میں خیبر سے رنگون تک گونجی انہوں نے انجمن اسلامیہ پٹنہ، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن حمایت اسلام لاہور اور اجلاس ندوۃ العلماء سب کو سیرت طیبہ کا پلیٹ فارم بنا دیا ان کے بیان سیرت کی ترتیب و تنظیم یہ تھی۔

(۱) رسول اللہ کی زندگی، نبوت، نزول وحی، تبلیغ، غزوات اور دوسرے تمام اہم واقعات کا بیان زمانی تسلسل کے ساتھ تفصیل سے ہو۔

(۲) تمام اسماء، انساب، مقامات اور سنین کی پوری تعیین کی جائے۔

(۳) تاریخی واقعات کا صرف حوالہ ہی نہ دیا جائے بلکہ قرآن سے، حدیث

سے، عقل و روایت سے، رجال سے اور اصول جرح و تعدیل سے اور

معیار سیرت ﷺ کے نکتہ نگاہ سے (ان پر) تبصرہ و تنقید بھی ہو۔

(۴) جہاں سیرت کی تفصیل پیش کی جائے وہیں قدم قدم پر اپنی سیرتوں کو

سیرت طیبہ کے آئینے میں دیکھ دیکھ کر سنبھالنے اور سنوارنے کی تلقین بھی کی جائے۔

(۵) یہ بیان محفل خشک لیکچر نہ ہو بلکہ محققانہ و متکلمانہ انداز کے ساتھ عارفانہ شیفتگی، سوز و گداز اور بر محل اشعار مثنوی سے روحانی تاثیر کا مرقع بن جائے۔

یہ ایک با مقصد اقدام تھا بڑی کامیابی ہوئی بر عظیم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا..... حضرت شاہ صاحب نے جہاں میلاد خوانی ختم کی وہاں زبانی بیان سیرت کا طریقہ رائج کیا ان کے صاحبزادے شاہ حسن میاں پھلواری نے نئے نئے انداز کی ”میلاد الرسول ﷺ“ کتاب لکھی جو ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی۔ پھر ۱۹۱۲ء میں قاضی سلیمان منصور پوری کی ”رحمتہ للعالمین“ منظر عام پر آئی اس کے بعد ۱۹۱۸ء میں علامہ شبلی و علامہ سید سلیمان ندوی کی کتاب سیرت النبی ﷺ کی جلدیں شائع ہونے لگیں ان کے علاوہ بھی اردو اور انگریزی میں سیرت النبی ﷺ پر مختصر اور مطول کتابیں لکھی گئیں..... برصغیر میں تحریک سیرت نے زبانی بیان کا رواج اتنا عام کر دیا کہ اب کتاب دیکھ کر کوئی میلاد خوانی نہیں کرتا۔“ (37)

میلاد النبی ﷺ منانے میں ہم جہاں سرکار عالم کل ﷺ سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں وہاں اس سے شرک کے وسوسے کا بھی دفعیہ ہوتا ہے۔ یعنی:

(۱) میلاد النبی ﷺ کا مطلب ہے نبی ﷺ کی ولادت جو پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اور جو موت ہوتا ہے وہ بھی خدا نہیں ہو سکتا۔

(۲) ہر سال میلاد النبی ﷺ منانے کا مطلب ہے کہ ہم ہر سال یوم ولادت اور یوم وفات کو آپ ﷺ کی بشری (غیر الوہی) حیثیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ میلاد النبی ﷺ منانے کی کئی حکمتیں ہیں مثلاً

تعظیم نبوی، نعمت عظمیٰ کا ذکر، ادائے شکر الہی، دینی و دنیاوی نصیحت، روحانی مسرت کا اظہار، عظمت نبویہ ﷺ، محبت نبوی ﷺ، تجدید محبت، مزید محبت، رابطہ خداوندی، رضائے مصطفیٰ، ملائکہ رحمت کا نزول، برکت کا حصول، علم خاص کی اشاعت، باعث اجر و ثواب، ذمہ داری کی ادائیگی، سنت الہیہ کی اقتداء، سنت نبی اللہ ﷺ کی پیروی، تعلیمات سیرت کی نشر و اشاعت، عوام الناس تک سیرت اور پیغام سیرت پہنچانے کا ذریعہ وغیرہ وغیرہ۔ بقول حضرت امام ابوحنیفہ:

والانبياء و كل خلق في الوری

والرسل والا فلاك تحت لوی کا

(ترجمہ: تمام انبیاء کرام اور ساری مخلوق آپ ﷺ کے قبضے میں ہے اور تمام رسول اور فرشتے آپ کے جھنڈے تلے ہیں) (38)

حضرت عباس بن عبدالمطلب عم محترم رسول اللہ ﷺ نے آں سرکار

ﷺ کی اجازت سے یہ میلاد نامہ آپ ﷺ کے روبرو پڑھا:

(الف) آپ پہلے سایوں میں تھے اور منزل مخصوص میں تھے۔ جہاں بتوں سے بدن ڈھانپا گیا۔

(ب) پھر آپ بلاد میں اترے اس وقت آپ ﷺ نہ بشر تھے نہ گوشت نہ پوست اور نہ خون بستہ۔

(ج) بلکہ وہ آب صافی جو کشتی پر سوار تھا جب طوفان نے بت ”نسر“ کے پوجنے والوں کو ڈبو ڈالا۔

(د) آپ ﷺ صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے یوں ایک عالم سے گزر کر دوسرے عالم میں آتے رہے۔

(ه) آپ آتش خلیل میں چھپے چھپے داخل ہوئے جب آپ ﷺ ان کے

صلب میں تھے تو وہ کیوں کر جلتے۔

- (و) تا آں کہ آپ ﷺ کا محافظ وہ عظیم الشان گھرانہ ہوا جو بلند مرتبہ ہے
(ز) جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے نور سے زمین چمک اٹھی
اور آفاق روشن ہو گئے۔

(ح) تو اب ہم اس ضیاء نور میں ہیں اور ہدایت کے راستوں پر چل رہے
ہیں۔ (39)

اللہ کے فرشتوں اور اللہ کے محبوبوں نے اس عمل (جشن میلاد النبی
ﷺ یا مولود النبی ﷺ منانا اور کروانا) کو محبوب رکھا ہے چنانچہ پاک و ہند کے
مشہور عالم مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندی، مولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندی،
مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی اور ہم سب کے مخدوم و محترم حاجی محمد امداد
اللہ مہاجر کی فرماتے ہیں:

”اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں
بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال (محفل مولد) منعقد کرتا
ہوں۔ اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔“ (40)

حضرت امام قسطلانی اپنی موقر تصنیف ”المواہب اللدنیہ“ میں
ولادت رسول ﷺ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”آں حضرت ﷺ کی ولادت کی رات لیلة القدر سے تین
وجوہ سے افضل ہے ان وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ آں
حضرت ﷺ کی ولادت کی رات آپ ﷺ کے ظہور کی رات
ہے اور لیلة القدر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کی ہے مشرف
کی ذات کے سبب جو شے شرف پائے وہ شے اس شے سے
اشرف ہوگی جو مشرف کی ذات کو عطا کی جائے اس دعویٰ میں
کوئی نزاع نہیں ہے اس اعتبار سے آپ ﷺ کی ولادت کی

رات لیلة القدر سے افضل ہے۔“ (41)

حکیم الامت شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبالؒ عید میلاد النبی ﷺ پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لیے مخصوص کئے گئے ہیں ایک میلاد النبی ﷺ کا دن بھی ہے میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے چنانچہ مسلمانوں کے لیے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوہ رسول ﷺ کو مد نظر رکھیں تاکہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں پہلا طریقہ تو درود و صلوة (وسلام ہونا چاہیے) ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک ہو چکا ہے وہ ہر وقت درود پڑھنے کے مواقع نکالتے ہیں عرب کے متعلق میں نے سنا ہے کہ اگر کہیں بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا بہ آواز بلند ”اللہم صلی علی سیدنا محمد وبارک وسلم“ پڑھ دیتا ہے تو لڑائی فوراً رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آجاتے ہیں دوسرا طریقہ اجتماعی ہے۔ یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو آقائے دو جہاں ﷺ کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو آپ ﷺ کے سوانح زندگی بیان کرے تاکہ ان کی تفصیلات کا ذوق و شوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو تیسرا طریقہ اگرچہ مشکل ہے لیکن اس کا بیان کرنا بھی انتہائی ضروری ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ یاد رسول ﷺ اس

کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے۔ یہ جوہر انسان کا انتہائی کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا کسی اور چیز کی زید سے مطلب نہ رہے۔⁽⁴²⁾

یہ تینوں طریقے عید میلاد النبی ﷺ کے اجتماعات اور تقاریب کے منانے سے پورے طور پر عمل میں آتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث و مفسر دہلوی اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم کا واقعہ بسلسلہ عید میلاد النبی ﷺ یوں لکھتے ہیں کہ:

”میں ایام مولد میں حضور ﷺ کی نیاز کیا کرتا تھا۔ ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ آیا میں نے وہی چنے لوگوں میں تقسیم کر دیئے حضور کی زیارت سے مشرف ہوا دیکھا کہ وہی چنے حضور ﷺ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حضور پاک ﷺ شاد و مسرور ہیں۔“

یہی شاہ صاحب (شاہ ولی اللہ) ”فیوض الحرمین“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”میں اس مجلس (میلاد النبی ﷺ) میں حاضر تھا جو مکہ معظمہ میں حضور ﷺ کی ولادت کے دن مولد نبوی ﷺ کے سلسلے میں ہوئی تھی لوگ درود پڑھ رہے اور حضور ﷺ کا ذکر خیر کر رہے تھے ناگاہ میں نے کچھ انوار دیکھے کہ دفعۃً بلند ہوئے میں نہیں کہتا کہ میں نے ان کو بدن کی آنکھوں سے دیکھا نہ میں یہ کہوں گا کہ فقط روح کی آنکھ سے دیکھا خدا ہی کو خوب معلوم ہے کہ وہ کیا کیفیت تھی میں نے ان انوار میں تامل کیا تو وہ انوار ان فرشتوں کے پائے جو ایسی مجالس پر مامور ہیں اور انوار ملائکہ رحمت الہی سے ملے ہوئے دیکھے“⁽⁴³⁾

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی میلاد النبی ﷺ کے زمانے کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”جب بارہویں شریف (بارہ ربیع الاول) عید اور خوشی منانے کا دن ہے تو ظاہر ہے کہ خوشی منانے کے تمام جائز طریقے اس دن برتے جائیں گے چنانچہ اہل سنت و جماعت چونکہ بارہویں شریف کو عید میلاد اور خوشی منانے کا دن مانتے ہیں اس لیے مکانوں اور دوکانوں، سڑکوں اور گلیوں کو سجاتے ہیں جھنڈے اور جھنڈیاں لگاتے ہیں شامیانی تان کر جلسوں کو روشنوں اور قسم قسم کی آرائشوں سے مزین کر کے ذکر میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں زردہ، پلاؤ، بریانی، حلوہ وغیرہ قسم قسم کی غذائیں تیار کر کے نیاز فاتحہ دلاتے ہیں اور کھانے کھلاتے ہیں اچھے اچھے کپڑے پہن کر اور نعت شریف اور صلوٰۃ و سلام پڑھ کر اپنی ایمانی بشارت اور روحانی شادمانی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور زبان حال و قال سے یہ اعلان کرتے ہیں۔

محفل ہے آقا کے آنے کی محفل
یہ محفل ہے قسمت بنانے کی محفل (44)

علامہ ابن جوزی اپنے مقالہ ”المیلاد النبوی ﷺ“ میں ولادت نبوی ﷺ کی برکات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت بھی دوشنبہ (سوموار) کو ہے اور معراج بھی دوشنبہ کو اور ہجرت بھی اور رحلت بھی دوشنبہ کو ہے دل مسرور ہوئے، گناہ بخشے گئے، عیوب چھپائے گئے، سختیاں اٹھائی گئیں یہ

سب صدقہ ہے دیدار حبیب ﷺ کا اور سید الملاح ﷺ کے انوار سے روہیں خوش ہوئیں، قلوب نے زندگی پائی، غم و فکر جاتے رہے، فرحت و سعد پھیلا.....“ (45)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شب میلاد النبی ﷺ اور لیلة القدر پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”شب میلاد بلاشبہ لیلة القدر سے افضل ہے اس لیے کہ میلاد کی رات خود حضور سرور کائنات ﷺ کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر حضور ﷺ کو عطا کی گئی ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات مقدس سے شرف ملا وہ اس رات سے ضرور افضل قرار پائے گی جو حضور ﷺ کو دیئے جانے کی وجہ سے شرف والی ہے۔ نیز لیلة القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلة المیلاد بنفس نفیس حضور ﷺ کی امت پر فضل و احسان ہے اور لیلة المیلاد میں تمام موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا کیونکہ حضور رحمتہ للعالمین ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تمام خلایق اہل سماوات والارض پر عام ہو گئیں۔“ (46)

حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحق لکھنوی نے میلاد شریف پر قلم فرسائی اس طرح کی ہے کہ:

”حقیقت میں میلاد النبی ﷺ صحابہ کرام کے زمانے میں موجود تھا اگرچہ (آج کل والا) نام نہ تھا۔ فن حدیث کے ماہرین پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ صحابہؓ مجالس و عظ اور تعلیم علم میں فضائل نبویہ اور حالات احمدیہ کا ذکر کرتے تھے اور یہی میلاد شریف کی حقیقت ہے۔“ (47)

حضرت شہاب الدین احمد بن حجر البہتیمی نے اپنے رسالہ ”النعمة

الکبریٰ علی العالم“ میں صحابہ کرامؓ سے عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلے کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

(الف) حضرت ابو بکر صدیقؓ: من انفق درهما علی قراءة مولد النبی

ﷺ کان رقی فی الجنة (ترجمہ: جس نے نبی اکرم ﷺ کے میلاد

مبارک پر ایک درہم بھی خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا)

(ب) حضرت عمر فاروقؓ: من عظم مولد النبی ﷺ فقد احياء

الاسلام (ترجمہ: جس نے حضور ﷺ کے میلاد پاک کی تعظیم کی اس

نے اسلام کو زندہ کیا)

(ج) حضرت عثمان غنیؓ: من انفق درهما علی قرۃ مولد النبی ﷺ

فکانما شهد غزوة بدر وحنین ۵ (ترجمہ: جس نے سالار انبیاء ﷺ

کے میلاد پڑھنے پر ایک درہم بھی خرچ کیا وہ ایسے ہے گویا بدر و حنین

کے غزوات میں شریک ہوا)

(د) حضرت علی کرم اللہ وجہہ: من عظم مولد النبی ﷺ وکان سعیا لقراته

لا ینخرج من الدنيا الا بالایمان ویدخل الجنة بغير حساب

(ترجمہ: جس نے میلاد النبی ﷺ کی تعظیم کی اور اسکے بیان کی کوشش کی

وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ ہی جائے گا اور بغير حساب کے جنت میں

داخل ہوگا) (48)

غیر صحابہ اکابرین امت عید میلاد النبی ﷺ منانے کے بارے میں

اس طرح اپنی عقیدتوں اور آرزوں کا اظہار کرتے ہیں۔

☆ قال حسن البصری: لو کان لی مثل جبل احد ذہبا فانفقہ علی

قراءة مولد النبی ﷺ (ترجمہ: اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو

میں نبی کریم ﷺ کے میلاد پر خرچ کر دوں)

☆ قال امام جلال الدین السيوطی: مامن بیت او مسجد او محلة قری

فیه مولد النبی ﷺ علی اهل ذالک المکان
(ترجمہ: جس گھر، جس مسجد اور جس محلہ میں امام النبیین ﷺ کا میلاد
پاک پڑھا جائے اللہ کی رحمت کے فرشتے اس مکان اس مسجد اور اس
محلہ کو گھیر لیتے ہیں اور اس جگہ کے مکینوں پر دورد شریف پڑھتے ہیں۔)
☆ قال الامام الشافعی: من جمع المولد النبی ﷺ اخوانا وھیا طعاما

واخلى مکانا ویکون فی جنت النعیم
(ترجمہ: جس نے میلاد رسول ﷺ کے لیے دوستوں کو جمع کیا کھانا کھلایا
اور مکان خالی کرایا اور میلاد خوانی کا سبب بنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے
دن صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ اٹھائے گا اور اس کا ٹھکانہ
جنت النعیم میں ہوگا)

☆ قال المعروف الکرخی: من ھیا طعاما لا جل قراء ة مولد النبی ﷺ

..... مع الفرقة الاولى من النبیین
(ترجمہ: جس نے میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں کھانا پکایا لوگوں کو جمع کیا
نیا لباس پہنا اور خوشبو سے میلاد کی تقریب کی جگہ کو معطر کیا اس کا حشر
ما قبل انبیاء کے گروہ میں ہوگا) (49)

علامہ محمد سعید احمد مجددی سابق خطیب جامع مسجد داتا دربار ”میلاد
النبی ﷺ“ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

”حقیقت تو یہ ہے کہ آدم کی توبہ اور نوح کی نجات

حضور ﷺ کے صدقے مقبول و معتبر ہوئی۔

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم

نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

لہذا.....

☆ ابراہیم علیہ السلام کی دعا آپ ﷺ کی جلوہ گری کا پیغام ہے۔

- ☆ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت آپ ﷺ کے ظہور قدسی کا نام ہے۔
- ☆ تورات و انجیل و زبور میں آپ کے بار بار تذکرے اور فضائل بیان ہوئے۔
- ☆ تمام آسمانی صحیفوں میں آپ ﷺ کا ذکر خیر کیا گیا۔
- ☆ ہر دور میں آپ ﷺ کے قصے انبیاء کے ورد زبان رہے۔
- ☆ ہر امت میں آپ ﷺ کے قصیدے، ان (ایمان والوں) کے حرز جان رہے۔
- ☆ کہیں آپ کو فارقلیط کہا گیا، کہیں منحننا، کہیں مازماذ اور کہیں تاب تاب!
- ☆ آسمانوں میں آپ ﷺ کا اسم گرامی احمد ﷺ اور زمینوں پر محمد ﷺ کے چرچے ہوتے رہے۔ الی یوم القیامۃ (50)

عشقی محبوب عالم نے عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

”بہر حال ہر سال ایک دفعہ اپنے پیارے نبی کی یادگار کے جلسے کرنا اور آپ ﷺ کے صحیح واقعات نبوت کو نظم و نثر مختلف عبارات میں بیان کرنا ایک ایسا مستحسن امر ہے جس سے عقل و نقل دونوں کو انکار نہیں ہے۔ من احب شیئاً اکثر ذکرہ، ایک مسلم مقولہ ہے اور کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں اپنے پیارے نبی سے اپنی جان اور اپنی اولاد سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔ اور محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی یاد میں لگا رہے جبکہ فی زمانہ ہر ایک قوم ایسے پیشواؤں اور اپنے لیڈروں کی بڑی شان و شوکت اور دھوم دھام سے برسی منایا کرتے ہیں۔ تو مسلمان اپنے سچے رسول ﷺ کی سال بھر میں اس مبارک دن میں جس دن اس نور نے دنیا میں ظہور فرمایا اور پھر اسی دن اس کا اپنے محبوب اللہ تعالیٰ سے وصال ہو گیا عید میلاد منا کر اس بہترین اور مبارک ترین یادگار کو کیوں تازہ نہ کریں۔ (51)

مولانا کوثر نیازی مرحوم نے اپنی واقع تصنیف ”ذکر رسول ﷺ“ میں عید میلاد النبی ﷺ کی مشروعیت پر اس طرح خامہ فرسائی کی ہے:

”پھر یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مدتح رسول اللہ ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ نے آں حضور کی شان میں نعتیہ قصائد لکھے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں پڑھے اور حضور ﷺ نے ان اشعار پر اظہار خوشنودی فرمایا۔“ (52) حضرت حسانؓ کے اس نعتیہ قصیدے کے یہ دو اشعار تو آج تک زبان زد خاص و عام ہیں۔

واحسن منک لم تری قط عینی واجمل منک لم تلد النساء
 خلقت مبرء من کل عیب کانک قد خلقت کماتشاء

ترجمہ: اور میری آنکھ نے آپ ﷺ سے خوبصورت (چہرہ) نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے خوبصورت (شخص) آج تک کسی ماں نے نہیں جنا۔ آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں آپ ﷺ کو ویسے ہی (حسین) خلق کیا گیا جیسا کہ آپ ﷺ نے چاہا۔

دیکھئے ان نعتیہ اشعار میں بھی حضور ﷺ کی ذات کی توصیف ہے اور یہاں بھی حضور ﷺ کی ولادت اور خلقت کا ذکر کیا گیا ہے گویا یہ نعتیہ اشعار بھی میلاد النبی ﷺ ہی سے تعلق رکھتے ہیں پھر جب ایک موقع (ہجرت کا موقع تھا) پر حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو خیر مقدم کے لیے انصار کی صاحبزادیاں

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
 وجب الشکر علینا مادع لله داع

پڑھ رہی تھیں یہاں بھی حضور کے روئے مبارک کو چاند سے تشبیہ دی گئی ہے یہ بھی حضور ﷺ کی توصیف ذات ہے اور آں حضور ﷺ نے اس پر بھی

خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے جب اپنی ذات کی مدح و توصیف کے سلسلے میں آں حضور ﷺ کا اپنا عمل اتنا واضح اور صاف ہے تو اس کے لیے کسی مزید سند کی ضرورت کہاں رہ جاتی ہے اور آج بھی ہم اگر میلاد النبی ﷺ کی تقاریب منعقد کر کے حضرت حسان بن ثابتؓ کی پیروی میں آں حضور ﷺ کے شمائل و خصائل کی توصیف کرتے ہیں تو ہمارے اس عمل کے مشروع اور مستحسن ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ (53)

محدث جلیل ملا علی قاری الہروی اپنی مشہور عالم کتاب ”المورد الروی“ میں ”عید میلاد النبی ﷺ“ کے بارے میں اپنے دور کے اکابرین امت کی آراء یوں نقل کرتے ہیں:

”اہل مدینہ (اللہ انہیں دن دو گنی رات چو گنی ترقی دے) اب بھی محفل میلاد منعقد کرتے ہیں اور اس ماہ (ربیع الاول) کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ملک مظفر شاہ اربل اس بارے میں انتہائی عنایت کرتے اور اس کا اتنا شایان شان اہتمام کرتے جو اپنی مثال آپ ہوتا۔ (54)

علامہ ابو شامہ جو علامہ نووی کے شیوخ میں سے ہیں جن کا استقامت میں بڑا مقام ہے، نے اپنی کتاب مسمی ”الباعث علی انکار البدع والحوادث“ میں ملک مظفر کی بڑی تعریف کی ہے۔ (55) اور کہا ہے کہ یہ محفل میلاد کا مقصد شیطان کو ذلیل (غمزدہ) کرنا اور ایمانداروں کو جلیل (بارعب) کرنا ہے نیز ابن جزری فرماتے ہیں کہ جب عیسائی اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو عید اکبر (بہت بڑی عید) قرار دیتے ہیں تو مسلمانوں کو اپنے نبی کی تکریم و تعظیم کا زیادہ حق پہنچتا ہے اور یہ مسلمانوں کے لیے موزوں تر ہے۔“ (56)

ملا علی قاری الہروی خود اپنا عقیدہ بدیں الفاظ رقم فرماتے ہیں:

”میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”لقد جاءكم رسول“ (سورۃ توبہ) میں آپ ﷺ کے نعمتِ عظمیٰ ہونے کی طرف رہنمائی ہے اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کے مخصوص وقت کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے (مؤلف فرماتے ہیں) لہذا مناسب یہی ہے کہ محفل میلاد کے سلسلہ میں انہی چیزوں پر اختصار کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کے لیے شکر یہ کا اظہار معلوم ہو جیسے مذکور بالا اشیاء باقی سماع اور لہو میں تفصیل ہے اگر یہ مباح ہوں اور اس دن کی مناسبت کی وجہ سے ان سے خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہو تو محفل میلاد شریف میں ایسی چیزوں کے ارتکاب میں کوئی مضائقہ نہیں ہاں اگر سماع و لہو، حرمت و کراہت پر مشتمل ہوں تو ان سے منع کیا جائے گا اسی طرح جن چیزوں کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہو ان کی اجازت نہیں بلکہ ربیع الاول شریف کے تمام دنوں اور راتوں میں محفل میلاد نہایت مستحسن اور پسندیدہ بات ہے جیسے کہ ابن جماعہ سے منقول ہو کر ہم تک پہنچی کہ جب زاہد امام معمر ابو اسحق ابراہیم بن عبدالرحمن بن ابراہیم بن جماعہ مدینہ منورہ میں تھے تو آپ ولادت نبوی ﷺ کے موقع پر کھانا تیار کرواتے اور لوگوں کو کھلاتے اور فرمایا کرتے کاش کہ اگر مجھے وسعت رزق ہوتی تو میں اس تمام ماہ مبارک میں ہر روز محفل میلاد منعقد کرتا (مؤلف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ میں ظاہری ضیافت سے عاجز ہوں اس لیے میں نے یہ چند اوراق لکھ دیئے ہیں تاکہ یہ حقیقی اور معنوی نوری ضیافت ہو جائے جو ہمیشہ صفحات دہر پر رہے اور کسی ماہ و سال سے مختص نہ ہو

میں نے اس کا نام ”المورد الروی فی المولد النبوی ﷺ“ رکھا ہے۔ (57)

نواب محمد صدیق حسن خان بھوپالی اپنی میلادی تصنیف ”الشماتۃ العنبر یہ من مولد خیر البریہ“ میں انعقاد محفل میلاد النبوی ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”اس میں کیا برائی ہے کہ اگر ہر روز ذکر حضرت (محمد مصطفیٰ ﷺ) نہیں کر سکتے تو ہر اسبوع (ہفتہ) یا ہر ماہ میں التزام اس کا کر لیں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ سیرت و سمت دل و ہدیٰ و ولادت و وفات آن حضرت ﷺ کا کریں پھر ایام ماہ ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں اور ان روایات و اخبار و آثار کو پڑھیں پڑھائیں جو صحیح طور پر ثابت ہیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ رطب دیا بس سے اپنا دل خوش کریں احادیث صحیحہ و آیات واضحہ فضائل سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین ﷺ کیا کم ہیں کہ ہم مبالغات شعریہ زید و عمرو کو داخل ذکر نبوی ﷺ کر کے اور مضامین ماثورہ سے غیر ماثورہ کو خلط دے کر محل اعتراض و انکار بنیں۔

باغ مراچہ حاجت سرو و صنوبر ست

شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر ست (58)

مفتی محمد خان قادری محفل میلاد النبوی ﷺ کی تفصیلات یوں بیان

فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کے ہاں میلاد یا جشن سے مراد فقط یہ ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے ذکر پاک کے لیے اجتماع منعقد کرنا اس میں آپ ﷺ کے کمال و درجات کا بیان، آپ کی صورت

میں اللہ تعالیٰ کی نعمت عظیم کا تذکرہ ، ولادت کے موقع پر
عجائبات کا تذکرہ ، خوشی میں جلوس نکالنا لوگوں کو شریعت مطہرہ
کی تعلیمات سے آگاہ کرنا اور نعت خوانی کرنا ہے۔ (59)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی عید میلاد النبی ﷺ کے موقع
پر زیب وزینت کے جواز پر فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا خیر فی الاسراف ولا اسراف فی الخیر
ترجمہ: اسراف میں کوئی خیر نہیں اور خیر میں کوئی اسراف
نہیں ہے

جس شے سے تعظیم ذکر شریف مقصود ہو ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتی امام
غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم شریف میں سید ابوعلی رودباری سے نقل کیا
کہ ”ایک بندہ صالح نے مجلس ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار
شمعیں روشن کیں ایک شخص طاہر بین پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے
لگے بانی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لے جا کر فرمایا ”جو شمع میں نے غیر خدا
کے لیے روشن کی بچھا دیجئے۔ کوششیں کی جاتی تھیں مگر کوئی شمع ٹھنڈی نہ
ہوئی۔“ (60)

علامہ سخاوی عید میلاد النبی ﷺ کی ہر بلد و مصر میں پُرمسرت رواج پر
گفتگو فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

”تین صدیوں تک محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ (آج کی مروجہ شکل
میں) ضابطہ میں نہ آئی پھر جو اس کا سلسلہ شروع ہوا تو آج تک
قائم ہے..... اس کے بعد سے تمام ملکوں اور شہروں میں اہل
اسلام عید میلاد مناتے رہے ہیں اس رات لوگ مختلف صدقہ
دیتے ہیں اور حضور انور ﷺ کی ولادت باسعادت کے واقعات

سناتے ہیں جس کے برکات ان پر ظاہر ہوتے آئے ہیں۔“ (61)

میلاد النبی ﷺ پر سب سے پہلی تصنیف کا احوال بیان کرتے ہوئے
 پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مجددی لکھتے ہیں:

” (سلطان اربل ابو سعید مظفر الدین کے زمانے کے جشن عید
 میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کا) شہرہ سن کر اس وقت کے ایک
 جلیل القدر عالم دین (ابوالخطاب عمر بن حسن کلبی اندلسی بلنسی
 نے میلاد پاک پر کتاب لکھی جو غالباً اس موضوع پر پہلی
 کتاب تھی اس سے پیش سروردو عالم ﷺ کی ولادت
 باسعادت کے حالات قرآن و حدیث اور کتب تاریخ و سیر
 میں منتشر تھے۔ عالم موصوف نے ان سب کو جمع کیا اور اس
 مجموعہ کا نام ”التویر فی مولد السراج المنیر“ رکھا۔ اس کتاب
 کا دوسرا نام ”التویر فی مولد البشیر والنذیر“ بھی ملتا ہے۔
 ۶۰۴ھ / ۱۲۰۷ء میں عالم مذکور سلطان اربل کے دربار میں
 حاضر ہوئے اور یہ کتاب پیش کی۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور
 خوشی میں عالم موصوف کو ایک ہزار دینار (یا اشرفیاں) بطور
 انعام نذر کیں۔“ (62)

ڈاکٹر موصوف اپنے والد محترم کا طرز عمل بسلسلہ انعقاد محفل میلاد یوں
 بیان کرتے ہیں:

” حضرت مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی ۱۲ ربیع
 الاول کی شب کو سالانہ محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرایا
 کرتے تھے۔ جو اپنی نوعیت کی پاک و ہند میں واحد محفل
 تھی جہاں آداب شریعت کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ یہ
 مجلس مبارکہ جامع مسجد فتحپوری (دہلی) میں بعد از نماز عشا

شروع ہوتی اور نماز فجر تک جاری رہتی نماز فجر کے بعد تقریباً دس من شیرینی تقسیم کی جاتی اس سے حاضرین کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو صبح ۱۰ بجے سے لنگر جاری ہوتا اور سہ پہر تک تقریباً چالیس پچاس من کھانا کھلایا جاتا پھر بعد ظہر دوسری مجلس ہوتی جو نماز عصر تک جاری رہتی۔“ (بروایت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد) مفتی صاحب کو کسی منکر میلاد نے گم نام خط لکھ کر انعقاد محفل میلاد پر اعتراض کیا تھا جس کے جواز و استحباب پر آپ نے ”تحقیقات نعمت“ کے نام سے رسالہ لکھا۔

علماء کرام نے حضور اکرم ﷺ کے دو ایسے اعمال ذکر فرمائے ہیں جو آں سرور ﷺ سے میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کی دلیل واضح و برہان قاطع ہیں۔

۱۔ پیر کے دن کا روزہ:

حضور علیہ السلام ہر پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ (63) حضرت قتادہ نے اس روزے کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ذالک یوم فیہ ولدت وفیہ انزل (یہ میری ولادت کا دن ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ کا کلام مجھ پر نازل ہوا)

۲۔ جانوروں کی قربانی:

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک محفل میلاد النبی ﷺ کی اصل احادیث میں آپ ﷺ کا یہ عمل ہے کہ مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں جانور ذبح کئے بعض لوگوں نے حضور ﷺ کے اس فعل کو عقیقہ قرار دیا (لیکن امام موصوف اس کا رد

کرتے ہوئے کہتے ہیں) کہ آپ کا عقیدہ تو آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کر چکے تھے۔ کیونکہ (عقیدہ) زندگی میں دوبار نہیں کیا جاتا اس لیے آپ ﷺ کے اس عمل کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضور ﷺ نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار کیا کہ اس نے آپ ﷺ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا۔ (64)

مولانا کرم الدین السلفی نے ذکر خصائص النبی ﷺ کے بارے میں یوں گل فشانی کی ہے:

”محمد رسول اللہ ﷺ اشرف المخلوقات، فخر الاولین و لاخرین، رحمتہ للعالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، سید العلمین، عدل و انصاف کے علمبردار، صدق و صفا کے پیکر، امانت و دیانت کے مجسم، رحمت و شفقت کے معدن، ہدایت کے ضوفشاں، آفتاب و ماہتاب تھے آپ ﷺ کے ساتھ محبت و عقیدت عین ایمان، آپ ﷺ کے فضائل و شمائل کا ہر وقت تذکرہ ایمان افروز و باعث رحمت، آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ، آپ ﷺ کی صورت و سیرت، اخلاق و کردار، اقوال و افعال، آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور زندگی کے ہر شعبہ کے صحیح حالات و واقعات اور اسوہ حسنہ بلا پابندی رسوم و قیود ہر وقت بیان کرنا موجب رحمت، کار ثواب، ذریعہ نزول برکات اور سبب شفاعت و نجات روز جزا ہے آپ ﷺ کے محامد و مناقب کا ذکر مبارک دل کا سرور، آنکھوں کا نور اور راحت جان مسلم ہے۔“ (65)

معروف ریسرچ سکا لرجی اے حق محمد عید میلاد النبی ﷺ کی محافل کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اسی طرح دنیا بھر میں اہل اسلام اپنے محبوب نبی ﷺ کی

میلا د کی محافل منعقد کرتے ہیں ان محافل سے کیا وصول ہوتا ہے؟ اور کیا مقاصد تکمیل پذیر ہوتے ہیں۔ سلف صالحین کا نظریہ (عقیدہ) ہے کہ ان محافل کے انعقاد سے معاشی تنگی دور ہوتی ہے۔ خیر و برکت کی فراوانی ہوتی ہے امن و سلامتی کا نزول ہوتا ہے اور دلوں کو روشنی اور باطن کو تازگی ملتی ہے۔ مگر ان اعلیٰ مقاصد کے ساتھ بطور خاص آج کے دور میں یہ محافل نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ غلبہ دین اور شوکت اسلام کا ایک موثر ذریعہ بھی ہیں۔“ (66)

مولانا محمد معراج الاسلام میلاد النبی ﷺ کے زیادہ سے زیادہ منائے جانے اور اس تقریب کے انعقاد سے حاصل ہونے والے اثرات کا جائزہ یوں لیتے ہیں۔

”اس روز سعید کو سرکاری سطح پر بھرپور طریقے سے منانے کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ اس سے مختلف فوائد حاصل ہوں۔ (جو یہ ہیں)

تاکہ بیان سیرت و میلاد سے مسلمانوں کے سامنے اپنے نبی کریم ﷺ کی پر عظمت اور پر جلال تصویر آتی رہے۔

تاکہ جلوس ہائے عید میلاد النبی ﷺ کے ذریعے اسلام کی شان و شوکت دو بالا ہو۔ گھروں میں چہل پہل، غیر معمولی رونق، مسرت اور تحائف کے تبادلے ہوتے دیکھیں تو اس دن کی عظمت و سعادت اور اس دن والے کی بزرگی اور مقام و مرتبہ سے واقف ہوں۔

غیر مسلم کوچہ و بازار میں تزک و احتشام، شرکت و احترام، عبادت و اطاعت اور نیکی و سچائی کے یہ اجتماعات اور جلوس دیکھیں تو متاثر ہوں اور اسلام کی طرف رجوع کریں۔

چوتھا

جو مرعوب زدہ اور کمزور طبع مسلمان ہیں وہ مرعوبیت اور دبدبے سے نکلیں اور سیرت النبی کی مجالس میں بیٹھ کر ان کا حوصلہ اور جرأت ایمانی بیدار ہو۔ (67)

مولانا کو کب نورانی عید میلاد النبی ﷺ کے جواز و رواج پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”جناب مولانا عبدالرحمن دیوبندی (استاد و مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور) لکھتے ہیں کہ ”یہ قانون یاد رکھیں کہ کسی (عمل وغیرہ) کے جائز ہونے کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ اس (کام) کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل (یا قول) نہیں ہے۔ اسی اصول و قانون کے مطابق اہل ایمان اللہ والوں کے دن منانے اور ان سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں حیرت ہے کہ جو لوگ میلاد النبی ﷺ منانے کو ناجائز کہتے رہے وہ سیرت النبی ﷺ منانے لگے ہیں بلکہ (کانفرنسیں اور جلسہ ہائے) میلاد النبی ﷺ بھی منانے لگے ہیں۔ حالانکہ سیرت ”منائی“ ہرگز نہیں جاتی بلکہ اپنائی جاتی ہے (یہ اثر ہے سیرت النبی اور میلاد النبی ﷺ کی مقبولیت و مشروعیت کا۔ یاد رہے کہ یہ تمام تقاریب میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے ربیع الاول ہی میں منائی جاتی ہیں خواہ انہیں قائلین میلاد النبی ﷺ منائیں یا قائلین سیرت النبی منائیں۔“ (68)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا یہ ارشاد عید میلاد النبی ﷺ کی مشروعیت و رواج کے بارے میں ہی تو ہے:

”۱۲۔ ربیع الاول کو ہم نے نیاز نبوی ﷺ کے لیے قسم قسم کے کھانے پکانے اور ایک محفل مسرت قائم کرنے کو کہا“ (69)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تقریب میلاد النبی ﷺ کا ذکر (وفات شریف و بارہ وفات) کے حوالے سے یوں کرتے ہیں:

”فقیر کے مکان پر سال میں دو مجلسیں، ایک ذکر وفات (میلاد النبی ﷺ) اور دوسری شہادت حسنین کی ہوتی ہیں سینکڑوں آدمی جمع ہوتے ہیں درود شریف اور قرآن شریف پڑھا جاتا ہے، وعظ ہوتا ہے پھر سلام پڑھا جاتا ہے۔“ (70)

مولانا حکیم عبدالرحمن خلیق امرتسری (الہمدیث) ہفت روزہ الہمدیث لاہور میں جشن میلاد النبی ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”اس تقریب (میلاد النبی ﷺ) کا انعقاد کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمارے بعض مورخین نے چند صدیاں قبل موصل وغیرہ کے دیار و امصار میں وہاں کے بعض سلاطین و علماء دین سلطنت کے زیر اہتمام اس (میلاد النبی ﷺ) کے منائے جانے کا ذکر کیا ہے۔“ (71)

مشہور محقق، نعت گو اور میلاد النبی ﷺ کے متخصّص جناب راجا رشید محمود لکھتے ہیں کہ:

”بہاولپور میں موجود ایک مخطوطے کے مطالعہ سے یہ بات سامنے لائی گئی ہے کہ ۱۲۷۰ء میں سلطان غیاث الدین بلبن کے لڑکے سلطان محمد کے عہد میں (پہلے پہل) ملتان میں جلوس عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز ہوا۔ (اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ) جلوس میلاد شوکت اسلام کا نمونہ ہے حاکم ملتان سلطان محمد جو متقی اور اصحاب تقویٰ کا دوست ہے پاپیادہ جلوس کی رہنمائی کرتا ہے اس کے بعد

عمائدین شہر اور نعت خوانوں کا گروہ ہوتا ہے جو شاعر دربار کی قیادت میں منقبت رسول ﷺ پاک میں مصروف رہتا ہے نعت خوانوں کے بعد مخادیم سادات و قریش کا گروہ ہوتا ہے اس معزز گروہ میں علمائے ملتان بھی شامل ہوتے ہیں بعد میں سرداران فوج ترکی و تورانی چہار آئینہ زیب تن کئے شامل جلوس ہوتے ہیں یہ جلوس تمام شہر کا چکر لگا کر قلعے پر جا کر ختم ہوتا ہے نماز شکرانہ ادا کی جاتی ہے۔ شہر میں چراغاں کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔“ (72)

مورخ اسلام منشی محمد دین کلیم لاہور میں عید میلاد النبی کے جلوس کی تفصیل یوں رقم فرماتے ہیں:

”مدینۃ الاولیاء لاہور میں محسن انسانیت حضور اکرم، نبی معظم ﷺ کا یوم ولادت انتہائی عقیدت و احترام اور شایان شان طریقہ سے منایا جاتا ہے اس مبارک دن عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس نکالا جاتا ہے ہر مسجد میں جلسہ ہوتا ہے۔ جس میں سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے رات کو سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں پر چراغاں کیا جاتا ہے غربا و مساکین کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ آرائشی دروازے اور محرابیں نہایت عالی شان بنائی جاتی ہیں۔ عام تعطیل ہوتی ہے جلوس میں شہری دفاع کے باوردی رضا کار بھی شامل ہوتے ہیں۔ ایک روز قبل شہر کے تمام گلی کوچوں اور بازاروں کو رنگ برنگی جھنڈیوں اور ققموں سے سجایا جاتا ہے۔ جلوس کا راستہ جگہ جگہ ٹھنڈے پانی، دودھ اور دیگر مشروبات کی سبیلوں سے آراستہ کیا جاتا ہے شہر کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے

لاکھوں فرزند ان توحید اس میں شرکت کرتے ہیں۔ درود و سلام کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں گھر گھر نیازیں دی جاتی ہیں جلوس کے راستہ میں مختلف مقامات پر شرکاء کی مٹھائی سے بھی خاطر خواہ تواضع کی جاتی ہے شمع رسالت ﷺ کے بے شمار پروانے ریڈ کر اس بلڈ ڈونر سنٹر پہنچ کر خون کے عطیات دے کر آں حضرت کی ایثار و قربانی کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ (73)

بارہ وفات یا ۱۲۔ ربیع الاول کو آں حضرت ﷺ کی وفات مبارکہ پر غم اور افسوس نہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ:

”شریعت نے ولادت کے موقع پر عقیقہ کا حکم دیا ہے اور یہ بچے کے پیدا ہونے پر اللہ کے شکر اور خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے لیکن موت کے وقت ایسی چیز کا حکم نہیں دیا بلکہ نوحہ، جزع و فزع وغیرہ سے منع کر دیا ہے۔ شریعت کے مذکورہ اصول کا تقاضا ہے کہ ربیع الاول شریف میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال پر غم“ (74)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی عید میلاد النبی ﷺ منانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں میرے تمام اعمال فساد نیت کا شکار ہیں البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی کی عنایت سے اس قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی اور

انکساری، محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود بھیجتا ہوں۔“ (75)

حضرت پیر کرم شاہ الازہری مرحوم میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشیاں منانے کے اثرات و اجرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر جب ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اسے دی تو اپنے بھتیجے کی ولادت کی خبر سن کر اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا اگرچہ اس کی موت کفر پر ہوئی اور اس کی مذمت میں پوری سورت نازل ہوئی لیکن میلاد مصطفیٰ ﷺ پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر سوموار کو اسے پانی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اس روز کو (سوموار کے دن) اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے حافظ الشام شمس الدین مہربن ناصر نے کیا خوب کہا ہے۔

اذا كان هذا كافر جاء ذمه وتبت يدا ابي الجحيم مخلدا
اتى انه في يوم الاثنين دائما يخفف عنه للسرور باحمدا
وما الظن بالبعد الذي كان عمره باحمد مسرورا ومات مرحدا

ترجمہ: جب کہ ایک کافر جس کی مذمت میں پوری سورۃ ”تبت يدا ابي“ نازل ہوئی اور جو تاابد جہنم میں رہے گا اس کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت پر اظہار مسرت کی برکت باسعادت سے ہر سوموار کو اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے تو تمہارا کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جو زندگی بھر احمد مجتہبی کی ولادت باسعادت پر خوشی مناتا رہا اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوا۔ (76)

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں اس

طرح اظہار و اعلان کرتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے دن کو منانا اور اس دن اظہار مسرت و شکر کرنا اور ان کی ولادت و معجزات کا بیان کرنا نہ تو حرام ہے اور کوئی بری رسم ہے اس کے برعکس یہ ایک ایسی نعمت عظیم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نبی رحمت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی اور بزرگوں کے طریقے پر عمل بھی ہے جس کے بدلے میں دنیا میں عافیت و طمانیت نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں یہ ذریعہ نجات ہے جو لوگ یہ نیکی کرتے ہیں وہ اپنے کمال ایمان کا ثبوت فراہم کرتے ہیں اور جو اسے منع کرتے ہیں وہ کفار و منافقین کا طریقہ اختیار کر کے اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔“ (77)

تقریباً سات سو سال پہلے فاضل جلیل امام تقی الدین سبکی (78) علماء کی محفل میں (میلاد النبی ﷺ کی تقریب میں) تشریف فرما تھے وہاں پر حسان وقت حضرت امام صرصری کا یہ نعتیہ شعر پڑھا گیا۔

و ان ننہض الاشراف عند سماعه

قیاما صفوفا او جثیا علی الרכب

(ترجمہ: بے شک عزت والے شرف والے حضور ﷺ کا ذکر جمیل سن کر صف بہ صف کھڑے ہو جاتے ہیں یا گھٹنوں کے بل دوزانو ہو جاتے ہیں)

یہ شعر سننا تھا کہ عجب کیف کا عالم طاری ہو گیا۔ پوری محفل جھوم گئی۔ اچانک امام سبکی کھڑے ہو گئے وہ کھڑے ہوئے تو تمام شرکاء مجلس بھی کھڑے ہو گئے اور باقی اوصاف و فضائل محمدی ﷺ تمام اہل مجلس نے ”فی حالت قیام“ سنے۔ لہذا قیام فی میلاد النبی ﷺ طریقہ صلحاء و علماء قرار پا گیا ہے۔ (79)

فاضل اجل، حکیم الدہر، علامہ اہل سنت حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں یوں لکھا ہے:

”آج یہ تصور قائم ہو گیا ہے کہ ماہ ربیع الاول اور محفل میلاد میں صرف حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ ہونا چاہیے بلکہ بعض اوقات تو موضوع سخن صرف میلاد شریف منانے کا جواز ثابت کرنا ہوتا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہر مقرر اپنی تقریر میں میلاد شریف کے جواز پر دلائل پیش کر کے اپنی تقریر ختم کر دیتا ہے اور جلسہ درخواست ہو جاتا ہے حالانکہ میلاد شریف منانے کا مقصد تو یہ ہونا چاہیے کہ خدا اور رسول کی محبت (اس انعقاد عید میلاد النبی ﷺ سے) مضبوط سے مضبوط تر ہو اور کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔“ (80)

ڈاکٹر محمد علوی مالکی میلاد النبی ﷺ کے بارے میں ان آراء و عقائد ایمانیہ کا اظہار کرتے ہیں:

(۱) میلاد النبی ﷺ بدعت حسنہ ہے کیونکہ یہ شرعی اصولوں کے عین مطابق ہوتی ہے اور جزئیات کے لحاظ سے تو یہ بدعت ہرگز نہیں ہے۔

(۲) میلاد النبی ﷺ ایک ایسی محفل ہوتی ہے جس میں مولد مبارک رسول اللہ ﷺ کے معجزات، سیرت اور شمائل و فضائل کا ذکر ہوتا ہے۔

(۳) میلاد النبی ﷺ کی صورت میں دراصل جو آپ ﷺ کے اوصاف و اخلاق بیان کیے جاتے ہیں ان کے ذریعے آپ ﷺ کے ان حقوق میں سے بعض کی ادائیگی ہوتی ہے جو آپ کی طرف سے امت پر لازم ہیں۔

(۴) بے شک میلاد النبی ﷺ کے موقع پر آپ ﷺ کے شمائل و معجزات و اخلاق حمیدہ کے بیان سے آپ ﷺ سے محبت میں زیادتی اور آپ ﷺ

پر ایمان میں مضبوطی ہوتی ہے۔

(۵) عید میلاد النبی ﷺ کے دن ذکر الہی کے لیے اجتماع کرنا، فقرا کو کھانا کھلانا اور خوشی کا اظہار کرنا مظاہر تعلیم میں سے ہے اور آپ ﷺ کی تعظیم کا شرعی تقاضا بھی۔

(۶) میلاد النبی ﷺ کا انعقاد ایک ایسا امر ہے جسے علماء و آئمہ اور ہر علاقے اور ہر طبقہ کے مسلمانوں نے مستحسن جانا ہے اور اس پر عمل ہر جگہ جاری ہے۔

(۷) میلاد النبی ﷺ کی صورت میں ذکر و فکر کے لیے اجتماع کرنا، صدقہ کرنا اور بارگاہ مصطفوی ﷺ کی مدح و تعظیم کرنا سنت ہے اور شرعی لحاظ سے مطلوب امر بھی ہے۔

(۸) میلاد النبی ﷺ پر محفل منعقد کرنا سرکارِ دو عالم ﷺ کی یاد کا احیا ہے اور یہ اسلام میں مشروع ہے۔ (کہ حضور ﷺ کا ذکر کیا جاتا رہنا چاہیے) (81)

غزالی زمان، محدث ملتان حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی میلاد النبی ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ماہ ربیع الاول شریف وہ نورانی مہینہ ہے جس کی آغوش میں نورِ مبین کے جلوے قیامت تک چمکتے رہیں گے۔ بموجب فرمانِ خداوندی و ذکر ہم بایام اللہ (اور اللہ کے ایام) (گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات) کا ذکر ان سے کرتے رہیں (آج ہمیں اس مبارک دن کی یاد تازہ کرنی ہے جو سید ایام اللہ یعنی یوم ولادت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے یہ وہ مبارک دن ہے جس میں خدا کے سب سے پہلے اور آخری نبی جناب احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیائے خاکی میں جلوہ گر ہوئے۔“ (82)

شارح بخاری علاقہ قسطلانی کی عبارت ذیل متعلقہ عید میلاد

النبي ﷺ ولا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر موالده ﷺ
 ويسلك بنا سبيل السنة فانه حسبا ونعم الوكيل (بحواله مواهب
 اللدنيه جلد اول مطبوعه مصر) (83) سے ثابت ہونے والے امور و نکات کو علامہ
 کاظمیؒ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

(الف) (ماہ میلاد) ماہ ربیع الاول شریف میں انعقاد محفل میلاد اہل اسلام کا
 طریقہ رہا ہے۔

(ب) کھانے پکانے کا اہتمام، انواع و اقسام کے خیرات و صدقات، ماہ
 میلاد کی راتوں میں اہل اسلام ہمیشہ سے کرتے رہے ہیں۔

(ج) ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف پڑھنا اور قرأت میلاد پاک کا اہتمام
 کرنا مسلمانوں کا محبوب طرز عمل رہا ہے۔

(د) ماہ ربیع الاول میں خوشی و مسرت و سرور کا اظہار شعار مسلمین رہا ہے۔

(ه) ماہ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا
 پسندیدہ طریقہ رہا ہے۔

(ر) میلاد کی برکتوں سے میلاد کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم
 ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے۔

(ز) محفل میلاد کے خواص سے یہ مجرب خاصہ ہے کہ جس سال میں
 محافل میلاد منعقد کی جائیں وہ تمام سال امن و امان سے گزرتا ہے۔

(ح) انعقاد محافل میلاد مقصود و مطلوب پانے کے لیے بشریٰ عاجلہ
 (جلد آنے والی خوش خبری) ہے۔

(ط) میلاد مبارک کی راتوں کو عید منانے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کی
 رحمتوں کے اہل ہیں۔

(ی) ربیع الاول شریف میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا اور ماہ میلاد
 کی ہر رات کو عید بنانا یعنی عید میلاد منانا ان لوگوں کے لیے سخت

مصیبت ہے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض اور عداوت رسول ﷺ کی بیماری ہے۔⁽⁸⁴⁾

نواب مشتاق احمد خان نے عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں اپنی دلی آرزویوں بیان کی ہے:

”رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ و درود سلام پیش کرنا ہمارے لیے برکت ہی برکت ہے اور میں وہ دن دیکھنے کے لیے زندہ ہوں جب ہر گھر ہر محلہ میں رسول پاک ﷺ کا ذکر ہو یہ ذکر مکان و مکین دونوں کے لیے موجب برکت ہے۔

جہاں ذکر میلاد خیر البشر ہو خدا کی قسم وہ مکاں محترم ہے شہ دیں کا ہر تذکرہ ہے گرامی شہ دیں کی ہر داستاں محترم ہے لیکن ایمان کی بات ہے کہ یہ تقریب منانا ہمیں صحیح معنوں میں اس وقت زیب دے گا جب ہم اپنے ممدوح ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہوں گے۔“⁽⁸⁵⁾

مولانا شاہ عبدالحامد بدایونی نے عید میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کی ضرورت ایمانی اور تقدس پاکیزگی کو یوں بیان کیا ہے:

”ضرورت اس (امر) کی ہے کہ ذکر میلاد مقدسہ کی محافل مبارکہ منعقد کریں عشق رسالت کی گرمی اور اطاعت نبویہ ﷺ کے جذبات عام و خاص طور پر پیدا کیے جائیں معاشرے کی اصلاح کی جائے محرمات شرعیہ سے اجتناب کیا جائے۔ سیرت نبویہ ﷺ پر ہر چھوٹا بڑا عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔“⁽⁸⁶⁾

علامہ ابن تیمیہ کا قول عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں محمد علوی مالکی نے اس طرح نقل کیا ہے:

”رسول اللہ ﷺ کی محفل میلاد کی تعظیم اور سالانہ محفل میلاد کا

انعقاد بعض لوگ کرتے ہیں اور اچھے ارادے اور نیک نیتی سے اس محفل کو منعقد کرنے والے کے لیے حسن قصد کی بدولت اس میں اجر عظیم ہوتا ہے نیز اس میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم (پائی جاتی) ہے۔“ (87)

حضرت شاہ احمد سعید مجددی کے فرمودات شوق و عقیدت بسلسلہ میلاد النبی ﷺ یوں نقل ہوئے ہیں:

”جس طرح آپ ﷺ خود اپنی ذات پر درود سلام بھیجا کرتے تھے ہمیں چاہیے کہ ہم آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں جلسہ کریں، کھانا کھلائیں، اور دیگر عبادات اور خوشی کے جو طریقے ہیں (ان کے ذریعے اللہ کا) شکر بجلائیں۔“ (88)

علامہ مفتی محمد ضیاء الدین مدنی اپنے ایک خط محررہ ۲۹۔ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ تحریر فرماتے ہیں:

”میرے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مجدد مائتہ حاضرہ کی اس عاجز پر غایت درجہ عنایت و توجہ رہی ہے کہ آج تک ذکر سید المرسلین، شہنشاہ کون و مکاں، سردار انبیاء، حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ (کی محفل) برابر فقیر خانے پر جاری رہی ہے۔ حسب دستور امسال بھی فقیر کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جشن میلاد النبی ﷺ منعقد کرایا جس کی نظیر فی زمانہ کم ملتی ہے۔“ (89)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (دائرة المعارف اسلامیہ اردو) میں عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں یہ گفتگو آئی ہے:

۱۔ عملاً پوری دنیائے اسلام میں اس روز خوشی اور مسرت کا سماں ہوتا ہے۔

۲۔ آج تمام اسلامی دنیا میں جشن عید میلاد النبی ﷺ متفقہ طور پر منایا جاتا ہے۔⁽⁹⁰⁾

پروفیسر ڈاکٹر محمد بابر بیگ مطالی نے محافل میلاد النبی ﷺ و جشن عید میلاد النبی ﷺ پر اس طرح خامہ فرسائی کی ہے:

”آپ ﷺ سے محبت اور وابستگی کے اظہار کے لیے اہل اسلام پورا سال بالعموم اور ربیع الاول کے مہینے میں بالخصوص ایسی محافل اور تقاریب منعقد کرتے ہیں جن میں حمد باری تعالیٰ کے بعد آپ ﷺ کی ولادت باسعادت اور سیرت طیبہ کا ذکر کر کے حاضرین کو مستفید کیا جاتا ہے۔ ۱۲۔ ربیع الاول کو بطور عید میلاد النبی ﷺ منا کر فرمان خداوندی و ذکر باایام اللہ کی تعمیل کی جاتی ہے محفل میلاد ہو یا عید میلاد النبی ﷺ میلاد کانفرنس ہو یا سیرت کانفرنس[☆]، مقصود فقط محبوب کریم ﷺ سے اظہار محبت، آپ ﷺ کی شخصیت اور سیرت و کردار سے روشناس کرانا اور آپ ﷺ کی تشریف آوری پر رب العلمین کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔“⁽⁹¹⁾

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی اپنے رسالہ عید میلاد النبی ﷺ میں لکھتے ہیں:

”اگر ملک بھر کے تمام علما و مشائخ اور ان کے وابستگان و متوسلین

☆ حکومت پاکستان ۱۹۷۶ء سے تا حال ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں سیرت کانفرنس منعقد کرتی ہے جس میں وطن عزیز اور بیرونی ممالک سے مسلم و غیر مسلم علمائے دین کو مدعو کیا جاتا ہے۔ صدر پاکستان اور وزیر اعظم اس کانفرنس کی صدارت کرتے ہیں۔ اور سیرت النبی ﷺ و تعلیمات النبویہ پر کام کرنے والوں کو انعامات و اعزازات سے نوازا جاتا ہے۔

اور عوام الناس اپنی اپنی حیثیت اور اثر و رسوخ کو بروئے کار لاتے ہوئے حضور نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن عقیدت و احترام سے منائیں اور خصوصی اہتمام کریں اور عید میلاد النبی ﷺ کے جلسے جلوسوں اور محافل کو رقص و سرود کی محفلوں، ڈھول باجے اور غیر شرعی امور و حرکات سے پاک رکھ کر عشق و محبت اور عقیدت کا مظاہرہ کریں اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں تو اہل اسلام کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کا جذبہ کار فرما ہو سکتا ہے۔“ (92)

عید میلاد النبی ﷺ کو بدعت کہنے والوں کا رد و انکار فرماتے ہوئے سیرت حلبیہ کے مؤلف نے لکھا ہے:

”اور فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگوں کی یہ عادت جاری ہو گئی ہے کہ جب حضور ﷺ کی پیدائش مبارک کا ذکر سنا فوراً حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں لیکن یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔“ (93)

راجا رشید محمود تمام وضعی روایات اور روایات محرمہ سے پاک عید میلاد النبی ﷺ منانے کی ضرورت کی ضرورت کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

”غرض، حضور پاک ﷺ کے ظہور پاک کے حوالے سے خوشی منانے، محافل منعقد کرنے، جلوسوں وغیرہ کے ذریعے شوکت کا اظہار کرنے کے متعلق صحابہ کرام اور بزرگان دین کے اقوال و ارشادات واضح ہیں ہمیں مسرت و انبساط اور ابہتاج و عقیدت کی محفلیں سجانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرنا

چاہیے۔ لیکن ان میں عامۃ المسلمین کے جذبات کے بھڑکانے کے لیے کسی وضعی روایت کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔ اسی طرح جلوسوں، مظاہروں میں ہر غیر اسلامی اور غیر اخلاقی حرکت سے اجتناب کرنا چاہیے ورنہ سرکارِ نبویؐ ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔“ (94)

”منہاج القرآن“ کے امیر پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد طاہر القادری عید میلاد النبیؐ کے تمام مواقف و مخالف گروہوں کو عید میلاد النبیؐ منانے کی دعوت یوں دیتے نظر آتے ہیں۔

”آج امت مسلمہ دو بڑے طبقوں میں بٹ گئی ہے ایک طبقہ اس عید میلاد النبیؐ کو سرے سے ناجائز، حرام اور بدعت کہہ کر اس کی برکت کا انکار کر رہا ہے جبکہ دوسرا طبقہ میلاد کے نام پر الا ماشاء اللہ ہر ناجائز اور فحش کام سرانجام دے رہا ہے۔ انہوں نے ناجائز اور حرام امور کو داخل میلاد کر کے میلاد النبیؐ کے پاکیزہ تصور کو بدنام کر دیا ہے..... ہم نے تو میلاد اور سیرت کو بھی اپنی طرح دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ کوئی صرف میلاد کا داعی بن گیا اور کوئی صرف سیرت کا نام لیوا۔ میلاد کا نام لیوا سیرت سے کتراتا ہے۔ اور سیرت کا داعی میلاد کو ناجائز کہہ کر اپنی انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے ذرا سوچو! اگر میلاد نہ ہوتا تو سیرت کہاں سے ہوتی اور اگر سیرت کا بیان نہ ہو تو پھر میلاد کا مقصد کیسے پورا ہوگا؟ بیان میلاد اور بیان سیرت دونوں حضورؐ کے ذکر ہیں۔ دونوں ایک شمع کی کرنیں ہیں میلاد کو نہ تو بدعت اور حرام کہہ کر ناجائز سمجھو اور نہ اس کو جائز سمجھتے ہوئے اس میں خرافات کو داخل کرو میلاد کو

حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی سمجھو اس میں محبت اور تعظیم کے ساتھ با وضو ہو کر آؤ۔“ (95)

نہ صرف پاکستان میں بلکہ تقریباً تمام اسلامی ممالک میں سیرت کانفرنسیں، میلاد کے اجلاس اور محافل مولود، محافل درود اور سیرت النبی ﷺ کے سرکاری و غیر سرکاری پروگرام ہر سال ہوتے ہیں۔ جن میں سرکاری و غیر سرکاری خرچ پر علماء و محققین کو دعوت شرکت دی جاتی ہے، تقاریر ہوتی ہیں، تجاویز پیش کی جاتی ہیں، انعامات دیئے جاتے ہیں اور اس علمی و دینی جشن سے آنے والی نسلوں کے لیے روشن ہدایت پھیلانے کا اہتمام کیا جاتا ہے ان کانفرنسوں اور جلسوں میں بھی سیرت النبی ﷺ اور سنت رسول ﷺ سے ہدایت لینے کا کام کم اور ریاکاری اور دکھاوا زیادہ ہوتا ہے میلاد النبی ﷺ کی برکات اور احسان ربی کا تذکرہ کم اور طویل طویل مگر محبت و عقیدت سے خالی بیانات لیکچرز اور خطبات کا سلسلہ زیادہ ہوتا ہے علامہ ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی خلیفہ مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی نے اس عنوان پر صاحبان اقتدار اور منتظمین حضرات کی توجہ مبذول کرائی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

”کافی عرصے سے ہمارے ملک میں سیرت کانفرنس اور سیرت طیبہ کے نام پر جلسے اور اجتماعات منعقد کرنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے خاص طور پر ربیع الاول کے مہینے میں ان کانفرنسوں اور اجتماعات کا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے اور ہر شہر اور قصبے میں گلی گلی یہ محفلیں منعقد ہوتی ہیں کچھ عرصے سے سیرت طیبہ کے نام پر ان تقریبات کا اہتمام سرکاری پیمانے پر بھی ہونے لگا ہے اس غرض کے لیے حکومت کی سطح پر جلسے، کانفرنسیں اور تقریبات منعقد ہوتی ہیں اور بعض جگہ جلوس بھی نکالے جاتے ہیں۔ اگر نبی رحمت سرور دو عالم ﷺ کی سیرت

طیبہ کو صحیح مقصد، صحیح جذبے اور صحیح طریقے سے سننے اور سنانے کا اہتمام ہوتا تو نہ صرف یہ کہ وہ سب کے لیے باعث سعادت تھا۔ بلکہ اس سے ہماری بگڑی ہوئی زندگی کی کایا پلٹ سکتی تھی سیرت طیبہ کی تو خاصیت ہی یہ ہے کہ اگر اس کو صحیح جذبے اور صحیح طریقے سے سنا اور سنایا جائے تو اس کا ایک ایک واقعہ زندگیوں میں انقلاب برپا کرنے کے لیے کافی ہے۔“ (96)

ان اجتماعات، تقریبات، جلسوں، جلوسوں اور کانفرنسوں میں عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی مرحوم نے ان ان خرابیوں کی نشاندہی کی ہے:

اول: ان تقریبات کی کارروائیوں کے دوران نمازیں فوت ہو جاتی ہیں۔

دوم: کھلے عام مرد و خواتین کا اختلاط ہوتا ہے جہاں شرعی حجاب اور پردے کی پابندی نہیں کی جاتی۔

سوم: یہ پروگرام بطور خاص سرکاری سیرت کانفرنسیں صرف مخصوص افراد کے لیے ہوتی ہیں عوام الناس کا یہاں شمولیت کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

چہارم: ان کانفرنسوں اور جلسوں کے موضوعات تحقیق و مطالعہ اکثر وہ ہوتے ہیں جن کا عملی زندگی پر کوئی خاص اصلاحی اثر نمایاں نہیں ہوتا۔

پنجم: مقالہ نگاروں، خطاب کرنے والوں اور اہل علم حضرات کو بولنے کے لیے بہت کم اور مخصوص وقت دیا جاتا ہے جو نتیجہ خیز بات کرنے کو کافی نہیں ہوتا۔ ایسی محافل میں مسنون طریقہ اختیار کرنے والوں کے لیے گنجائش یا تو ہوتی ہی نہیں یا بہت کم گنجائش ہوتی ہے۔

ششم: عوامی جلسوں میں نمازوں کا نقصان، منتظمین اور مقررین کی غیر شرعی وضع قطع، آرائش و زیبائش پر فضول اخراجات اور تاثر سیرت النبی ﷺ کی بجائے حاضرین کی شخصیات کا تاثر زیادہ غالب ہوتا ہے۔

ہفتم: عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس آداب و وقار کے ساتھ نکالے جائیں تو یہاں تک تو ٹھیک ہے مگر ہنگامہ آرائی، نغمہ و موسیقی کا دخل، جگہ جگہ خانہ کعبہ اور روضہ مبارک کی شبیہیں، پہاڑیاں وغیرہ، منتیں، نذرانے۔ یہ سب میلاد النبی ﷺ اور سیرت النبی ﷺ کی روح کے خلاف ہے اور یہ سب باتیں دین کو لہو و لعب بنانے کا ذریعہ ہیں۔

اس مطالعہ میں کچھ باتیں تو حکومت کے کرنے کی ہیں حکومت اپنے اقتدار اور اختیارات سے منکرات اور فواحش شرعیہ کو روک سکتی ہے اور سب سے زیادہ ذمہ داری علماء و صلحاء کی ہے کہ وہ ایسے طریقے تبلیغ و اصلاح کے اختیار کریں جو تقاضائے وقت کے لحاظ سے موثر ہوں پھر بھی خواہان قوم و ملت مسلمانوں کی تمدنی و معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لیے اپنی تقریروں اور تحریروں سے کام لیں اور سیرت کانفرنسوں، سیرت اجتماعات، میلاد النبی ﷺ کی تقریبات، جلسوں اور جلوسوں میں نبی الرحمة ﷺ کی سنتوں کا احیا کریں تاکہ مسلمانوں میں شعور دینی بیدار ہوتا رہے۔ (97)

مولانا ظفر علی خان نے بھی اپنے ایک مضمون ”میر حجاز ﷺ“ کے باب ”عید میلاد النبی ﷺ“ میں اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا تھا:

”آج طول و عرض گیتی میں حضور رحمتہ للعالمین ﷺ کے میلاد کی مجالس قائم ہوں گی حضور ﷺ کے حلقہ بگوش، جو دنیا کو غلامی سے نجات دلانے کے ضامن و کفیل تھے اور آج خود نا آشنائے آزادی ہیں اور جن کے دلوں پر آج خوف غیر اللہ مسلط ہے جا بجا جمع ہو کر مجالس میلاد منعقد کریں گے۔ لیکن انہیں سوچنا چاہیے کہ جب تک وہ حضور ﷺ کی تعلیم پر عمل پیرا نہیں ہوتے جب تک وہ حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنا شعار نہیں بناتے..... جب تک وہ

اپنے آپ کو حضورِ رحمتہ للعالمین ﷺ کے سچے حلقہ بگوش اور جان نثار غلام ثابت نہیں کرتے اس وقت تک عید میلاد النبی ﷺ پر ان کا خوشیاں منانا اور جھوم جھوم کر مجالس و محافل میں نعتیہ اشعار گانا بے معنی ہے۔

عید میلاد کی خوشیاں ان سعید روحوں کے لیے ہیں جو یہ عہد رب کعبہ کے ساتھ باندھیں (کہ وہ خدا اور رسول کی رضا جوئی پر کسی انسان کی رضا جوئی کو ترجیح نہ دیں گے اور ان کا جو بھی قدم اٹھے گا خدمت اسلام کے لیے اٹھے گا)۔ (98)

مخالفین و موافقین کے بیانات ، اعلانات ، نظریات ، خیالات ، اقتباسات ، تائیدات ، تنقیدات اور اصلاحات وغیرہ پر مبنی تحریری و تقریری حوالہ جات کے مطالعہ کے بعد اب اس عنوان پر روشنی ڈالی جاتی ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کیسے منائیں چنانچہ علامہ ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں کہ:

”محافل میلاد کے افکار جو ہمارے یہاں بیان کیے جاتے ہیں ان میں اکثر بھلائی پر مشتمل ہوتے ہیں جیسے صدقہ ، ذکر ، صلوٰۃ و سلام بحضور خیر الانام ﷺ اور ان کی مدح وغیرہ (جو کہ سنت ہے۔“

اور بقول علامہ حلبی:

”نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن بھلائی کرنے والوں ، فرحت و مسرت کا اظہار کرنے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کو کافی ہے کہ وہ اصحاب خیر اور فقراء و مساکین کو جمع کریں اور حضور پر نور ﷺ کی محبت میں ان کو کھانا کھلائیں اور ان پر صدقہ اس سے زائد اگر چاہیں تو اشعار

پڑھوائیں جن میں نعت مصطفیٰ ﷺ ہو اور اچھے اخلاق کی طرف رغبت دلانا، دلوں کو بھلائیوں کی طرف لانا اور بدعت و منکرات سے روکنا مقصود ہو۔“ (99)

درج بالا تمام مباحث پیش کرنے کے بعد میں اب یہ طے کرنا ضروری ہے کہ ہم عید میلاد النبی ﷺ کا پروگرام کس طرح منائیں۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ امر ہم مجبان رسول ﷺ و غلامانِ مصطفیٰ ﷺ پر چھوڑ دیا ہے کہ ہم کسی بھی جائز و مناسب طریقے سے آپ کے یوم پیدائش کی خوشیاں منائیں اور رب کا شکر ادا کریں مگر اس میں ممنوعات و مکروہات نہ پائی جائیں۔ اگر درج ذیل امور مد نظر رکھ کر عید میلاد منانے کی کوشش کی جائے تو ثواب کے ساتھ ساتھ مخالفین و منکرین کے طعنوں اور تنقید سے بھی بچ سکتے ہیں اور ثواب و قبولیت کی یقینی امید کی جاسکتی ہے۔

شب ولادت:

۱۲۔ ربیع الاول کی رات مسلمانوں کی مسجدیں، گھر، بازار اور گلی کو چے منور ہوں، ہر دم اور ہر طرف ایک مودبانہ روشنی پھیلی ہوئی ہو اور یہ روشنی اس نیت سے ہو کہ کل اسی رسول ﷺ کے صدقہ میں خدا ہماری قبروں کو منور کر دے گا۔ نیز تمام رات عبادات، درود خوانی، نعت خوانی اور بیان سیرت و میلاد میں بسر ہونی چاہیے۔ عشا اور فجر کی نمازیں باجماعت ادا کرنے کا اہتمام ہو۔

صبح ولادت:

نماز فجر سے قبل عین ولادت کے وقت سنت پر عمل کرتے ہوئے ہر مسجد اور ہر گھر سے آواز بلند درود و سلام کی صداکے آنی چاہیں۔ تلاوت قرآن کا غلغلہ ہو ذکر الہی کا جوش ہو اور ”طلع البدر علینا“ کے ترانے ہوں۔

یوم ولادت:

نماز فجر کے بعد غسل کرنا، پاکیزگی و طہارت اختیار کرنا اور درود و سلام پڑھتے ہوئے میلاد النبی ﷺ کے جلوس کے لیے مقام اجتماع پر اکٹھا ہونا لازم ہے باہمی اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ، آداب و وقار کا خیال، درود و سلام کی کثرت، نعت خوانی کا اہتمام اور صل علی کے ترانوں سے مہکتا جلوس اسلامی شان و شوکت کا مظہر ہو۔ آنکھیں جھکی ہوئی، لب ہلتے ہوئے، خیرات و شیرینی تقسیم کرتے ہوئے یہ جلوس شاہراہوں اور بازاروں میں سے گزرے ایک دوسرے کو آمد مصطفیٰ ﷺ پر مبارک باد دی جائے۔ ہار پھول پہنانا، تحائف دینا لنگر تقسیم کرنا، پانی و دودھ کی سبیلیں لگانا اور غربا و مساکین کی مالی مدد کرنا اس دن کا خاصہ ہونا چاہیے۔ یہ سب بلا فخر و بلا تکبر ہو مکمل تواضع اور مروت کے ساتھ ہو تو یقیناً بے حد اجر و ثواب کا باعث اور شفاعت محمدی ﷺ کے حصول کا ذریعہ ہے:

آداب جلوس:

میلاد النبی ﷺ کے جلوس کو بچے، خواتین، مخالف و منکرین اور غیر مسلم سب بڑے شوق سے دیکھتے ہیں اس میں جتنا وقار اور آداب ہوگا۔ اتنا ہی دیکھنے والوں کو متاثر کرے گا۔ اس جلوس کے لیے یہ امور مستحبات میں سے ہیں:

- (۱) ہر شریک جلوس جسم و لباس سے پاک ہو۔ پلیدی اور خباثت سے دور ہو۔
- (۲) چلنے میں وقار، اطمینان اور آداب میلاد قائم رکھے جائیں۔ نگاہ نیچی اور لب مصروف درود و سلام ہوں۔
- (۳) جلوس میں جہاں جگہ مل جائے آخر وقت تک اسی ترتیب میں نظم کے ساتھ چلا جائے۔

(۴) علماء، شیوخ اور بزرگوں کو آگے رکھا جائے۔ نوجوانوں کو پیچھے اور بچوں کو درمیان میں۔

(۵) تلاوت قرآن، نعت خوانی، صلوٰۃ و سلام اور صل علی کے نغمے باواز بلند بھی پڑھے جائیں۔

(۶) نعرہ بازی، ڈھول باجا اور سنگریٹ بیڑی وغیرہ سے پرہیز کیا جائے۔ یہ چیزیں اس مقدس جلوس کے آداب کے منافی ہیں۔

(۷) جھنڈے اور بینر ضرور ہوں مگر ان پر آیات قرآنی اور درود و سلام تحریر ہو، نعرہ بازی یا گروہی نشان ہرگز نہ ہوں۔

(۸) خوشبوؤں اور عطریات کا استعمال کیا جائے۔ پھولوں کے ہار پہنے جائیں تحفے دیئے لئے جائیں۔

(۹) مٹھائی، مشروبات اور دیگر اشیاء طعام اس طرح تقسیم کی جائے کہ نہ تو رزق کی بے حرمتی ہو نہ کپڑے خراب ہوں، نہ راستہ گندا ہو۔

(۱۰) محرمات پر نگاہ نہ ڈالی جائے۔ رقص و سرود نہ ہو، گا گا کر نعتیں اور درود و سلام نہ پڑھا جائے۔ لہک لہک کر الفاظ نہ ادا کیے جائیں۔ عورت اور مرد مخلوط نہ ہوں۔ ٹیپیں لاؤڈ سپیکر اور ہلڑ بازی سے پرہیز کیا جائے۔

(۱۱) نہ غیبت ہو نہ برائی، نہ گالی ہو نہ عیب جوئی، نہ عز و وقار میں فرق آئے نہ نماز چھوٹے، نہ بخیلی ہو نہ اسراف، بغض اور کینہ سے دل صاف ہو اگر کسی مخالف سے بھی ملاقات ہو جاتی ہے تو سلام دعا کریں، مصافحہ کریں، معانقہ کریں اور ہر بار درود پڑھیں۔

(۱۲) اگر بچے نظم و ترتیب سے وقتاً فوقتاً نعرے لگالیں تو کوئی حرج نہیں ہے اس لیے کہ یہ امر حدیث سے ثابت ہے۔ (۱۰۰)

(۱۳) جلوس کے اول میں اور آخر میں اجتماعی دعا ہونی چاہیے جس میں اللہ کی حمد و ثنا، محمد رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام، احسان خداوندی پر

شکر و امتنان، اجماع سعادت پر مبارک مسرت اور اللہ سے دعائے خیر کی جائے۔

(۱۴) جلوس میں بطور خاص درود ابراہیمی، صلی علی نبینا صل علی

محمد، اللهم صلی علی محمد و علی ال محمد و بارک

وسلم، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ

والسلام علیک یا حبیب اللہ پڑھتے ہوئے چلیں۔

(۱۵) بقدر استطاعت ہر مسلمان خوشی بھی کرے اور صدقہ و خیرات بھی۔

یہ جائز بھی ہے اور ضروری بھی۔⁽¹⁰¹⁾

تصنیفات و تالیفات بعنوان میلاد النبی ^م (102)

میلاد النبی ﷺ یا عید میلاد النبی ﷺ یا مولود شریف یا میلاد نامہ کے عنوان پر ہر زمانے کے کثیر علمائے دین نے کتب تصنیف کیں، دلائل رقم کئے، اشعار لکھے، میلاد نامے مرتب کئے اور مولود نامے تالیف کئے جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ میلاد النبی ﷺ بطور مذہبی عقیدہ بھی ہر دور میں تسلیم کیا جاتا رہا ہے اور بطور تہوار بھی ہر دور اور ہر علاقے میں منایا جاتا رہا ہے۔ اس سلسلے کی چند کتب کا تعارف ذیل میں کروایا جاتا ہے۔

- ۱۔ آمنہ کالال۔ راشد الخیری
- ۲۔ اسلامی تقریبات۔ سید محمود احمد رضوی
- ۳۔ اسلامی تقریبات۔ مولانا محمد عنایت اللہ وارثی
- ۴۔ اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام۔ مولانا محمد سلامت اللہ
- ۵۔ احسن الکلام فی فضائل الصلوٰۃ والسلام۔ مولوی محمد سعید شبلی فیروز پوری
- ۶۔ اثبات المولد والقیام۔ شاہ احمد سعید مجددی دہلوی
- ۷۔ بارہ وفات۔ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری ندوی
- ۸۔ تنویر الابصار بنور النبی المختار۔ محمد اشرف سیالوی

- ۹۔ تحفہ ربیع الاول۔ محمد بدرالدین خان
- ۱۰۔ التتویر فی المولد البشیر والنذیر۔ امام عمر بن حسن محدث اندلسی
- ۱۱۔ تنویر السراج فی ذکر المعراج۔ محمد ظفر الدین بہاری
- ۱۲۔ تاریخ میلاد۔ عبدالشکور مرزا پوری
- ۱۳۔ جناب النعیم فی ذکر نبی الکریم۔ نظام الدین محمد جعفری
- ۱۴۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار۔ علامہ یوسف بن اسماعیل النہبانی
- ۱۵۔ جامع الآثار فی مولد النبی المختار۔ حافظ محمد بن ابوبکر دمشقی
- ۱۶۔ حسن المقصد فی عمل المولد۔ علامہ جلال الدین سیوطی
- ۱۷۔ حدائق بخشش۔ امام احمد رضا خان بریلوی
- ۱۸۔ حول الاحتفال بالمولد نبی الشریف۔ محمد بن علوی الممالکی الحسینی
- ۱۹۔ الدر المنظم فی بیان حکم مولد نبی الاعظم۔ شیخ عبدالحق محدث الہ آبادی
- ۲۰۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف۔ احمد سعید دہلوی مجددی
- ۲۱۔ راحتہ العاشقین فی ذکر ولادت سید المرسلین۔ مولوی عاشق حسین بارہ بنکوی
- ۲۲۔ سید الاذکار میلاد احمد مختار۔ محمد بدر الحسن
- ۲۳۔ سراج منیر۔ سید غلام حسین
- ۲۴۔ السرور لظہور النور۔ مولانا اشرف علی تھانوی
- ۲۵۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان۔ احمد سعید دہلوی مجددی
- ۲۶۔ شمس الضحیٰ فی میلاد مصطفیٰ ﷺ۔ محمد مجیب اللہ لکھنوی
- ۲۷۔ الشمامتہ العنبریہ من مولد خیر البریہ۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی
- ۲۸۔ شرح الکوکب الازہر علی عقد الجوہر۔ جعفر بن اسماعیل علوی مدنی
- ۲۹۔ علموا اولادکم محبت رسول اللہ۔ محمد عبدہ یمانی
- ۳۰۔ عظمت میلاد۔ خادم حسین مان

- ۳۱۔ عرف التعریف بالمولد الشریف۔ حافظ شمس الدین ابن الجزری
- ۳۲۔ عقد الجواہر فی مولد النبی الازہر۔ سید جعفر پرزنجی
- ۳۳۔ فتح الودود فی اثبات المولود۔ مولوی محمد اعظم
- ۳۴۔ اللفظ الراقی فی مولد خیر الخلائق۔ حافظ محمد بن ابوبکر الدمشقی
- ۳۵۔ مولود سعیدی۔ مولوی محمد علی خاں سعید
- ۳۶۔ مولود شریف جدید۔ مولوی احمد خان صوفی
- ۳۷۔ مولود شہید۔ مولوی احمد خان صوفی
- ۳۸۔ مولود عطار۔ حکیم امیر الدین عطار
- ۳۹۔ مولود طیش۔ طیش گور کھپوری
- ۴۰۔ محامد خاتم النبیین۔ امیر مینائی
- ۴۱۔ محفل میلاد۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی
- ۴۲۔ میلاد شریف سرور عالم۔ حاجی محمد علی خاں صاحب مارہروی
- ۴۳۔ میلاد شریف، آمنہ شفاعت۔ سید محمد علی بیدل
- ۴۴۔ میلاد شریف۔ ڈاکٹر محمد اکبر میرٹھی وارثی
- ۴۵۔ میلاد شریف۔ ڈاکٹر الف۔ د۔۔ نسیم
- ۴۶۔ میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری
- ۴۷۔ محفل میلاد۔ ابور جابر الجزائری
- ۴۸۔ مولد الصاوی فی مولد الہادی۔ حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدمشقی
- ۴۹۔ میلاد مصطفیٰ۔ علامہ عماد الدین ابن کثیر دمشقی
- ۵۰۔ میلاد النبی ﷺ۔ علامہ الحدیث عبدالرحمن ابن جوزی
- ۵۱۔ المورد الہنی فی المولد النبی ﷺ۔ حافظ عبدالرحیم بن الحسین العراقی
- ۵۲۔ المورد الروی فی المولد النبی ﷺ۔ ملا علی القاری الہروی حنفی
- ۵۳۔ میلاد شریف۔ خلیل الرحمن واعظ سہارنپوری

- ۵۴۔ میلاد گوہر۔ منشی گوہر علی خان گوہر رامپوری
- ۵۵۔ معراج نامہ کلاں۔ خواجہ محمد اکبر خاں وارثی میرٹھی
- ۵۶۔ مواہب اللدنیہ۔ علامہ زرقانی
- ۵۷۔ مواہب اللدنیہ۔ علامہ قسطلانی
- ۵۸۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب۔ مولانا اشرف علی تھانوی
- ۵۹۔ نطق الہلال بارخ ولادة الحبيب والوصول
- ۶۰۔ النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم۔ امام ابن حجر مکی
- ۶۱۔ نفحات العنبریہ فی مولد خیر البریہ۔ مجدد الدین
- ۶۲۔ الوسائل فی شرح الشمائل۔ علامہ جلال الدین سیوطی
- ۶۳۔ میلاد ربانی۔ مولانا آزاد سبحانی
- ۶۴۔ مدح خیر المرسلین۔ محسن کاکوروی
- ۶۵۔ ذکر رسول۔ کوثر نیازی
- ۶۶۔ پیغمبر اسلام۔ مولانا وحید الدین خاں
- ۶۷۔ با محمد با وقار۔ قاضی محمد زاہد حسینی
- ۶۸۔ اثبات رسالت۔ منظور محمد
- ۶۹۔ خصائل و شمائل نبوی۔ خان صاحب مولوی فیروز الدین
- ۷۰۔ سلام و قیام۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
- ۷۱۔ تصرفات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی
- ۷۲۔ انوار الحق فی الصلوٰۃ علی سید الخلق۔ عارف باللہ الشیخ عبدالمقصود
- الازہری مصری
- ۷۳۔ جشن بہاراں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
- ۷۴۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی
- ۷۵۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ صوفی غلام سرور نقشبندی

- ۷۶۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق امیر جماعت رضائے مصطفیٰ^۴
- ۷۷۔ درود و سلام۔ ابوالاعلیٰ مودودی
- ۷۸۔ مقام محمدی ﷺ۔ غلام احمد پرویز
- ۷۹۔ حضور ﷺ کی تاریخ پیدائش۔ محمد سلطان شاہ
- ۸۰۔ افضل الرسل۔ پیر سید محمد حسین شاہ علی پوری
- ۸۱۔ امتناع النظیر۔ علامہ فضل حق خیر آبادی
- ۸۲۔ شہنشاہ کل۔ کرنل (ر) محمد انور مدنی
- ۸۳۔ ذکر رسول۔ مولانا عبدالماجد دریابادی
- ۸۴۔ امتیازات مصطفیٰ ﷺ۔ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر خلیل ابراہیم
- ۸۵۔ ذکر رسول۔ مولانا کوثر نیازی

آخری بات:

یاد رکھیں! محفل میلاد النبی ﷺ، جلسہ سیرت النبی ﷺ اور اجتماع ولادت نبوی ﷺ، محفل درود و سلام، مجلس مولود، مجلس درود اور محفل نعت، محفل ذکر کرنا سعادت و بخشش کی نشانیاں ہیں اگرچہ کچھ لہو و لعب اور ریاکاری کا عنصر ان محافل میں ضرور شامل ہو گیا ہے جسے ضرور ختم کرنے کی کوشش ہونی چاہیے۔ تاہم ان کا اس حال میں بھی مشروع و مروج ہونا شکر الہی و حب رسول ﷺ کی نشانی ہے۔ یہ نشانی قائم رہنی چاہیے عشق رسول ﷺ سے خالی مسلمان مردہ دل ہوتا ہے۔

اکبر وارثی کہتے ہیں:

عید میلاد محمد ﷺ سے نہیں بڑھ سکتیں
لاکھ دکھلایا کریں شان و تجمل عیدیں
غریب سہانپوری کہتے ہیں:

بزم میلاد ہے وہ افضل و بہتر محفل
کہ ہوا کرتی ہے آفاق میں گھر گھر محفل

(105)

وصلی اللہ تعالیٰ علی رسول خیر خلقہ محمد
والہ و اصحابہ و اہل بیتہ و ابرار امتہ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حوالہ جات و تشریحات

بعض جگہ یہ روایت ان الفاظ میں آئی ہے۔ حیاتی خیر لکم و مماتی خیر
لکم (میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لیے
بہتر ہے) بحوالہ کتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى جلد اول ص ۱۹ بروایت
حضرت عبداللہ بن مسعود۔ اردو ترجمہ راجا رشید محمود مطبوعہ لاہور

ابن سعد نے طبقات میں بکر بن عبداللہ المزنی سے مرسلًا روایت کیا ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم فاذا
انامت کانت وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا
حمدت اللہ وان رأیت شرا استغفرت لکم (بحوالہ ذخائر محمدیہ ص ۷۷)
ترجمہ: میری حیات (دنیا) تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھے عرض کرتے ہو اور
تمہارے لئے ہر قسم کا حل بیان کر دیا جاتا ہے اور جب میں اس جہان سے
وصال کر جاؤں گا تو میرا یہاں سے پردہ کرنا بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ
تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے اگر میں اعمال کو اچھے پاؤں گا تو اللہ
کی حمد کروں گا اور اگر اعمال برے ہوئے تو میں تمہارے لیے اللہ سے استغفار
کروں گا۔

حضور اقدس ﷺ ۱۲۔ ربیع الاول کو دو شنبہ (سوموار) کے دن فجر (صبح صادق)

-2

کے وقت کہ ابھی بعض ستارے آسمان پر نظر آ رہے تھے، پیدا ہوئے۔ (سیرت رسول عربی ﷺ از علامہ نور بخش توکلی ص ۴۳)

3- یہ جاں گداز اور روح فرسا واقعہ جس نے دنیا کو نبوت و رسالت (رحمت) کے بلا واسطہ فیوض و برکات اور روحانی و ربانی انوار و تجلیات سے محروم کر دیا بروز دو شنبہ (سوموار) دوپہر کے وقت ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ کو پیش آیا۔ (سیرت المصطفیٰ ﷺ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی جلد سوم ص ۱۷۲)

4- مفردات القرآن جزو دوم ص ۷۳۲

5- ایضاً ص ۷۳۶

6- لغات کشوری ص ۲۰۹ (قلمی)

7- فرہنگ عامرہ ص ۴۳۳

8- انسائیکلو پیڈیا شاہکار ص ۱۱۱۲

9- نہ صرف سیرت ابنی ﷺ کے جلسے منعقد ہوتے ہیں بلکہ عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس بھی نکلتے ہیں، محافل نعت منعقد ہوتی ہیں، محافل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے، محافل درود اور محافل صلوة و سلام کا اہتمام کیا جاتا ہے، علماء کرام کی تقریریں ہوتی ہیں، شیرینی بانٹی جاتی ہے، زردہ پلاؤ تقسیم کیا جاتا ہے، تقریری مقابلے ہوتے ہیں سیرت النبی ﷺ کی کانفرنسیں ہوتی ہیں، غرضیکہ ہر طرف مسرت و شادمانی کا سماں ہوتا ہے کسی چہرے پر حزن و ملال یا خوف دیکھنے میں نہیں آتا۔

10- مثلاً شبلی نعمانی نے اپنی سیرت النبی ﷺ جلد اول ص ۱۷۶ میں آں جناب ﷺ کی تاریخ ولادت مصر کے مشہور ہیت دان محمود پاشا فلکی کی تحقیق کے مطابق ۹۔ ربیع الاول بروز دو شنبہ (سوموار) مطابق ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء صحیح مانی ہے اور محمود پاشا کے دلائل نقل کئے ہیں۔

11- انسائیکلو پیڈیا شاہکار ص ۲۸۵

12- سورة آل عمران، آیات ۸۱، ۸۲

- 13- دیکھئے مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی کے خطبات ”مواعظ میلاد النبی ﷺ“ کے مختلف مباحث۔
- 14- دیکھئے مولوی محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلد کی کتب جمال مصطفیٰ ﷺ، خطبہ رحمۃ للعلمین ﷺ اور سید الکونین کے مختلف مباحث
- 15- آیات مذکورہ کے ترجمے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔
- اول: بے شک اللہ نے مومنوں پر ”احسان“ کیا کہ انہی میں سے ایک رسول کھڑا کر دیا۔
- دوم: اور بشارت (دیتا ہوں) رسول کی (آمد کی) جو میرے بعد آئے گا اور جس کا نام ”احمد“ ہوگا۔
- سوم: بے شک آگیا (اے ایمان والو!) تمہاری طرف (ایک) نور اور (ایک) کتاب مبین۔
- چہارم: کہہ دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ، پس چاہیے کہ وہ (مومنین) اس پر خوشی منائیں۔
- پنجم: اور ہم نے آپ ﷺ کو جہانوں کے لیے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔
- ششم: اور لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں میں آخری (نبی ﷺ)
- ہفتم: اے ایمان والو! تم ان (نبی مکرم ﷺ) پر درود و سلام پڑھو (بھیجو)۔
- ہشتم: وہ (نبی ﷺ) جو تمہارے اوپر رحمت کرتا ہے (بھیجتا ہے) اور اس (اللہ) کے فرشتے بھی تاکہ تمہیں اندھیرے سے روشنی میں لائے۔
- نہم: اور مومنوں کے لیے خوشخبری ہے کہ بے شک ان کے لیے اللہ کی طرف سے (نبی ﷺ) کا بھیجا جانا ایک بڑا فضل ہے۔
- دہم: نبی ﷺ مومنوں کی جانوں سے زیادہ (ان کے قریب ہیں) اور ان (نبی ﷺ) کی بیویاں ان (مومنوں) کی مائیں (کی طرح) ہیں۔
- 16- صحیح مسلم، کتاب الصیام، جلد 1، ص ۷

- 17- الثماتة العنبرية من مولد البرية مولفہ نواب صدیق حسن خاں ص ۷
- 18- اسد الغابہ جلد 1، ص ۲۲، ۲۱
- 19- السرور بظہور النور ص ۱۶، ۱۵
- 20- ملا علی قاری بحوالہ المورد الروی
- 21- بحوالہ انوار قطب مدینہ ص ۲۶۴
- 22- شفا السائل مولفہ عبدالغنی دہلوی
- 23- المواہب اللدنیہ جلد ۱ - ص ۲۷
- 24- بیان میلاد النبی ﷺ ص ۳۴، ۳۵
- 25- بیان المیلاد النبی ﷺ ص ۳۵
- 26- الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام ص ۱۹۶
- 27- الجامع اللطیف فی فضل مکہ و اہلیہا و بناء البیت الشریف بحوالہ القول الفصل ص ۱۳۶، ۱۳۵
- 28- ماہ ربیع الاول کے بارے میں ایک عربی شاعر کے یہ اشعار لائق توجہ ہیں۔
- هذا الشهر فی الاسلام فضل
ومنقبة تفوق علی الشهور
ربیع فی ربیع فی ربیع
ونور فوق نور فوق نور
ظہور فی ظہور فی ظہور
السرور فی سرور فی سرور
(بحوالہ السرور الظہور النور مولفہ مولانا اشرف علی تھانوی)
- ربیع الاول کی فضیلت کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ ”الظہور“ میں لکھا ہے کہ
- ”ربیع الاول کو اس خاص حیثیت سے کہ حضور ﷺ کی اس میں ولادت باسعادت ہوئی صورتہ رمضان المبارک پر فضیلت حاصل ہے“
- 29- جان جاناں ص ۹۴
- 30- سیارہ دانشرسٹ رسول نمبر جلد دوم ص ۳۵۶، ۳۵۵

- 31- جان جاناں ص ۲۰۰
- 32- ایضاً ص ۹۴۔ بحوالہ وفیات الاعیان
- تاریخ مرآة الزمان کے مطابق اس تقریب عید میلاد النبی ﷺ پر اس زمانے میں تین لاکھ دینار صرف کے جاتے تھے۔ جو آج کل کے کروڑوں روپوں کے برابر ہوں گے۔ (بحوالہ محمد رسول اللہ ﷺ مولفہ محمد رضا مصری ص ۳۳)
- 33- محمد رسول اللہ ﷺ مولفہ محمد رضا مصری ص ۳۳
- 34- محمد رسول اللہ مصنفہ محمد رضا مصری ص ۳۲، ۳۳
- 35- ضیاء النبی ﷺ جلد دوم ص ۵۰
- 36- اسلامی انسائیکلو پیڈیا جلد اول ص ۱۳۱، ۱۳۰
- 37- سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر جلد دوم ص ۴۶۰، ۴۵۹
- 38- ضیائے حرم عید میلاد النبی ﷺ نمبر ۱۴۱۰ھ ص ۲۰۵ تا ۲۰۷
- 39- بحوالہ میلاد مصطفیٰ ﷺ لابن کثیر دمشق ص ۳۰، ۲۹
- 40- الدر المنظم فی حکم عمل مولد النبی الاعظم ص ۳۲، ۱۳۳
- 41- ماہنامہ ضیائے حرم عید میلاد النبی ﷺ نمبر ۱۴۱۰ھ ص ۲۳۶
- 42- مضمون میلاد النبی ﷺ بقلم ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مطبوعہ ماہنامہ ضیائے حرم میلاد النبی ﷺ نمبر مئی ۱۹۷۲ء
- 43- ایضاً ص ۳۱ بحوالہ الدر الثمین مولفہ شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین مولفہ شاہ ولی اللہ
- 44- عرفانی تقریریں مرتبہ مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی مضمون ”عید میلاد“
- 45- الامیلاد النبوی ﷺ مصنفہ ابن جوزی ص ۳۱
- 46- ما ثبت بالسنتہ ص ۷۸
- 47- نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میلاد الرسول ﷺ کی غرض و غایت کو ہر فارغ وقت، مسجد سے باہر اور اندر پورا کرتے تھے بلکہ آں حضرت ﷺ بھی وقتاً فوقتاً اپنے اوصاف و خصوصیات اور رب کی عطا و بخشش کا ذکر کرتے رہتے

تھے۔ صرف دو مواقع کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

(الف) ساخبرکم عن اول امری دعوة ابراهیم وبشارة عیسیٰ ورؤیا امی
التي رأت حین وضعتنی وقد خرج بها نور اضاء لهامنه قصور الشام
ترجمہ: میں تم لوگوں کو اپنے ابتدائی معاملہ کی خبر دیتا ہوں میں حضرت ابراہیم کی دعا
ہوں، میں حضرت عیسیٰ کی خوشخبری ہوں اور میں اپنی والدہ کا چشم دید منظر
(جاگتے میں خواب) ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا۔ کہ
ان کے جسم سے ایک ایسا نور نکلا جس کی روشنی میں انہیں ملک شام کے محلات
نظر آ گئے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۱۳)

(ب) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اکٹھے مل کر بیٹھے ہوئے تھے اور نبی پاک ﷺ کا
انتظار کر رہے تھے اور پہلے انبیاء علیہم السلام کا ذکر خیر کر رہے تھے کسی نے کہا
”حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“ کوئی بولا ”حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں“ کسی
نے بتایا ”حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں“ کوئی کہہ اٹھا ”حضرت عیسیٰ روح اللہ
ہیں“ اتنے میں حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور پوچھا ”آپ لوگ کیا
باتیں کر رہے تھے۔“ عرض کی گئی ”گزشتہ انبیاء کرام کا ذکر خیر کر رہے تھے ان
کی تعریف و توصیف کر رہے تھے ان کے القاب و خطابات کا تذکرہ کر رہے
تھے۔“ اس پر آں سرور ﷺ نے فرمایا:

الا وانا حبيب الله ولا فخر

(سن رکھو کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور میں اس عطا پر فخر (تکبر و اکڑ) نہیں
کرتا)

وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة ولا فخر

(اور قیامت کے دن لواء الحمد (حمد الہی کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں
اس پر فخر نہیں کرتا)

وانا اول من يحرك حلق الجنة ولا فخر

(اور سب سے پہلے جنت کی زنجیر میں ہلاؤں گا اور میں اس پر فخر نہیں کرتا)

وانا اکرم الاولین والاخرین علی اللہ ولا فخر

(اور میں اللہ کے ہاں پہلوں اور پچھلوں میں سے سب سے زیادہ صاحب

عزت و تکریم ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا)

(بحوالہ جامع ترمذی جلد دوم ص ۲۰۲)

48- بحوالہ مقامات نبوت مولفہ صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ زیدی ص ۲۲، ۲۳

49- بحوالہ مقامات نبوت مولفہ صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ زیدی ص ۲۳ تا ۲۵

50- البیان مولفہ مولانا محمد سعید احمد ص ۱۱۸

51- اسلامی انسائیکلو پیڈیا جلد اول ص ۱۳۱

52- نہ صرف اظہار خوشنودی فرمایا بلکہ اللہ سے دعا فرمائی اللھم ایدہ بروح القدس

(اے اللہ ان (حضرت حسان بن ثابتؓ) کی روح القدس سے مدد فرما)

53- ذکر رسول ﷺ مولفہ مولانا کوثر نیازی ص ۲۸، ۲۹

البتہ غیر مشروع عمل جو میلاد النبی ﷺ کی محافل میں راہ پاگئے ہوں ان کو ترک کرنا ضروری ہے اس ضمن میں مولانا کوثر نیازی حاجی امداد اللہ مہاجر کی کی رائے ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں۔ ”اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے۔“ (ذکر رسولؐ)

ص ۲۷، بحوالہ فیصلہ ہفت مسئلہ)

54- علامہ ابو شامہ کا ایک قول بعنوان عید میلاد النبی ﷺ پیر کرم شاہ الازہری مرحوم

نے عربی اور اردو ترجمہ کے ساتھ درج کیا ہے۔

ترجمہ: ہمارے زمانہ میں جو بہترین نیک کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر

سال رسول اللہ ﷺ کے میلاد کے دن صدقات اور خیرات کرتے ہیں اور اظہار

مسرت کے لیے اپنے گھروں اور کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں کئی

فائدے ہیں فقرا و مساکین کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ ہوتا ہے نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبت اور عظمت کا چراغ روشن ہے (ضیاء النبی ﷺ جلد دوم ص ۴۷)

55- علامہ شمس الدین ابن جوزی کے الفاظ یہ ہیں۔ کان شهماً، شجاعاً، بطلاً،

عاقلاً، عادلاً، وطالت مدته فی الملک الی ان مات وهو محاصراً
انضرنج بمدينة عكا. سنة ثلاثين ستمائة محمود السيرة والسيرة

(ضیاء النبی ﷺ جلد دوم ص ۴۹)

56- الموارد الروی (اردو) ص ۱۷

57- الموارد الروی (اردو) ص ۱۸، ۱۹

58- ”الشمامة العنبریه من مولد خیر البریه“ (اردو) ص ۵۔ نہ صرف یہ

کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے میلاد النبی ﷺ کی مشروعیت کو تسلیم کیا ہے اور اس کے انعقاد کی ترغیب دی ہے بلکہ خود بھی فضائل نبوی ﷺ کا ذکر کر کے میلاد النبی ﷺ منایا ہے بطور تبرک نواب صاحب کی بیان کردہ آں حضرت ﷺ کے آٹھ انواع فضیلت میں سے ایک نوع درج کی جاتی ہے۔ چنانچہ خاں صاحب فرماتے ہیں۔

”خصائص آپ ﷺ کے آٹھ انواع میں منحصر ہیں ایک وہ جو مختص بذات شریف تھی دنیا میں، مثلاً آپ ﷺ مخصوص تھے ساتھ اس بات کے کہ اولین نبیین تھے خلق میں اور آپ کی نبوت متقدم تھی اور (جبکہ) آدم اپنی طینت میں منجزل تھے۔“

پیش از ہمہ شاہاں غیور آمدہ ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ
ای ختم رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدہ زراہ دور آمدہ
اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی سے میثاق لیا گیا اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی نے ”الست برکلم“ کے جواب میں ”بلی“ کہا اور آدم و جمیع مخلوقات آپ

کے لیے پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کا نام عرش پر لکھا گیا اور ہر آسمان و جنت میں بلکہ سائر ملکوت میں اور ملائکہ ہر ساعت آپ ﷺ کا ذکر کرتے ہیں اور اذان میں ذکر اسم شریف کا ہوتا ہے اور کتب سابقہ میں آپ ﷺ کی بشارت دی ہے اور نعت بیان کی ہے اور آپ ﷺ کے اصحاب کے وصف لکھے ہیں اور آپ ﷺ کی امت کا ذکر کیا ہے اور جب آپ ﷺ پیدا ہوئے ابلیس آسمانوں سے روک دیا گیا اور آپ ﷺ کا سینہ شق کیا گیا اور خاتم النبوت پشت پر بمقابلہ دل کے رکھی گئی جہاں سے شیطان داخل ہوتا ہے۔

پیغام خدا نخست آدم آورد انجام بشارت ابن مریم آورد
 با جملہ رسل نامہ بے خاتم بود احمد بر مانامہ و خاتم آورد
 آپ ﷺ کے ہزار نام ہیں اور قریب ستر کے نام ایسے ہیں جو اللہ کے نام ہیں
 اور کسی کا نام احمد آپ ﷺ سے پہلے نہ تھا۔ عدھا مسلم اور آپ ﷺ عقل
 میں سب لوگوں سے زیادہ راجح تھے اور آپ ﷺ کو تمام حسن دیا گیا تھا اور
 یوسف کو شطر حسن بع

آنچه خوباں ہمہ دارند تو تہاداری (ایضاً ص ۴۱، ۴۰)

59- عظمت میلاد حضور ﷺ مطبوعہ ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ جشن عید میلاد

النبی ﷺ نمبر جولائی ۱۹۹۷ء ص ۸۷، ۸۶

60- مضمون عجائبات میلاد النبی ﷺ مطبوعہ ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ، جشن عید

میلاد النبی ﷺ نمبر جولائی ۱۹۹۷ء، ص ۱۱۵، ۱۱۴

61- جان جاناں ص ۹۲

62- ایضاً ص ۹۵

63- ہر سوموار کو سنت نبی ﷺ کی اقتداء میں روزہ رکھنا تو مشروع ہے مگر عید میلاد

النبی ﷺ (۱۲- ربیع الاول) کے روز روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ اس

لیے کہ یہ آزادی، نجات اور عید کا دن ہے۔ چنانچہ شیخ وزوق شرح قطبیہ میں

فرماتے ہیں۔

”حضور ﷺ کی پیدائش کے دن روزہ رکھنے کو ایسے لوگوں نے جو کہ ان (شیخ موصوف) کے زمانے کے قریب تھے۔ اور تقویٰ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید کا دن ہے چاہیے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں۔ (مواہب جلیل علی مختصر خلیل مولفہ عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن مذکورہ جان جاناں ص ۷۰)

64- ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ عید میلاد النبی ﷺ نمبر جولائی ۱۹۹۷ء ص ۹۰

65- ولادت باسعادت اور عید میلاد النبی ﷺ ص ۲، ۳۔ مولانا سلفی نے اپنے کتابچے کا آغاز حضرت حسان بن ثابتؓ کے اس شعر سے کیا ہے۔

واحسن منك لم ترقط عینی

واجمل منك لم تلبد النساء

(ترجمہ: اے محمد ﷺ میری آنکھ نے آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کبھی نہیں دیکھا اور آپ ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل کسی عورت نے کبھی نہیں جنا) اس کے بعد یہ مشہور عالم عربی شعر لکھتے ہیں۔

لا يمكن الشاء كما كان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(ایضاً ص ۲)

66- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور عید میلاد النبی ﷺ نمبر ۱۴۱۰ھ ص ۲۲۲

67- ایضاً ص ۲۲۹ (مخلص و مفہوم)

68- ایضاً ص ۲۳۸، ۲۳۷

69- مکتوبات امام ربانی حصہ سوم، ص ۷۲۔ اس مکتوب میں آگے چل کے شیخ ربانی لکھتے ہیں کہ ”اچھی آواز کے ساتھ قرآن، قصیدے، نعت شریف اور فضائل بیان کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔“ یہی کچھ تو ہمارے ہاں عموماً

محافل میلاد النبی ﷺ میں ہوتا ہے۔ جس پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں۔

-70 فتاویٰ عزیز یہ جلد اول بحوالہ برکات میلاد شریف ص ۸

-71 بحوالہ شمس الاسلام بھیرہ شریف جنوری، فروری ۱۹۸۱ء ص ۲۲

-72 بحوالہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور عید میلاد النبی ﷺ نمبر ۱۴۱۰ھ ص ۲۶۷، ۲۶۶

البتہ ہفت روزہ ”المحدث“ لاہور کے مندرجات کے مطابق ہندوستان میں غالباً (میلاد النبی ﷺ) کو پہلے پہل امرتسر میں منایا گیا جس کا اہتمام وہاں کے کشمیری رہنما بزرگ مولانا عبدالسلام نورانی کی جدوجہد سے ہوا تھا اور اس کی غرض وہاں غیر مسلموں کے سامنے سیاسی شوکت کو نمایاں کرنا تھا۔ مگر پھر یہ تقریب اپنے حسن و رنگ، اپنی خوبصورتی اور اپنی گونا گوں دل چسپیوں کے سبب آہستہ آہستہ ہندوستان کے دورے شہروں میں بھی پھیلتی چلی گئی (بحوالہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ شریف جنوری فروری ۱۹۸۱ء)

-73 ماہنامہ ضیائے حرم لاہور عید میلاد النبی ﷺ نمبر ۱۴۱۰ھ، ص ۲۹۲۔ لاہور میں

عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس سب سے پہلے ۵۔ جولائی ۱۹۳۳ء بمطابق ۱۲۔ ربیع

الاول ۱۳۵۲ھ کو نکلا۔ یہ جلوس ۱۹۴۰ء تک باقاعدہ نکلتا رہا۔ (ایضاً ص ۲۶۸)

-74 حسن المقصد فی عمل المولد بحوالہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور عید میلاد النبی ﷺ نمبر،

۱۴۱۰ھ، ص ۳۶۲۔ علماء نے اسی مسئلہ میں لکھا ہے کہ اس محفل (میلاد النبی ﷺ)

میں ذکر و فات نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ محفل واسطے خوشی میلاد شریف کے

منعقد ہوتی ہے ذکر غم جان کاہ اس محفل (مسرت) میں نازیبا ہے حرمین

شریفین میں ہرگز عادت ذکر قصہ وفات کی نہیں ہے۔ (بحوالہ توارخ حبیب الہ

ص ۱۵)

-75 اخبار الاخبار ص ۶۲۴ بحوالہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، عید میلاد النبی ﷺ نمبر

۱۴۱۰ھ، ص ۳۳۸

-76 ایضاً ۳۳۸، ۳۳۷۔ نہ صرف یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے میلاد النبی ﷺ کی خوشی

منانے پر اجر و انعام ملتا ہے بلکہ صاحب میلاد النبی ﷺ نے بھی انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ

(الف) حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ایک روز وہ اپنے گھر میں لوگوں کے سامنے حضور اکرم ﷺ کی ولادت پاک کے واقعات بیان کر رہے تھے۔ اور لوگ فرحت و مسرت کا اظہار کر رہے تھے اللہ رب العزت کی حمد بیان کر رہے تھے اور آقا دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں درود بھیج رہے تھے اچانک حضور ﷺ تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا ”میری شفاعت تم لوگوں کے لیے حلال ہوگئی۔“

(ب) حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ کی نورانی معیت میں حضرت عامر الانصاری کی قیام گاہ کی طرف سے گزرا اور ہم نے دیکھا وہ اپنے عزیز و اقربا اور اولاد کو سرکار ﷺ کی ولادت با سعادت کے واقعات سنا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ تقدس مآب دن یہی تھا (یعنی پیر کا دن جس کے بارے میں) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رحمت کے دریچے وا کر دیئے ہیں اور تمام فرشتے تمہارے لیے مغفرت کی دعائیں کر رہے ہیں جو شخص بھی تمہاری اس روش پر عمل پیرا ہوگا اسے تم جیسے اجر و ثواب سے نوازا جائے۔“ رسول الکلام من کلام سید الانام فی بیان المولد و القیام

ان روایات سے میلاد النبی ﷺ منانے کی برکتوں، سعادتوں اور رحمتوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

-77 رسالہ عید میلاد النبی ﷺ مصنفہ مفتی احمد میاں برکاتی ص ۱۰

-78 حضرت علامہ عبدالحق مہاجر مدنی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے ”عالم

الامه و مقتدی الائمه دینا ورعا“ (الدار المنظم فی حکم عمل مولد النبی الاعظم
باب ۸، ص ۱۲۳

79- جان جاناں ص ۱۰۵۔ علامہ حلوانی ”قیام فی المجلس المولود“ کے حوالے سے
لکھتے ہیں کہ:

”جب خطیب آپ ﷺ کا ذکر کر رہا ہو یا کھڑا ہونا
تشویش (بد امنی، شور اور بیزاری وغیرہ) کا باعث بنے
یا کھڑا ہو کر سننے میں دقت پیش آتی ہو تو ایسی صورت
میں کھڑا نہ ہونا واجب ہے۔ (دیکھیے ذخائر محمد یہ ﷺ
مصنفہ ڈاکٹر محمد علوی مالکی اردو، ص ۱۳۷)

80- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور عید میلاد النبی ﷺ نمبر ۱۲۱۰ھ ص ۳۶۵

81- ذخائر محمد یہ ص ۳۰۹ تا ص ۳۱۵

82- مقالات کاظمی جلد اول، ص ۴۹

83- علامہ قسطلانی کی عبارت کا ترجمہ یوں ہے: حضور ﷺ کی پیدائش کے مہینے میں
اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور خوشی کے کھانے
پکاتے ہیں اور دعوت طعام کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع و اقسام
کی خیرات کرتے رہے اور سرور ظاہر کرتے چلے آئے ہیں اور نیک کاموں
میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور ﷺ کے مولد کریم کی قرأت کا
اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ کا فضل ظاہر ہوتا
رہا ہے۔ اور ان کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقاد محفل میلاد اس سال
میں موجب امن و امان ہوتا ہے اور ہر مقصود و مراد پانے کے لیے جلدی آنے
والی خوشخبری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ماہ
میلاد کی ہر رات کو عید بنا لیا تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین علت و مصیبت ہو
جانے اس شخص پر جس کے دل میں مرض و عناد ہے اور علامہ ابن الحاج نے

مدخل میں طویل کلام کیا ہے۔“

علامہ مدخل کا کلام:

”ان چیزوں پر انکار کرنے میں لوگوں نے جو بدعتیں اور نفسانی خواہشیں پیدا کر دی ہیں اور آلاتِ محرمہ کے ساتھ عمل مولود شریف میں غنا کو شامل کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قصدِ جمیل پر ثواب دے اور ہمیں سنت کی راہ پر چلائے۔ بے شک وہ ہمیں کافی ہے اور بہت اچھا وکیل ہے۔“

علامہ ابن الحاج کے مدخل میں اقوال و نظریات پر علامہ کاظمی نے بدیں الفاظ تبصرہ فرمایا ہے ”علامہ ابن الحاج نے مدخل میں جو انکار کیا ہے وہ انعقادِ محفلِ میلاد پر نہیں بلکہ ان بدعات اور نفسانی خواہشات پر ہے جو لوگوں نے محافلِ میلاد میں شامل کر دیں تھیں مثلاً آلاتِ محرمہ کے ساتھ گانا بجانا (مثلاً پیشہ ور قوالوں سے قوالیاں کرانا اور بے معنی یا نامعقول کلام پڑھنا یا عورتوں سے ”کورس“ کی شکل میں نعتیں اور مولود پڑھوانا وغیرہ) میلاد شریف کی محفلوں میں شامل کر دیا گیا تھا۔ ایسے منکرات پر صاحب مدخل نے انکار فرمایا اور ایسے ناجائز امور کا ہر سنی مسلمان انکار کرتا ہے۔“ (بحوالہ مقالات کاظمی جلد اول ص ۸۹، ۹۰)

- 84- مقالات کاظمی جلد اول، ص ۹۰، ۹۱
- 85- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میلاد النبی ﷺ نمبر مئی ۱۹۷۲ء، ص ۳۶، ۳۵
- 86- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میلاد النبی ﷺ نمبر مئی ۱۹۷۲ء، ص ۳۶، ۳۵
- 87- بحوالہ جشن بہاراں مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۲۵
- 88- اثبات المولد والقیام مولفہ شاہ احمد سعیدی مجددی ص ۲۳
- 89- شائع شدہ فی کتابچہ جشن بہاراں ص ۲۸
- 90- دائرۃ المعارف (اسلامیہ) جلد ۲۱، ص ۸۲۳، ۸۲۶
- 91- محافل میلاد النبی ﷺ علامہ اقبال کی نظر میں مولفہ ڈاکٹر بابر بیگ مطالی ص ۳

92- عید میلاد النبی ﷺ قرآن و حدیث کی روشنی میں ص ۱۶

93- عید میلاد النبی ﷺ قرآن و حدیث کی روشنی میں ص ۱۱

94- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور عید میلاد النبی ﷺ نمبر ۱۲۱۰ھ ص ۲۶۹۔ دراصل یہ

علامہ اقبال کے خیالات ہیں جنہیں راجا صاحب نے بیان کیا ہے ورنہ خالص اسلامی روح کے ساتھ صحیح روایات کے ساتھ عید میلاد النبی ﷺ منانے کے

علامہ اقبال بہت حق میں ہیں۔ چنانچہ ان کا ایک اپیلی (Appealic) بیان تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے جس میں آپ نے فرمایا:

”اتحاد اور اسلام کی تقویت حضور سرور کائنات ﷺ کے احترام و اجلال، حضور کی سیرت پاک ﷺ کی اشاعت اور ملک میں بانیان مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لیے ۱۲۔ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے۔“

اس اپیل پر علامہ اقبال کے علاوہ سید غلام بھیک نیرنگ، مولانا غلام مرشد، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا قطب الدین، عبدالولی، دیوان سید محمد، خواجہ قمر الدین سیالوی، مولانا فاخرالہ آبادی، سید حبیب مدیر ”سیاست“، پیر سید فضل شاہ جلال پوری، مولانا علی الحارثی، اور مولانا محمد شفیع داؤدی کے دستخط تھے۔ (ایضاً، ص ۲۶۹، ۲۶۸) اس طرح بالواسطہ طور پر یہ تمام علماء ہند جشن عید میلاد النبی ﷺ کے منانے کے موید قرار پائے ہیں۔

95- ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ جشن عید میلاد النبی ﷺ نمبر جولائی۔ ۱۹۹۷ء،

ص ۸۰، ۸۱

96- گویا سیرت طیبہ اور میلاد شریف کے اجتماعات منعقد کرنے جائز ہیں اگر صحیح

نیت اور مکمل آداب کے ساتھ منعقد کیے جائیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حکیم

الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے عقیدت مند اور عارف باللہ مولانا عبدالحی عارفی

کے نیاز مند صحیح نیت اور مکمل آداب کے ساتھ سیرت النبی ﷺ اور میلاد النبی ﷺ

کے اجتماعات منعقد کرتے ہیں؟ محض خالی خولی تنقید، رسمی مخالفت اور اظہار افسوس سے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ گروہ (مسلک دیوبند) میلاد النبی ﷺ کے اجتماعات سیرت النبی ﷺ کے جلسے اور پر آداب و پر وقار جلوس میلاد النبی ﷺ نکالیں تاکہ جو لوگ بے راہروی کرتے ہیں وہ نصیحت پکڑیں اور راست روی اختیار کریں۔

97- سیرت کانفرنسوں کے لیے لمحہ فکر یہ افادات عارف باللہ مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحی مطبوعہ عائشہ باوانی ٹرسٹ کراچی ص ۳ تا ۷

98- نقوش، رسول ﷺ نمبر جلد چہارم ص ۶۵۰، ۶۴۹

99- عید میلاد النبی ﷺ مولفہ مولانا ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی ص ۱۰، ۹

100- حضور اکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مدینہ میں بنو نجار کی بچیوں نے یہ مشہور عالم نغمہ گایا۔

طلع البدر علینا من ثنیۃ الوداع وجب الشکر علینا مادع للہ داع
نحن جوار من بنی النجار یا حذا محمدا من حبار
(بحوالہ سیرت النبی ﷺ مولفہ مولانا شبلی نعمانی جلد اول ص ۲۶۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: وتفرق الغلمان والخدم فی الطریق ینادون یا محمد ﷺ، یا رسول اللہ ﷺ یا محمد ﷺ
یا رسول اللہ ﷺ (صحیح مسلم جلد ۲، ص ۴۱۹)

(ترجمہ: بچے اور غلام راستے میں پھیل گئے اور وہ بلند آواز سے یا محمد ﷺ، یا رسول اللہ ﷺ، یا محمد ﷺ یا رسول اللہ ﷺ کے نعرے لگا رہے تھے)
اس حدیث پاک میں ان لوگوں کے لیے بھی حجت ثابتہ موجود ہے جو یا محمد ﷺ اور یا رسول اللہ ﷺ لکھنے اور اس کا نعرہ لگانے پر اعتراض کرتے ہیں۔

101- رسالہ عید میلاد النبی ﷺ مرتبہ ابو حماد مفتی احمد برکاتی، ص ۱۱ تا ۱۳

102- اس عنوان کے تحت فہرست کتب میں سیرت اور میلاد و مولود کی ہزاروں کتابوں

میں سے چند کتابوں کے نام مشتمل از خروارے دیئے گئے ہیں جو میلاد النبیؐ کی کتاب ”جان جاناں“ مولفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد باب چہارم صفحات ۱۲۳-۱۲۵ اور محمد مظفر عالم جاوید صدیقی کی تحقیقی تصنیف ”اردو میں میلاد النبیؐ“ کے آخری باب ”حواشی“ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

103- تاملہ کی کتب میلاد نمبر ۶۲ تا ۸۵ راقم مقالہ نے خود اپنے کتب خانہ سے دیکھ کر لکھی ہیں۔

104- ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، عید میلاد النبیؐ نمبر مضمون ”میلاد اور مسلم شعرا“ بقلم راجا رشید محمود ص ۳۹۳، ۳۹۲



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ASSISTANT CHIEF OF NAVAL STAFF (ADMIN)
NAVAL HEADQUARTERS
ISLAMABAD

No. AO/1501/2966

Tel: 828911
R29041/370

DATE 18 October 1992

NC-192
Mr. Shabbir Hussain Shah,
Superintendent,
NA-2 Section, NHQ,
Islamabad

LETTER OF COMMENDATION

1. As per information on record, the Ministry of Religious Affairs had arranged an article competition on a general oriented topic on the eve of Eid-Meelat-un-Nabi 1992. It has been reported that your article on


”اسلامی فلاحی مملکت اور اس کے قیام کیلئے عملی تجاویز اسوۂ نبوی کی روشنی میں“

was adjudged to be the best one at Islamabad level and in recognition thereof you received a cash award from the President of Pakistan.

2. This distinctive achievement on your part has not only brought good name to the civilian employees serving in Naval Headquarters but also to the Pakistan Navy as a whole.

3. I am pleased to see that through hard work and consistency you have attained the first position among many other participants. While congratulating you on this auspicious occasion, it is hoped that you will maintain your contribution in this noble cause.

4. A copy of this letter is being placed in your personal record.


S. IRTIZA HUSSAIN
COMMODORE
ASST CHIEF OF NAVAL STAFF (ADMIN)

NAVAL HEADQUARTERS ISLAMABAD
(DTE OF CIVILIAN ADMINISTRATION)

DCA
Circular No. 12/92

Dated 12-2-92

I feel pleased to announce that Mr Shabir Hussain Shah, Supdt. NA-2 Section, NHQ, Islamabad participated in Seerat Competition announced by Ministry of Religious and Minorities Affairs in July 1991. His article on the topic: "النسای حقوق سیرت طیبہ کی روشنی میں" was adjudged second in merit in the said competition and Mr Shabir Hussain Shah was awarded a certificate for winning prize in the said competition during Qaumi Seerat Conference held on 12 Rabi-ul-Awal (22-9-91).

2. His noble effort not only brought credit to him, it also glorified the name of Pakistan Navy. His efforts are appreciated and he deserves to be congratulated by all of us.

3. His article is available in the Library for those who wish to read it.



ABDUL HAFEEZ
G-II (CIV)
DIRECTOR CIVILIAN ADMINISTRATION

Distribution

All Dtes/Sections
NHQ, Islamabad

No. AO/1501/Misc

*A. Waheed/-



ASSISTANT CHIEF OF NAVAL STAFF (ADMIN),
NAVAL HEADQUARTERS
ISLAMABAD

TELE : 021079

NO 1501/2985

NO-192
MR. SHABUJ HANAIN SHAN
Ex-Sup.intendent
Naval Headquarters
Islamabad

25 June 1995.

LETTER OF COMMENDATION

1. As per information on record, the Ministry of Religious Affairs had arranged an article competition on a general oriented topic on the eve of Eid-Moulad-un-Nabi 1995. It has been reported that your article on;

العید اور منشیات، لہجہات بڑی فی رہنمائی میں

was adjudged to be the best one at Islamabad level and in recognition you received a cash award from the President of Pakistan.

2. This distinctive achievement on your part has not only brought good name to the civilian employees in Naval Headquarters but also to the Pakistan Navy as a whole.

3. I am pleased to see that through hard work and consistency you have attained the first position among many other participants. It is hoped that you will maintain your contribution in this noble cause.

A Ullah Khan

AITA ULLAH KHAN, SIC(M)
COMODORE

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حکومت پاکستان
وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد

حکومت پاکستان

وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد

نمبر ۱۱۱۱/۱۱۱۱-۱۱۱۱/۱۱۱۱

سند امتیاز

تصدیق کی جاتی ہے کہ مسمیٰ کسید شہید کسبین شاہ ظفر ولد محمد شاہ
ذلتی وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور کے زیر ہتمام مستند قومی رہین القوانی میرت کانسٹریٹس میں سال ۱۹۹۳ء
کے قومی سطح کے اولیٰ انعام کے اعزاز کا مستحق قرار پایا۔
مسمیٰ بذکرہ کو حکومت کی طرف سے پانچ ہزار روپے بطور انعام دیا گیا دینے گئے

تاریخ ۲۲ اگست ۱۹۹۳ء

سیکرٹری

از التسلق والنوق والفتحة والفتحة والفتحة والفتحة

صلى الله عليه وسلم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم



بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

بسم الله الرحمن الرحيم

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد گورنمنٹ گورونانک ڈگری کالج ننکانہ صاحب میں
 اسلامیات کے معروف استاد ہیں۔ تعلیمی قابلیت ایم اے اسلامیات، ایم اے تاریخ
 اور ایم اے عربی ہے۔ آپ گورنمنٹ گورونانک ڈگری کالج ننکانہ صاحب کی نمایاں
 شخصیت ہیں، صاحب علم و فضل ہیں۔ اپنے علمی و تحقیقی مقالات، مضامین اور کتب
 وغیرہ کے سلسلے میں کالج ہذا کی لائبریری کے علاوہ دوسری لائبریریوں کے علمی خزانوں
 سے بھی استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کے مقالہ جات سرکاری وغیرہ سرکاری اداروں
 سے داد تحسین پانچکے ہیں اسلامیات کی انٹرویول کی درسی کتابوں کے علاوہ ان کی دو
 علمی و دینی کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔ آپ کی علمی و دینی اپروچ بہت اعلیٰ درجے کی
 ہے۔ گفتگو میں شائستگی، آداب میں سلیقہ اور تعلیم و تعلم سے ذہنی و فنی وابستگی نے ان کی
 شخصیت کو ہرلعزیز بنا دیا ہوا ہے۔ ان کی موجودہ کتاب ”تجلیات سیرت النبی ﷺ“
 جلد اول کے تمام مضامین، نکات اور ابحاث بڑے مفید، علمی، تحقیقی اور فکری ہیں حوالہ
 جات کی کثرت، مطالعہ کی وسعت اور انداز بیان کی قدرت نے کتاب ہذا کی وقعت کو
 کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ اس کتاب کے زیر مطالعہ عنوانات بڑے مفید اور ضروری ہیں جو
 واقعتاً پڑھے جانے کے قابل ہیں۔ یہ کتاب ہر گھر اور لائبریری میں رکھے جانے کے
 قابل ہے۔ اللہ مصنف موصوف کے قلم کی اثر انگیزی، بات کی شائستگی اور فن کی پختگی
 میں زیادہ برکت دے (آمین)

پروفیسر رانا ریاض احمد خاں (پرنسپل)

گورنمنٹ گورونانک ڈگری کالج ننکانہ صاحب